بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

بقیة كتاب النكاح

باب المهر

(مہر کا بیان)

فصل فی الجهاز وأخذ المال بالنكاح

(جہیز اور نکاح پر رقم لینے کا بیان)

باب فی العروس والولیمة

(بارات اور ولیمہ کا بیان)

کتاب الطلاق

باب وقوع الطلاق وعدم وقوعه

الفصل الأول في وقوع الطلاق

(وقوع طلاق کا بیان)

الفصل الثانی فی عدم وقوع الطلاق

(عدم وقوع طلاق کا بیان)

الفصل الثالث فی طلاق السکران والمجنون

(نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق کا بیان)

الفصل الرابع فی طلاق الغضبان

(غصہ میں طلاق دینے کا بیان)

الفصل الخامس فی طلاق الصبی

(نابالغ کی طلاق کا بیان)

الفصل السادس فی الطلاق بألفاظ مصحفة

(الفاظِ متغیرہ سے طلاق کا بیان)

باب الطلاق الصریح

(طلاقِ صریح کا بیان)

باب طلاق الثلاث

(تین طلاق کا بیان)

باب الطلاق بألفاظ الكناية

(الفاظ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان)

باب الطلاق بالکتابة

(تحریری طلاق کا بیان)

☆......☆......☆......☆......☆

بقیۃ کتاب النکاح

باب المہر

(مہر کا بیان)

مہر شرع محمدی

سوال [۵۸۱۲]: شرع محمدی مہر (مثلاً ۸ روپے) باندھے جاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہو تو اس مقدار میں کتنے ٹھیک ہیں، اور اس کے علاوہ کیا کیا مقدار ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرع محمدی مہر سے مراد عام طور پر مہر فاطمی ہوتا ہے: اس کی مقدار بہشتی زیور: ۲۴/۴ کے حاشیہ پر ایک سو چھپن روپے آٹھ آنے کے قریب لکھی ہے اور دوسری جگہ بھی مقدار لکھی ہے (۱)۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بوقت نکاح مہر کی تعیین کر لی جائے روپیہ میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۳/۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ربیع الاول/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

شرع محمدی میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہیں، یعنی تقریباً تین ۳/ روپیہ (یعنی چاندی کے تین

---

(۱) بہشتی زیور میں مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے، اس کی مقدار سو ڈیڑھ سو روپے سے (روپے کا وزن سوا ساڑھے گیارہ ماشے ہے) ایک سو چھتیس روپیہ چھ آنہ کے قریب چاندی ہوئی، اور اس کے حساب سے ایک سوا کتیس تولہ تین ماشہ ہے (بہشتی زیور، حصہ چہارم، مہر کا بیان، ص: ۴۸۲، ۴۸۳، دار الاشاعت کراچی)

بہشتی زیور میں تلاش کے باوجود آٹھ آنے کی مقدار نہیں ملی۔

دراہم) اور اس سے زیادہ کی حد مقرر نہیں، جتنی تعداد چاہے مقرر کی جاسکتی ہے(۱)، مگر زیادہ مہر کی ممانعت آئی ہے، اس لئے اتنا مہر مقرر کیا جائے کہ جس کو شوہر بسہولت ادا کرسکے(۲)، اصل تو شرعی محمدی مہر سے مراد ہوتے ہیں مگر یہ شرعی مہر نہیں ہے، خود لوگوں کا عرف ہے۔ فقط۔ سعید احمد مفتی مدرسہ ۲۵/۳/۶۳ھ۔

مہر کی حکمت

سوال [۵۸۷۳]: مہر کی اصل حیثیت کیا ہے؟ اور یہ کیوں لازم قرار دیا گیا ہے؟ اس کی فرضیت میں کیا حکمت ہے؟

۲- مہر کی حد سے زیادتی یا حد سے زیادہ کی ممانعت میں کیا تبدیلی پیدا ہوسکتی ہے؟

۳- حالات وکیفیات کے لحاظ سے مہر کی تعیین میں تبدیلی مستحب ہوگی یا مہر مسنون ہی کو مستحب سمجھا جائے گا؟

۴- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں درہم کی قیمت چاندی کے بجائے اشیاء کی صورت میں ہوتی تھی، مثلاً بکریاں اونٹ یا غلہ، تو درہم میں کتنا غلہ ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ: ۲/۱۳۸ میں اس پر کلام کیا ہے:

---

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۱/۳۰۲، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(۲) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: ألا لا تغالوا في صدقات النساء، فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله، لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني: ۲۷۷، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۱، إمدادية ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم إسراف في الصداق: ۲/۳۳۳، قديمي)

"وكان فيه مصالح: منها أن النكاح لا تتم فائدته إلا بأن يوطن كل واحد نفسه على المعاونة الدائمة، ويتحقق ذلك من جانب المرأة بزوال أمرها من يدها، ولا جائز أن يشرع زوال أمره أيضاً من يده، وإلا انسد باب الطلاق، وكان أسيراً في يدها كما أنها عانية بيده، وكان الأصل أن يكونوا قوامين على النساء.

ولا جائز أن يجعل أمرهما إلى القضاة، فإن مراجعة القضاة فيها حرج، وهم لا يعرفون ما يعرف هو من خاصة أمره، فتعين أن يكون بين عينيه خسارة مال إن أراد فك النظم لئلا يجترئ على ذلك إلا عند حاجة لا يجد منها بداً، فكان هذا نوعاً من التوطين أيضاً، ولا يظهر الاهتمام بالنكاح إلا بمال يكون عوض البضع، فإن الناس لما تشاحوا بالأموال شحاً لم يتشاحوا به في غيرها كان الاهتمام لا يتم إلا ببذلها، وبها تقر أعين الأولياء حين يتملك هو فلذة أكبادهم، وبه يتحقق التمييز بين النكاح والسفاح، وهو قوله تعالى: ﴿أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين﴾"(۱)۔

ملک العلماء علامہ کاسانی نے بھی بدائع الصنائع میں اس کی حکمت بیان فرمائی ہے(۲)۔

۳۔ اس پر بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"(أقول) والسر فيه من أن ينبغي أن يكون المهر مما يتشاح به ويكون مال ينبغي أن لا يكون مما يتعذر أداؤه عادة بحسب ما عليه قومه، وهذا القدر تتجاذب صالح حسب ما كان

---

(۱) (حجة الله البالغة، باب: لا نكاح إلا بصداق: ۲/۳۴۲، قديمي)

(۲) "لأن مصالح النكاح لم يشرع لعينه، بل لمقاصد لا حصول لها إلا بالدوام على النكاح والقرار عليه، ولا يدوم إلا بوجوب المهر بنفس العقد . . . فلو لم يجب المهر لا يبالي الزوج عن إزالة هذا الملك بأدنى خشونة تحدث بينهما، لأنه لا يشق عليه إزالته ما لم يخف لزوم المهر، فلا تحصل المقاصد المطلوبة من النكاح الخ". (بدائع الصنائع، فصل في المهر: ۳/۵۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل السادس: آثار الزواج: وأجمع المسلمون على شرعية الصداق في النكاح: ۹/۶۷۵۹، رشيدية)

عليه الناس في زمانه صلى الله تعالى عليه وسلم و كذالك أكثر الناس بعده، اللهم إلا ناس أغب لهم بمنزلة الملوك على الأمراء، وكان أهل الجاهلية يظلمون شيئاً في صدقاتهن بمطل أو نقص، فأنزل الله تعالى: ﴿وآتوا النساء صدقاتهن نحلة، فإن طبن لكم﴾ الآية". حجة الله البالغة: ۲/۱۱۸، ۱۱۹(۱)۔

۳... شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی، جتنی مقدار ادا کرنا سہل ہو اور لڑکی کے حالات کے بھی مناسب ہو، تجویز کرلیا جائے (۲)۔

۴... وقت اور ضرورت کے لحاظ سے نرخ میں فرق ہوتا رہتا تھا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دینار دیا کہ قربانی کے لئے ایک بکری خرید لائیں، انہوں نے ایک بکری ایک دینار میں خرید لی، پھر اس کو دو دینار میں فروخت کردیا اور ایک دینار میں پھر ایک بکری خریدی اور دو مع ایک دینار نفع لاکر پیش کردی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی اور بکری قربانی کرنے اور دینار نفع کو صدقہ کردینے کا حکم فرمایا۔ یہ واقعہ مبسوط: ۱۲/۱۳ میں مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (حجة الله البالغة، عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۳۳، قديمي)

"عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: ألا لا تغالوا صدقة النساء ... ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح" (جامع الترمذي، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۰، إمدادية ملتان)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه: قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الباب الأول: ۱/۳۰۲، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في أقل المهر: ۳/۴۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "والأصل فيه ما روي أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دفع ديناراً إلى حكيم بن حزام رضي الله –

مہر فاطمی

سوال [۵۵۹۴]: مہر فاطمی کی مقدار صحیح کتنی ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقریباً ۱۳۲ تولہ چاندی ہے، اور اس کی تحقیق کے لئے مستقلاً ایک رسالہ دیوبند سے شائع شدہ ہے "ترجیح الاقاویل" اس میں تفصیل مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔

ایضاً

سوال [۵۵۹۵]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں کتنا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۴۰۰ مثقال تھا جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= تعالى عنه يشتري له شاة للأضحية، فاشترى شاة، ثم باعها بدينارين، ثم اشترى شاة بدينار وجاء بشاة ودينار إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأخبره بذلك، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "بارك الله في صفقتك، أما الشاة فضح بها، وأما الدينار فتصدق به" الخ". (المبسوط للسرخسي، باب الأضحية: ۱۲/۱۴، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۱) (اصلی مخطوطہ تحت عنوان: "مہر فاطمی کی مقدار")

(۲) "ثم ذكر السيد جمال الدين المحدث في روضة الأحباب أن صداق فاطمة رضي الله تعالى عنها كان أربع مائة مثقال فضة. وكذا ذكره صاحب المواهب، ولفظه: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لعلي: "إن الله عزوجل أمرني أن أزوجك فاطمة على أربع مائة مثقال فضة". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني: ۶/۳۴۰، رشيدية)

(وكذا في شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية، باب ذكر تزويج علي بفاطمة رضي الله تعالى عنها، كتاب المغازي: ۲/۳۶۰، مكتبة عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

مہر فاطمی کی مقدار

سوال:[۵۹۶۶]: مہر فاطمی کی مقدار فی زمانہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے برابر تھے، کذا فی المشکوۃ (۱)۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر بھی اتنا ہی تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، یہ بھی پانچ سو درہم ہوئے، جس کی مقدار تقریباً ۱۳۱/۴ تولہ چاندی ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۸ھ۔

= "قال: قال عمر بن الخطاب: "ألا لا تغالوا صدقة النساء،　　ما علمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائہ ولا أنکح شیئاً من بناتہ علی أکثر من اثنتي عشرة أوقیة" هذا حدیث حسن صحیح". (جامع الترمذي، باب ماجاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعید)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۳، إمدادیہ ملتان)

"حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مہر کے مطابق دو روایتیں ہیں: ایک روایت ۴۰۰ مثقال = ۹۲۳ ء ۱ کلو چاندی، دوسری روایت ۴۸۰ درہم = ۴۹۹ ء ۱ کلو چاندی۔ مقدار ثانی متعدد روایات حدیث وسیرت سے ثابت ہے اور مقدار اول صرف سیرت سے ثابت ہے، لہٰذا مقدار ثانی راجح ہے"۔ (احسن الفتاویٰ: ۵/۳۱، سعید)

(وکذا في فتاویٰ حقانیة، باب المهر: ۴/۳۵۶، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

"مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے، کما في عامة روایات الحدیث۔ اس کی مقدار موجودہ وزن سے ایک سو اکتیس ۱۳۱ تولہ تین ماشہ ہوئی"۔ (جواهر الفقه، بعنوان: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح حساب: ۱/۴۲۳، دار العلوم کراچی)

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضي اللہ تعالیٰ عنہ قال: ألا! لا تغالوا في صدقة النساء . .　　. ما علمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائہ ولا أنکح شیئاً من بناتہ علی أکثر من اثنتي عشرة أوقیة". (مشکوٰة المصابیح، باب الصداق، الفصل الثاني، ص: ۲۷۷، قدیمي)

(وجامع الترمذي، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعید)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۱/۲۹۳، إمدادیہ ملتان)

(۲) "مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے کما في عامة روایات الحدیث، اس کی مقدار موجودہ وزن سے ایک =

مہر فاطمی کی مقدار

سوال [۵۸۲۶]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر واقعی کتنا تھا جب کہ ہم نے بعض کتابوں میں ساڑھے باون تولہ یا چارسو اسی درہم پڑھا ہے اور کیا ۲۵/ روپے بھی مہر فاطمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مہر فاطمی ۲۵/ روپے نہیں، بلکہ ۱۳۰/ تولہ کے قریب چاندی ہے (۱) بعض حضرات کے حساب میں اس سے بھی کچھ زائد ۱۵۰/ تولہ تک ہے، جیسا کہ حواشی مشکوۃ شریف میں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

= سوا تین تولہ تین ماشہ ہوئی"۔ (جواہر الفقہ، اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۱/۴۲۲، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية. رواه أحمد والترمذي وأبو داؤد والنسائي وابن ماجة الخ".

"(من اثنتي عشرة أوقية) وهي أربع مائة وثمانون درهماً". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني: ۶/۳۵۹، رشيدية)

مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے - كما في عامة روايات الحديث - اس کی مقدار موجودہ وزن سے ایک سو اکتیس ۱۳۱، تولہ تین ماشہ ہوئی۔

(جواهر الفقه، باب: اوزان شرعيه، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۱/۴۲۲، دار العلوم کراچی)

(۲) "أن صداق فاطمة رضي الله تعالى عنها كان أربع مائة مثقال فضة. وكذا ذكره صاحب المواهب ولفظه: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لعلي: "إن الله عزوجل أمرني أن أزوجك فاطمة على أربع مائة مثقال فضة" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني: ۶/۳۶۰، رشيدية)

(وكذا في شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية، باب ذكر تزويج علي بفاطمة رضي الله تعالى عنهما، كتاب المغازي: ۲/۳۶۴، مكتبه عباس احمد الباز مكة المكرمة)

مقدار اول راجح ہے۔ كما في أحسن الفتاوى: ۵/۳۱، سعيد)

مہر فاطمی ہمارے حساب سے

سوال [۵۸۶۸]: مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد وغیرہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیادہ سے زیادہ مہر پانسو درہم چاندی نقل کیا ہے۔ بارہ اوقیہ ہماری تول تولہ اور مخصوص گرام کے لحاظ سے کتنا ہوتا ہے؟ فقط۔

محمد عبداللہ دہلوی ۱۰۲۹، حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک سو اکتیس تولہ کے قریب چاندی ہمارے حساب سے مہر فاطمی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۱۳ھ۔

مہر شرعی اور مہر فاطمی

سوال [۵۸۶۹]: زید اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، وہ زمیندار بھی ہے۔ اس کی بیوی غریب گھر کی لڑکی ہے، لڑکی دوسرا نکاح کرنا نہیں چاہتی ہے اور مہر شرع محمدی یعنی ساڑھے بتیس روپیہ ہے۔ شرع محمدی مہر کی تعداد روپیہ سے زیادہ کتنی ہے، جتلایا جائے تاکہ تلافی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرع محمدی مہر کی مقدار ساڑھے بتیس روپیہ اگر وہاں کا عرف ہے تو صحیح ہے، یعنی جب لوگ شرع محمدی مہر بولتے ہیں تو اس سے ساڑھے بتیس روپیہ ہی مراد لیتے ہیں تو بس اتنی ہی تعداد لازم ہوگی اس سے زیادہ کے مطالبہ کا حق نہیں(۲)، اگر یہ عرف نہ ہو تو مہر فاطمی مراد ہوگا۔ شریعت نے زیادہ کی تعداد مقرر نہیں کی، بیہ طرفین کی

---

(۱) "مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے، کما فی عامة روایات الحدیث۔ اس کی مقدار موجودہ وزن سے ایک سو اکتیس (۱۳۱) تولہ تین ماشہ ہوئی"۔ (جواہر الفقہ، رسالہ: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا نصاب: ۱/۴۲۴، دارالعلوم کراچی)

(۲) "وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر" (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

رضامندی پر ہے، اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر نہیں کرنا چاہئے جس کو ادا نہ کر سکے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۵ھ۔

مہر فاطمی کی ترجیح مہر مثل پر

سوال[۵۸۷۰]: زید اپنی لڑکی کا نکاح ایک فارغ التحصیل لڑکے سے مہر فاطمی پر کرنا چاہتا ہے جب کہ یہاں پر مہر مثل کا دستور دس ہزار، بیس ہزار کا ہے، جب کہ سب راضی بھی ہیں، لڑکی اور لڑکا بھی راضی ہے، تو مہر فاطمی پر نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بالغ لڑکی اور اس کے اولیاء رضامند ہیں تو مہر مثل کی پابندی لازم نہیں(۲)، خاص کر جب کہ لڑکا عالم دین بھی ہے تو مہر فاطمی کی سنت کا احیاء باعث اجر بھی ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۹۷ھ۔

---

(۱) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء ..... ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية" هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۲) "قالوا: إنه أي مهر المثل الموجب الأصلي في باب النكاح، وأما المسمى: فإنه قائم مقامه للتراضي به". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۰، سعيد)

(۳) "عن بلال بن الحارث المزني رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحيى سنة من سنتي قد أميتت بعدي، فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئاً".

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أكل طيباً وعمل في سنة وأمن الناس بوائقه، دخل الجنة". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام –

مہر کی ادنیٰ مقدار

سوال [۵۸۷۱]: کم از کم مہر کی مقدار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر کی مقدار کم از کم دس درہم چاندی ہے جو موجودہ زمانہ میں ساڑھے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۸ھ۔

مہر کی کم اور زیادہ مقدار

سوال [۵۸۷۲]: ہمارے یہاں یہ بات شریعت کے عین مطابق سمجھی جاتی ہے کہ لڑکی کا مہر ۱۱،۲۵، ۱۲۵/روپیہ باندھا جائے، زیادہ باندھنے والے کو شریعت کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے(۲) جو کہ تین تولہ کے قریب چاندی ہے، جو چیز بھی اس قیمت کی

= بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ص: ۳۰۰، قدیمی)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ولا مهر أقل من عشرة" (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الباب الأول: ۱/۳۰۲، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الأول في أدنى مقدار المهر: ۱/۳۰۲، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

غلہ، کپڑا وغیرہ مال کو مہر میں مقرر کرنا درست ہے(۱)، مہر کی مقدار زیادہ بھی درست ہے، اس کے لئے کوئی حد متعین نہیں کی گئی ہے، لیکن فخر کے طور پر بہت زیادہ مہر مقرر کرنا ناپسندیدہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے(۲)۔

جو لوگ زیادہ مہر مقرر کر لیتے ہیں اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ مہر دینا کس نے ہے، تو حدیث پاک میں ان کے متعلق بہت سخت الفاظ آئے ہیں(۳)، البتہ مہر اتنا زیادہ ہو جس کے ادا کرنے کی وسعت ہی نہ ہو تو وہ مشکل پیدا کرتا ہے، نیز تعلق ہونے اور مہر اس کے حق میں بیڑی، زنجیر یا گلے کا طوق بن کر رہ جاتا ہے، تاکہ جب بھی کوئی بات خلاف طبع ہوئی طلاق دے کر مہر ہاتھ پر رکھ دیا، غصہ آتا ہو تو چاہیے کہ اس کی ادائیگی کا شوہر پر بوجھ پڑے، خاندانوں اور برادری کے اعتبار سے سب کا حال یکساں نہیں، مختلف برادریوں میں مہر مثل الگ الگ ہے، ہر ایک کے لئے اور ہر خاندان کے لئے ایک ہی مقدار مہر مثل تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "المهر إنما يصح بكل ما هو مال متقوم". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۱/۳۰۲، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السابع عشر في المهر، نوع منه: ما يصح مهراً الخ: ۳/۸۴، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: ألا لا تغالوا صدقة النساء، ... ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وكذا في سنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمدادية ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۳) "أيما رجل تزوج امرأة فنوى أن لا يعطيها من صداقها، مات يوم يموت وهو زان". (فيض القدير، رقم الحديث: ۲۹۵۳، ۳/۲۳۵، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۵/۳۳۹، رقم الحديث: ۱۸۳۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مقدارِ مہر کو مقرر کردینا

سوال [۵۸۷۴]: کیا کسی فرد یا جماعت کو مہر کی ایک حد مقرر کرنے کا حق حاصل ہے جب کہ اس قسم کی تحدید پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور صاحبِ اختیار خلیفہ نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا، اور دوبارہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: "فمن شاء ان یعطی من مالہ"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا ہے(۱) لیکن کسی فرد کو یا کسی جماعت کو یہ حق نہیں ہے کہ سب برادری کے لئے مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کردے کہ اس سے کمی زیادتی کی اجازت ہی نہ رہے اور ہر شخص خواہی نخواہی اسی مقدار پر مجبور ہوجائے، البتہ شریعت نے کم سے کم مقدار دس درہم مقرر کی ہے کہ اس سے کم درست نہیں، زیادہ کی مقدار مقرر نہیں کی (۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا، چار ہزار درہم مہر مقرر ہوا جو کہ نجاشی نے ادا کیا جیسا کہ کتبِ احادیث وسیر میں ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: ألا لا تغالوا صدقة النساء ... ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، باب ما جاء في مهور النساء: ۲۱۱/۱، سعيد)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۲۹۳/۱، إمدادية ملتان)

(وكذا في تفسير الدر المنثور: ۱۳۳/۲، ناشر محمد أمين بيروت)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۹۰/۱۱، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۱۰۱/۳، سعيد)

(۳) "وعن أم حبيبة رضي الله تعالى عنها أنها كانت تحت عبد الله بن جحش فمات بأرض الحبشة،

مہر کی مقدار اور شادی میں امداد کرنا

سوال[۵۸۲۴]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کتنا تھا؟ کیا اتنا ہی رکھنا چاہئے، یا استطاعت کے مطابق رکھنا چاہئے؟ ایک متوسط آدمی کو کس طرح شادی کرنا چاہئے؟ شادی میں پلنگ سنوارا جاتا ہے اور اس میں رشتہ دار و دیگر کھانا کھانے والے برتن و دیگر اشیاء دیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ یا پلنگ یا برتن رکھا جائے جس کی مرضی ہو وہ آئے اور صاحبِ خانہ کو پوشیدہ طور پر عنایت کرے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر فاطمی ایک سو چونتیس ۱۳۴/ تولہ کے قریب چاندی ہے، اس سے کم زیادہ بھی تجویز کرنا درست ہے۔ متوسط آدمی کو اتنا مہر رکھنا چاہئے جس کو وہ ادا کر سکے (۱) ادا کرنے میں اس پر کچھ بوجھ بھی ہو اور اگر طلاق کی نوبت آجائے تو بیوی اس سے کچھ روز گزارہ بھی کر سکے، اس شوہر کو خود بھی سوچنا پڑے کہ اتنا مہر بھی طلاق کے ساتھ دینا ہوگا۔ شادی کا بہتر طریقہ "بہشتی زیور" میں موجود ہے (۲) اس کو دیکھ لیا جائے، زیادہ تفصیل چاہئے تو

= "فزوجها النجاشي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأمهرها عنه أربعة آلاف" رواه أبو داود والنسائي" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثالث: ۶/۳۹۳، رشيديه)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۱/۲۹۳، إمداديه ملتان)

(وتاريخ الطبري، ذكر السبب الذي كان في خطبة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عائشة وسودة رضي الله تعالى عنهما: ۲/۲۱۲، ۲۱۵، بيروت لبنان)

(۱) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء ... ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۱/۲۹۳، إمداديه ملتان)

"مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے۔ كما في عامة روايات الحديث۔ اس کی مقدار موجودہ وزن سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہوئی"۔ (جواہر الفقہ، باب: اوزانِ شرعیہ، چاندی سونے کا شرعی نصاب: ۱/۴۲۳، دارالعلوم کراچی)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ ششم، باب: شریعت کے موافق شادی کا ایک نیا قصہ، ص: ۳۴۸، دارالاشاعت کراچی)

(تحفۃ العروسین تالیف شاہ رفیع الدین صاحب، ص: ۳۸، ۳۹، باب اول، مطبع احمدی دہلی)

"تحفۂ زوجین" میں ہے۔ شادی میں پلنگ منوانا اور رشتہ داروں سے وصول کرنا غلط طریقہ ہے، کوئی امداد کرنا چاہے تو اخلاص کے ساتھ صحیح طریقہ پر امداد کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

کیا لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے؟

سوال[۵۸۷۵]: نکاح کے وقت لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے، کیا اس بارے میں قرآن یا حدیث شریف میں کوئی دلیل ہے؟ اگر اس بارے میں کوئی حدیث ہو تو ضرور لکھیں۔ یہاں پر اہل حدیث کہتے ہیں کہ لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے گی۔ میری نظر سے ایسی کوئی حدیث نہیں گزری، اگر یہ خالص فقہ کا مسئلہ ہے تو جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر کی کم از کم مقدار شریعت نے مقرر کردی ہے "لا مهر أقل من عشرة دراهم"۔ یہ روایت دارقطنی (۱) اور بیہقی (۲) میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (شارح بخاری) نے اس کو "حسن" لکھا ہے (۳)، مگر زیادتی کی کوئی حد مقرر نہیں کی، ہاں اتنا زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کی ادائیگی قابو سے باہر ہو (۴)۔ پھر جو مقدار مہر کی کسی خاندان میں مہر مثل ہو کر رائج ہو، اس کے متعلق تو لڑکی سے خصوصیت سے

---

(۱) (سنن الدار قطني، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۴۴، دار نشر الكتب الإسلامية)

(۲) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق، باب ما يجوز أن يكون مهراً: ۷/۲۴۰، نشر السنة، ملتان)

(۳) "سمعت جابراً رضي الله تعالى عنه يقول: قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "ولا مهر أقل من عشرة". من الحديث الطويل - قال الحافظ: إنه بهذا الإسناد حسن و لا أقل منه" (فتح القدير، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۰۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "عن أبي العجفاء السلمي، قال عمر بن الخطاب: "ألا! لا تغالوا بصدق النساء، فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله، كان أولكم بها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ما أصدق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امرأة من نسائه و لا أصدقت امرأة من بناته أكثر من اثنتي عشرة أوقية". (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب الصداق: ۱/۲۹۳، إمداديه ملتان)

معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، وہ اس کو معلوم ہی ہے، اگر وہ اس پر رضامند نہ ہو تو انکار کر سکتی ہے، لیکن اگر ولی اس مہر مثل سے کم مقرر کرنا چاہے تو لڑکی سے مشورہ واستیذان لازم ہے، کیونکہ اس میں اس کی حق تلفی ہے(۱)۔ اگر لڑکی نابالغہ ہو اور اس کا مہر، مہر مثل سے کم کردیا جائے تو بلوغ پر اس کو تکمیل مہر کے مطالبہ کا حق ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۱۰۹ھ۔

قوم کی طرف سے مہر کی تعیین اور اس کے خلاف پر جرمانہ

سوال [۵۸۰۱]: قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ آئندہ سب لوگ اپنی اولاد کے نکاح ۲۵/ روپیہ سے زیادہ کی رقم پسند کرنا چاہئے، چنانچہ تمام قوم اس کی پابند ہے، خلاف پر جرمانہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔ تو تعیین مہر کا ان لوگوں کو حق ہے یا نہیں، بصورت نکاح میں کوئی خرابی ہے یا نہیں؟

محمد اسماعیل گنگوہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر پچیس روپیہ یا اس سے زائد یا اس سے کم دس درہم تک مقرر کرنا جائز ہے اور ہر صورت نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ کم کی مقدار دس درہم شریعت کی جانب سے متعین ہے، زیادہ کی مقدار متعین نہیں، کسی قوم یا جماعت کو مقدار لازمی طور پر متعین کرنے کا حق حاصل نہیں، نہ کسی کی تعیین سے متعین ہوسکتی ہے(۲)، البتہ زیادہ مہر مقرر

= (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الصداق: ۲/۲۷۷، قدیمی)

(وکذا فی حجۃ اللہ البالغۃ، کتاب النکاح، باب عدم المغالاۃ فی الصداق: ۲/۳۲۲، قدیمی)

(۱) "(وصح حطھا) لکلہ أو بعضہ عنہ قبل أو لا، ویرتد بالرد، کما فی البحر" (الدر المختار). "(قولہ وصح حطھا) الحط: الإسقاط، کما فی المغرب، وقید بحطھا، لأن حط أبیھا غیر صحیح لو صغیرۃ، ولو کبیرۃ توقف علی إجازتھا، ولابد من رضاھا". (رد المحتار: ۳/۱۱۳، باب المھر، مطلب فی حط المھر والإبراء منہ، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۹۳، کتاب النکاح، باب المھر، رشیدیہ)

(۲) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "ولا مھر أقل من

مقدارِ مہر میں زوجین کا اختلاف

سوال [۴۸۷۷]: ہندہ کا مہر ۵۰۰۰/ روپیہ کلدار کا ہے، زید نے مشہور کیا کہ میرا مہر ۳۲/ روپیہ کا ہوا ہے۔ ہندہ کے والد نے بذریعہ نوٹس کے زید کو مطلع کیا، زید نے ایک فقیر آدمی کے سامنے اقرار کیا کہ میرا مہر ۵۰۰۰/ روپیہ کا بندھا تھا، آپ بیچ میں باہمی فیصلہ دو سو روپیہ پر کرادیں۔ وہ شخص ہندہ کے والد سے ملے، ہندہ کے والد نے اصلی واقعات سے آگاہ کیا، اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ میں اب ایک لفظ بھی آگے نہیں کہہ سکتا۔

جب زید کا بس نہیں چلا تو بذریعہ نوٹس کے مطلع کیا کہ میرا مہر ۳۲/ روپے کا ہے اور میں اپنے ہوش وحواس درست ہونے کی رو سے کہتا ہوں کہ میرا مہر اتنا ہی ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ میرا مہر ۵۰۰۰/ روپیہ کا ہے سراسر غلط ہے، اگر کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی کی تو بیجا ہوگی۔ لہٰذا شریعت کی رو سے ایسے شخص کے بارے میں قرآن وحدیث سے ثابت کریں اور جو لوگ ایسے شخص کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعۃً مہر ۵۰۰۰/ روپیہ کا ہے اور زید دروغ بیانی سے کام لیتا ہے تو یہ جھوٹ اور ظلم ہے اور جو لوگ اس بات کو جانتے ہوئے زید کا ساتھ دیں گے وہ بھی گناہ گار ہوں گے لقوله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/محرم/۶۰ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/محرم/۶۰ھ۔

– (وكذا في بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ۳/۳۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (سورة المائدة: ۲)

"ودل قوله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ على وجوب التعاون بين الناس على البر والتقوى والانتهاء عما نهى الله عنه، وحرمة التعاون على المعاصي والذنوب، ويؤكده حديث "الدال على الخير كفاعله"". (التفسير المنير، سورة المائدة: ۶/۷۳، دار الفكر بيروت)

﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ يأمر تعالى عباده المؤمنين –

دو دینار سرخ مہر قرار دینا

سوال [۵۸۶۸]: ۱... مہر میں دو دینار سرخ [illegible] باندھنا کیسا ہے؟

اشرفی کا وزن

سوال [۵۸۶۹]: ۲... اشرفی کی قیمت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... مہر میں دینار سرخ وغیرہ باندھنا درست ہے، لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ مروجہ سکہ باندھا جائے تاکہ جھگڑا نزاع نہ ہو(۱)۔

۲... دینار سرخ اور اشرفی کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے، یہی وزن مثقال کا ہے۔ قیمت بازار سے دریافت کرلی جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۸/۸۸ھ۔

---

(۱) "بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم ... عن ... قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الدال على الخير كفاعله" ... من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من اتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من اتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً". (تفسير ابن كثير، سورة المائدة، پ: ۶: ۲/۴، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "لأن الجهالة مفضية إلى المنازعة ... وإن كانت مختلفة المالية والرواج معاً فالبيع صحيح، وينصرف إلى الأروج لما عرف الذي تقدم من وجوب العمل بالعرف والعادة". (فتح القدير، كتاب البيوع: ۶/۲۶۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار، مطلب: يعتبر الثمن في مكان العقد وزمانه: ۴/۵۳۱، سعيد)

سکہ رائج الوقت اور دینار سرخ کی قیمت

سوال[۵۸۸۰]: زید نے بوقت نکاح اپنی بیوی ہندہ کے تحت بیانامہ میں مہر مؤجل نوسو روپے سکہ رائج الوقت اور دس دینار شرعی اور دو دینار سرخ لکھوا کر ایجاب وقبول کیا، اب ہندہ اپنے شوہر زید سے مہر کا مطالبہ کررہی ہے۔ براہ کرام بتائیں کہ سکہ رائج الوقت کی کیا تعریف ہے؟ ایک دینار شرعی کی ہندوستانی سکے کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ اور ایک دینار سرخ کی ہندوستانی سکے کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ دینار شرعی اور دینار سرخ کی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت نکاح ہوا تھا، اس وقت جو روپیہ رائج تھا، وہ نوسو روپیہ سکہ رائج الوقت سے مراد ہے۔ دینار شرعی سے ساڑھے چار ماشہ سونا مراد ہے(۱)۔ دینار سرخ اشرفی کو کہتے ہیں جس کا وزن دس ماشہ سونا تھا۔ جس وقت مہر ادا کرتا ہو اس وقت بازار میں سونے کے وزن مذکور کی قیمت دریافت کرلی جائے، کیونکہ یہ قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۹۳ھ۔

سکہ رائج الوقت مہر میں چاندی کے روپے وصول کرنا

سوال[۵۸۸۱]: حافظ محمد عرفان کے نکاح کے وقت قاضی نے سکہ رائج الوقت کی قید کے ساتھ ساڑھے بتیس روپیہ مہر متعین کیا تھا۔ اب حافظ صاحب نے آٹھ سال کی مدت طویلہ اور خلوت صحیحہ کے بعد اپنی

---

(۱) "والمثقال هو الدينار عشرون قيراطاً، والدرهم أربعة عشر قيراطاً، والقيراط خمس شعيرات، كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الأول: ۱۷۹/۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲۹۵/۲، سعيد)

"مثقال بالكسر نام وزنے ست كه چهار ونيم ماشه باشد". (غياث اللغات، باب الميم مع الثاء، ص: ۴۵۲، سعيد)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب النكاح، مسائل مهر: ۸/۰-۲۲، إمداديه ملتان)

بیوی کو طلاق دیدی ہے، طلاق کے بعد وہ عورت ایک سال تک اپنے والد کے گھر پر رہی ہے اس کے بعد پانچ ماہ کے لئے اپنے شوہر حافظ صاحب کے گھر آگئی، ان پانچ ماہ میں بلا کسی تعلق کے انہوں نے نان ونفقہ برداشت کیا، اب ان کے گھر والے اس مطالبہ پر بضد ہیں کہ ہم دوسال کا نان ونفقہ لیں گے اور ان کے ساتھ ساڑھے بتیس روپیہ چاندی کے لیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ ادائیگی مہر کے لئے چاندی ہی کے روپے دینے ضروری ہیں یا سکہ رائج الوقت سے ہی کام چل جائے گا؟

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ صاحب مذکور کے ذمہ سے ان کی وہ ذمہ داری جو طلاق کے بعد ایام عدت میں ہونی چاہئے تھی یعنی نان ونفقہ وغیرہ اس عورت کا پانچ ماہ تک نان ونفقہ کے دینا شوہر کی ذمہ داری کو ختم کردے گا یا نہیں؟ جب کہ دوسال بعد عورت شوہر کے وہاں پہونچی ہے ان کے مطالبہ کے موافق دوسال کے نان ونفقہ کا شوہر ذمہ دار ہوگا یا صرف تین ماہ دس دن کا ذمہ دار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب سے سات آٹھ سال قبل چاندی کا روپیہ رائج نہیں تھا، لہذا ساڑھے بتیس روپے چاندی کے وصول کرنے کا حق نہیں (۱)۔ طلاق کے بعد نفقۂ عدت شوہر پر واجب ہوتا ہے (۲)، مطلقہ کی عدت تین

---

(۱) "ینصرف مطلقہ إلی غالب نقد البلد، بلدا لعقد، مجمع الفتاوی؛ لأنہ المتعارف، الخ". (الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب یعتبر الثمن في مکان العقد و زمنہ: ۴/۵۴۳، سعید)

(وکذا في فتح القدیر، کتاب البیوع: ۶/۲۶۲، مصطفی البابي الحلبي مصر)

(وکذا في الہدایۃ، کتاب البیوع: ۳/۲۶، إمدادیہ ملتان)

(۲) "المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی، کان الطلاق رجعیاً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً کانت المرأۃ أو لم تکن، کذا في فتاوی قاضي خان". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث في نفقۃ المعتدۃ: ۱/۵۵۷، رشیدیہ)

(وکذا في مجمع الأنہر، کتاب الطلاق، باب النفقۃ: ۱/۴۹۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب النفقۃ: ۳/۳۲۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حیض ہے(۱) دوسال کا نفقہ طلب کرنا غلط اور ناحق ہے۔عدت ختم ہونے کے بعد وہ اجنبیہ ہوگئی ہے، اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا، اور کوئی نفقہ بھی واجب نہیں رہا، اب اگر خدانخواستہ وہ ان کے ساتھ بغیر پردہ کے رہتی ہے تو ناجائز اور گناہ ہے اس کو الگ کردیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

مغالاتِ مہر

سوال [۵۸۸۲]: رسالہ النور، ۱/ ۲۵-۴۳ھ، ملفوظ نمبر: ۲۹۳، میں حسب ذیل عبارت ہے:

"جواب میں فرمایا کہ احادیث میں جو مغالاتِ مہر کی ممانعت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے خلاف ایک شخص نئی قسم کا مہر مقرر کرے، ورنہ فقہاء اس پر ذرا گئے، دیکھئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر غیر اب وجد کسی لڑکی کا نکاح

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾" (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۲۶۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ثم إن وقعت الفرقة بطلاق بائن أو ثلاث لابد من سترة بينهما، ثم لا بأس؛ لأنه معترف بالحرمة إلا أن يكون فاسقاً يخاف عليها منه، فحينئذ تخرج؛ لأنه عذر، ولا تخرج عما انتقلت إليه، والأولى أن يخرج هو ويتركها، وإن جعلا بينهما امرأة ثقة تقدر على الحيلولة فحسن. وإن ضاق عليهما المنزل فلتخرج، والأولى خروجه". (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۲/۴۲۹، شركت علميه ملتان)

"(قوله: لابد من سترة بينهما) يعني إذا لم يكن إلا بيت واحد كي لا تقع الخلوة بالأجنبية، وكذا هذا في الوفاة إذا كان من ورثته من ليس بمحرم لها، ثم لا بأس بالمساكنة بعد اتخاذ الحجاب اكتفاءً بالحائل، وإنما اكتفي به؛ لأنه يعتقد الحرمة فلا يقدم على المحرم- إلا أن يكون فاسقاً فحينئذ تخرج؛ لأنه عذر" (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۴/۳۴۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

مہرِ مثل سے کم پر کردے تو نکاح ہی منعقد نہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ساری قوم مغالات کرتی ہو تو اپنی اولاد کے لئے مہرِ مثل کی مراعات واجب ہے، وماصحبِ مفادات مہر کا مطلب یہ ہے کہ ساری قوم مہر میں مغالات کو رفع کرے"۔ انتہی ملخصاً۔

۱… جس حقیر نے ہمشیرہ کا عقد ۴۰۰۰/ روپیہ مہر پر کردیا، حالانکہ ہماری ذات میں ساڑھے بارہ ہزار روپے کے قریب مہر مقرر ہوتا ہے، پس مذکورہ بالا عبارت مستند فقہاء کی رو سے نکاح منعقد نہیں ہوا اور چونکہ پرچی مہر معمولی و مہر مثل سے کم پر ہمارے یہاں مہر بندھا ہے، مگر لڑکی کے والد نے خود باندھا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں نکاح ہمشیرہ کا اس شخص سے مہر مثل پر کردینا چاہئے؟

۲… اگر وہ شخص ساڑھے بارہ ہزار مہر منظور نہ کرے اور عذر کرے تو کیا از روئے مقدمہ ہمشیرہ کو ان سے چھڑا لینا چاہئے۔

۳… اگر ہمشیرہ ۴۰۰۰ روپے پر نکاح قائم رکھے یا کہے کہ بوقت نکاح مجھے یہ مہر منظور تھا تو کیا نکاح بحال رہے گا؟

منظور احمد مدرس رزقی سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… مہر کے متعلق شریعت کی طرف سے تعیین ہے کہ کم از کم دس درہم ہونا چاہئے اس سے کم جائز نہیں (۱)، اس سے زائد عورت اور ولیہ کا حق ہے، عورت اگر بلا رضامندی اولیاء مہرِ مثل سے کم پر نکاح کرے گی تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ سے فسخ نکاح کا حق ہے (۲)۔ اگر عورت باندھ دادیا مہرِ مثل سے کم پر رضامند ہو جاوے تو

---

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۰، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول في بيان أدنى مقدار المهر: ۱/۳۰۲، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(۲) "وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها، فللأولياء الاعتراض عليها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى"

صحیح ہے(۱)۔ صورت مسئولہ میں اگر ہشیمہ بوقت نکاح بالغہ تھی اور مہر مثل سے کم پر خود رضامند تھی اور اولیاء میں سے بھی کسی کا کوئی اعتراض نہ تھا تو یہ نکاح صحیح ہے۔

۲... جب سب کی رضامندی سے نکاح ہوا تو تجدید کی کیا ضرورت ہے(۲)۔

۳... اگر بوقت نکاح بالغہ تھی اور اولیاء کو بھی اعتراض نہیں تو نکاح بحال درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ جمادی الثانیہ ۵۳ھ۔

مہر کی زیادتی

سوال[۵۸۸۴]: کیا اپنی حیثیت سے زیادہ مہر بطور فخر و شہرت باندھنا جائز ہے، یہ کہہ کر کہ برادری میں رہتے ہیں حق مہر کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح تو ایسی حالت میں درست ہو جاتا ہے جبکہ زیادہ مہر مقرر کرے اور اس میں تفاخر کرنا شرعاً ناپسندیدہ

= "حتى يتم لها مهر مثلها أو يفارقها" الخ. (الهداية، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة: ۲/۳۰۲، مكتبة شركة علمية ملتان)

(وكذا في فتح القدير، فصل في الكفاءة: ۳/۳۰۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في الكفاءة: ۳/۲۳۳، رشيدية)

(۱) "أن الكفاءة في الأمور المذكورة من حق الولي بشرط أن يكون عصبة ولو كان غير محرم، ثم إذا سكت الولي عن الاعتراض حتى ولدت المرأة، فإن حقه يسقط في الكفاءة" الخ. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، مبحث الكفاءة في الزواج: ۴/۵۳، دار الفكر بيروت)

(۲) "وإذا زوجها الولي بغير كفء برضاها، لزم النكاح، وإذا رضي الأولياء فقد أسقطوا حق تفسخهم بالاعتراض والفسخ". (الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الخامس: الكفاءة في الزواج، ترتيب الحق بين الأولياء ووقت سقوط حق الاعتراض: ۹/۶۷۴۹، رشيدية)

نہیں خصوصاً دین کے دکھلاوے کے لیے اور رسم کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

"عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: ألا! لا تغالوا في صدقات النساء، فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله، لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم". الحديث. مشكوة شريف، ص: ۲۷۷(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

ایضاً

سوال [۵۸۸۴]: مہر کے لئے شریعت نے کون کیا ہے؟ کیوں کہ آج کل کثرت سے یہ ہو رہا ہے کہ خاوند میں وسعت نہیں ہوتی مگر لڑکی کے ورثا اصرار سے زیادہ سے زیادہ مہر مقرر کرتے ہیں اور بعضوں کا خیال ہے بھی ہوتا ہے کہ اگر مہر زیادہ از وسعت ہو پڑا ہوا، لینا دینا تو کچھ بھی نہیں، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مہر کی ادنیٰ مقدار شریعت نے دس درہم مقرر کی ہے (۲)، زیادہ کی تحدید کچھ نہیں، طرفین جس قدر چاہیں اور وسعت سمجھیں مقرر کر سکتے ہیں، حیثیت سے زیادہ مقرر کرنا نام آوری، شہرت کے لئے شرعاً پسندیدہ نہیں، نہایت مذموم اور بُرا ہے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے (۳)، اور جبکہ دینے اور معاف کرانے کی نیت نہ ہو تو بہت ہی بُرا ہے، بعض احادیث میں ایسے شخص کے لئے سخت کلمات فرمائے گئے ہیں۔ جس طرح کہ دوسرے کسی قسم کا قرض ذمہ میں رہتا ہے اور اس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح دَین مہر بھی عورت کا

---

(۱) (مشكوة المصابيح: باب الصداق، الفصل الثاني، ص: ۲۷۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۱/۲۹۰، إمداديه ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم مغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۲) "أقله عشرة دراهم". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۰، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مہر کی زیادتی")۔

واجب الاداء قرض ہوتا ہے، اس کو ادا کرنا یا معاف کرانا ضروری ہے۔ اور جس شخص کی ادا کرنے کی نیت نہ ہو، باوجود وسعت کے ادا نہ کرے اور نہ معاف کرائے اور نہ عورت معاف کرے تو وہ قیامت میں ماخوذ ہوگا(۱) اور اگر ترکہ چھوڑا ہے تو اس سے وصول کیا جائے گا(۲)، نکاح بہرحال درست ہو جاتا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

لڑکے پر زور ڈال کر اس کی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا

سوال [۵۸۸۸]: ا... ایک شادی شدہ لڑکا جس کی عمر پچیس سال ہے اور اس کا مہر پچیس روپے چار آنے ہے، کیوں کہ ان کی برادری میں اتفاقی مہر باندھنے کا رواج ہے اور یہ لڑکا سرکاری ملازم ہے۔ ایک دوسرے شخص نے بہلا پھسلا کر چوری سے اپنی لڑکی سے ڈیڑھ ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا دیا اور بستی والوں کو معلوم

---

(۱) "أخرج الطبراني بسند رواته ثقات - أنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "أیما رجل تزوج امرأة علی ما قل من المهر أو کثر، ولیس في نفسه أن یؤدي إلیها حقها، خدعها، فمات ولم یؤد إلیها حقها، لقي الله یوم القیامة وهو زان. وأیما رجل استدان دینا وهو لا یرید أن یؤدي إلی صاحبه حقه، خدعه، حتی أخذ ماله، لقي الله وهو سارق". (الزواجر عن اقتراف الکبائر، باب الصداق: ۲/۳۰۸، ۳۰۳، دار الفکر، بیروت)

(۲) "وموت أحدهما کحیاتهما في الحکم أصلا وقدرا لعدم سقوطه بموت أحدهما". (الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۵۹، سعید)

"تتعلق بترکة المیت حقوق أربعة: الأول یبدأ بتکفینه ... ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقي بعد الدین، ثم یقسم الباقي بین ورثته". (السراجي، ص: ۳، سعید)

(۳) "إنما ینعقد متلبسا بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۴، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع، فصل في رکن النکاح: ۳/۲۱۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

نہیں ہوا۔ یہ چوری سے نکاح اور ڈیڑھ ہزار روپے مہر جو کہ دباؤ ڈال کر باندھا گیا ہے درست ہے یا نہیں؟

۲۔ یہ لڑکی غریب خاندان سے ہے جو کہ دادا پردادا سب کا مہر پچیس روپے چلا آرہا ہے، لیکن لڑکے کا مہر زبردستی سے دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے باندھا گیا جس کی نہ کوئی جگہ ہے، نہ زمین ہے، نہ کوئی حیثیت ہے۔ تو آیا دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے مہر باندھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ ایجاب وقبول جب دو گواہوں کے سامنے شریعت کے مطابق ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے(۱) اور مہر کی اتنی مقدار بھی مقرر کرنے سے مہر لازم ہو جاتا ہے(۲)، اگرچہ برادری میں کم مہر کا رواج ہے۔ پچیس سال شادی شدہ سرکاری ملازم لڑکا ایسا نہیں ہوتا کہ اس کو نابالغ یا کم عمر لڑکا سمجھ کر بہلا پھسلا کر غلط کام کرالیا جائے اور اس کو معذور قرار دے دیا جائے اس لئے نکاح درست ہو گیا(۳) اور مہر بھی پورا لازم ہو گا(۴)۔ اگر دو گواہ بھی نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوا(۵)۔

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... بحضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹ - ۲۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵ - ۳۰۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۳ - ۱۵۵، رشيديه)

(۲) "وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر، ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت أو موت أحدهما". (الدر المختار). "(قوله: ويتأكد): أي الواجب من العشرة أو الأكثر، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۳۸، ۵۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر: ۱/۳۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (راجع رقم: ۱)

(۴) (راجع رقم: ۲)

(۵) "ومنها الشهادة، قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح، هكذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشيديه)

۳۔ اکراہ کر کے گراں مہر مقرر کیا گیا ہے یعنی شوہر اس کو منظور نہ کرے تو ضرب، حبس وغیرہ کی سزا دی جائے تو نکاح جب بھی منعقد ہو گیا(۱)، لیکن اگر وطی سے پہلے طلاق دے دے گا تو شخص مذکورہ حقدار ہوگا کہ وہ نصف مہر اکراہ کرنے والوں سے وصول کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۹۱ھ۔

عورت کے غیر واقعی اوصاف بیان کر کے مہر زائد تجویز کر دیا گیا

سوال[۵۸۸۰]: چند لوگوں نے زید کی شادی ہندہ کے اوصاف بیان کر کے چار ہزار مہر پر کر دی، مگر ہندہ میں وہ اوصاف بالکل نہیں ہیں، چار ہزار مہر بھی لوگوں کے کہنے سننے سے قبول کیا تھا، حالانکہ زید کی

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في الشهادة: ۳۸۹/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح: ۴۵۳/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "(وما يصح مع الإكراه) فقال: طلاق وإيلاء وظهار ورجعة ونكاح، يشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النكاح، كما هو مقتضى إطلاقهم". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه: ۲۳۹/۳، سعيد)

"(قوله: ليتحقق رضاهما) أي ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا، إذ حقيقة الرضا غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل". (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ثلث جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة". (مشكوة المصابيح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ۲۸۴/۲، قديمي)

(۲) "وصح نكاحه وطلاقه وعتقه، ورجع بقيمة العبد ونصف المسمى إن لم يطأ". (الدر المختار)

"وصح نكاحه، فلو أكره عليه بالزيادة، بطلت الزيادة، وأوجبه الطحاوي وقال: يرجع بها على المكره، بزازية، الخ". (رد المحتار، كتاب الإكراه، مطلب: بيع المكره فاسد الخ: ۱۴۷/۶، سعيد)

(وكذا في البزازية، كتاب الإكراه: ۱۴۹/۶، رشيدية)

مگر بکر نے ظالموں سے چھٹکارا پانے کے لئے اتنا کہا ۱۰۵/ سے ۲۵۰/ روپے مہر سے نکاح کرے گا، مگر کمیٹی نے مہر کی کمی کے لئے تیسری درخواست لے کر فیصلہ کیا کہ ۷۸۶ روپے مہر سے نکاح کرے۔ بکر نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مہر کا فیصلہ کرنے کا کمیٹی کو کوئی حق نہیں ہے، شریعت نے اس کا حق نکاح کرنے والے کو دیا ہے۔ کمیٹی کے صدر نے کہا کہ وہ شریعت درست سننے نہیں، یہ ان کا فیصلہ ہے جسے وہ بھی بدل نہیں سکیں گے۔ بکر نے دہشت کے خوف سے دستاویز پر دستخط کر دیا، مگر بکر کوئی صاحب نصاب نہیں، اس کی ماہانہ تنخواہ صرف ایک سو چالیس روپے ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی اور ذریعہ آمدنی بھی نہیں اور اس کی کوئی جائیداد بھی نہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہندو کی شادی کا مہر صرف چار سو روپے تھا۔ از روئے شرع تحریر فرمائیں کہ کیا مہر سے متعلق کمیٹی کا یہ رویہ درست ہے؟ اسلام میں سب سے اچھا مہر کونسا ہے؟ کیا کمیٹی کو یہ حق پہونچ سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا مہر طے کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمیٹی کا اس طرح مجبور کرنا ظلم ہے، اس کو ہرگز اس کا حق نہیں ہے، کذا فی الدر المختار (۱)۔ پھر اپنی جانب سے مہر مقرر کرکے زائد رقم دستاویز میں لکھنا، اس پر دستخط لینا یہ بھی ظلم ہے (۲)۔ مہر کا تعلق عورت مرد کی رضامندی پر ہے، جب دونوں اپنی خوشی سے نکاح کریں تو جس قدر چاہیں مہر مقرر کر سکتے ہیں۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے جو کہ تقریباً ۳ حاقی تولہ چاندی ہوتی ہے، اس سے کم معتبر نہیں (۳)، البتہ اگر کوئی عورت مہر

(۱) "والإنسان لا يجبر على تحمل الضرر". (رد المحتار، كتاب الشركة، مطلب: الحق أن الدين يملك: ۳۰۲/۴، سعيد)

(۲) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(والسنن الكبرى للبيهقي: ۳۸۷/۶، رقم الحديث: ۱۱۵۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا مهر أقل من عشرة" (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱، رشيديه)

مثل سے کم پر نکاح کر لے تو ولی کو اعتراض کا حق ہے کہ وہ مہر مثل کی تکمیل کرادے۔ کذا فی رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیثیت کے اختلاف سے مہر میں اختلاف

سوال [۵۸۸۸]: کہ اگر حیثیت مالی حالت کے مقرر کیا جائے تو مہر کتنا مقرر کیا جائے کہ جب کہ میرے کارخانے کی مجموعی آمدنی تقریباً ایک ہزار روپیہ مہینہ ہے جس میں میرا ایک بھائی دو بہنیں والدہ بھی شریک ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی، جتنی مقدار آپ ادا کر سکیں اور لڑکی کے حالات کے بھی مناسب ہو تجویز کرلیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

حیثیت سے زیادہ مہر ادا نہ ہو سکا تو کیا ہوگا؟

سوال [۵۸۸۹]: ۱ - آج کل اکثر جگہ اپنے قومی رواج کے موافق اور بعض لڑکی کے مطابق کے مدنظر سے لڑکی کا مہر شوہر کی حیثیت سے بہت زیادہ بندھواتے ہیں، حالانکہ شوہر کی حیثیت ۵۰ روپیہ کی ادا کرنے کی نہیں ہوتی اور اس کو پانچ صد یا پانچ ہزار کا دینا ہوتا ہے اور شوہر کی طلب میں مقصود یہ ہوتا ہے

= (وكذا في الدر المختار، باب المهر: ٣/١٠٢، سعيد)

(١) "وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها، فللأولياء الاعتراض عليها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى حتى يتم لها مهر مثلها أو يفارقها الخ". (الهندية، فصل في الكفاءة: ١/٢٩٢، مكتبة شركة علمية ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل في الكفاءة: ٢/١٣٤، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في الكفاءة: ٣/٢٣٣، رشيدية)

(٢) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

مجبور ہوجاتا ہے اور اس ناقابلِ برداشت بار کو سر رکھ لیتا ہے۔

چونکہ یہ بار طاقت سے بالکل باہر ہو جاتا ہے، کسی بھی طرح اس کی ادائیگی ممکن نہیں ہوتی، لہٰذا بغیر ادا کئے بھی مرجاتا ہے اور اس دینِ مہر کو اپنے ذمہ لے جاتا ہے۔ اگر عورت معاف نہ کرے تو شوہر کی سبکدوشی کی کوئی شکل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۲... جتنا شوہر کے ذمہ پانچ صد کا مہر ہے، اس کا کل ترکہ مع خانگی سامان کے سو یا ڈیڑھ سو روپیہ ہے، دیگر ورثوں میں لڑکے لڑکیاں بھی موجود ہیں تو متوفی کا ترکہ سب وارثوں میں تقسیم ہونے کا یا عورت کو مہر میں دیا جاوے گا؟ اور باقی ماندہ مہر کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... یہ تو ظاہر بات ہے کہ فخر کے طور پر زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، زیادہ مہر مقرر کرنے کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے(۱)۔ اگر کسی نے مجبوری زیادہ مہر پر نکاح کیا (کم مہر پر نہیں ہوتا تھا) اور نیت بھی ادا کرنے کی تھی اور عمر بھر فکر میں رہا اور کوشش کرتا رہا لیکن ابھی ادا نہیں ہوسکا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے کہ وہ اپنے خزانہ سے بیوی کو عطا کر دیں گے اور شوہر کی جان بچ جاوے گی(۲)۔

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: "ألا لا تغالوا في صدقات النساء، فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله، لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني، ص: ۲۷۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۱/۲۹۱، إمدادية ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۳۳، قديمي)

(۲) "عن زيد بن أرقم رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له، فلم يف ولم يجئ للميعاد، فلا إثم عليه". رواه أبو داود والترمذي" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني: ۸/۵۸۱)

(وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۲۳۹، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۹۱۳)، ۱/۴۹۱، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

۲..... یعنی مہر وغیرہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے(۱) بقیہ مہر کا حل نمبر: میں مذکور ہوا۔ فقط۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی۔

صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۳/صفر/۶۳ھ۔

وکیل یا ولی کا مہر میں کمی کرنا

سوال[۵۸۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ زید کی لڑکی مسماۃ ہندہ کا عقد نکاح مسمیٰ عمرو کے لڑکے خالد کے ساتھ ہوا ہندہ سے بوقتِ اجازت وکیل نے مہر ۵۳۱/ روپیہ کی اطلاع دی تھی۔ مجلسِ عقد میں وکیل نے ایک غیر شخص سے نکاح پڑھنے کو کہا، عمرو کی طرف سے کہا گیا کہ مہر بجائے کے (..) روپیہ کردیئے جاویں۔ ہندہ کے باپ وکیل وشاہدین وجملہ متعلقین مجلس از جانب ہندہ نے کہا کہ ۵۳۱/ روپیہ مہر کردیئے جاویں ہم کو عذر نہیں۔ بغیر اطلاع ہندہ نکاح میں کوئی خرابی ہوئی ہے یا نہیں؟

نقلِ عبارتِ کتب تحریر فرمایا جاوے، اس کے ساتھ ساتھ بہشتی زیور حصہ چہارم، مسئلہ نمبر: ۹، درمختار وشامی پر بھی غور کرکے جواب عنایت فرمایا جاوے۔ اس وقت یہاں یہ واقعہ ہوا ہے جس سے بہت زیادہ فتنہ اٹھا ہوا ہے۔ زید چونکہ مخالف پارٹی کا ہے، اس لئے بہار وغیرہ سے فتویٰ لیا ہے، جس میں بہت غلطی معلوم ہوتی ہے۔ امید کہ جواب مفصل وتسلی بخش مع نقلِ عبارت ام الجواب دے کر اطمینان فرمائیں گے۔

یار محمد خان، مدرسہ عربیہ عین العلوم، قصبہ ٹانڈہ، ضلع فیض آباد، ۲۳/جمادی الثانیہ ۵۳ھ۔

---

(۱) "ثم تقدم دیونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصیته من ثلث ما بقي الخ". (الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۶۰، سعید)

(وکذا في السراجي، ص: ۳، سعید)

(وکذا في الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفرائض، الفصل الأول: ۶/۴۵۳، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر کا نکاح میں بالکل ذکر نہ کیا جاوے، یا صراحۃً مہر کی نفی کردی جائے تب بھی شرعاً نکاح درست ہوجاتا ہے اور مہرِ مثل واجب ہوتا ہے: "وكذا يجب مهر المثل فيما إذا لم يسم مهراً أو نفي". درمختار (۱)۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا، جس قدر مہر قرار پایا ہے اس میں سے کچھ کم کرنا بھی درست ہے، اگر عورت تمام معاف کردے تو یہ بھی جائز ہے، مگر صورتِ مسئولہ میں ہندہ بالغہ ہے اور اس سے بغیر اس سے اجازت حاصل کئے باپ وکیل وغیرہ نے کم کردیا ہے تو یہ کمی ہندہ کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر ہندہ اس کمی پر رضامند ہے تو یہ کم کرنا معتبر سمجھا جائے گا ورنہ نہیں:

"وصح حطها لكله أو بعضه عنه". وقال الشامي: "وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها". شامی: ۳/۱۱۳ (۲)۔

نکاح میں اس سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ بہشتی زیور اور مفتاح روشنی کا حوالہ دیکھا، اس میں یہ مسئلہ مذکور نہیں، وہ دوسرا مسئلہ ہے، اس پر کوئی اشکال ہو تو تحریر فرمائیں۔

سوال کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کمی عقدِ نکاح سے پہلے کی گئی ہے، آگے چل کر سوال میں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد کمی کی گئی ہے، دونوں کا جواب ایک ہے، اگر کمی پہلے کی گئی اور نکاح بعد میں ہوا ہے تو یہ کمی اس لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے، وہ اجازت دے دے تو نافذ ہوگی ورنہ نہیں:

"البالغة وكذا ... وحطها ... من دلالة ... فزوجها ... [illegible]

---

(۱) (الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۸، سعيد)

(وكذا في الهندية، باب المهر: ۱/۳۰۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۲۵۹، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۳/۱۱۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، باب المهر: ۲/۳۲۵، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۲۴۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/۳۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فلما أخبرت بذلك، قالت: لا يعجبني هذا لأجل نقصان المهر، فقيل لها: لا يكون لك إلا ما زيد ذلك، فقالت: رضيت. قال الفقيه أبو جعفر: يجوز النكاح؛ لأن قولها: لا يعجبني ليس برد النكاح، وإذا رضيت بعد ذلك، فقد صادفت إجازتها عقداً موقوفاً، فيصح بالإجازة". فتاوی قاضی خان: ۱/۴۹۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۲/۵۳ھ۔

جتنے مہر پر لڑکی نے وکیل بنایا تھا اس کے خلاف کرنا

سوال[۵۵۹۱]: ایک لڑکی نے ایک شخص کو اس امر کا وکیل بنایا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے مبلغ ۵۰۰ یعنی پانچ سو روپیہ مہر کے بدلہ میں کردو، مگر لڑکے والوں کے مشورہ سے ایک ہزار روپیہ مقرر کیا گیا، جس کو لڑکی نے منظور کیا، نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر ہوا۔ تو یہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح صحیح ہوگیا(۲)۔ اگر لڑکی ایک ہزار مہر کو پسند کرتی ہے، پانچ سو ہی پر اس کو اصرار ہے تو پانچ سو مقرر کردیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل في الوكالة: ۱/۴۹۲، رشيدية)

"المرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها بأربع مائة درهم، فزوجها الوكيل وأقامت، ثم قال الزوج: تزوجتها بدينار وصدقه الوكيل، إن أقر الزوج أن المرأة لم توكله بدينار، فالمرأة بالخيار، إن شاءت أجازت النكاح بدينار، وإن شاءت ردت". (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الحادي عشر في الوكالة في النكاح: ۲/۳۰، امجد اكيڈمي لاهور)

(۲) "ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر" (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۳، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ۳/۳۱۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وصح حطها لكله أو بعضه عنه" (الدر المختار، باب المهر، مطلب في حط المرأة والإبراء منه =

نکاح کے بعد مہر میں کمی

سوال[۵۸۹۲]: کسی کا نکاح ہوا اور مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر مقرر کیا اور اس وقت اس نے قبول کر لیا اور بعد میں خیال ہوا کہ اس کی حیثیت تو پانچ سو روپے کی بھی نہیں تو اس حالت میں مہر کم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کم کر سکتے ہیں تو کس طرح، یا نکاح ہی نہیں ہوا، اس پر دوبارہ نکاح ہونا چاہئے یا نہیں؟ فقط۔

المستفتی: حاجی نثار احمد سہارنپوری بمعرفت محمد مشرف علی سہارنپوری، ۱۰/ربیع الاول/۱۳۵۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو تو نکاح صحیح ہو گیا، اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے: "وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر إن سمى الأكثر". قال الطحطاوي: تحت قول الماتن: "ويجب الأكثر" أي بالغاً ما بلغ، فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان"(۱)۔

مہر پورا واجب ہوگا اگر خلوتِ صحیحہ ہو چکی، یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے زوجین میں سے کسی کا انتقال ہو گیا، جب تک ادا نہ کیا جائے یا بیوی معاف نہ کرے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ کم کرنے کی صورت یہ ہے کہ بیوی سے کہے اور وہ اپنی خوشی سے چاہے تمام معاف کر دے چاہے اس میں سے کچھ کم کر دے: "وصح حطها لكله أو بعضه عنه". در مختار(۲)۔

۳/۱۰۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۲۶۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/۳۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب المهر: ۲/۴۸، ۴۹، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/۳۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۳/۱۱۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۲۶۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/۳۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

تعیین اتنا مہر مقرر کرنا جو حیثیت سے زائد ہو اور ادا نہ کرسکے بری بات ہے، شرعی طریقہ کے موافق حسب حیثیت مہر مقرر کرنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۳/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۳/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مہر کی قیمت وقتِ عقد کی معتبر ہوگی یا وقتِ ادا کی؟

سوال [۵۸۹۴]: عقد میں مہر تو اوقیہ زر سرخ خالص مقرر کیا گیا تھا، زر خالص یعنی طلا کی قیمت کا اعتبار زمانۂ عقد کا ہوگا یا زمانۂ بعد مطالبہ کی قیمت کا ہوگا؟ از روئے احکام شرع شریف بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب زر خالص کی مخصوص مقدار کو مہر قرار دیا گیا ہے تو اسی کا ادا کرنا واجب ہے، اگر سونا ادا نہ کیا جائے بلکہ اس کی قیمت دی جائے تو گویا اب اس زر خالص کو جس کی زوجہ مستحق ہے، شوہر اس سے گویا خرید کر قیمت دے رہا ہے تو اب جو قیمت ہوگی اس کے اعتبار سے معاملہ ہوگا، یہ دوسری بات ہے کہ بیوی کم قیمت لے لے، اس صورت میں گویا بیوی نے اتنی مقدار معاف کردیا۔

زر خالص کے علاوہ اگر کسی اور چیز کو مہر قرار دیا جاتا، مثلاً پچاس من گندم، تو گندم کا دینا واجب ہوتا، پھر جب گندم کے بجائے قیمت دی جاتی تو اس کی صورت بھی یہی ہوتی کہ گویا وہ پچاس من گندم مملوکۂ زوجہ شوہر نے

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء ... ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية" هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۲۹۳، إمدادية ملتان)

(وكذا في التفسير الدر المنثور: ۲/۱۳۳، ناشر محمد أمين بيروت)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۳۳، قديمي)

پاس تھے، اور شوہر نے ان کو اب خرید لیا ہے اور قیمت دے رہا ہے، لہذا خریداری کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ بیوی دینِ مہر میں قبل الوقت تصرف کر رہی ہے یعنی شوہر کے ہاتھ فروخت کر کے اس سے روپیہ وغیرہ کی شکل میں حاصل کر رہی ہے:

"وجاز التصرف في الثمن بهبة أو بيع أو غيرهما لو عيناً أي مشاراً إليه، ولو ديناً فالتصرف فيه تمليك ممن عليه الدين ولو بعوض قبل قبضه سواء تعين بالتعيين كمكيل أو لا كنقود، وكذا الحكم في كل دين قبل قبضه كمهر" درمختار۔ "(قوله: بعوض) كأن اشترى البائع من المشتري شيئاً بالثمن الذي له عليه. (قوله: وكذا الحكم في كل دين) أي يجوز التصرف فيه قبل قبضه كمهر" درمختار "لكن بشرط أن يكون تمليكاً ممن عليه بعوض أو بدونه كما علمت. (قوله: كمهر) وكذا القرض اهـ". رد المحتار (۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین۔

نکاح کے بعد مہر کی قیمت میں تغیر ہوگیا

سوال[۵۸۹۳]: زید کا نکاح ہندہ سے بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت ہوا ہے اور اس وقت روپیہ مختلف شکلوں میں رائج تھا، یعنی وکٹوریہ کا روپیہ، ایڈورڈ ہفتم کا روپیہ، جارج پنجم کا روپیہ، جارج ششم کا روپیہ اور کاغذی نوٹ۔ اب تقریباً پچیس سال بعد زید ہندہ کا دین مہر ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایک ہزار روپے ادا کرنا ہوگا یا ایک ہزار روپے کی چاندی کی قیمت، جب کہ مختلف رائج روپوں میں چاندی کی مقدار مختلف ہے اور کاغذی نوٹ میں چاندی کا وجود نہیں؟ امید ہے کہ جواب سے سرفراز فرما کر مجھے دین مہر کی ادائیگی میں مدد فرمائیں گے۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المرابحة والتولية، مطلب في بيان الثمن والمبيع والدين: ۵/۱۵۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في بيان التصرف في المبيع: ۶/۱۸۰، رشيدية)

(وكذا في الهداية، باب المرابحة والتولية، فصل: ۳/۷۹، امدادية ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقتِ عقد جو سکہ مروج تھا اور وہاں کے ماحول میں جس کا چلن زیادہ تھا وہی مراد ہوگا، اگر اس میں چاندی غالب تھی تو اتنی مقدار چاندی لازم ہوگی، اگر چاندی مغلوب تھی تو وقتِ عقد جو قیمت تھی وہ قیمت لازم ہوگی، اگر وہی روپیہ مل جائے جو بوقتِ عقد رواج تھا تو وہی دیا جائے بشرطیکہ اس میں چاندی غالب ہو:

"ومما يكثر وقوعه ما لو اشترى بقطع رائجة فكسدت بضرب جديدة، يجب قيمتها يوم البيع ... ولا يدفع قيمتها من القطعة الجديدة؛ لأنها ما لم يغلب غشها فجيدها ورديئها سواء إجماعاً. وفي الذخيرة عن المنتقى: إذا غلت الفلوس قبل القبض أو رخصت، قال أبو يوسف: قولي وقول أبي حنيفة في ذلك سواء، وليس له غيرها، ثم رجع أبو يوسف رحمه الله تعالى وقال: عليه قيمتها من الدراهم يوم دفع البيع ويوم دفع القبض".

"(قوله: يوم دفع البيع): أي في صورة البيع، (وقوله: يوم دفع القبض): أي في صورة القرض. وحاصل ما مر أنه على قول أبي يوسف المفتى به لا فرق بين الكساد والانقطاع والرخص والغلاء في أنه تجب قيمتها يوم دفع البيع أو القرض لا مثلها .... استقرض منه دانق فلوس حال كونها عشرة بدانق، فصارت ستة بدانق، أو رخص وصار عشرون بدانق، يأخذ منه عدد ما أعطى ولا يزيد ولا ينقص. قلت: هذا مبني على قول الإمام وهو قول أبي يوسف أولاً، وقد علمت أن المفتى به قوله ثانياً بوجوب قيمتها يوم القرض، وهو دانق: أي سدس درهم، سواء صار الآن ستة فلوس بدانق أو عشرين بدانق ينصرف مطلقه إلى غالب نقد البلد: أي بلد العقد؛ لأنه المتعارف. وإن اختلف النقود مالية، فسد العقد مع الاستواء في رواجهما، أما إذا اختلفت رواجاً مع اختلاف ماليتهما أو بدونه، فيصح وينصرف إلى الأروج".

در مختار و رد المحتار، کتاب البیوع مختصراً (١)۔

---

(١) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب مهم في أحكام النقود إذا كسدت أو انقطعت أو غلت أو رخصت: ٥٣٣/٤، ٥٣٤، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع: ١٥/٣، فصل في القرض: ١٠٣/٣، ١٠٤، دار المعرفة بيروت)

"وللشارح رسالة: "بذل المجهود في مسألة تغير النقود" وللمحشي مختصر رسالة: "تنبيه الرقود في أحكام النقود" فيهما ما يحتاج إليه كل ضابط"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۲/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۲/۲۳ھ۔

ابرائے مہر کے بعد پھر مطالبہ

سوال [۵۸۹۵]: بفرض اگر بیوہ نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اپنا دین مہر معاف کردیا ہو اور بصورت تنازعہ پھر مطالبہ کرتی ہے تو سوال یہ ہے کہ اب کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوہ نے مہر معاف کردیا تو وہ اب اس سے رجوع نہیں کرسکتی (۲)، مگر معافی کے ثبوت کے لئے خود بیوہ کا اقرار یا شہادتِ شرعیہ قضاءً لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (رسائل ابن عابدین، تنبیه الرقود علی مسائل النقود: ۲/۶۰، ۶۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) "الساقط لا يعود". (شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، ما يقبل الإسقاط من الحقوق: ۳/۲۰۰، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في قواعد الفقه (رقم القاعدة: ۱۴۳)، ص: ۸۳، الصدف پبلشرز، كراچي)

(وكذا في الشرح المجلة (رقم القاعدة: ۵۱): ۱/۴۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصية". (الهداية، كتاب الشهادة: ۳/۱۵۴، إمداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/۶۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الشهادة: ۵/۱۸۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(أی من العوارض المانعة من الرجوع) الزوجية سواء كان أحد الزوجين مسلماً أو كافراً، كذا في الاختيار شرح المختار"۔ عالم گیری(۱)۔

۲..... اگر زوجہ ایں شرط را بکلام خویش موصول کرد معتبر خواہد شد، واگر درہماں روز گفتہ مگر بعد فصلِ کثیر گفتہ معتبر نہ خواہد شد(۲)۔

۳..... اگر بلا شرط یا بشرط غیر معتبر ساقط کردہ بود پس مجری نمودن زوجہ آں پنجاہ درہم را بمہر خویش روا نیست، زیرا کہ مہر ساقط شد، مگر بشرط معتبر (ای بشرط موصول نہ بشرط مفصول) ساقط کردہ بود، وزوج خلافِ آں شرط کرد، واکنوں از ادائے سابقہ انکار میکند، پس زوجہ حق میدارد کہ بہر تہجیکہ تواند از زوج وصول کند(۳)۔

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية، الباب الخامس في الرجوع في الهبة الخ: ۳۸۶/۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة، باب الرجوع عنها: ۳۶۰/۳، ۳۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة: ۴۹۸/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "من حلف بطلاق أو عتاق وقال: إن شاء الله متصلاً به، لا حنث عليه، الخ". (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الطلاق، الفصل الخامس، الجزء الثالث: ۱۵۴/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"إذا قال لامرأته: أنت طالق إن شاء الله متصلاً به، لم يقع الطلاق، الخ". (الفتاوی العالمكيرية، الفصل الرابع في الاستثناء: ۴۵۴/۱، رشيديه)

(۳) "امرأة تركت مهرها للزوج على أن يحج بها، فلم يحج بها، قال محمد بن مقاتل: إنها تعود بمهرها؛ لأن الرضا بالهبة كان بشرط العوض، فإذا انعدم العوض انعدم الرضا. والهبة لا تصح بدون الرضا. والثانية: إذا قالت لزوجها: وهبت مهري منك على أن لا تظلمني، فقبل، صحت الهبة، فلو ظلمها بعد ذلك، فالهبة ماضية. وقال بعضهم: مهرها باق إن ظلمها، الخ". (رد المحتار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة: ۷۰۴/۵، سعيد)

"ولو وهبت مهرها مشروطاً، فإن وجد الشرط يجوز، وإن لم يوجد، يعود المهر كما كان، هكذا –

۴- چوں زوج وقت ادائے مہر تصریح کردہ است کہ ایں رقم بمہر میدہم، پس قول زوج معتبر خواہد شد، ولیکن ایں ہمہ علاوہ نفقہ و لباس خواہد، پس اگر در نفقہ لباس تقصیر کردہ است زن را مطالبہ آں میرسد (۱)۔ فقط، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۴/۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۷/ ذی الحجہ/۵۳ھ۔

مہر کی معافی پھر اس سے انکار

سوال [۵۶۹۷]: (الف) عورت اگر بلا کسی تحریک کے اپنی خوشی سے مہر معاف کردے، پھر دو تین ماہ کے بعد ناخوش ہوکر پھر مہر کی معافی سے انکار کرے تو اس صورت میں شرعاً مہر معاف ہوگیا یا نہیں؟

(ب) اگر عورت نے کسی تنہائی کے موقع پر اپنی خوشی سے بلا کسی تحریک وتقاضا کے ان الفاظ کے ساتھ مہر معاف کردیا کہ "پہلی شب کو تو میں مہر کے مسئلہ سے ناواقف تھی، اس لئے ناسمجھی سے تمہارے کہنے پر میں نے اپنا مہر معاف کردیا تھا، مگر اب دوبارہ سمجھ بوجھ کر اپنی خوشی سے بلا کہے میں اپنا مہر معاف کرتی ہوں"۔

وہ ایسی تنہائی میں الفاظ کہے کہ صرف اس کے شوہر اور کسی نے نہ سنا ہو، کیا مہر شرعاً معاف ہوگیا یا نہیں؟ یعنی اس معافی سے مرد آخرت کے مواخذہ سے شرعاً حقیقۃً نجات پاچکا یا نہیں؟ لیکن اس صورت میں جب کہ عورت دو تین ماہ کے بعد پھر الٹ پھیر کرکے یہ کہے کہ میں تو اپنا مہر ہرگز نہ معاف کروں گی بلکہ آخرت میں لوں گی۔

= في التاتارخانية". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل العاشر في هبة المهر: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الهبة، الفصل، فيما يتصل بهذا: ۴/۳۹۰، امجد اكيڈمي لاهور)

(۱) "ولو قال: كان المدفوع كله من المهر وقالت: هدية، فالقول له؛ لأنه المملك إلا فيما يؤكل، به أفتى الإمام السرخسي، واختار الفقيه أبو الليث أنه إن كان متاعاً واجباً على الزوج والزوج لا يكون من المهر، وإن غير واجب عليه، فالقول له في المختار". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في المهر، النوع الرابع: ۴/۱۳۵، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب المهر: ۲/۳۴۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

تو ایسی صورت میں شرعاً مہر معاف ہوا یا نہیں؟

(ج) اگر معافی کے وقت مرد نے یہ کہا ہو کہ ہم باوجود معافی کے تمہارا مہر تھوڑا تھوڑا ادا کرنے کی فکر میں ہیں، کیونکہ ہم عورت کا احسان نہیں چاہتے تو ایسے الفاظ سے معافی کو نقصان تو شرعاً نہیں پڑیگا کہ مہر معاف نہ ہوا ہو بلکہ اگر مرد یہ بھی کہہ دے کہ میں معافی نہیں چاہتا تم معاف نہ کرو تو کیا اس کہنے پر مہر معاف نہیں ہوا؟

۲... (الف) جو شخص اپنی عورت سے بظاہر نباہ کی کوئی صورت نہ دیکھے اور مہر وغیرہ نہ کر سکے، بلکہ اکثر فکر و الجھن غالب رہتی ہو تو ایسی صورت میں جب کہ مہر کثیر کے سبب یکمشت ادا کرنے سے عاجز و قاصر ہو تو کیا مجبوری کی صورت میں تھوڑا تھوڑا ادا کرنا جائز ہوگا، جب کہ وہ طلاق دیدے؟

(ب) کیا یکمشت مہر ادا نہ کر سکنے کی صورت میں ایسا مرد شرعاً طلاق نہیں دے سکتا، یعنی ایسی صورت میں طلاق دینا شرعاً جائز نہ ہوگا؟ اگر مجبوری کی صورت میں مرد کو شرعاً طلاق دینا جائز ہے تو مہر کی ادائیگی کی شرعاً کیا صورت ہوگی؟ بہرحال مواخذہ آخرت یا عذاب آخرت سے نجات کی کیا صورت ہوگی؟ اور شرعاً ایسے مرد کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(ج) اگر مرد سخت عاجز ہو کر طلاق دیدے اور بسبب مجبوری کے ادا نہ کر سکے لیکن نیت ادائیگی کی رکھتا ہو تو ایسے مرد کے لئے شرعاً آخرت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ کیا وہ مستحق عذاب دوزخ کا ہوگا؟

(د) بہرحال ایسی صورت میں عورتوں کی شرارتوں فتنوں کر و فریب سے نجات پانے کے لئے شرعاً کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ محض آخرت کی گرفت مواخذہ کے خیال و اندیشہ سے احتیاط کرنے کی بنا پر۔

۳... (الف) عورت اگر مرد کی مرضی کے خلاف کسی رشتہ دار کے یہاں چلی جائے اور جا کر پھر واپس بھی نہ آئے اور پانچ برس کے بچے کو بھی اپنے ہمراہ لے جائے لیکن وہاں بچے کے لئے کسی طرح آرام نہ ہو تو کیا مرد اس نیت سے بچے کے لئے خرچ نہ بھیجے کہ عورت کو خرچ بھیجنے کے سبب سے خوب آرام ملے گا تو اور پاؤں پھیلائے گی، کیونکہ اس کو تو خوف آخرت ہے نہیں بجز نفس پرستی و خود غرضی و آرام و مزہ طلبی کے۔

لہٰذا جب یہاں سے بھی خرچ و نفقہ کی رسد جاری رہے گی تو ممکن ہے کہ وہ عمر بھر بھی نہ آوے واپس ہی نہ

زکوٰۃ بھی نہ لیوے۔ لہٰذا ایسی قسم کی مختلف مصلحتوں کی بناء پر اگر اپنے بچے کے لئے عورت کے نام خرچ نہ بھیجے تو مرد کو شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں، یا اس مصلحت کے بناء پر خرچ نہ دینا ہی شرعاً مناسب و جائز ہوگا؟ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر عورت کو آرام نہ ہوتا بلکہ تکلیف ہوتی تو ایسی شرارت ہی نہ کرتی بلکہ مجبور ہو کر فوراً واپس آتی۔

(ب) اگر بچے کو خرچ دینا بہرصورت واجب ہے تو بچے کے لئے کس معیار شرعی سے خرچ بھیجا جائے کہ نفس پرست عورت خوب مزے نہ اڑا سکے۔ اگر وہ اس صورت میں بھی مزے اڑائے گی، کیونکہ کھانا کپڑا تو خالہ کے ذمے ہے، لہٰذا کپڑا تو خالہ کے گھر سے ملتا ہی رہے گا، اب بچے کا خرچ کا محض ایک بہانہ ہوگا اور عورت مزے مزے کی چیزیں منگوا کر خوب مزے اڑائے گی جو کہ داڑھی کے باب میں یہ خرچ بچہ کا سیدا ہوگا، خیر۔

(ج) کیا بچے کے لئے دو یا تین روپیہ ماہوار بھیج دیا کروں جب کہ میری تنخواہ دس روپیہ ماہوار ہے؟ لیکن بیماری اور ضعف جسمانی کی بناء پر آج کل خرچ زیادہ ہے اور ہر گھر گر رہا ہے جس کی مرمت مدت سے نہیں ہوئی۔ ان امور کا لحاظ کرتے ہوئے کیا دو روپیہ کافی نہ ہوگا؟ بہرحال جو شریعت کا حکم و منشا ہے واضح کیا جائے۔

د... اگر عورت بد مہری کی کثرت اور پابند شریعت دیکھ کر اور پریشان کرتی ہے تاکہ مرد پر قابو حاصل ہو جاوے اور فتنہ کے خیال سے مرد دب کر رہا کرے تو ایسی صورت میں کیا از روئے شریعت شرعی میں اتنی گنجائش نکل سکتی ہے کہ مرد عورت کو تنگ کرکے جان بچائے اور چھوڑ کر اس کے فتنہ و فساد سے ہمیشہ کے لئے نجات دینی و دنیوی حاصل کرے؟ اگر گنجائش ہے تو مواخذہ سے بری ہونے کے لئے مہر کے باب میں جو صورتیں آسانی کی ہوں مفصل ان صورتوں سے آگاہی بخشی جائے تو بندہ نوازی اور غریب پروری ہوگی۔

نوٹ: سائل نے یہ غلطی بھی اور نادانی کی کہ مہر زیادہ بندھوا کر جیل خانے کا قیدی ہو گیا، لیکن سائل کا اعتقاد ہے کہ شریعت مطہرہ نے ہر الجھن کو حل کیا ہے، ہر غلطی کا علاج بتلایا ہے، بہرحال بڑے سے بڑے گناہ کے مرتکب کو بھی ارتکاب جرم کے بعد کوئی نہ کوئی نجات آخرت کے لئے علاج بتلایا ہے۔ اس لئے میں بھی دوبارہ کوشش کر رہا ہوں کہ ہمارے علمائے کرام اپنی توجہ خاص سے غور و فکر کرکے عورت کے فتنہ سے نجات اور مہر کے مواخذہ سے رہائی آخرت کے لئے کوئی صورت نجات یا علاج کی ارقام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ . (الف) دینے تو معاف ہوگیا، لیکن قضاءً معاف ہونے کے لئے ثبوت شرعی ضروری ہے (۱)۔

(ب) اس کا جواب آگیا ہے۔

(ج) اس سے مہر معاف نہیں ہوسکتا (۲)۔

۲ . (الف) عورت کو چاہئے کہ رقم مقرر کردے، اگر وہ مقرر نہ کرے بلکہ مقدمہ کرے تو پھر وہ حاکم سے مقرر کرالے۔

(ب) طلاق دینا جائز ہے (۳) مگر مطالبہ مہر کا پورا کرنا بھی بہرحال حتی الوسع واجب ہے (۴)۔ فقط

---

(۱) "وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصية". (الهداية، كتاب الشهادات: ۳/۱۵۴، ۱۵۵، امدادیہ ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/۱۰۳، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الشهادات: ۵/۱۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إن الإبراء إسقاط، فيه معنى التمليك بدليل أنه يرتد بالرد". (بدائع الصنائع، فصل في شرائط الصحة، كتاب البيوع: ۶/۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۳/۱۱۳، سعيد)

(۳) "إلا إذا خافا ألا يقيما حدود الله، فلا بأس أن يتفرقا". (الدر المختار) "(قوله: إلا إذا خافا) لأن التفريق حينئذ مندوب بقرينة قوله: فلا بأس، لكن سيأتي أن الطلاق أنه يستحب لو مؤذية، الخ".

(رد المحتار، فصل في المحرمات، مطلب فيما لو زوج المولى أمته: ۳/۵۰، سعيد)

"وأما وصفه: فهو أنه (أي الطلاق) محظور نظراً إلى الأصل ومباح نظراً إلى الحاجة، الخ".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره: ۱/۳۴۸، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۱۲، ۴۱۳، رشيدية)

(۴) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاوى =

کے مطابق کر دیا جائے اور نقد روپیہ دیا جائے تاکہ عورت حسبِ منشا چیزیں منگا کر کھائے۔

(ج) اس کا مدار ضرورت پر ہے جو کہ حیثیت کے مطابق مختلف ہوتی رہتی ہے، میں کوئی تعیین نہیں کر سکتا(۱)۔

۳… جب نباہ دشوار ہو جائے اور مرد تحمل نہ کر سکے، نفس پر قابو بھی نہ رکھتا ہو تو طلاق دینے میں مضائقہ نہیں اگر چہ طلاق دینا واجب بھی نہیں ہے۔ اور مہر کے نئے نمبر:۲(د) پر طلاق سے پہلے عمل کر لیا جائے، بغیر اس کے طلاق دینا خطرۂ دنیا و آخرت سے خالی نہیں، اور معافی پر کم از کم دو آدمی معتبر گواہ بنا دیا جائے۔ جواب نمبر ۲ (الف، ب، د) میں دونوں کی صورتیں آ چکی ہیں۔ جواب نمبر:۳ کے مطابق عمل کر لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/۱۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/۱۲/۵۹ھ۔

مہر معاف کر کے پھر انکار کرنا

سوال[۵۹۹۸]: بیوی نے اپنا مہر معاف کر دیا تھا مگر کوئی دلیل شاہد وغیرہ نہیں تھے، اب بیوی کے مطلقہ ہونے پر بیوی نے عدالت میں مہر کا دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ تو یہ بیوی کے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی نے خوشی سے معاف کر دیا تو مہر عند اللہ معاف ہو گیا، اب اس کو معافی سے انکار کرنا جائز نہیں ہے(۲)۔ اگر وہ انکار کر کے وصول کرے گی تو یہ ظلم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "النفقة على الأب كلايتها بمطلع القمر" (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب الصغير المكتسب نفقته في كسبه لا على أبيه: ۳/۶۱۲، سعيد)

"وسعه المعظم يفرض القاضي نفقة الصغار على قدر طاقة الأب وتدفع إلى الأم حتى تنفق على الأولاد". (الفتاوى العالمكيرية، باب النفقة، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۱، رشيدية)

(۲) "وصح حطها لكله أو بعضه عنه قبل أو لا" (الدر المختار). "قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: وصح حطها) الحط: الإسقاط كما في المغرب، وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير —

بیوی نے مہر معاف کردیا، بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں

سوال[۵۰۹۹]: ہندہ نے اپنی حیات میں اپنا مہر اپنے شوہر زید کے حق میں معاف کردیا تھا جس کو چوبیس سال کا عرصہ ہوتا ہے، اب ہندہ کا لڑکا بکر جس کی عمر اس وقت ۲۵ سال ہے، اپنی ماں کے مہر کا طالب ہے، کیا بکر کا یہ مطالبہ صحیح ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نے اپنی حیات صحت میں (مرض الموت سے پہلے) مہر معاف کردیا تھا تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوگیا تھا، اب لڑکے بکر کو اپنے والد سے مطالبہ کا حق نہیں:

"وصح حطها لكله أو بعضه عنه". درمختار. "الحط: الإسقاط اهـ". ردالمحتار. "قبل أو لا، ويرتد بالرد، كما في البحر اهـ". درمختار(۱)۔ "والساقط لا يعود اهـ". أشباه(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین۔

= صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها، ولا بد من رضاها". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في أحكام المتعة: ۱۱۳/۳، سعيد)

"المرأة إذا وهبت مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها أو لم يدخل، وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها، كذا في شرح الطحاوي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل العاشر في هبة المهر: ۳۱۶/۱، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب ذكر مسائل المهر، فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر: ۳۸۹/۱، رشيدية)

(۱) (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۴۳/۳، رشيدية)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۲۵/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، ما يقبل الإسقاط من الحقوق: ۱۰۲/۳، إدارة القرآن كراچي)

بیوی کی طرف سے معافیٔ مہر کی شرط

سوال [۵۱۰۰]: پیر محمد کی بیوی کو والد منفعت خاں اپنی لڑکی کو لینے آیا، پیر محمد کو چونکہ بعض وجوہ کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنی لڑکی کو لے جا کر نہیں بھیجیں گے اس لئے اس کے والد اور خود بیوی سے اپنے اطمینان کی غرض سے اس مضمون کی تحریر لکھائی کہ:

"اپنی لڑکی غلام فاطمہ کو اپنے گھر لے جا رہا ہوں اور میں جا رہی ہوں، اگر پندرہ یوم کے اندر واپس نہ بھیج دوں یا نہ آویں تو ہمارا زرِ مہر اور خرچ وغیرہ کا کوئی دعویٰ پیر بخش پر نہ ہوگا یعنی مہر ہم دونوں کی جانب سے معاف سمجھا جاوے گا۔"

منفعت علی نے باوجودیکہ پندرہ یوم گزر چکے اپنی لڑکی کو پیر بخش کے یہاں نہیں بھیجی اور کہتا ہے کہ میری لڑکی تو اس تحریر کے مطابق اس کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ نیز غلام فاطمہ اپنے خاوند سے مہر اور خرچ لینے کی حقدار ہے یا نہیں؟

حسین بخش سارجن تو ہ ڈگسائی ضلع شملہ (بھارت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر مذکور میں طلاق کا ذکر تک بھی نہیں، لہٰذا اس تحریر سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، نیز یہ کہ یہ تحریر عورت اور اس کے والد کی طرف سے ہے اور طلاق کا حق شوہر کو ہوتا ہے (۱)۔ البتہ عورت کو مہر معاف کرنے کا حق ہوتا ہے خواہ بلا شرط معاف کرے خواہ کسی شرط سے معاف کرے (۲)۔ شرط مذکور کا اعتبار کرتے ہوئے

= (وكذا في قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۱۴۴)، ص: ۸۴، الصدف پبلشرز كراچی)

(وكذا في شرح المجلة، (رقم المادة: ۹۰): ۱/۴۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وأهله (أي الطلاق): زوج عاقل بالغ مستيقظ .... الطلاق لمن أخذ بالساق". (الدر المختار: ۳/۲۳۰، ۲۴۴، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(۲) "وصح حطها لكله أو لبعضه عنه" (الدر المختار). "قيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها". (رد المحتار: ۳/۱۱۳، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه، سعيد)

عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں، ہاں شوہر سے نفقہ طلب کر سکتی ہے، کیونکہ شوہر کی مرضی کے خلاف جب دوسری جگہ رہتی ہے اور شوہر کے گھر نہیں آتی تو اس حالت میں نفقہ دینا واجب نہیں، البتہ اگر شوہر کے گھر آجائے تو نفقہ کا مطالبہ اس کو درست ہوگا اور شوہر کو نفقہ دینا پڑے گا:

"وإن نشزت، فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. والناشزة: هي الخارجة عن منزل زوجها، المانعة نفسها منه، ...... وإذا تركت النشوز، فلها النفقة". فتاوى عالمگیری: ۱/۵۴۵(۱)۔

البتہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، جب تک کہ شوہر سے طلاق یا خلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق پر جدائی ہو کر عدت نہ گزر جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۴/۱۱/۱۳۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/۱۱/۱۳۵۴ھ۔

طلاق کے بعد مہر کو بخشنا

سوال[۵۹۰۱]: عورت کو بعد از طلاق پانے مہر بخشنے کا حق ہے یا نہیں؟ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق ہے جیسا کہ کسی اجنبی کے ذمہ قرض ہو تو معاف کر سکتی ہے اسی طرح طلاق کے بعد مہر کو بھی معاف کر سکتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/صفر/۵۸ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۹۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۴۹، كتاب النكاح، باب المهر، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۴۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۵۷۶، كتاب الطلاق، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۳۰۳، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه)

(۲) "وصح حطها لكله أو بعضه عنه". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه) =

مہر کی معافی کو موت پر موقوف کرنا

سوال[۵۹۰۲]: زید کی بیوی نے بحالتِ صحت کر بعد کو بارہا بحالتِ خوشی اپنے شوہر سے کہا کہ اگر میں پہلے مروں تو میرا مہر جو آپ کے ذمہ دین ہے معاف ہے، مگر جب آپ پہلے انتقال کریں تو میں مہر کا دعویٰ کروں گی۔ زید کی بیوی اپنے شوہر سے پہلے انتقال کی۔ اس صورت میں زید سے مہر ساقط ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں زید کے ذمہ سے مہر ساقط نہیں ہوا: "امرأة قالت لزوجها المريض: إن مت من مرضك هذا فأنت في حلٍ من مهري، أو قالت: فمهري عليك صدقة، فهو باطل؛ لأنها مخاطرة وتعليق، كذا في الظهيرية. مريضة قالت لزوجها: إن مت من مرضي هذا فمهري عليك صدقة، أو أنت في حل من مهري، فماتت من ذلك المرض، فقولها باطل والمهر على الزوج، كذا في خزانة المفتين". عالمگیری: ۱۷۳/۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/صفر/۵۸ھ۔

جعلی رسید سے مہر کی معافی

سوال[۵۹۰۳]: زید نے ہندہ سے دو سادہ کاغذ پر نکاح کے پیسے کی رسید کے بہانے دستخط کرائے اور اس کے بعد زید نے حسب منشا مہروں کی معافی کی تحریر کرلی۔ کیا ایسی صورت میں ہندہ مہر لینے کی حقدار ہے کہ نہیں؟

– ۳/۱۱۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۶۳/۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۴۹/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (الهداية، كتاب الهبة، الباب الثامن في حكم الشرط في الهبة: ۳۹۸/۴، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الهبة، الفصل الثالث في الحظر والإباحة: ۴۰۰/۴، امجد اكيڈمي لاهور)

۲۔ ہندہ کے اپنے والدین کے پاس قیام کرنے کے دوران زید نے اس کے والد کے پاس آکر سخت سست کہا اور کہا اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور تقریباً دو ماہ بعد بوقت مغرب جب ہندہ کے والد نماز کے لئے گئے ہوئے تھے زید اور اس کا بھائی بھرا چاقو لئے ہوئے تھے ہندہ کے گھر گھس گئے، ہندہ اور اس کی بہن نماز میں تھی، ان کی والدہ فراغ نماز ذکر میں تھی۔

پیر دونوں گھر کے اندر داخل ہوئے درخت پر تم ہوئے نماز ہندہ اور اس کی بہن نے توڑ دی۔ ہندہ ایک کمرہ میں گھس گئی اور اندر سے بند کر دیا اور اس کی والدہ کے چلانے پر ایک پڑوسی آواز دیتا ہوا آیا کہ گھبراؤ نہیں میں آ رہا ہوں۔ اتنے میں زید اور اس کا بھائی مفرور ہو گئے۔ اس شور وغل سے اس کے والد جلد مسجد سے آگئے۔ ان حالات میں ہندہ کو اپنی جان کا خطرہ اور والدین کے بارے میں شدید نقصان کا اندیشہ ہے، اس لئے وہ طلاق کی خواہاں ہے۔ کیا یہ مطالبہ جائز ہے؟

۳۔ اس واقعہ کے بعد جب کہ ہندہ کے والد سفر میں تھے تقریباً دو بجے رات کو زید نے ہندہ کے مکان میں دیوار سے چڑھ کر داخل ہونے کی کوشش کی تھی، معلوم کس وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا کہ اتنے میں واپس چلا گیا۔

۴۔ واقعہ مذکورہ کے تقریباً دس دن بعد محلہ سے ملحق دوسرے محلہ میں زید کے بہت ہی قریبی ایک دوست کا قتل ہوا جس کا الزام زید پر عائد کیا گیا، جس کی وجہ سے زید مفرور ہے اور مفرور ہونے کی وجہ سے اس کا اور اس کے والد کا خانگی سب سامان قرق ہو چکا ہے۔ کیا ان حالات میں ہندہ کو طلاق کا مطالبہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱۔ اس فریب کاری سے مہر معاف نہیں ہوا(۱)۔

۲۔ اگر ہندہ نا قابل برداشت مظالم سے مجبور ہو کر اپنے والد کے مکان میں آ گئی یا اگر شوہر نے

---

(۱) ولا بد في صحة حطها من الرضا حتى لو كانت مكرهة لم يصح الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۶۹، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المرأة والإبراء منه: ۳/۱۱۳، سعيد)

(وكذا في مجموعة الفتاوى، كتاب الهبة وما يتعلق بها: ۳/۲۹۶، سعيد اكادمى لاهور)

بجائے ظلم سے باز آنے اور شریفانہ طور پر آباد کرنے کے یہ طریقہ اختیار کیا تو یہ بھی ظلم بالائے ظلم ہے(۱)۔

۳/۴ . ہندہ کو حق ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ آپ مجھے شریفانہ طور پر آباد کریں اور ظلم وبے جا تشدد سے باز آجائیں ورنہ طلاق دے دیں(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

متعینہ مہر سے انکار کا حق نہیں

سوال [۵۹۰۲]: نکاح کے وقت میرا مہر دس ہزار دو دینار سرخ متعین ہوا جو ہماری قوم اور کنبہ برادری سب کے خلاف ہے۔ ہمارے یہاں پانچ سو روپے تک مہر طے ہوتے ہیں، اب میں اس سے انکار کرتا ہوں۔ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کے وقت جس کو آپ کا مہر طے ہوا وہ شرعاً وہی معتبر ہے، اس کی ادائیگی لازم ہے، اگر عین نکاح کے وقت آپ اس کا انکار کرتے تو مہر دوسرا طے ہو جاتا، مگر دس ہزار دو دینار قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرنا ہرگز معتبر نہیں ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یتعد حدود اللہ فأولئک هم الظالمون﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان ولا یحل لکم أن تأخذوا مما آتیتموهن شیئاً إلا أن یخافا ألا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر". (الدر المختار) "(قوله: للشقاق) أي لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم ... المسألة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع الخ". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/۴۴۱، سعيد)

(۳) "فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط شيء منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق". (بدائع الصنائع)

تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے، لیکن مہر ساقط نہیں ہوگا (۱)، وہ اس کا حق لازم ہے، اگر شوہر ادا نہیں کرے گا تو وہ ظالم ہوگا، آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی (۲)۔

اگر بالفرض بغیر شوہر کی اجازت کے چلی بھی گئی تھی اور اب واپس آنا چاہتی ہے تو شوہر کو اس کے روکنے کا حق نہیں، جب شوہر رضامند ہے رکھنا چاہتا ہے تو سسر کو ہرگز انکار نہیں کرنا چاہئے، یہ غلط طریقہ ہے۔ لڑکی اپنی غلطی کی معافی مانگ لے، آئندہ بلا اجازت میکہ نہ جائے، شوہر اور سسر کو چاہئے کہ معاف کردیں، نرمی اور اخلاق سے پیش آئیں ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا، اگر شوہر نہیں رکھنا چاہتا اور نباہ کی گنجائش نہیں رہی تو شوہر طلاق دیدے (۳) اور مہر ادا کردے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۰ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۰۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول: ۱/۵۴۵، رشيديه)

(۱) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الثاني: ۱/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۳/۵۸۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال[۵۰۰۶]: مسکین نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی، اس لیے کہ وہ بغیر اجازت کے اس کے گھر سے چلی گئی تھی، اس کے بعد ہندہ کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا گیا، ہندہ کو مہر مسکین کو دینا چاہیے یا نہیں، جبکہ وہ بلا اجازت چلی گئی تھی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نافرمانی کی وجہ سے مہر ساقط نہیں ہوا، مسکین کے ذمہ ہندہ کا مہر واجب ہے(۱)۔ ہندہ کا دوسرا نکاح اگر طلاق کی عدت تین حیض گزرنے پر کیا گیا ہے تو وہ صحیح ہو گیا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۴/۲ھ۔

مہر معجل سے قبل زفاف

سوال[۵۰۰۷]: شوہر اپنی عورت کے ساتھ مباشرت کرنا چاہے اور مہر معاف نہ کرائے تو کیا حکم ہے، یعنی بغیر مہر معاف کرائے مباشرت کر سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "فإن المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط شيء منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۳/۵۸۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر: ۱/۳۰۳، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(۲) "العدة للحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ ثلاثة قروء أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ الخ". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۱۶۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۱۲، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا مہر معاف کرائے بھی اگر ہمبستری کی گئی تو وہ زنا نہیں، لیکن بیوی کو حق ہے کہ مہر معجّل وصول کرنے سے قبل ہمبستری سے روک دے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۹ھ۔

کیا بغیر مہر دیئے بیوی کے پاس جانا منع ہے؟

سوال [۵۹۰۹]: ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جب تک مہر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات غلط ہے، البتہ بیوی کو اس وقت تک روکنے کا حق ہے(۲)، بہرحال مہر ادا کرنے کی فکر اور کوشش لازم ہے، یہ اس کا حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۹۰ھ۔

---

(۱) "ولها منعه من الوطء ودواعيه شرح مجمع" (الدر المختار). "(قوله: منعه حتى يقبض مهرها) وتسليمها نفسها غير صحيح، فلها منعه بعده، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها بمهرها: ۱/۳۱۷، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۰۸، رشيدية)

(۲) فتاوی دارالعلوم میں ہے: "مہر معجل کے ادا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا اور عورت اپنی زوجیت سے اس وقت سے خارج نہیں ہوتی، لیکن عورت بلا مہر دیئے اپنے کو روک سکتی ہے اور صحبت ہونے سے بھی نکاح باقی ہے"۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۱۵، مسائل متعلقہ مہر، امدادیہ ملتان)

"ولها منعه من الوطء ودواعيه شرح مجمع" (والسفر بها .... لأخذ ما بين تعجيله)"

(تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۳، ۱۴۴، سعيد)

ادائے مہر سے قبل وطی کا حکم

سوال [۵۰۰۱]: ۱… ایک منکوحہ عورت اپنے شوہر سے مہر معجّل طلب کرتی ہے لیکن شوہر ادا نہیں کرتا تو کیا اب عورت کو اختیارِ شرعی ہے کہ شوہر کو وطی نہ کرنے دے؟

۲… لیکن شوہر زبردستی مکر باندھ کر جبراً وطی کرتا ہے تو کیا یہ جماع جائز ہے یا ناجائز؟

۳… اگر زبردستی وطی جائز ہے تو عورت کا مندرجہ بالا حقِ شرعی بیکار و فضول ہے، عورت کا انکار وطی بھی جائز اور شوہر کا زبردستی وطی یعنی جماع کرنا بھی جائز، دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں؟

۴… اگر شوہر کا زبردستی وطی کرنا جائز بھی ہے اور ظلم بھی ہے تو یہ بھی ضد ہے یعنی جائز بھی اور ظلم بھی۔

۵… شوہر ہمیشہ زبردستی جماع کرتا رہے گا جبکہ عورت شوہر کے قبضہ میں ہے، ایسی حالت میں عورت اپنا حقِ شرعی کیسے محفوظ رکھ سکتی ہے، کوئی راستہ شریعت میں ایسا ہے یا نہیں؟

۶… مبلغ دو ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت مہر معجّل عند الطلب اس شرط سے شوہر نے عقدِ نکاح قبول کیا جبکہ شوہر شرط کو پورا نہیں کرتا یعنی طلب کرنے پر مہر ادا نہیں کرتا تو عقد ٹوٹ گیا یا نہیں؟ جبکہ معاہدہ پورا نہیں کیا گیا تو اب معاہدہ باقی کیسے رہ سکتا ہے؟ جبکہ مہر سے شرط کا حل ہوتی ہے تو طلب کرنے پر بھی مہر ادا نہیں کیا تو جماع کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

۷… اگر عورت مندرجہ بالا اپنا حق باقی رکھنے کے لئے اپنے ماں باپ کے یہاں رہے اور خاوند کے بلانے پر بھی نہ جاوے تو شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… حق ہے: "ولها منعه من الوطء والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضيتهما لأخذ ما بين تعجيله أو قدر ما يعجل لمثلها عرفاً إن لم يؤجل كله، الخ". تنویر: ۲/۳۵۵ (۱)۔

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۰۸، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الدر المختار، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۳، ۱۴۴، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في المهر: ۲/۳۲، ۳۳، امجد اكيڈمی لاهور)

۲..... یہ جماع تو زنا نہیں، لیکن زبردستی کرنا ناحق ہے۔

۳..... عورت کو حق ہے کہ وطی نہ کرنے دے اور مرد کو یہ حق نہیں کہ زبردستی کرے، تاہم اگر زبردستی کرے گا تو ناحق زبردستی کی وجہ سے گنہگار ہوگا، لیکن اس جماع کو زنا یا حرام نہیں کہا جاوے گا جس کی وجہ سے حد زنا کا مستحق ٹھہرے۔

۴..... ایسا کرنا ظلم ہے، مگر زنا نہیں۔

۵..... اگر مہر عند الطلب کی قید لگائی ہے اور معجّل کا مطالبہ ہوا ہے تو بوقتِ طلب اس کی ادائیگی لازم ہے، ادا نہ کرنے سے شوہر گنہگار ہوگا اور عورت کو جماع سے روکنے کا حق حاصل ہوگا (۱) اور شوہر کو زبردستی جماع کرنے سے گناہ ہوگا، ایسی حالت میں اگر عورت اپنا حق خود وصول کرنے پر قادر نہیں اور نہ شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے تو حاکم کے ذریعہ سے اپنا حق وصول کرے (۲)۔

۶..... عقد تو نہیں ٹوٹا بلکہ بدستور باقی ہے، البتہ عورت کو جماع سے منع کرنے کا حق ضرور حاصل ہے (۳)۔ اگر شوہر میں ایک دم ادا کرنے کی استطاعت نہیں تو قسط وار ادا کرے، عورت کو بھی چاہیے کہ ایک دم

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۰۸، رشيديه)

(۱) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۲) "قال ابن عابدين: "(قوله: لتحصيل علي، الخ) اعلم أنهم قالوا: إن للمرأة حق الرجوع على الزوج بالنفقة بعد فرض القاضي، سواء أكلت من مالها أو استدانتها بأمر القاضي أو بدونه". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الأمر بالاستدانة على الزوج: ۳/۵۹۰، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۳، سعيد)

(۳) "ولها منعه من الوطي والسفر بها ولو بعد وطي وخلوة رضيتهما لأخذ ما بين تعجيله أو قدر ما يعجل بمثلها عرفاً إن لم يؤجل كله، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۳، ۱۴۴، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في المهر: ۲/۳۲، ۳۳، امجد اكيڈمي لاهور)

وصول کرنے پر اصرار نہ کرے بلکہ کچھ مہلت دیدے اور قسطیں مقرر کرلے (۱)۔

۲... نکاح کے لیے مہر لازم ہے، گو زوجہ اس کو معاف کردے تو معاف ہو جاتا ہے، نکاح بغیر ذکر مہر کے بھی صحیح ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر مہر کی نفی کردی جائے تب بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے، لیکن مہر لازم ہوتا ہے۔ عدم ذکر اور نفی کا کوئی اثر نکاح پر نہیں پڑتا ہے اور تقریب نکاح سے جماع حلال ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت سے جماع مہر سے حلال نہیں ہوتی، بلکہ نکاح سے حلال ہوتی ہے، نکاح کے لیے مہر لازم ہوتا ہے جو بعد کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے، اگر بغیر مہر کے شرمگاہ حلال نہ ہوتی تو ادائے مہر سے قبل جماع قطعاً حرام ہو جاتا اور ادائے مہر معجل سے پہلے عورت کی رضامندی سے وطی جائز ہے۔ اور اگر مہر مؤجل ہے تو بغیر اس کی رضامندی کے بھی جائز ہے۔

"ويصح النكاح وإن لم يسم فيه مهراً، لا خلاف في ذلك، لأن النكاح عقد انضمام وازدواج لغة، فيتم بالزوجين، ثم المهر واجب شرعاً إبانة لشرف المحل، فلا يحتاج إلى ذكره لصحة النكاح، وكذا إذا تزوجها بشرط أن لا مهر لها: أي فيصح النكاح فيما بينهما. الخ" (فتح القدير: ۳/۲۰۴)(۲)۔

---

(۱) قال الحصكفي: "إن لم يؤجل أو يعجل كله، فكما شرط، لأن الصريح يفوق الدلالة" (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۴، سعيد)

"وإن بينوا قدر المعجل يعجل ذلك، وإن لم يبينوا شيئاً ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر؟ فيجعل ذلك معجلاً، ولا يقدر بالربع ولا بالخمس، وإنما ينظر إلى المتعارف، وإن شرط في العقد تعجيل كل المهر، يجعل الكل معجلاً ويترك العرف" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل السابع في المهر، الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها الخ: ۱/۳۱۸، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۱۱، رشيدية)

(۲) (فتح القدير، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۰۴، ۳/۲۱۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۴۴، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۲۲۴، إمدادية ملتان)

صورت مسئولہ میں زوج کے ذمہ مہر کی ادائیگی ضروری ہے اور ادائیگی سے پہلے جماع کا حق نہیں، لیکن اگر جماع زبردستی تب بھی زنا نہیں ہوا، جماع حلال ہوا، مگر زبردستی کی وجہ سے گنہگار ہوا۔

۸۔ ایسی حالت میں بھی وہ نفقہ کی حق دار ہے، اور ناشزہ ہونے کی وجہ سے نفقہ ساقط نہیں ہوا(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

رخصتی سے پہلے مطالبۂ مہر

سوال [۵۹۰۱]: زید نے بایں شرائط اپنی دختر کا نکاح بکر سے کر دیا کہ پانصد کا زیور چڑھاوا اور ایک ہزار پانصد میں دو دکانیں مہر میں تحریر کر کے رجسٹری کرادی، نکاح پڑھا دیا۔ اب دختر کو رخصت نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ دو دکانوں کا کرایہ مہر کی دختر کے نام کرادو جب رخصت ہوگی، نکاح کو پندرہ ماہ ہوئے۔ کیا زید کی دختر بلا اس کے کہ وہ اپنے والدین کے یہاں سے آئی اور حق زوجیت ادا کرتی، کسی رقم زر دو ہزار پانصد بابت مہر شرعاً حاصل کرنے کی حقدار ہو سکتی ہے؟ زید کی دختر چار پانچ سال تک رخصت ہو کر خاوند کے یہاں نہیں آئی۔ ایسی صورت میں اس قدر مدت گزر جانے پر شرعی طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

پتہ: گورنمنٹ دفاتر دہرہ دون۔
مولوی حکیم احمد حسن صاحب

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر معجل پر نکاح ہوا ہے تو شرعاً عورت کو حق ہے کہ اپنے نفس کو شوہر کے حوالہ نہ کرے جب تک مہر وصول نہ کرے، اگر کل مہر معجل ہے تو عورت کو کل مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے، اگر کچھ معجل ہے کچھ مؤجل تو

---

(۱) "(قوله: ولو مانعة نفسها للمهر) أي يجب عليه النفقة ولو كانت المرأة مانعة نفسها بحق كالمنع لقبض مهرها، والمراد منه المعجل إما نصاً أو عرفاً". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۴۸۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۴، سعيد)

معجل کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ اگر کل مہر مؤجل ہے تو عورت کو قبل مدت تاجیل مطالبہ کرنا جائز نہیں، اگر وقت نکاح معجل یا مؤجل کی کوئی تصریح نہ ہوئی تو عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر کل مؤجل ہوتا ہے تو عورت کو مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ اگر کل معجل ہوتا ہے تو تمام کا مطالبہ جائز ہے، اگر بعض معجل اور بعض مؤجل ہو تو معجل کا مطالبہ جائز ہے نہ کہ مؤجل کا:

"إذا تزوجت المرأة ولها مهر معلوم، كان لها أن تحبس نفسها لاستيفاء المهر، فإن كان في موضع يعجل البعض ويترك الباقي في الذمة إلى وقت الطلاق أو الموت -كما هو عرف ديارنا- كان لها أن تحبس نفسها لاستيفاء المعجل، وهو الذي يقال في الفارسية: دست پيمان، وليس لها أن تطالب بكل المهر، فإن بينوا قدر المعجل يعجل ذلك. وإن لم يبينوا شيئاً، ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر، فيعجل ذلك معجلاً، ولا يقدر ذلك بالربع ولا بالخمس، وإنما ينظر إلى المتعارف، لأن الثابت عرفاً كالثابت شرعاً. وإن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر، يعجل الكل معجلاً، ويترك العرف". فتاوى قاضي خان: ۱/۳۶۸ (۱)۔

۲: پانچ سال خاوند کے مفرور ہوجانے سے عورت پر طلاق نہیں ہوتی، جب تک کہ خاوند طلاق نہ دے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۲/۷/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۷/۵۲ھ۔

---

(۱) (الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر: ۱/۳۸۵، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها بمهرها: ۱/۳۱۸، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۰۹-۳۱۱، رشيدية)

(۲) "وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية" (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/۳۴۸، رشيدية)

مہرِ مؤجل کے مطالبہ کا حق

سوال [۵۹۱۱]: باکرہ کے والدین باکرہ کی طرف سے مہر حاصل کرنے کے طالب ہیں، وہ بھی ازروئے عدالت مجاز تو کیا اس مطالبہ کی بناپر بکر کے ذمہ باکرہ کے والدین کو دینا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر اپنی رضامندی سے نہیں بلکہ غیر شرعی امور کے تحت باکرہ یا اس کے والدین کی طلبی پر ازروئے عدالت مجاز طلاق دے تو کیا اس کا تعلق باکرہ سے ہمیشہ کے لئے مانند طلاق بائن منقطع ہو جائے گا یا نہیں؟ اور کیا باکرہ بعد عدت کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے؟ براہ کرم حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

سید کلیم اشفاق نوگانواں پی کے ڈی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر مؤجل تھا (جس کا مطالبہ طلاق، تفریق، موت پر کیا جاتا ہے) تو ابھی شوہر کے ذمہ اس کا ادا کرنا لازم نہیں، عدالت میں اس کا دعویٰ کرنا بھی غلط ہے۔ اگر مہر معجل تھا یعنی جب بیوی طلب کرے تو بیوی کو بلا عدالت کے بھی اس کے طلب کرنے کا حق ہے اور اس کی طرف سے اس کے والدین کو بھی مطالبہ کا حق ہے:

"لأبي الصغيرة المطالبة بالمهر، اهـ". درمختار۔ "والصغيرة غير قيد، ففي الهندية: للأب والجد والقاضي قبض صداق البكر صغيرة كانت أو كبيرة، إلا إذا نهته وهي بالغة، صح النهي، اهـ". شامي (۱)۔

"لا خلاف لأحد أن تأجيل المهر إلى غاية معلومة، فقد اختلف المشايخ فيه، قال بعضهم: يصح وهو الصحيح، وهذا لأن الغاية معلومة في نفسها وهو الطلاق أو الموت، اهـ". عالمگیری (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۰ھ۔

= (وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۲۰۲/۳، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: لأبي الصغيرة المطالبة بالمهر: ۱۲۱/۳، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها بمهرها والتأجيل في المهر: ۳۱۸/۱، رشيديه)

مہر کو بطور نفقہ ادا کرنا

سوال[۵۰۱۳]: بکر نے عرصہ چودہ سال کا ہوا نکاح ایک بیوہ سے بعوض مبلغ ۱۰۰۱/ روپیہ ادا کئے ہوا کہ ایک دختر جس کی عمر ۱۱/ سال ہے عنقریب شادی ہوکر اپنے خاوند کے یہاں چلی جاوے گی، دوسرا لڑکا جس کی عمر ۱۷ سال ہے اپنے ماموں کے ہمراہ رہے گا، تیسرا لڑکا جس کی عمر ۱۳/ سال ہے بیوہ کے ہمراہ رہے گا۔

بعد نکاح بیوہ نے اپنے ہر سہ بچوں کو اپنے ہمراہ رکھا اور سب کا خرچہ شوہر ثانی کے ذمہ رہا۔ ۴ ماہ بعد گزرنے پر بیوہ نے اپنی دختر کا عقد موجودہ شوہر کے لڑکے سے - جو کہ بکر کی پہلی بیوی کے بطن سے ہے - با رضامندی شوہر کر دیا جس کا تکفل بھی بکر کو ہونا پڑا، ایک سال تک بکر نے جملہ اخراجات برداشت کئے مگر جب بکر مجبور ہوگیا کہ اس کی عورت کے اخراجات اس کی آمدنی سے ڈیوڑھے ہوجاتے ہیں(۱) تو بکر نے اپنی کل آمدنی تعدادی مبلغ ۸۵/ روپیہ ۲/ فروری ۳۳ء عورت کے ہاتھ میں یہ کہہ کر (کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اس قدر نقد روپیہ نہیں جو ایک دم مہر ادا کردوں) مہر میں ادا کردیا اور یہ کہہ کر خواہ اس رقم کو تم اپنی اولاد پر صرف کردو یا جو چاہو کرو، اس کے چند گواہ ابھی موجود ہیں۔

عورت نے ہر ماہ تنخواہ لینا شروع کردی، اس دوران میں کئی مرتبہ بکر نے عورت کے گوش گزار کردیا کہ یہ روپیہ تمہارے مہر میں سے ادا ہو رہا ہے۔ اس طرح ۳/ ستمبر ۳۴ء تک اپنی کل آمدنی مبلغ ۱۰۰۱/ روپیہ مہر میں ادا کردیا، لہذا اس صورت میں مہر ادا ہوا یا نہیں؟

اکبر علی محلہ امانت شاہی ڈویژن لکھنؤ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفقہ عورت کا اور اس کا اس کے ذمہ ہے اس کے علاوہ جو کچھ شوہر نے اس کو دیا ہے اس کو مہر میں محسوب کرنا درست ہے اور صورت مسئولہ میں چونکہ پہلے کہہ دیا گیا ہے اور عورت نے اس کو قبول کیا ہے جس کے موافق عمل کرتی رہی تو رقم مذکورہ اگر نفقہ کا حساب کے علاوہ عورت کے پاس پہنچ گئی تو مہر ادا ہو چکا اور ۱۰۰۱/ روپے

―(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/۲۰۸، رشیدیہ)

(۱) "ڈیوڑھا: ڈیڑھ گنا (صفت) حساب بے باق ہونا"۔ (فیروز اللغات، ص: ، فیروز سنز لاہور)

زائد پہونچے۔ اگر نفقہ واجبہ کی مد میں ہے تو اس کو منہا کیا جائے گا اور بقیہ رقم کو مہر میں شمار کیا جائے گا(۱)، جتنا مہر شوہر کے ذمہ بچے گا عورت کو اس کے مطالبہ کا حق ہے(۲)۔ فقط۔

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

اور بکر کے لڑکے کا نکاح اگر وہ نابالغ ہے تو بکر کی اجازت پر موقوف ہے، بکر اجازت دے گا تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں، بشرطیکہ لڑکی کا کوئی ولی اقرب ماں کے علاوہ نہ ہو، اگر کوئی اور بھی ولی لڑکی کا موجود ہے تو اس کی بھی اجازت ضروری ہے۔ جب کہ لڑکی نابالغہ ہو(۳)، اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت کافی ہے(۴)۔

محمود گنگوہی، ۲۸/۳/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الاولیٰ/ ۵۳ھ۔

بغیر وجوب کے ادا کردہ نفقہ کو مہر میں شمار کرنا

سوال[۵۰۱۳]: زید نے اپنی بیوی کو جیب خرچ (دس روپے) دیا، پھر معلوم ہوا کہ اس پر واجب

---

(۱) "جب شوہر نے کہا کہ یہ روپیہ تمہارے مہر سے ادا ہو رہا ہے اور عورت نے اس کے قول کو رد نہیں کیا تو اب مہر ادا ہو گیا، لتصريح الزوج به". (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، الفصل المتعلق بالمہر: ۸/۲۲۳، ۲۲۴، امدادیہ ملتان)

(۲) "وترجع بباقي المهر، ذكره ابن الكمال". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۳/۱۵۳، سعيد)

(۳) "(وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) الخ". (الدر المختار، باب الولي: ۳/۵۵، سعيد)

"فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۸۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۵، رشيديه)

(۴) "ومنها رضا المرأة إذا كانت بالغة، بكرا كانت أو ثيبا، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشيديه)

"وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ". (الهداية، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب في الأولياء والأكفاء: ۳/۲۵۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

نہیں تھا، تو کیا زید مہر میں محسوب کرسکتا ہے؟ یا دوبارہ قبضہ ضروری ہے؟ یا اس کو لینے کا حق نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جزئیہ بالتصریح نظر سے نہیں گزرا، لیکن ایک دوسرا جزئیہ نقل کرتا ہوں جو کہ اس کی نظیر بن سکتا ہے، اس کے ذریعہ سے صورتِ مسئولہ کا حکم بھی معلوم ہوجائے گا، وہ یہ کہ: اگر کسی نے پیشگی نفقہ دے دیا اور عورت بعد میں مستحقِ نفقہ نہیں رہی تو اس کی واپسی کا حق نہیں: "ولا ترد المعجلة والكسوة المعجلة بموت أو طلاق عجلها الزوج أو أبوه ولو قائمة، به يفتى اهـ". در مختار. "ووجهه أنها صلة لزوجته ولا رجوع فيما يهبه لزوجته اهـ". ردالمحتار: ۶۰۲/۲ (۱)۔

واپس لینا تو ظاہر ہے کہ رجوع ہے اور مہر میں محسوب کرنا بھی رجوع کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۴/۹۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۵/ ربیع الثانی/ ۹۲ھ۔

مہر قسطوار اور نفقہ

سوال [۵۹۱۵]: زید نے زاہدہ بی بی کو نو ماہ کے حمل کی مدت میں اس کی بد اخلاقی کی بناء پر مجبور ہوکر طلاق دیدی، اس کا مہر دینے کے لئے تیار نہیں، لیکن زاہدہ کے میکے والے بہت زیادہ زور ڈال کر مہر یکمشت لینا چاہتے ہیں، لیکن زید اپنی غربت سے مجبور ہے۔ زید کی خانگی زندگی زاہدہ کی بد اخلاقی اور کھینگی کی بناء پر جہنم کا نمونہ بن گئی تھی۔ زید صرف ۱۲۰/ روپے پر ایک جگہ ملازمت کرتا ہے، ایسی صورت میں اسے والدہ اور ایک غیر شادی شدہ بہن کا بھی خرچ برداشت کرنا پڑ رہا ہے جس سے ایک مشت مہر دینے سے مجبور ہے، اس کی کوئی

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب: لا تصير النفقة ديناً إلا بالقضاء أو الرضا: ۵۹۶/۳، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب النفقة: ۴۹۴/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب النفقة: ۳۱۳/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

اولاد کا نفقہ آپ کے ذمہ لازم ہے اگرچہ وہ اپنی والدہ کے پاس رہے(۱)۔ بچہ جب تک اس قابل نہ ہوجائے کہ اپنی ضروریات: کھانا، پینا، پہننا، استنجاء وغیرہ خود کرنے لگے، اس وقت تک اس کو لینے کا آپ کو حق نہیں بلکہ حقِ پرورش اس کی والدہ کو ہے۔ بچی کی پرورش کا بھی والدہ کو حق ہے جب تک بچی میں بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ اس کے بعد آپ لے سکتے ہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۰ھ۔

قسط وار مہر کے ساتھ زوج کی ہر چیز کا بیوی کی مالک ہونے کی شرط

سوال[۵۹۱۱]: ہندہ کا نکاح مہر مقرر کے ساتھ ہوا، اس کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ کسی بھی شکل میں زید کی ہر چیز کی مالک ہندہ ہوگی، زید نے اس شرط پر دستخط کردیے اور نکاح ہوگیا۔ گواہوں کے بھی اس پر دستخط ہیں۔ ہندہ کا مہر مبلغ ۵۰۰/ روپے ہے، ڈھائی سو روپے عندالطلب اور ڈھائی سو روپے قسط کی شکل میں۔

---

(۱) "قوله: ولطفله الفقير: أي تجب النفقة والسكنى والكسوة لولده الصغير، أراد بالطفل الولد حين يسقط من البطن إلى أن يحتلم ... ولذا عبر به؛ لأن البالغ لا تجب نفقته على أبيه". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۴۳/۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/ ۳۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغير المكتسب نفقته في كسبه الخ: ۳/ ۶۱۲، سعيد)

درج بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طفلِ صغیر کا نان نفقہ باپ پر لازم ہے۔

(۲) "والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني، وقدر بسبع سنين. وقال القدوري: حتى يأكل وحده، ويشرب وحده، ويستنجي وحده. وقدره أبو بكر الرازي بتسع سنين، والفتوى على الأول. والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض. وفي نوادر هشام عن محمد رحمه الله تعالى: إذا بلغت حد الشهوة، فالأب أحق الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ۱/ ۵۴۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/ ۲۸۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/ ۵۶۶، سعيد)

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہر کیسے ادا کیا جائے اور ہندہ اپنے مہر کا مطالبہ کرتی ہے، اب اس کی تشریح کی جائے کہ آیا مہر ادا کیا جائے تو کس شکل پر ادا کیا جائے، جب کہ زید کی ہر چیز کی مالک خود ہندہ ہے؟ اور اگر مہر دینے سے گریز کیا جائے تو اس کے جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرط کہ "زید کی ہر چیز کی مالک ہندہ ہے" اس سے وہ زید کی عمر بھر کی ملک میں آنے والی اشیاء کی مالک نہیں ہوئی، مہر کی ادائیگی بہرحال ضروری ہے کہ یہ ہندہ کا حق واجب ہے(۱) دونوں باہم مشورہ کرکے قسطیں مقرر کرلیں کہ کتنے روپے ہر قسط پر دیے جائیں، یکمشت ادا کرنے کے لئے موجود ہوں تو یکمشت ادا کر دیے جائیں، ہر طرح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۱ھ۔

موروثی زمین کو مہر قرار دینا

سوال[۵۹۱]: زید نے ہندہ کو نکاح اور اس کے مہر میں ایک زمین دی جو اس کے ہاتھ میں ہے اور دراصل یہ زمین زمیندار کی ہے، اور وہ شخص سالانہ زمین کا لگان دیتا ہے اور اس کی پیداوار کا مالک زید ہوتا ہے اور اس جگہ یہ بھی رواج ہے کہ اس قسم زمین کو رعایا لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ میں فروخت کرتے ہیں اور خریدار زمیندار کو بعد میں کچھ روپیہ نذرانہ دیتا ہے تو زمیندار راضی ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قد علمنا ما فرضنا علیہم فی أزواجہم وما ملکت أیمانہم لکیلا یکون علیک حرج، وکان اللہ غفوراً رحیماً﴾ (سورۃ الأحزاب: ۵۰)

"فتسمیتہ خاص مقابلۃ للتراضی بہ، ثم عرف المہر فی العنایۃ بأنہ اسم للمال الذی یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلۃ البضع، إما بالتسمیۃ أو بالعقد". (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۱/۳، سعید)

"ویصح النکاح ..... ثم المہر واجب شرعاً إبانۃ لشرف المحل، فلا یحتاج إلی ذکرہ لصحۃ النکاح". (الہدایۃ، کتاب النکاح، باب المہر: ۳۲۳/۲، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کے والد زندہ ہیں تو ان کی جائیداد میں کوئی تصرف بغیر ان کی اجازت کے زید کے لئے جائز نہیں(۱)، اگر والد کا انتقال ہوکر تمام جائیداد وراثۃً زید کی ملک ہوچکی ہے تو وہ جائیداد خود زید کی ہے اس کے والد کی نہیں رہی، زید کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے(۲)۔ اگر زید کا مقصد بعوضِ مہر بیوی کو دے دینے سے کسی شرعی مستحق کو محروم کرنا نہیں ہے تو یہ بھی درست ہے(۳)، اور جس قدر مہر مقرر کیا تھا اگر اس سے زائد دے تو اس کی بھی اجازت ہے، مہر جب چاہے ادا کرسکتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ طلاق یا موت کے وقت ہی ادا کیا جائے بلکہ جس قدر جلد ادا کرے بہتر ہے۔ بیوی اپنے حق سے کم یا زائد جتنے میں رضامند ہوجائے اس کو حق ہے اور اس سے مہر ادا ہوجائے گا، وہ بخوشی کل ہی معاف کردے تو کل ہی معاف ہوجائے گا(۴)۔

قبرستان اگر وقف ہے تو وہ کسی کی ملکیت نہیں، مہر میں دینا بھی درست نہیں، وہ اس سے وہ بیوی کی ملک نہیں ہوگا، بلکہ بدستور قبرستان ہی رہے گا(۵)۔ اگر وہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو اس کو مہر میں دینا بھی

---

(۱) "لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ الخ". (الدر المختار، کتاب الغصب، مطلب فی ما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح: ۶/۲۰۰، سعید)

(وکذا فی شرح المجلۃ، رقم المادۃ: ۹۶، ص: ۶۱، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) "کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء الخ". (شرح المجلۃ، الباب الثالث فی المسائل المتعلقۃ بالحیطان والجیران، الفصل الأول، رقم المادۃ: ۱۱۹۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی رد المحتار، مسائل شتی، مطلب: اقتسموا داراً وأراد کل منہم فتح باب لہم: ۶/۳۴۸، سعید)

(۳) "عن أبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: لا بأس بہ إذا لم یقصد بہ الإضرار". (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب السادس فی الہبۃ للصغیر: ۴/۳۹۱، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، مطلب مہم فی قول الواقف علی الفریضۃ الشرعیۃ: ۴/۴۴۴، سعید)

(۴) "وصح حطہا لکلہ أو بعضہ عنہ". (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی حط المہر والإبراء منہ: ۳/۱۱۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۳/۱۶۳، رشیدیہ)

(۵) "الوقف لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن". (الدر المختار) "(قولہ: لا یملک): أی لا یکون مملوکاً لصاحبہ، ولا یملک أی لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع الخ". (الدر المختار مع =

درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

جس زمین کا مہر میں وعدہ کیا جائے اس کا دینا ضروری ہے

سوال [۵۱۱۱]: ایک بیوہ ہے جس کے تین جیٹھ دیور موجود ہیں، نکاح کرنے کے لئے بڑی کوشش کرتے رہے مگر اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ اتفاق سے اس کے نام ایک چوتھائی حصہ زمین کا چڑھ گیا، وہ زمین کے فروخت کی کوشش میں لگی۔ جیٹھ دیور کو جب معلوم ہوا تو پھر بہت نکاح کی کوشش کی، اس نے بڑی مشکل سے نکاح کو کہا اور یہ بھی کہا کہ نکاح مہر کے بغیر نہیں ہوتا، یہ تو زمین کا نکاح ہوتا ہے مگر شریعت سے اس کو زمین کا حق نہیں پہنچتا فقط اس کے ایک لڑکی ہے۔ مگر ان جیٹھ دیوروں نے وعدہ کیا کہ ہم تجھے پندرہ بیگہ زمین مہر میں دیں گے تو وہ اپنے بڑے جیٹھ سے نکاح کے لئے رضامند ہوئی اور نکاح ہوگیا۔ اب یہ زمین دیں یا نہ دیں؟ جس کا وعدہ کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر میں جتنی زمین مقرر کی گئی ہے، وہ بھی اس کا حق ہے، اس کو دینا لازم ہے، ورنہ اس کا وبال سخت ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۱ھ۔

= (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله: موقوفة، وقوله: لم موقوفة على فلان: ۴/۳۴۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الوقف: ۲/۶۳۷، مكتبه شركة علمية ملتان)

(۱) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء الخ". (شرح المجلة، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران، الفصل الأول، رقم المادة: ۱۱۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، مسائل شتى، مطلب: اقتسموا داراً وأراد كل منهم فتح باب لهم: ۶/۷۴۹، سعيد)

(۲) "تنبيه: حاصل هذه المسألة أن المسمى إذا كان من غير النقود بأن كان عرضاً أو حيواناً، إما أن =

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا کہ تمہارا علاج تمہارے مہر کے روپیہ سے کردوں، اور اس نے اجازت دیدی تب تو مہر صورتِ مسئولہ میں شوہر کے ذمہ باقی نہیں رہا، ورنہ جتنا روپیہ خرچ کیا وہ تبرع اور احسان تھا جو اب مہر میں محسوب نہ ہوگا۔ "كما لا يلزمها مداواتها اهـ: أي إتيانه لها بدواء المرض و لا أجرة الطبيب و لا الفصد، اهـ". رد المحتار: ۳/ ۵۷۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوجہ اگر مہر وصول نہ کرے تو زوج کس طرح ادا کرے

سوال[۵۹۲۲]: مسماۃ ہندہ کو طلاق لئے ہوئے دو برس ہوچکے ہیں، دینِ مہر شدہ ہنوز ہے اور نہ ہی صاف الفاظ میں منع کرتی ہے، بلکہ یہ کہہ دیتی ہے کہ میں اپنا بدلہ آخرت میں لوں گی۔ زید دینِ مہر سے اپنی زندگی میں سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور ہندہ سے بار بار لجاجت کرتا ہے کہ کسی طرح وہ اپنا قرض وصول کرلے۔ چنانچہ بذریعہ ڈاک بیمہ رقم دینِ مہر زید نے ہندہ کو پہونچادی، مگر ہندہ نے اپنی کسی مصلحت کی بناء پر رقم ارسال کردہ بیمہ واپس کردی کہ مجھے تمہارے اس روپے کی ضرورت نہیں، میں اپنا بدلہ خدا کے یہاں آخرت میں لوں گی۔ اس اثناء میں زید نے مصالحت کرنے کی کئی ایک بار کوشش کی مگر مسماۃ ہندہ کے عزیز و اقرباء نے مزاحمت کی اور زید کو مالی و جسمانی نقصان پہونچانے کے درپے ہوگئے۔

ہندہ کا اپنا قرض دنیا میں وصول نہ کرنا حالانکہ زید نے بذریعہ ڈاک رقم دینِ مہر ہندہ کو پہونچادی، مگر اس نے واپس کردی اور قرض خواہ کا یہ کہنا کہ میں تو آخرت میں بدلہ لوں گی شرع شریف میں اس کا کیا حکم ہے؟ اگر مقروض رقم دینِ مہر عند الطلب ادا کرنے سے انکار کرتا تو وہ قصوروار تھا اور قرض خواہ یہ کہنے کی حقدار تھی کہ میں آخرت میں بدلہ لوں گی، لیکن یہاں تو معاملہ برعکس ہے، ہندہ کے بغیر طلب کے زید کے ذمہ رقم مہر جائز طریقے

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/ ۵۷۵، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول: ۱/ ۵۴۹، رشیدیہ)

مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہوگا یا نہیں؟

سوال[۵۹۲۳]: قمرالدین کے یہاں ایک لڑکا دوسری لڑکی تھی لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامان جہیز دے کر رخصت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمرالدین نے کی تھی بچپن میں ہی عمر کی بیوی کا انتقال ہوا، قمرالدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا، اس بیوی کے دو بچے پیدا ہوئے لڑکی کا انتقال ہوگیا لڑکا حیات ہے، لیکن چار سال کا تھا کہ اس کے والد محمد عمر کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اس کی پھوپھی سامان کے لڑکے اصغر کو اپنے گھر لے گئی اور پرورش کرنے پر اپنی پوتی سے نکاح کردیا اور پانچ چھ سال تک نکاح میں رہی۔

اس کے بعد لڑکی کے باپ نے کچھ تہمت یا الزامات لگا کر لڑکی کو آزاد یا طلاق حاصل کرلی ہے۔ لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ جو مہر بندھی تھی وہ لڑکی کے سامنے رکھا تو لڑکی نے بخوشی واپس کر کے معاف کردیا۔ اور اب رہا سامان و مکانات کا معاملہ یہ ہے کہ قمرالدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی، لیکن حیات اصغر کو پھوپھی صاحبہ تمام سامان گھر کا لے کر اپنے سسرال چلی گئی اور مکان مسجد کو دیدیا، جبکہ اصغر جوان ہوگیا تھا اور اس شرط پر دیا کہ میراثی ہے تم بھی اپنا حق دو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حق دار ہے یا نہیں؟ اگر حق دار ہے تو وہ اپنا سامان پھوپھی سے لے سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا پھوپھی کو بھی کوئی حق پہنچے گا یا نہیں؟ اگر پہنچے تو اس کا طریقہ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لیے بیوی کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے بخوشی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا، وہ دونوں کو اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہوگیا(۱)۔ قمرالدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا محمد عمر دونوں وارث ہیں

---

(۱) "التخلية رفع الموانع على وضع المال بين يدي المولى بحيث لو مد يده أخذه، فحينئذ يحكم القاضي بأنه قبضه. وكذا في ثمن المبيع وبدل الإجارة وسائر الحقوق". (رد المحتار، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۳/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۴/۴۴۲، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب العتق على جعل: ۲/۳۰۷، دار المعرفة بيروت)

لڑکی کا اکہرا حصہ ہے اور لڑکے محمد عمر کا دوہرا حصہ ہے، محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (اصغر) لڑکی دونوں وارث ہیں (۱)۔ پھوپھی کو قمرالدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا، وہ اس میں حق دار نہیں اگرچہ اپنے والد کے ترکہ میں حق دار رہے (۲)۔ پھوپھی صاحبہ نے بچے کی پرورش کی، بہت اچھا کیا، ان کو اجر ملے گا، لیکن قمرالدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کسی چیز میں بھی ان کو تصرف مالکانہ کرنے کا حق نہیں (۳)، محض ان کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا، ہاں! اگر اصغر نے بالغ ہونے کے بعد خوشی سے مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہو گیا۔

اصغر کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لے لے، مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے ان کی پرورش کی، شادی کی، اس لئے ان کے احسان کو فراموش نہیں کرنا چاہئے (۴)، ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے، اور اپنی وسعت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے، ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۹ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (النساء: ۱۱)

"وأما بنات الصلب فأحوال ثلاث ... ومع الابن للذکر مثل حظ الأنثیین، وهو یعصبهن". (السراجی، ص: ۷، سعید)

(۲) "وذوو الأرحام أصناف أربعة ... والصنف الرابع ینتمی إلی جدی المیت أو جدتیه، وهم العمات والأعمام لأم ... الخ". (السراجی، ص: ۳۸، سعید)

"ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة وإجماع الأمة، فیبدأ بأصحاب الفرائض، وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب اللہ تعالیٰ، ثم العصبات ... ثم ذوی الأرحام". (السراجی، ص: ۳، سعید)

(۳) "لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه". (الدر المختار، کتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعید)

(وکذا فی شرح المجلة، (المادة: ۹۶): ۱/۶۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۴) قال اللہ تعالیٰ: ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ (الرحمن: ۶۰)

بدلِ مہر دینے کے بعد زوجہ کا حق باقی ہے یا نہیں؟

سوال [۵۹۲۰]: نور خان نے اپنی عورت نذیرن کو کسی وجہ سے برادری کے پانچ آدمیوں کے سامنے شریعت کے مطابق چھ سال پہلے طلاق دے چکا ہے اور مہر ساڑھے بتیس روپے کا تھا، بتیس روپے کے بجائے اس نے مہر میں ۸۵/ روپے چاندی کا زیور ادا کر دیا تھا، اب میرے خلاف خرچہ بندھوانے کے لئے چھ سال کے بعد عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ آپ حضرات سے میری گذارش ہے کہ شریعت کے مطابق مجھے خرچ دینے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر شریعت کے مطابق مجھے خرچہ دینے کا حق نہیں ہے تو آپ کے یہاں کی سند کی ضرورت ہے۔ فتویٰ بھیجنے کی جلدی سے مہربانی کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ آپ نے مہر کے عوض ۸۵/ روپے چاندی کا زیور دیا اور اس نے قبول کر لیا تو آپ بری الذمہ ہو گئے، اب آپ پر دعویٰ کرنا غلط ہے، آپ کے ذمہ کچھ لازم نہیں (۱)۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے جو پونے تین تولے کے قریب ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۳۹۶ھ۔

بیوی سامان لے کر چلی گئی تو کیا مہر ادا ہوا؟

سوال [۵۹۲۱]: میری بیوی کو اس کا بھائی کھا کر کیم جولائی ۱۹۶۹ء کو میری عدم موجودگی میں میری اجازت کے بغیر گھر سے لے گیا، یہ دونوں اپنے ہمراہ سولہ سو روپے کے زیورات اور سو روپے نقد

---

(۱) "ومن بعث إلی امرأتہ شیئاً فقالت: ہو ہدیۃ، وقال: ہو من المہر، فالقول لہ في غیر المہیأ للأکل".

(کنز الدقائق، کتاب النکاح، باب المہر، ص: ۱۰۷، رشیدیہ)

(وکذا في النہر الفائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/۲۳۳، ۲۳۴، رشیدیہ)

(۲) "عن جابر رضي اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "ولا مہر أقل من عشرۃ". (إعلاء السنن، باب: لا مہر أقل من عشرۃ: ۱۱/۸۱، إدارۃ القرآن کراچي)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریۃ، الباب السابع في المہر، الباب الأول: ۱/۳۰۲، رشیدیہ)

(وکذا في الدر المختار، باب المہر: ۳/۱۰۱، سعید)

گھڑی اور پانچ صد روپے نقد سے مانگے، ہم لوگوں نے بعد جب میں بیوی کو لینے گیا اور خسر وغیرہ نے بھیجنے کی بابت بات ہوئی تو انہوں نے صاف انکار کردیا کہ ان کی نیت ان سے چیزوں کو رکھنے کی تھی علاوہ ساتھ ہی مہر جو کہ معجل ہے ان کے وصول کی فکر ہے، جب کہ میری طرف سے نان ونفقہ ودیگر ضروریات زندگی کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔

اس حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اور اگر بذریعہ عدالت مہر کا مطالبہ ہو تو مجھے دینا واجب ہے کہ نہیں جب کہ مہر کی مقدار آٹھ ہزار روپیہ ہے۔ اور فی الحال میری استطاعت سے باہر ہے، اور شادی کے بعد سے اب تک میری بیوی نے [illegible] کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر معجل وصول کرنے کا اس کو حق ہے، آپ کی جو چیز مثلاً گھڑی زیور وغیرہ اور نقد اس نے بغیر آپ کی اجازت کے لیے ہیں آپ اس سے واپس لے سکتے ہیں اور مہر میں محسوب کرسکتے ہیں۔ آپ اس کو سمجھا کر زوجیت اور کیفیت سے اپنے مکان پر بلالیں، حسن سلوک کا معاملہ کریں تو انشاء اللہ حالات میں تغیر پیدا ہوگا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۹ھ۔

مہر سے والد کے قرض میں وصول کرنا

سوال [۱۰۰۵]: ہمارے ہاں کی بات چیت کے وقت لڑکی کے والد نے چار سو پچاس روپے بطور قرض لیے تھے، اب وہ روپے مہر میں کی شکل سے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ مہر معجل ایک ہزار روپے ہے۔

---

(۱) "فلم يبق لها إلا المعجل كله، فكما شرط، لأن الصريح يفوق الدلالة، إلا إذا جهل الأجل جهالة فاحشة فيجب حالاً". غاية. (رد المحتار، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۴، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۱۵، ۳۱۶، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کے والد نے جو روپیہ لڑکے سے قرض لیا ہے اس کو مہر میں شمار کر لینا درست ہے جب کہ اس پر لڑکی راضی ہو کہ شوہر کو مہر سے بری کرتی ہے اور مہر اپنے والد سے وصول کرے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۲۳ھ۔

☆ ناقابلِ جماع عورت کا نکاح ومہر

سوال[۵۰۲۷]: زید نے ایک عورت سے شادی کی، اس عورت کو جب اپنے گھر لایا تو اس میں کوئی علامت عورت ہونے کی نہیں پائی یعنی پستان بالکل نہیں، ایام ماہواری بیس سال کی عمر تک نہیں ہوئے، جائے مخصوص اس طریق پر واقع ہوئی ہے: "○" جس سے مجامعت نہیں ہوسکتی اور اس مقام پر ہڈی ہے، جو قابلِ آپریشن نہیں ہے۔ اب اس عورت کے والدین اس عورت کا علاج کر رہے ہیں اور اس کی کوشش ہے کہ جائے مخصوص صحبت کے قابل ہو جائے، مگر عرصہ دو سال گزر گیا آرام نہیں ہوا۔

پھر اگر جائے مخصوص قابلِ جماع ہو جائے تو مجامعت جائز ہوگی؟ جب کہ ڈاکٹرنی کہتی ہے کہ اس سے اولاد نہ ہوگی۔ جائے مخصوص میں چونکہ دوا کا استعمال ہو رہا ہے، اس کی رگڑ سے کچھ خون آجاتا ہے جس کا کوئی وقت معین نہیں، کیا وہ خون ایام ماہواری میں شمار ہو سکتا ہے اور اس صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے اور ایسی جگہ مرد اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے؟ اور اس صورت میں عقد جائز ہے یا نہیں اور مہر کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اگر معالجہ کے بعد وہ عورت مرد کی مجامعت کے قابل ہو جائے تو مرد کو اس سے صحبت درست ہوگی، اولاد ہونے کی توقع ہو یا نہ ہو۔ نکاح کی غایت جیسے توالد وتناسل ہے اسی طرح حرام سے بچنا اور عفت سے رہنا بھی ہے۔ اور اس وقت بھی مہر پورا واجب ہوگا اور جو خون آتا ہے، اگر وہ دوا یا رگڑ وغیرہ کی

---

(۱) "وإذا زوّج ابنه الصغير امرأةً وضمن عنه المهر، وكان ذلك في صحته، جاز إذا قبلت المرأة الضمان ...... ثم للمرأة أن تطالب الولي بالمهر، وليس لها أن تطالب الزوج". الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الرابع عشر في ضمان المهر: ۱/۳۲۲، رشيديه)

وجہ سے آتا ہے تو اس کو حیض نہیں کہا جائے گا اور اگر بلا کسی بیماری کے آتا ہے اور اقل مدت حیض تک پہونچ جاتا ہے تو اس کو حیض کہا جائے گا۔ اور جب تک صاحب کے بعد صحبت کے قابل نہ ہو تو اس کے ساتھ تنہائی خلوت صحیحہ شمار نہ ہوگی لہٰذا اگر ایسی حالت میں مرد طلاق دے گا تو پورا مہر واجب نہ ہوگا، بلکہ نصف مہر واجب ہوگا:

"ویجب نصفہ (أی نصف المھر) بطلاق قبل وطئ أو خلوۃ". درمختار: ۲/۵۱۶(۱)۔ "ومن الموانع لصحۃ الخلوۃ أن تکون المرأۃ رتقاء أو قرناء أو عفلاء أو شعراء، کذا فی التبیین". فتاوی عالمگیری: ۲/۳۱۵(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۹/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/۱/۵۴ھ۔

خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر وغیرہ

سوال [۵۹۲۸]: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا دونوں میں تنہائی یعنی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ طلاق کی نوبت آگئی۔ کیا پورا مہر لینے کی حق دار ہے؟ اور زید نے بوقت نکاح جو زیور دیئے تھے، اس کی واپسی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا(۳)، جو زیور وغیرہ شوہر کی طرف سے بیوی کو تملیکاً دیا گیا ہے یا

---

(۱) (الدر المختار، باب المہر: ۳/۱۰۳، سعید)

(وکذا فی ملتقی الأبحر علی ہامش مجمع الأنہر، باب المہر: ۱/۳۴۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الہدایۃ، باب المہر: ۲/۳۲۶، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) (الفتاوی العالمکیریۃ، الباب السابع فی المہر، الفصل الثانی: ۱/۳۰۵، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب المہر: ۲/۵۶۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۳/۲۶۷، رشیدیہ)

(۳) "ویلزم نصفہ أی المسمی بالطلاق قبل الدخول وقبل الخلوۃ الصحیحۃ". (مجمع الأنہر، باب المہر: ۱/۳۴۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الہدایۃ، باب المہر: ۲/۳۲۴، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(وکذا فی الدر المختار، باب المہر: ۳/۱۰۴، سعید)

لڑکے کے والدین نے جو کچھ بہو کو تملیکاً دیا ہے اس کی واپسی نہیں ہوگی، بلکہ جو کچھ جس کو دیا گیا ہے اسی کا ہوگا۔ لڑکی کے والدین نے جو کچھ سامان اپنی لڑکی کو دیا ہے وہ لڑکی کا ہے، شوہر اس کو لینے کا حقدار نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/ ۸۷ھ۔

رتقاء اور عنین کی خلوت سے وجوبِ مہر کا حکم

سوال[۵۱۲۶]: ۱... ہندہ کی عمر ۲۲/ سال ہے، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ خلوت کے قابل نہیں، شرمگاہ بند ہے، بغیر آپریشن کے قابلِ جماع نہیں، ایسی صورت میں شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا یا پورا؟

۲... ان کا نفقہ کس پر واجب ہوگا؟

۳... اگر شوہر ہی قابلِ جماع نہ ہو تو پھر نفقہ کس پر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... اگر شرمگاہ کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ اس میں جماع نہیں کیا جاسکتا، خواہ ہڈی کی وجہ سے یا غدود کی وجہ سے، تو ایسی عورت کے ساتھ خلوت کرنے سے پورا مہر لازم نہیں ہوگا، بلکہ نصف مہر لازم ہوگا (۲)۔

---

(۱) "لو جهز ابنته وسلمه إليها ليس له في الاستحسان استرداده منها، وعليه الفتوى ... ولو بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه، أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في الفصول العمادية". (الفتاوى العالمكيرية، باب المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، باب المهر، نوع منه: اختلاف الزوجين في المهر: ۳/۱۲۹، رقم: ۵۱۲۰، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة الخ". (الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۴، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/۳۴۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۲۵۳، رشيدية)

الفتاوی العالمکیریۃ، ص: ۴۰۱ (۱) ردالمحتار: ۲/ ۵۶۱ (۲)۔

اگر عورت کہتی ہے کہ مہر میں معاف کرچکی ہوں یا اس پر گواہ موجود ہوں تو ایک ہی ہو تو وہ مہر دیانۃً معاف ہوگیا اور قضاءً معاف ہونے کے لئے عورت کا اقرار، یا دو عادل مرد، یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں گواہ ضروری ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۲/۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ ذی الحجہ/۵۳ھ۔

نکاح اور مہر سے متعلق آٹھ سوالات

چار ماہ کی حاملہ سے عقدِ نکاح

سوال [۵۱۳۱]: زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہوا، عقد کے دو ماہ بعد معلوم ہوا کہ نجمہ حاملہ ہے، نیز یہ

---

(۱) "وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك .... جهز زوجها ثم زعم أن الذي دفعه إليها ماله، وكان على وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكي جهزتني به، أو قال الزوج ذلك بعد موتها .... وقال في الواقعات إن كان العرف ظاهراً بمثله في الجهاز كما في ديارنا فالقول قول الزوج، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/ ۳۲۷، رشيديه)

(۲) "ولو بعث إلى امرأته شيئاً ولم يذكر جهته عند الدفع غير جهة المهر كقوله: لشمع أو حناء، ثم قال: إنه من المهر، لم يقبل، قنية، لوقوعه هدية، فلا ينقلب مهراً (فقالت: هو) أي المبعوث (هدية، وقال: هو من المهر) أو من الكسوة أو عارية، (فالقول له) بيمينه، الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۳/ ۱۵۱، سعيد)

(وكذا في الهداية، باب المهر: ۲/ ۳۳۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب المهر: ۳/ ۳۷۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصية". (الهداية، كتاب الشهادات: ۳/ ۱۵۲، ۱۵۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/ ۱۰۳، رشيديه)

ڈاکٹر کے معائنہ سے بھی یہ ثابت ہوگیا۔ اس وقت نجمہ کو چھ ماہ کا حمل ہے، یعنی بوقتِ عقد نجمہ کو چار ماہ کا حمل تھا۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (کامل) کتب خانہ امدادیہ دیوبند، حصہ سوم وچہارم کے کتاب النکاح، فصل فی المحرمات (۱)، امداد المفتیین، ص: ۱۲۸، سوال نمبر: ۳۳۳، ۳۴۷ (۲) کے مطابق زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہوگیا، لیکن زید کو نجمہ سے وضعِ حمل تک وطی نہ کرنی چاہیے۔ لہٰذا دریافت طلب امور یہ ہیں:

حاملہ منکوحہ سے وطی اور مہر

سوال[۵۴۲۲]: ۱- زید نے اس بات کے ظاہر ہونے سے قبل نجمہ سے وطی کی اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس بات کے ظاہر ہونے کے بعد بھی وطی کی، اب اس کا کیا حکم ہے؟

سوال[۵۴۲۳]: ۲- زید نجمہ کو اپنے نکاح میں نہیں رکھنا چاہتا ہے، کیا اس صورت میں مہر ہوگا، جب کہ نجمہ کے حاملہ ہوتے ہوئے یہ نکاح پڑھایا گیا؟

مہر قسطوار بھی دیا جاسکتا ہے

سوال[۵۴۲۴]: ۳- مہر چار ہزار روپیہ مقرر کیا گیا تھا، اس وقت زید کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ایک مشت ادا کرسکے، اس کے لئے کیا جائز ہے؟

جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں

سوال[۵۴۲۵]: ۴- عقد میں کپڑے، زیورات اور دوسرے اخراجات جو نجمہ کے والدین کے

---

(۱) "حاملہ من الزنا کا نکاح درست ہے، خواہ اسی سے ہو جس کا حمل ہے یا دوسرے شخص سے، لیکن اگر دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہوگا، لیکن جب تک وضعِ حمل نہ ہو صحبت و جماع کرنا درست نہیں۔ فقط"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب النکاح، تیسرا باب، عنوان: حاملہ سے نکاح کرنا درست ہے خواہ حمل دوسرے کا ہو: ۷/۱۴۲، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "حاملہ من الزنا کا نکاح بحالتِ حمل جائز ہے اور جس کا حمل ہے اگر نکاح اسی سے ہوا ہے تو اس کو وضعِ حمل سے پہلے وطی کرنا بھی جائز ہے، البتہ اگر زانی کے سوا کسی دوسرے سے نکاح ہوا ہے تو مرد کو تا وضعِ حمل وطی کرنا جائز نہیں، درمختار میں ہے: "وصح نكاح حبلى من زناء الخ. وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع لئلا يسقي ماءه زرع غيره (فروع) لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً"۔ (واللہ اعلم) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتیین، کتاب النکاح، فصل فی الأنكحة الصحيحة والفاسدة، حاملہ من الزنا کا نکاح، ص: ۳۳۶، دار الاشاعت کراچی)

معاہدہ کے مطابق زید نے دیئے تھے، اس کے متعلق اب کیا حکم ہے، جب کہ اس وقت ہندہ کے والدین کو غلطی کی وجہ سے یہ پریشانی اور ذلت اٹھانی پڑی ہے؟

منکوحہ کے غیر سے حمل کا علم ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوا

سوال[۵۹۳۶]: ۵.....کیا اب یہ نکاح فسخ ہوگیا؟

حبلیٰ مزنیہ کو طلاق

سوال[۵۹۳۷]: ۶.....کیا وضع حمل سے قبل زید ہندہ کو تین طلاق دے سکتا ہے؟ کتاب نور الہدایہ یعنی ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد نمبر ۲ مطبوعہ جدید کانپور کے بعد کتاب النکاح میں: ۸ پر تحریر ہے کہ (ص) "اور جائز ہے نکاح اس عورت سے جو حاملہ ہوئی زنا سے (ف) اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح فاسد ہے اور یہ اختلاف اس میں ہے کہ نکاح کرے اس سے غیر زانی اور جو زانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔"

مزنیہ حاملہ کو طلاق کے بعد کیا مہر کا حق ہے؟

سوال[۵۹۳۸]: ۷.....شرح وقایہ کی مندرجہ بالا عبارت کے پیش نظر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کیا حکم ہے؟

۸.....اگر نکاح فاسد ہے تو مہر کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....زید توبہ واستغفار کرے(۱)۔

---

(۱) حمل من الغیر ہونے کی صورت میں وضع حمل تک وطی درست نہیں، جب وطی کر لی تو ارتکاب معصیت کی وجہ سے توبہ واستغفار ضروری ہے: "واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصي واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً الخ" (شرح النووي علی الصحیح لمسلم: کتاب التوبة ۲/۳۵۴، قدیمي)

(وکذا في روح المعاني تحت آیة: ﴿یا أیها الذین آمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾ ۲۸/۱۵۹، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

کرچکا ہے اس کو بھی واپس نہیں لے سکتا(۱)۔

۵... سوال میں درج کردہ حالات سے نکاح فسخ نہیں ہوا(۲)۔

۶... طلاق دے گا تو واقع ہوجائے گی(۳)۔

۷... نورالہدایہ ترجمہ شرح وقایہ سے جو مسئلہ ہدایہ کے حوالہ سے تحریر کردہ ہے آپ نے نقل کیا وہ صحیح ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ آپ نے خود بھی نقل کیا ہے۔ اس اختلاف کے باوجود بیوی بھی سب کے نزدیک نفقہ کی مستحق ہے جب کہ شوہر اس سے وطی کرچکا ہے، اور اس کے حمل کا حال معلوم ہونے کے بعد بھی وطی کرچکا ہے اور مہر

---

(۱) "وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في الفصول العمادية". (الفتاوى العالمكيرية: الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيديه)

(۲) نکاح دو وجوہ سے فسخ نہیں ہوا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ حبلی من الزنا سے نکاح درست ہے اگرچہ وضع حمل تک اس سے وطی درست نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نکاح لفظ مخصوص (طلاق وغیرہ) کے ساتھ ختم ہوتا ہے: "وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع". (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۹، ۵۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"الطلاق ... رفع قيد النكاح ... بلفظ مخصوص". (الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/۳۴۸، رشيديه)

(۳) "وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع الدر المختار: ۳/۲۳۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۱۸۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

بھی لازم ہے۔ نکاح فاسد میں وطی سے پہلے حکم مرتب نہیں ہوتا، وطی کے بعد اس پر نکاح کا وہی حکم مرتب ہوتا ہے جو نکاح صحیح پر مرتب ہوتا ہے، یعنی مہر لازم ہوتا ہے(۱)، بیوی کا نفقہ اور سکنی واجب ہوتا ہے(۲)، اولاد و[illegible]

---

(۱) "ويجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود بالوطء في القبل". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

"وإذا فرق القاضي بين الزوجين في النكاح الفاسد قبل الدخول فلا مهر لها ... فإن دخل بها فلها مهر مثلها ولا يزاد على المسمى عندنا". (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۴۳، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

"إذا وقع النكاح فاسداً فرق القاضي بين الزوج والمرأة ... وإن كان قد دخل بها فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۳۰، الباب الثامن في النكاح الفاسد، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع الدر المختار: ۳/۱۳۱، باب المهر، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/[illegible]، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "مصنف علام کو نکاح فاسد میں نفقہ اور سکنی واجب قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ تقریباً کتب متداولہ میں نکاح فاسد میں نفقہ اور سکنی کے وجوب کی نفی کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"قال: ولا نفقة في النكاح الفاسد ولا في العدة منه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۴۷، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، رشيديه)

"وعدة الوفاة لا تجب في النكاح الفاسد، ولا نفقة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۳۰، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه، رشيديه)

"فتجب (النفقة) للزوجة بنكاح صحيح". (الدر المختار). "(قوله: بنكاح صحيح) فلا نفقة على مسلم في نكاح فاسد، لانعدام سبب الوجوب، وهو حق الحبس الثابت للزوج عليها بالنكاح، وكذا في عدته". (رد المحتار، باب النفقات، مطلب: اللفظ جامد ومشتق، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۱۹۰، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچي)

"وأجمعوا أن في النكاح بغير شهود تستحق النفقة، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية: ۔

ہونے پر نسب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے اندر تصریح ہے (۱) لہٰذا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر (فتویٰ ہونے کے باوجود) زید کے لئے یہ سہولت نہیں کہ مہر ساقط ہو جائے (۲)۔

۸... وطی کرنے کی وجہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مہر لازم ہوگا، اتنی بات ضروری ہے کہ اگر مہر مثل اس کا چار ہزار سے کم ہے تو چار ہزار لازم نہیں ہوگا، بلکہ مہر مثل لازم ہوگا۔ اگر مہر مثل چار ہزار یا اس سے زیادہ ہے تو چار ہزار لازم ہوگا، چونکہ فتویٰ اس قول پر نہیں اس لئے اس قول سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں، پورے مہر کی ادائیگی لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں نکاح فاسد کے احکام مذکور ہیں (۳)۔

= كتاب الطلاق، الباب السابع في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوج: ۱/۵۴۷، رشيديه)

(۱) "ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

"الظاهر أنهما لا يتحدان، وأن النسب يثبت فيه والعدة إن دخل، بحر". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

"وإذا فرق القاضي بين الزوجين في النكاح الفاسد...... ويثبت نسب ولدها، لأن النسب يحتاط في إثباته إحياءً للولد، فيترتب على الثابت من وجه، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى، وعليه الفتوى". (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۳۲، ۳۳۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "وإذا وقع النكاح فاسداً...... وإن كان قد دخل بها فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها إن كان ثمة مسمى، وإن لم يكن ثمة فلها مهر المثل...... ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى، وعليه الفتوى...... وفي رواية عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: يثبت النسب و يجب المهر والعدة الخ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في النكاح الفاسد: ۳/۶۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وإذا وقع النكاح فاسداً...... وإن كان قد دخل بها فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها إن كان ثمة مسمى، وإن لم يكن ثمة فلها مهر المثل...... ويثبت نسب الولد المولود في النكاح =

تنبیہ: زید کو یہ معلوم ہونے پر کہ بیوی غیر سے حاملہ ہے، اس سے وطی کر چکا ہے اور کوئی کراہت محسوس نہ کی، دونوں کی عزت وشرافت نے اس کو خوشی خوشی گوارا کر لیا تو اب طلاق دے کر کیوں یہ سب پریشانیاں اپنے سر مول لے رہا ہے، کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا۔ اگر نکاح میں آنے کے بعد بھی کسی کی بیوی اپنے جرم کا ارتکاب کرے تب بھی اس کو طلاق دینا واجب نہیں ہے، اگر طلاق دے گا، مہر ساقط نہیں ہوگا، درمختار میں ہے: "لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة"(۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= الفاسد، ويعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى، وعليه الفتوى، وفي رواية عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: يثبت النسب ويجب المهر والعدة. الخ" (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في النكاح الفاسد: ۳/۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في البيع: ۴/۲۰۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات: ۵/۳۷۲، رشيديه)

فصل في الجهاز وأخذ المال بالنكاح

(جہیز اور نکاح پر رقم لینے کا بیان)

جہیز کس کی ملک ہوتا ہے؟

سوال [۵۹۳۱]: زید کے باپ دادا نے زید کی بہن ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد بارات بلا کر بوقت رخصت بکر کو کچھ روپیہ نقد اور کچھ برتن وغیرہ دے دیا۔ اس کے بعد جب ہندہ بکر کے یہاں رہنے لگی تو برتن وغیرہ استعمال میں رکھا۔ عرصہ تقریباً دس سال ہوا کہ ہندہ بکر کے یہاں رہتی رہی، اس درمیان میں ہندہ کے تین بچے پیدا ہوگئے: دو لڑکی ایک لڑکا، جس میں ایک لڑکی کا انتقال ہوگیا۔ اب زید بکر ہندہ میں نااتفاقی ہوگئی، بکر نے ہندہ اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مہر ادا کر دیا اور جو زیور ہندہ کے لئے موجود تھا وہ بھی دے دیا۔ اب زید کہتا ہے کہ جو نقد اور برتن میرے دادا اور والد نے دیا تھا وہ ہندہ کو ملنا چاہیے، حالانکہ زید کے باپ دادا عرصہ ہوا انتقال کر گئے اور برتن وغیرہ بھی ہندہ کے استعمال سے ٹوٹ پھوٹ گئے، روپیہ سامان ضرورت مہیا کرنے میں خرچ ہوگیا اور اسی لیے ملا تھا، بطور امانت نہیں ملا تھا۔

اور ہمارے یہاں بھی رواج ہے کہ مہر اور زیورات دے کر جدا کر دے، کوئی چیز واپس نہیں ملتی۔ اور بکر کہتا ہے کہ سب چیزیں مجھ کو تملیکاً ملی تھیں، واپس کرنے کی ضرورت نہیں اور استدلال کرتا ہے، شامی: ۲/ ۳۶۷ کی عبارت: "والمعتمد البناء على العرف"(۱) سے۔ اور زید کہتا ہے کہ تمام چیزیں ہندہ کی ملک ہیں اور دلیل میں یہ بھی شامی کی: ۲/ ۳۶۸ کی عبارت کی پیش کرتا ہے: "إن الجهاز للمرأة، إذا طلقها تأخذه كله، وإذا ماتت يورث عنها"(۲)۔ ان میں کس کا قول درست ہے۔ بینوا توجروا۔

محمد یٰسین، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/ ۱۵۷، سعيد)

(۲) (رد المحتار، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/ ۱۵۸، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ چیز دیتے وقت زید کے باپ دادا نے تصریح کردی تھی کہ یہ بطور تملیک نہیں بلکہ عاریت ہے اور پھر واپس لے لوں گا، جب تو یقیناً بکر اس کا مالک نہیں ہے، نہ ہندہ مالک ہے، بلکہ وہ دینے والے کی ملک ہے، اس کے مرجانے کے بعد قاعدہ اس میں میراث جاری ہوگی۔ اور اگر دیتے وقت ملک کی تصریح کردی تھی تو جس کی ملک کی تصریح کی تھی بکر کی یا ہندہ کی تو اس کی ملک ہے، کسی اور کو مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ اگر کسی چیز کی تصریح نہیں کی تو پھر عرف پر مدار ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر عورت کا باپ شرفاء میں سے ہے تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے جہیز تملیکاً نہیں دیا بلکہ عاریۃً دیا ہے شرعاً معتبر نہیں: "واستحسن في النهر تبعاً لقاضي خان أن الأب إن كان من الأشراف لم يقبل قوله إنه عارية اهـ". درمختار (۱)۔

"رجل جهز ابنته بماله فوجه بنته مع الجهاز إلى زوجها، ثم ماتت الابنة، فادعى الأب أنه كان عارية (والزوج يدعي التمليك) حتى اختلفوا فيه، فقال بعضهم: القول قول الأب؛ لأنه هو الدافع والمملك ..... وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل: إن كان الأب من الكرام والأشراف، لا يقبل قول الأب؛ لأن مثله يأنف من الإعارة، وإن كان من أوساط الناس، يكون القول قول الأب؛ لأنه هو الدافع، وليس بمكذب فيما قال من حيث الظاهر، كذا في فتاوى قاضي خان اهـ". عالمگیری (۲)۔

شامی کی عبارت: "إن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كله اهـ". (۳) درحقیقت اس امر

(۱) (الدر المختار، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۷، سعید)
(وکذا في النهر الفائق، باب المهر: ۲/۲۹۵، إمدادیہ ملتان)
(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۳، رشیدیہ)
(وکذا في فتاوى قاضي خان، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده والهبة للصغير: ۳/۲۸۰، رشیدیہ)
(وکذا في الدر المختار، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۶، ۱۵۷، سعید)
(وکذا في فتح القدير، باب المهر: ۳/۳۸۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)
(وکذا في تبيين الحقائق، باب المهر: ۲/۵۸۲، ۵۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)
(۳) (رد المحتار، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۸، سعید)

کے لئے ہے کہ جب باپ نے اپنی لڑکی کو بلا جہیز رخصت کردیا تو زوج کو اس کے باپ سے شرعاً مطالبہ کا حق حاصل ہے، لیکن "بزازیہ" میں تصریح کی ہے کہ باپ سے مطالبہ کا حق حاصل نہیں، کیوں کہ نکاح میں مال مقصود نہیں ہوتا، دیکھو اگر شوہر طلاق دے تو عورت کل جہیز لے لیتی ہے، شوہر کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا اور شوہر مہر کی زیادتی یا نقص یا نکاح جہیز کی وجہ سے کرتا ہی نہیں، پھر اس کو جہیز کے مطالبہ کا حق کیوں کر حاصل ہے(۱)، اس میں اس کی بحث ہی نہیں کہ وہ جہیز باپ کی ملک ہوتا ہے یا عورت کی ملک۔ اور صورت مسئولہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ روپیہ وغیرہ بطور جہیز نہ دیا ہو بلکہ زید کے باپ دادا نے بکر ہی کو دیا ہو، اور اس صورت میں اقرب واظہر یہ ہے کہ تملیکاً ہی دیا ہوگا، نیز روپیہ میں عاریت کہنا تو بہت دشوار ہے، البتہ قرض ہوسکتا ہے مگر موقوف ہے ثبوت پر۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/شوال/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/۱۰/ ۵۸ھ۔

جہیز کی نمائش

سوال [۵۱۲۰]: موجودہ دور میں جبکہ بدنیتی، بے ایمانی عام ہے، اگر سامان جہیز دولہا کے عزہ واقارب اور بستی کے ثقہ لوگوں کو دکھایا جائے تو کیا حرج ہے، تاکہ وقت ضرورت شہادت دے سکیں، یا سامان رکھ کر دکھا کر فہرست بنا کر اس پر لڑکے کے دستخط لے لئے جائیں، تاکہ طلاق یا نزاع کے وقت وہ لڑکی کے لئے ڈھال بن سکے؟ یا آپ کوئی اور حل پیش فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان افسوسناک حالات میں چھپا ہے کہ جہیز لانے اور دکھانے کی ضرورت نہیں، فہرست مرتب کرکے خاندان کے بااثر حضرات کے دستخط کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/ ۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) "وقال الإمام المرغيناني: الصحيح أنه لا يرجع على أب المرأة بشيء، لأن المال في النكاح غير مقصود". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/ ۳۲۷، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب المهر: ۲/ ۲۱۵، إمداديه ملتان)

۳..... وہ بھی واپس لینے کا حق نہیں۔

۴..... عدت شوہر کے مکان پر ہوئی تو یہ اخراجات خود ہی شوہر دیتا، اب اس کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا(۱)۔

۵..... لڑکی بالغ ہونے تک والدہ کے پاس رہے گی جب کہ والدہ کسی غیر جگہ اپنا نکاح نہ کرے(۲)۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن وأحصوا العدة واتقوا الله ربكم، لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة، وتلك حدود الله، ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه، لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك أمراً﴾. (سورة الطلاق: ۱)

"قال: النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة، إذا سلمت نفسها إلى منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها". (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/ ۴۳۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

"وإذا طلق الرجل امرأته، فلها النفقة والسكنى في عدتها، رجعياً كان أو بائناً". (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/ ۴۴۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

"قال محمد رحمه الله تعالى: المعتدة إذا وجبت لها النفقة كانت لها في العدة بمنزلة الزوجة التي لم تطلق، فما يجب للزوجة التي لم تطلق من النفقة، فكذلك للمعتدة ما دامت في العدة ..... أو حبست المعتدة في الدين، أو خرجت للحج؛ لأنه لما فاتت حقيقة الاحتباس لهذه الأسباب، فإن منفعته عائدة إلى الزوج، فلا يستحق النفقة". (المحيط البرهاني، كتاب النفقات، الفصل الثاني في نفقة المطلقات، النوع الثاني في الأسباب المسقطة لهذه النفقة: ۳/ ۱۰۹، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والوالدات يرضعن أولادهن﴾ وهذا يدل على أن الولد، وإن فطم فالأم أحق بحضانته، لفضل حنوها وشفقتها، وإنما تكون أحق بالحضانة إذا لم تتزوج على ما يأتي". (أحكام القرآن للقرطبي، سورة البقرة: ۳/ ۱۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"(ومن نكحت غير محرم سقط حقها) أي غير ذي محرم من الصغير كالأم إذا تزوجت بأجنبي منه، لقوله عليه السلام: "أنت أحق به ما لم تتزوجي"، لأن زوج الأم إذا كان أجنبياً يعطيه نزراً وينظر إليه شزراً، فلا نظر له". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/ ۲۸۵، رشيديه)

"وأما الجارية: فهي أحق بها حتى تحيض ..... فتترك في يد الأم بل تمس الحاجة إلى الترك في يدها إلى وقت البلوغ لحاجتها إلى تعلم آداب النساء والتخلق بأخلاقهن وخدمة البيت، —

اور خرچہ حسبِ حیثیت والد کے ذمہ ہے(۱)۔ وہ وصول کرنے کا کوئی معاوضہ نہیں، الا یہ کہ مستقل معاوضہ طے کرلیا جائے۔

۶، ۷، ۸.... ان میں سے کوئی چیز واپس لینے کا حق نہیں۔

۹، ۱۰.... اگر وہ آپ کی ملک کردیئے تھے تو آپ سے زبردستی چھین لینے کا حق نہیں رہا تھا۔

۱۱.... نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۱۳۸۶ھ۔

وقتِ رخصتی جو کچھ شوہر سے خرچ کرایا گیا اس کی واپسی

سوال[۵۹۰۲]: زید نے اپنی عورت کو طلاق اس شرط پر دیا ہے کہ جو روپیہ عورت کے باپ نے بطور رشوت لیا ہے اور جو اس کا خرچ موقع نکاح پر ہوا ہے وہ تمام وصول کرے اور ساتھ لڑکا بھی اس کو مل جائے۔ یہ اس کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ ۸/ربیع الثانی/۹۳ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روپیہ بطور رشوت عورت کے باپ نے شوہر سے لیا ہے اس کی واپسی بہرصورت واجب ہے(۲)

= ولا يحصل ذلك إلا وأن تكون عند الأم، ثم بعد ما حاضت أو بلغت عند الأم صارت مشتهاة، فتقع الحاجة إلى حمايتها وصيانتها وحفظها عمن يطمع فيها؛ لكونها لحماً على وضم، فلا بد ممن يذب عنها، والرجال على ذلك أقدر". (بدائع الصنائع، كتاب الحضانة، فصل في وقت الحضانة من قبل النساء: ۵/ ۲۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "الحضانة .... تلزم أي لأم الصغير ما لم يستغن، ونفقتها على الأب حياً وعلى ذي رحم الصغير على قدر الإرث ميتاً". (جامع الرموز، كتاب الطلاق، فصل الحضانة: ۲/ ۵۹۰، المكتبة الكريمية بلدة قزان)

(۲) "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". (الدر المختار، باب المهر: =

خواہ طلاق دے یا نہ دے۔ اور جو روپیہ شوہر نے خرچ کیا ہے اس کا مطالبہ کرنا طلاق دینے کے لئے شرعاً درست ہے جبکہ نافرمانی اور سرکشی عورت کی طرف سے ہو، اور اس صورت میں طلاق بائنہ واقع ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۸/۳/۶۲ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/۳/۶۲ھ۔

شادی میں بری کس کی ملک ہے؟

سوال [۵۱۴۴]: بوقت نکاح لڑکی کے والدین جو زیور وغیرہ دیتے ہیں وہ تو جہیز کہلاتا ہے اور منکوحہ کی ملکیت سمجھا جاتا ہے شرعاً وعرفاً لیکن اس موقع پر شوہر کی طرف سے جو کپڑے زیور وغیرہ دیئے جاتے ہیں جس کو اردو میں "بری" کہتے ہیں، فقہاء اس کو کس لفظ سے تعبیر فرماتے ہیں؟ اور بعد نکاح یہ بری کی اشیاء کس کی ملکیت میں محسوب ہوتی ہیں؟ آیا بطور ہبہ کے عورت کی ملکیت میں آجاتی ہیں یا شوہر کی ملکیت رہتی ہیں اور عورت کے پاس بطور عاریت کے رہتی ہیں، تفریق ہوتے یا طلاق کی صورت میں ان کا مستحق کون ہے؟ براہ نوازش ماخذ جواب کی عبارت مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں تاکہ بوقت ضرورت مراجعت بھی کی جا سکے، اگر مدار عرف پر ہے تو اس کا ثبوت اور یوپی کے عرف کی تشریح بھی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں بھی عرف پر مدار ہے، اگر دیتے وقت کوئی تصریح نہ ہو تو عرف پر مدار ہے۔ یوپی میں خاندانوں کے اعتبار سے مختلف ہے، ہمارے خاندان میں جہیز اور بری سب کچھ لڑکی کا شمار ہوتا ہے اگر تفریق ہوتے وقت بھی

= مطلب أنفق على معتدة الغير: ۳/۱۵۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية، الثاني عشر في المهر، نوع آخر: ۴/۱۳۶، رشيدية)

(۱) "وشرطه شرط الطلاق، وحكمه وقوع الطلاق البائن، كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع، الفصل الأول: ۱/۴۸۸، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب الخلع: ۴/۱۲۰، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، باب الخلع، مطلب ألفاظ الخلع خمسة: ۳/۴۴۳، سعيد)

المرأة ثم زفت إليه، ثم فارقها، وقال: بعثتها إليك عارية، وأراد أن يسترد، وأرادت هي أن تسترد العوض، فالقول قوله في الحكم؛ لأنه أنكر التمليك، وإذا استرده تسترد هي العوض"(۱)۔

والمسئلة مذكورة في البحر الرائق: ۳/۱۹۸ (۲) والزيلعي: ۲/۵۹۵ (۳)۔

شامی کی عبارت میں لفظ "صبیحۃ" کا مصداق "بری" ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

شادی کی امید پر دیا ہوا سامان واپس لینا

سوال [۵۴۲۴]: زید کی لڑکی کی منگنی حامد کے لڑکے سے ہوئی، منگنی کے بعد لڑکے نے کہا کہ لڑکی کو میں خود دیکھوں گا، اس پر زید نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کردی۔ جو رقم اور سامان زید نے اس منگنی کے سلسلہ میں حامد کو دیا تھا، واپس لینا چاہئے یا نہیں؟ یہ سوال پنچایت میں پیش کرنا ہے، اس لئے جواب کا فوری ارسال ہو۔

احقر غلام جیلانی، مدرسہ بحر العلوم خلیل آباد، بستی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو سامان اور روپیہ شادی کی امید پر دیا گیا تھا پھر شادی نہیں ہوئی، اس کو واپس لینا درست ہے جبکہ وہ موجود ہو، استعمال سے ختم نہ ہو گیا ہو:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم، فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية، وهو قائم دون الهالك

(۱) (فتح القدير، باب المهر: ۳/۳۸۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۲۲، رشيدية)

(۳) (تبيين الحقائق، آخر باب المهر: ۲/۵۸۱، ۵۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

وتستهلك؛ لأنه في معنى الهبة". كذا في الدر المختار، ص: ٣/١٥٤(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۹۵ھ۔

نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی پر دی ہوئی اشیاء کی واپسی

سوال [۵۹۳۵]: زید نے اپنے پسر خالد کی منگنی بکر کی دختر زینب سے کیا، ہمارے یہاں منگنی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ لڑکی والا کچھ روپے مثلاً چودہ، یا پندرہ، یا سولہ روپے جیسی جس کی قدرت ہوتی ہے اور کچھ گلگلے (۲) یا بھیلی (۳) یا بتاشے وغیرہ لڑکے والے کے یہاں بھیجتا ہے، نیز لڑکے والا بھی ساڑی (۴) وکرتہ وغیرہ دیتا ہے۔ اگر بعد میں کسی وجہ سے خالد کا نکاح بکر کی دختر زینب سے نہ ہوسکا، بلکہ کسی وجہ سے دوسری جگہ دوسری لڑکی سے ہوگیا۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا جو چیزیں دی اور لی گئیں ان کا واپس کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب مع حوالہ کتب تحریر فرماکر ممنون فرماویں۔

المستفتی: آفاق احمد غفرلہ الصمد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قال الشامي بعد ذكر الأقوال المختلفة وآيده في الجزئية في كتاب الخطبة: "وأفتى به حيث سئل فيمن خطب امرأة وأنفق عليها وعلمت أنه ينفق ليتزوجها فتزوجت غيره؟ فأجاب بأنه يرجع، واستشهد له بكلام قاضي خان المذكور وغيره، وقال: إنه ظاهر الوجه، فلا ينبغي أن يعدل عنه ....اهـ.

---

(١) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ٣/١٥٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ٣/٣٢٢، رشيدية)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ٢/٥٨٢، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "گلگلے: میٹھے پکوان"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۰۴، فیروز سنز لاہور)

(۳) "بھیلی: گڑ کا گول ڈلا، جس کا وزن تقریباً ایک سیر کا ہوتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۱، فیروز سنز)

(۴) "ساڑی: ایک قسم کی لمبی دھوتی، جسے عورتیں آدھی باندھتی اور آدھی اوڑھتی ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۹۰، فیروز سنز)

وعلى هذا فما يقع في قرى دمشق من أن الرجل يخطب امرأة ويصير يكسوها ويهدي إليها في الأعياد ويعطيها دراهم للنفقة والمهر إلى أن يكمل المهر، فيعقد عليها ليلة الزفاف، فإذا أبت أن تتزوجه، ينبغي أن يرجع عليها بغير الهدية الهالكة على الأقوال الأربعة المارة؛ لأن ذلك مشروط بالتزوج، كما حققه قاضي خان فيما مر .... بعث الصهرة إلى بيت الختن ثياباً لا رجوع لها بعده ولو قائمة.

ثم سئل، فقال: لها الرجوع لو قائمة. قال الزاهدي: والتوفيق أن البعث الأول قبل الزفاف، ثم حصل الزفاف، فهو كالهبة بشرط العوض، وقد حصل فلا ترجع، والثاني بعد الزفاف فترجع" (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کی طرف سے انکار ہو جائے تو لڑکے کو واپسی کا حق ہوتا ہے وہ بھی ان اشیاء کے متعلق جو باقی ہوں اور جو چیزیں ہلاک ہو گئیں ہوں ان کی واپسی کا حق نہیں اور صورتِ مسئولہ میں عورت کی طرف سے انکار ذکر نہیں کیا گیا، پس اگر لڑکی والے انکار کر چکے تھے تب تو ان اشیاء کو واپس لیا جا سکتا ہے جو کہ موجود ہوں اور جو ہلاک ہو گئیں ان کی واپسی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر لڑکی والوں نے انکار نہیں کیا تو ان سے کچھ واپس نہیں لیا جا سکتا ہے، وکذا یفہم مما ذکروا:

"خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء، ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم، فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية، وهو قائم دون الهالك والمستهلك؛ لأن فيه معنى الهبة". درمختار۔

"(قوله: ولم يزوجها أبوها) مثله ما إذا أبت أن تتزوجه وكانت كبيرة اهـ". طحطاوی: ۲/۶۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۲/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ذی الحجہ/۵۵ھ۔

(۱) (رد المحتار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۳/۱۵۳، ۱۵۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۲۳، ۳۲۵، رشيديه)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب المهر، مطلب: لو بعث إلى زوجته شيئاً ثم قال: إنه من =

جو سامان نکاح کے وقت دیا جائے وہ کس کی ملک ہے؟

سوال[۶۰۹۵]: ۱.… زید کا نکاح رقیہ کے ساتھ ہوا جس طرح سے لوگ بغیر تصریح تملیک زیورات بیوی کو دیتے ہیں، اسی طرح زید کے ولی و سرپرستوں نے کچھ زیورات رقیہ کے پاس بھیجے جس سے رقیہ زیورات اپنے استعمال میں لا رہی ہے۔ زید کے سرپرستوں نے زبان سے کچھ تصریح نہیں کی، زیورات بطور رواج کے دیا یا عاریت، یا امانت کے طور پر دیا، عدم تصریح رواج و عدم تصریح ملکیت کی صورت میں حدیث و فقہ کی عبارت مع ترجمہ اردو لکھ کر صاف صاف بتلایا جائے کہ شرعاً زیورات کس کی ملکیت ہیں زید کی یا رقیہ کی؟

۲.… اگر حدیث یا فقہ کی عبارت سے یہ ثابت ہو جائے کہ رواج کے اوپر عمل کیا جائے گا تو شوہر کے یہاں کا رواج دیکھا جائے گا یا زوجہ کے یہاں کا؟ اور عدم رواج کی صورت میں زیور کس کی ملکیت میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲.… شوہر یا اس کے ولی نے جو کچھ زیور دیا ہے اور اس میں تصریح ملک یا عاریت کی نہیں کی ہے، اس میں شوہر کے خاندان کا رواج معتبر ہوگا، کچھ رواج نہ ہو تو دینے والے کی نیت اور قول کا اعتبار ہوگا۔ ہمارے عرف میں یہ ہے کہ ایسی چیزیں زیور وغیرہ بطور ملک دی جاتی ہیں:

"وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في الفصول العمادية. جهز ابنته وزوجها، ثم زعم أن الذي دفعه إليها ماله، وكان على وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكي جهزتني به، أو قال الزوج ذلك بعد موتها، فالقول قولهما دون الأب. وحكي عن علي السغدي أن القول قول الأب، وذكر مثله السرخسي، وأخذ به بعض

[illegible] المهر، ٢/٦٩٠، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر، الفصل الثاني: ١/٣٦٢، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ٣/١٥٣، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ١/٣٢٨، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ٣/٣٣٢، رشيدية)

المشائخ. وقال في الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله في الجهاز كما في ديارنا، فالقول قول الزوج؛ وإن كان مشتركاً فالقول قول الأب، كذا في التبيين. قال الصدر الشهيد: وهذا التفصيل هو المختار للفتوى، كذا في النهر الفائق". عالمگیری: ۱/۳۲۷(۱)۔

اہلِ علم حضرات کے لئے جو کہ عربی عبارت کے طالب ہوں ترجمہ اردو میں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا، ان عبارات سے وہی مستفاد ہوتا ہے جو اردو میں جواب لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور دینا

سوال[۵۹۲۷]: میری شادی کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا، رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے، اب رخصتی کے لئے لڑکی والے کہتے ہیں کہ زیور اور کچھ کپڑے لڑکی کے لئے لانے ہوں گے اور لڑکی والے اس جہیز کے منگانے پر بضد ہیں کہ ان کے گھر کی عورتیں کہتی ہیں کہ لڑکے والا نہایت غریب ہے، اس کے پاس رکھا کیا ہے، لڑکی والے کو لوگ طرح طرح سے بہکانے لگے ہیں، تو کیا کچھ زیور وغیرہ رخصتی سے چند یوم قبل خفیہ طور پر بھیج دیئے جائیں تاکہ رنجش نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دولہا کی طرف سے دلہن کو کچھ زیور وغیرہ دیا جائے تو یہ شرعاً ممنوع نہیں، بلکہ اگر وسعت ہو تو دینا چاہئے (۲)، البتہ اس پر اصرار اور اس کا اعلان جو نام ونمود کے لئے ہوتا ہے یہ ممنوع ہے (۳)، اگر اس سے بچ

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۸۲، ۵۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۲۶۵، رشيدية)

(۲) "فقلت: تزوجني فاطمة؟ قال: وعندك شيء؟ فقلت: فرسي وبدني .... وأمرهم أن يجهزوها، فجعل لها سرير مشروط ووسادة من أدم حشوها ليف، وقال لعلي: إذا أتتك فلا تحدث شيئاً حتى آتيك". (شرح الزرقاني، باب ذكر تزويج علي بفاطمة رضي الله عنهما: ۲/۳۵۹، ۳۶۰، عباس احمد الباز مكة المكرمة)

(وكذا في الإصابة، كتاب النساء، حرف الفاء: ۸/۲۹۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير –

گرفتاری سے کچھ پہلے یا عین شادی کے وقت یا بعد میں دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۱۳۹۴ھ۔

مہر کے علاوہ کچھ رقم نکاح کے لئے شوہر پر ڈالنا

سوال [۵۸۲۸]: ایک منظم برادری کے کچھ لوگ برادری کے چودھری پر یہ الزام لگا کر دوسری برادری جا رہے ہیں کہ اس برادری کے چودھری نے ہماری قومی برادری کے اس شرعی فیصلہ کو کہ تاکہ منکوحہ کے اولیاء دین مہر کے علاوہ نکاح کے لئے روپیہ وغیرہ کا لین دین کو روا رکھے "کیونکہ یہ شرعاً حرام اور سخت مذموم اور مشرکوں کی رسم ہے" منسوخ کرا دیا اور ایسے اشخاص سے جو اس لین دین کو روا رکھے شرعاً ترک موالات کرنا چاہئے۔ اور اس الزام سے چودھری کو نہایت رسوا اور بدنام کرتے ہیں جس سے ایک منظم برادری کے دو بڑے اور چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور باہمی تنازع ہو جاتا ہے۔

کچھ مدت کے بعد اس باہمی کشیدگی کو دور کرنے کے لئے اور معاملہ کی حقیقت سے برادری اور غیر برادری کے خواص و عوام کو خبردار کرنے کے لئے اور اپنے اپنے حقوق کو معلوم کرنے کے لئے علمائے دین کو مدعو کیا جاتا ہے اور فریقین عہد کرتے ہیں کہ علمائے دین کے سامنے ہم یہ معاملہ رکھیں گے، وہ اس پر جو فیصلہ فرمادیں گے ہم بطیب خاطر منظور کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے، علماء نے ساری چیزوں پر غور کرکے فیصلہ سنایا کہ جس چودھری پر قوم کی پنچایت کے فیصلہ کی منسوخی اور معاملہ منکوحہ میں دین مہر کے علاوہ روپیہ کے لین دین کو روا رکھنے کا الزام تھا، فریق مخالف نے اس کا کوئی شرعی ثبوت پیش نہیں کیا، لہٰذا وہ الزام سے بالکل بری ہے، جن لوگوں نے اس کو بدنام کیا وہ اس سے معافی مانگے جو سزا برادری تجویز کرے اس کو منظور کرے۔

---

(۱) ... "مکروهاً" (مجموعه رسائل اللكهنوي، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول: ۴۳/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) كذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۳۹): ۳/۲۱، رشيديه)

"عن جندب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سمّع سمّع الله به، ومن يرائي يرائي الله به". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۴۵۴، قديمي)

ان میں اور ذیل کے متعلق احکامِ شرعیہ مطلوب ہیں:

کیا ناکح اور منکوحہ کے اولیاء کو باہم رضامندی سے ان مباح رسومِ نکاح کے خرچ کے لئے جس کی ادائیگی پر ناکح کے اولیاء مُصر ہوں اور منکوحہ کے ولی اس کی ادائیگی کی بذاتِ خود استطاعت نہ رکھتے ہوں، دینِ مہر کے علاوہ مجوزہ پیمانہ پر شرعاً حرام ہے اور ایسا لین دین کرنے والے شرعاً ایسے مجرم ہیں کہ ان سے ترکِ موالات واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مباح پر اصرار کا کسی کو حق نہیں کیونکہ اصرار سے وہ ممنوع ہو جاتا ہے، صرح به الشامي في تنقيح الفتاوى الحامدية وغیرہ (۱)۔ جو روپیہ بعض جگہ لڑکی والے طلب کرتے ہیں اور لڑکے والوں کو مجبوراً دینا پڑتا ہے اور بغیر اس روپیہ کے رخصت نہیں ہوتی تو یہ روپیہ لینا ناجائز ہے، کیونکہ وہ رشوت ہے، اس کی واپسی لازم ہوتی ہے۔

"أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة الخ". در مختار: ۲/۱۰۲ (۲)۔

"وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه"، رواه البيهقي في شعب الإيمان". مشكوة، ص: ۲۵۵ (۳)۔

---

(۱) "كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه، فهو مكروه". (تنقيح الفتاوى الحامدية، مسائل شتى من الحظر والإباحة: ۲/۳۶۷، مطبعة الميمنية مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/۱۳۶، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود التلاوة، مطلب في سجدة الشكر: ۲/۱۲۰، سعيد)

(۲) (الدر المختار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۳/۱۵۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيديه)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"لا يحل لأحد أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولا جاداً، وإن أخذه، فليرده عليه". (البحر الرائق، كتاب الغصب: ۸/۱۹۸، رشيديه)

"ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي". (شرح المجلة، رقم المادة: ۹۷، ص: ۶۲، مكتبه حنفيه كوئته)

اگر یہ روپیہ اپنی خوشی سے دے تو بھی ناجائز ہے۔ "ومن السحت ما يؤخذ على كل مباح"۔ درمختار۔ "ومن السحت بالعسر الخ"۔ رد المحتار: ۹/۴۰۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ رجب/ ۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

وقتِ نکاح لڑکی کے باپ کو کچھ رقم دینا

سوال [۵۹۳۹]: نکاح ہو جانے پر لڑکے کا ولی لڑکی کے ولی کو دو روپیہ یا تین روپیہ دیتا ہے جس کو ہمارے اطراف میں بھینٹ کہتے ہیں۔ یہ بھی رشوت ہی میں داخل ہے یا اس کا کچھ اور حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رشوت ہے اس کا لینا اور دینا درست نہیں: "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة"۔ درمختار۔ "أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً" اھ۔ رد المحتار: ۳/۱۵۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ربیع الثانی/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

نکاح کرانے میں سفر خرچ لڑکے سے لینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال [۵۹۴۰]: صوبہ بہار میں لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کی کثرت ہے، لڑکی بالغ ہے لیکن لڑکا ملنا دشوار ہے، ہمارے یہاں سے ایک شخص اپنے آدمیوں کو لے جاتا ہے جو کافی عمر رسیدہ ہونے پر بھی شادی کی خوشی سے محروم ہیں، اور ان کو ادھر سے شادی کرا کر لے آتا ہے، لڑکی والے اتنی خستہ حالت میں ہیں کہ وہ شادی کا

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۹/۳۲۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۱۹۴، دار المعرفة بيروت)

(۲) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، قبيل مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۳، سعيد)

کی، مگر عقد کے وقت میں جانب لڑکی والوں کو کچھ بھی دیدے تو یہ شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں شرط نہ کی جائے اور اس لین دین کا دستور بھی نہ ہو، نہ یہ ذہن میں ہو کہ سمجھتے ہوں کہ دیا جائے گا، یا دلوایا جائے گا، پھر کوئی ازخود دلی بنا پر خوشی میں لڑکے کی طرف سے یا لڑکی کی طرف سے دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں (۱)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت ان کے چچا کو کپڑا مرحمت فرمایا تھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۹۰ھ۔

نکاح پر مال کا مطالبہ

سوال [۵۰۱۵]: ہمارے یہاں پر یہ رواج ہے کہ شادی کے وقت لڑکا یا لڑکے کا ولی لڑکی والے

---

(۱) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"لا يحل لأحد أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولا جاداً، وإن أخذه فليرده عليه". (البحر الرائق، كتاب الغصب: ۸/۱۲۸، رشيدية)

"ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي". (شرح المجلة، رقم المادة: ۹۷، ص: ۶۲، مكتبة حبيبية كوئته)

(۲) "روى ابن شهاب الزهري أنه في تخويلد بن أسد بن عبد العزى، وهو ثمل من الخمر... هذا ابن أخيك محمد بن عبد الله بن عبد المطلب يخطب خديجة وقد رضيت... فخلقت خديجة أباها وخلعت عليه حلة ودخل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بها، فلما صحا الشيخ من سكره قال: ما هذه العلوق وما هذه الحلة؟ قالت ابنته أخت خديجة: هذه حلة كساكها ابن أخيك محمد بن عبد الله بن عبد المطلب أنكحته خديجة... عن ابن عباس قال... فزوجها إياه فخلقته وألبسته حلة، وكذلك كانوا يصنعون إذا زوجوا نساءهم". (تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس، بحث تزوجه عليه السلام خديجة: ۱/۲۶۳، مؤسسة شعبان بيروت)

سے کثیر مقدار میں رقم اور مال و اسباب وصول کرتا ہے تب شادی کرتا ہے، اگر طے شدہ رقم و مال و اسباب سے کچھ کم ملتا ہے تو شادی لڑکے والا نہیں کرتا۔ اس طرح سے لڑکی والا کافی حیران و پریشان رہتا ہے، اسے کلفتیں سہتا ہے، اگر ملتا بھی ہے تو لڑکے والے کی مانگ ومطالبہ پورا نہ کرنے کی بنا پر بیشتر لڑکی کو پریشانی رہتی ہے۔

لڑکی کی شادی کرنے کی واحد صورت کثیر مقدار میں رقم و مال اسباب لڑکے والے کو جہیز کے طور پر دینا ہے تو یہ سب بتایا جائے کہ لڑکی والے سے کثیر مقدار میں مال و اسباب لے کر شادی کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ رضا وخوشنودی سے اگر لڑکی والے نے نقد و مال و اسباب لڑکے کو دیا تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر کثیر مقدار میں تجویز ہو تو اس کے موافق جہیز کا مطالبہ بھی درست ہو سکتا ہے، یہ بھی اس وقت ہے جبکہ نکاح کر دیا گیا ہو اور رخصت کرنے میں پس و پیش ہو، ورنہ محض نکاح کو اتنا روپیہ و اسباب دینے پر موقوف کرنا اور شرط لگانا شبہ پیدا کرتا ہے کہ اصل مقصود مال و اسباب ہے نہ کہ عقد نکاح اور عقد نکاح کو اس مال و اسباب کی تحصیل کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ طریقہ تعلیمات اسلام کے خلاف ہے اور بیع کے مشابہ ہے، جو کہ مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود قرار دیتا ہے:

"لو زفت إليه بلا جهاز يليق به، فله مطالبة الأب بالنقد، قنية. زاد في البحر عن المنتقى: إلا إذا سكت طويلاً، فلا خصومة له. لكن في النهر عن البزازية: الصحيح أنه لا يرجع على الأب بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود. تزوجها وأعطاها ثلاثة آلاف دينار الدستيمان وهي بنت موسر، ولم يعط لها الأب جهازاً، أفتى الإمام جمال الدين وصاحب المحيط بأن له مطالبة الجهاز من الأب على قدر العرف والعادة وطلب الدستيمان، قال: وهذا اختيار الأئمة". در مختار وشامی: ۲/۵۰۵(۱)۔

جس صورت میں مطالبہ کا حق دیا گیا ہے، اس میں بھی علاوہ کلام ہے جس کو شامی نے صفحہ مذکورہ پر

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۸، سعيد)

میں ۲/۸۱۸(۱) میں نقل کیا ہے، نفسِ نکاح پر کچھ لینا اور شرط لگانا ظاہر ہے کہ رشوت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۸۹ھ۔

شادی کے وقت داماد کے مطالبات، جہیز وغیرہ

سوال [۵۰۵۴]: مساۃ بانو کے والدین اور اہلِ محلہ بکر کے خلاف شرع فعلوں کی بناء پر ناخوش رہتے ہیں، بکر نے اپنے لڑکے کی شادی کے لئے کئی جگہ پیغام بھجوایا، مگر کسی نے اقرار نہ کیا، آخرکار حاجی شریف صاحب کے اصرار پر مساۃ بانو کا نکاح بکر کے لڑکے زید کے ساتھ ہوگیا، مگر بکر اور اس کے لڑکے زید وغیرہ جہیز میں اس قدر سامان مانگ رہے تھے، مثلاً گھڑی، ریڈیو، سائیکل، صوفا سیٹ، وغیرہ اور مزید ایک ہزار روپیہ جو بانو کے والدین کے بس سے باہر تھا، اس لئے انہوں نے عذر بیان کیا، مگر وہ لوگ اس پر اڑے رہے۔

بکر نے یہ بھی کہہ دیا کہ تم کو دینا پڑے گا، نہیں تو دواگی نہیں ہوسکتی۔ کوئی صورت نہ ہوئی نظر نہ آئی تو بانو کے والدین نے طلاق کی درخواست کردی، اور دوتین بیان بانو سے لے لیا گیا کہ ۱ معاف کرتی ہے، مگر زید نے پھر بھی کہا کہ میں طلاق اس وقت تک نہیں دوں گا، جب تک بانو کے والدین مجھے مہر کے علاوہ مبلغ ۱۰۰۰/ روپیہ نہ دیں گے، جس کی بناء پر اب دونوں میں نہایت کشیدگی بڑھ گئی۔ اس صورت میں کیا بانو کا دوسرا نکاح جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی یہ روش شرافت بلکہ انسانیت سے بھی گری ہوئی ہے، اس کا مطالبہ نہایت غلط ہے، رشوت ہے حرام ہے(۳)، اگر وہ اپنے مطالبہ سے باز نہیں آتا تو حاکم کی عدالت میں درخواست دی جائے، عدالت اس کو حاضر کرکے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فیما لو زفت إلیه بلا جهاز: ۳/۵۸۵، سعید)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۲۴۵، إمدادیه ملتان)

(۲) "ومن السحت ما يأخذ على كل مباح". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۳، سعيد)

(۳) "ولو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". (الفتاوى العالمكيرية —

اس غلط مطالبہ کو ساقط کرادے یا اس سے طلاق دلوادے یا بعوض مہر خلع کرادے (۱) یا تفریق کردے (۲)۔ اگر حاکم مسلم با اختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو کم از کم تین معزز دیندار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنائی جائے جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شامل ہو، اس کمیٹی میں درخواست دی جائے، وہ کمیٹی الحیلۃ الناجزۃ میں لکھی ہوئی شرائط کے مطابق فیصلہ کردے تو وہ فیصلہ معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= ۱/۳۲۷، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۱۵۵، باب المهر، مطلب: أنفق علی معتدة الغیر، سعید)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة: ۴/۱۳۶، الثانی عشر فی المهر، رشیدیه)

(۱) "إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، فإذا فعلا ذلک، وقعت تطلیقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاوی العالمگیریة: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شرکة علمیه)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعید)

(۲) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح شوہر سے خلع وغیرہ کرلے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ . . . . وہ صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے سے پوری تحقیق کرے، اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں"۔ (الحیلة الناجزة ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجہ متعنت، دار الاشاعت کراچی)

بابٌ فی العروس والولیمة

(بارات اور ولیمہ کا بیان)

بارات کا حکم

سوال[۵۹۵۴]: ۱...بارات لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے یا نہیں؟

۲...اگر دو چار آدمی لڑکے کی طرف سے نکاح کے لئے لڑکی کے گھر جائیں تو یہ بارات کے حکم میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....مجلس عقد میں شرکت کی دعوت ثابت ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت دیگر حضرات کو جمع کر لیا تھا "تاریخ الخمیس" میں مذکور ہے(۱)۔

۲...اس کو عرفاً بارات نہیں کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "فلما زوّجه، قال له رسول الله صلی الله علیه وسلم: "یا علي! إنه لا بد للعروس من ولیمة". فقال سعد: عندي كبش وجمع له رهط من الأنصار آصعا من ذرة، وكان ذلك ولیمة عرسه". (تاریخ الخمیس، باب تزوج عليٍّ بفاطمة رضي الله تعالیٰ عنها: ۱/۳۶۲، بیروت)

"قال أنس. ثم دعاني علیه الصلاة والسلام بعد أیام فقال: "ادع لي أبابكر وعمر وعثمان وعبد الرحمن وعدة من الأنصار". فلما اجتمعوا وأخذوا مجالسهم، وكان عليٌّ غائباً، الخ". (شرح العلامة الزرقاني، باب ذكر تزویج عليٍّ بفاطمة رضي الله عنهما: ۲/۳۶۲، عباس احمد الباز مكة المكرمة)

نکاح کے سال بھر بعد رخصتی

سوال[۵۹۵۵]: عام طور پر رواج ہے کہ نکاح کے ایک سال بعد یا اس سے کم وبیش مدت کے بعد رخصتی ہوتی ہے جس کو ''چولا'' کہتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقتِ عقد اگر لڑکی نابالغہ ہو تو رخصت کے لئے بلوغ کا انتظار کرلیا جائے (۱)، لڑکی کی ضرورت کی چیزیں اس کو دینے میں مضائقہ نہیں (۲) تاکہ فوری طور پر وہاں پریشانی نہ ہو، دو چار احباب واعزہ بھی آجائیں تاکہ لڑکی کو عزت ومحبت کے ساتھ رخصت کریں تب بھی درست ہے۔ لڑکی کے بالغہ ہونے کے باوجود رخصتی میں سال بھر کی تاخیر لازم قرار دینا غلط ہے، اس کو ترک کیا جائے، نیز لڑکی کو جو کچھ دیا جائے اس کی تشہیر ونمائش نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

لڑکے کے گھر جاکر نکاح

سوال[۵۹۵۶]: ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک زمیندار لڑکے کے ساتھ اس کے گھر جاکر

---

(۱) "وإذا طلب الزوج المهر وطلب من القاضي أن يأمر أبا المرأة بتسليم المرأة، فقال أبوها: إنها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تطيق الجماع، وقال الزوج: بل هي تصلح وتطيق، ينظر: إن كانت ممن تخرج، أخرجها وأحضرها، وينظر إليها فإن صلحت للرجال أمر بدفعها إلى الزوج، وإن لم تصلح لم يأمره، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه)

(۲) "عن علي رضي الله عنه، قال: جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها إذخر الفرش". (سنن النسائي، كتاب النكاح، باب جهاز الرجل ابنته: ۲/۹۲، قديمي)

(وكذا في الإصابة، كتاب النساء، حرف الفاء: ۸/۲۶۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن جندب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سمع سمع الله به، ومن يرائي يرائي به". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۴۵۳، قديمي)

کردیا، جائز شرائط کے ساتھ ہوا کہ وہاں لڑکے کے والدین اور لڑکا اور لڑکی کے والدین اور لڑکی اور مولوی صاحب پنچوں نے نکاح پڑھایا لڑکے کے گھر جانے کی ضرورت یوں پڑی کہ برادری والے دوسری جگہ شادی کرانے پر بضد تھے۔ تو کیا یہ نکاح درست ہو گیا؟ برادری والے دوبارہ نکاح کو کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکا اور لڑکی اور دونوں کے والدین اور گواہ موجود تھے اور نکاح کا ایجاب وقبول سب کی رضامندی سے شریعت کے مطابق ہوا ہے، اگرچہ کسی کے مکان میں ہوا ہے تو بلاشبہ وہ شرعاً صحیح اور معتبر ہو گیا (۱)۔ برادری کا یہ کہنا کہ نکاح (ہماری سب کی موجودگی میں ہماری منشاء کے مطابق ہو) دوبارہ کیا جائے غلط اور بلاوجہ شرعی تنگ کرنا اور لڑکی کے والد کو مجبور کرنا کہ جہاں ہم کہیں وہاں نکاح کرو ظلم ہے، برادری کو لازم ہے کہ اپنی اصلاح کرے، ظلم سے باز آئے ورنہ اس کا وبال بہت سخت ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۱ھ۔

نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہو جائے؟

سوال [۶۱۵۷]: میری جو تاریخ کے مطابق حضرت جی کا گجرات کا دورہ ہونے والا ہے، اس وقت میں اپنا نکاح حضرت جی سے پڑھوانا چاہتا ہوں۔ چھ ماہ بعد میری بہن کی شادی ہونا طے پائی ہے، بہن کی شادی کے موقع پر اپنی بیوی کی رخصتی کرانا چاہتا ہوں، یعنی نکاح کے ۴/۶ ماہ بعد۔ فی الحال میری عمر ۲۲/ سال اور لڑکی کی عمر ۲۰/ سال ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ از روئے شرع نکاح کے بعد ۴/۶ ماہ دور رکھنا جائز ہے یا

---

(۱) "النکاح ینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، شرکة علمیة ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۳۳، رشیدیه)

(۲) "عن ابن عمر رضی الله عنهما أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "الظلم ظلمات یوم القیامة".

"وعنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لتؤدن الحقوق إلی أهلها یوم القیامة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء". رواه مسلم. وذکر حدیث جابر: "اتقوا الظلم" فی باب الإنفاق". (مشکوة المصابیح، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۴۳۵، قدیمی)

نہیں؟ اور ایسا کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طرفین کی مصلحت پر موقوف ہے، شریعت کی طرف سے نہ یہ پابندی ہے کہ ضرور روکا جائے، نہ یہ پابندی ہے کہ ہرگز نہ روکا جائے، لہٰذا اگر حالات کا تقاضا ہے کہ روکا جائے تو اس کی بھی اجازت ہے، نہ روکنے کا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے، شوہر کو نکاح کے بعد مطالبۂ رخصت کا بھی حق ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۹۵ھ۔

نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا فصل ہو؟

سوال [۵۹۵۸]: شادی کے بعد رخصتی کب ہونا چاہیے؟ کیا شادی کے بعد اسی دن رخصتی مسنون ہے؟ اگر مسنون ہے تو حوالہ کتب لکھئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کے بعد حسبِ مصالح رخصتی میں تاخیر بھی درست ہے(۲)، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی اور نکاح میں تین سال کا وقفہ ہوا ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۹/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) "وإذا نقد الزوج المهر وطلب من القاضي أن يأمر المرأة بتسليم المرأة، فقال أبوها: إنها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تطيق الجماع، وقال الزوج: بل هي تصلح وتطيق، ينظر إن كانت ممن تخرج أخرجها وأحضرها وينظر إليها، فإن صلحت للرجال أمر بدفعها إلى الزوج، وإن لم تصلح لم يأمره". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان "نکاح کے بعد رخصتی کب تک روکا جائے")

(۳) "عن هشام بن عروة، عن عروة: تزوج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة وهي ابنة ست، وبنى بها وهي ابنة تسع، ومكثت عنده تسعاً". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب من بنى بامرأة وهي بنت تسع: ۲/۷۷۵، قديمي)

(وكذا في الإصابة في تمييز الصحابة، كتاب النساء، حرف العين: ۸/۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح الزرقاني، باب عائشة أم المؤمنين: ۴/۳۸۴، ۳۸۵، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

برکت سے حق تعالیٰ عمر، صحت وقوت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رخصتی سے قبل ولیمہ

سوال[۵۱۶۰]: شادی ہوجانے کے بعد بسا اوقات میاں بیوی کی مکمل ملاقات لڑکی کے میکے ہی میں ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں لڑکے والا اگر بغیر رخصتی کرائے اپنے گھر ولیمہ کردے تو مسنون ولیمہ ہوا یا نہیں؟ مسنون ولیمہ کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجتماعِ زوجین کے بعد جو دعوت کی جاتی ہے وہ ولیمہ ہے خواہ وہ کسی جگہ ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

دعوتِ ولیمہ کی مدت

سوال[۵۱۶۱]: دعوتِ ولیمہ کی شرائط کیا ہیں، اس کی حد ومدت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعوتِ ولیمہ شادی اور رخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے، اس کے بعد نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۶/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "والمنقول من فعل النبي صلى الله عليه وسلم أنها بعد الدخول كأنه يشير إلى قصة زينب بنت جحش، وقد ترجم عليه البيهقي بعد الدخول ... وحديث أنس في هذا الباب صريح في أنها أي الوليمة بعد الدخول". (إعلاء السنن، باب استحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول: ۱۱/۱۰، ۱۱، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في مرقاة المصابيح، باب الوليمة، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۶/۳۶۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(۲) "قيل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما، واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام، والمختار أنه على قدر حال الزوج" (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، ــ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو بیٹی کا بھی خاطر کرنا ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۴/۹۰ھ۔

اپنے یہاں تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت

سوال [۵۹۹۴]: کوئی ذی حیثیت آدمی اپنی دولڑکیوں کی شادی کرتا ہے، اپنی مخالفت نیز دور حاضر میں دیگر رود اندیشوں کے تحت انہیں شادی ہونے والی لڑکیوں سے کی بارات کے دس پانچ آدمیوں کا کھانا بھی پکوایا جاتا ہے، لیکن اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے کہ اسی دن قدرتاً ایسا آپڑتا ہے کہ پاس ہی لڑکیوں کے باپ ذی حیثیت دوست کے لڑکے کی شادی کا ولیمہ اسی دن ہوتا ہے اور باراتی صاحبان کو کھانا ولیمہ کا کھلایا جاتا ہے، تو کیا باراتی صاحبان یا لڑکیوں کے باپ کی عزت میں کوئی فرق آتا ہے، یا کوئی برا دھبہ کی بات ہوتی ہے اور کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس ذی حیثیت دوست کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور براتیوں کا محبت اور بے تکلفی کا تعلق ہے اور وہ اعزاز واکرام کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور ان کے مہمان (باراتیوں) کی دعوت کرتا ہے، جس کو سب بخوشی منظور کر لیتے ہیں تو اس کی وجہ سے عزت میں فرق نہیں آئے گا، نہ کوئی بدنما دھبہ لگے گا، بلکہ دائی پر بھی ان کا احسان ہوگا کہ اپنی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت ودعوت کو منظور کر لیا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۵ھ۔

---

(۱) "عن عائشة أم المؤمنين رضي الله تعالى عنها قالت: ما رأيت أحداً أشبه سمتاً ودلاً وهدياً برسول الله في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قالت: وكانت إذا دخلت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قام إليها فقبلها وأجلسها في مجلسه، وكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا دخل عليها، قامت من مجلسها فقبلته وأجلسته في مجلسها　الخ". (جامع الترمذي، أبواب المناقب، باب ماجاء في فضل فاطمة رضي الله تعالى عنها: ۲/۲۲۶، سعيد)

(۲) "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "للمسلم على المسلم ستة بالمعروف: يسلم عليه إذا لقيه، ويجيبه إذا دعاه". (سنن ابن ماجة، باب ماجاء في عيادة المريض، ص: ۱۰۳، قديمي)

"أن تسلم عليه إذا لقيته، وتجيبه إذا دعاك". (إحياء علوم الدين، كتاب آداب الألفة والأخوة حقوق المسلم: ۲/۲۴۳، حقانيه پشاور)

"عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: أمرنا النبي صلى الله عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع. أمرنا بعيادة المريض، وإجابة الداعي". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، ص: ۱۳۴، قديمي)

کتاب الطلاق

طلاق کی تعریف

سوال [۵۹۹۳]: عند الشرع طلاق کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قید نکاح کو الفاظ مخصوصہ کے ذریعہ سے فی الحال یا فی المآل ختم کر دینے کو شرعاً طلاق کہتے ہیں: "هو رفع قيد النكاح في الحال أو المآل بلفظ مخصوص". تنویر: ۲/۴۲۶ (۱)۔ فقط۔

طلاق کی قسمیں

سوال [۵۹۹۴]: طلاق رجعی، مغلظہ، بائن کی عند الشرع کیا تعریف ہے اور رجعت کے متعلق ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک طلاق یا دو طلاق اگر صریح الفاظ سے یا قائم مقام صریح کے دیدیا جائے تو اس میں شوہر کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے، ایسی طلاق کو رجعی کہتے ہیں (۲)۔ اور اگر الفاظ کنایہ (جو قائم مقام صریح کے نہیں) سے طلاق دی جائے تو اس میں

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(۲) "أما الطلاق الرجعي: فهو أن يكون الطلاق بعد الدخول حقيقة غير مقرون بعوض، و لا بعدد الثلاث، لا نصاً و لا إشارة، و لا موصوفاً بصفة تنبئ عن البينونة". (بدائع الصنائع: ۴/۲۳۰، کتاب الطلاق

رجعت کا اختیار نہیں رہتا، البتہ طرفین کی رضامندی سے نکاح ہوسکتا ہے، ایسی طلاق کو بائن کہتے ہیں۔ اور اگر تین مرتبہ طلاق دے دی جائے تو اس میں حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں(۱)۔ تینوں طلاقوں کی صورتیں اور فروع کتب فقہ میں مفصل موجود ہیں، حکم یہی ہے جو یہاں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق کے مسائل کے لئے کمیٹی اور اس کے قوانین

سوال[۵۹۹۲]: ۱: ...ہمارے یہاں بہت سی خراب باتیں عام طور سے ہونے لگی ہیں مثلاً:

۱..... ذرا ذرا سی بات پر خواہ مخواہ عورت کو طلاق دینا۔

۲..... بلاوجہ مار پیٹ کر زبردستی طلاق لے لینا (دلوانا)۔

۳..... ہندہ کے والد نے ہندہ کا نکاح بکر سے کیا، نکاح کے بعد ہندہ کے والد نے بجائے شوہر کے یہاں بھیجنے کے غیر کے یہاں ہندہ کو بھیجا بغیر طلاق وغیرہ کے۔

= الطلاق، فصل في بيان صفة الواقع الخ، دار الكتب العلمية، بيروت)

"وأما الصريح البائن فبخلافه، وهو أن يكون بحروف الإبانة أو بحروف الطلاق، لكن قبل الدخول حقيقةً أو بعده لكن مقروناً بعدد الثلاث نصاً أو إشارةً". (بدائع الصنائع، فصل في بيان صفة الواقع الخ: ۲۴۰/۳)

(وكذا في رد المحتار: ۲۵۰/۳، كتاب الطلاق، مطلب: الصريح نوعان: رجعي وبائن، سعيد)

"تصح (الرجعة) إن لم يطلق بائناً". (الدر المختار). "ولا يخفى أن الشرط واحد: هو كون الطلاق رجعياً، وعلله شروط كونه رجعياً، حتى لو فقد منها شرط كان بائناً". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹۹/۳، ۴۰۰، باب الرجعة، سعيد)

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۳/۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱۷۷/۴، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

۵..... اس جرم کی روک تھام کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی تاکہ وہ شرعی فیصلہ کرے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

کمیٹی نے چند قوانین بنائے: جو شخص بلاوجہ طلاق دیدے اس کو ۲۰۰ روپے اور ایک لڑکی بطور جرمانہ دینی ہوگی اور اس کی بیٹی شوہر کو دوبارہ دیا نہیں جائے گا۔

۶، ۷، ۸..... یہ جرمانہ وغیرہ کیسا ہے؟

قانون دولت: اگر کسی شخص نے صورت ثالثہ کے مطابق اپنی لڑکی کا نکاح کیا بکر سے اور پھر دلی خاندان کے یہاں بغیر طلاق کے خالد سے نکاح کر لیا تو بکر نے استغاثہ جماعت سے کیا، تو جماعت نے فیصلہ کیا کہ مجرم سے ۲۰۰ روپے اور ایک لڑکی لی جائے گی اور وہ لڑکی حتی الامکان زوج کو دلا دی جائے گی اور وہ پیسہ جماعت کے کام میں خرچ کیا جائے گا۔ کیا اس لڑکی کا نکاح زوج اول سے ہو جائے گا؟

۹۔ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہے تو جماعت سے استغاثہ کرے اور تحقیق کے بعد نکاح فسخ کردے یا مصالحت کرا دیں گے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۱۰۔ شوہر نے بیوی سے یوں کہا "اگر تو نے فلاں سے کلام کیا تو تجھ پر طلاق"۔ تو کیا یہ طلاق ہو جائے گی؟ شوہر نے یوں بھی کہا کہ "اگر تو فلاں سے نکاح کرے تو تجھ پر طلاق بائن اور اگر فلاں سے کرے تو تجھ پر طلاق ہے"۔ کیا واقع ہو جائے گی؟

۱۱۔ اب شخص مذکور نکاح ۱۴/۸/۷۰ء کی تاریخ لکھاتا ہے کیونکہ بوقت نکاح حمل تھا، بلکہ شبہ ہے کہ یہ حمل شخص مذکور ہی کا ہے، کیونکہ پہلے سے تعلقات تھے، اب چونکہ نکاح ہو گیا اور تاریخ نکاح مدت حمل سے لکھائی گئی۔ تو نسب کس سے ثابت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ آپ کی قوم میں پیدا شدہ خرابیاں یقیناً سخت تباہ کن اور واجب الاصلاح ہیں۔

۲۔ شریعت کی نظر میں طلاق بہت ہی مبغوض ہے، سخت مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دی جاتی ہے، اس لئے یہ انتہائی بات ہے جب کہ عورت بے قصور ہو طلاق دینا درست نہیں ہے "لأن الأصل فيه الحظر ... والإباحة لحاجة الخلاص" ، هداية: ۲/۳۲۲(۱)، "وأما وصفه فهو أنه

---

(۱) (الهداية: ۲/۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مكتبه شركة علميه ملتان)

محظور نظراً إلی الأصل، فیہ المحظر بمعنی أنہ محظور إلا لعارض یبیحہ"۔ شامی: ۲/۶۴۰(۱)۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فإن أطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً﴾(۲)۔

۳.....ایسے ہی کسی کو بلا وجہ شرعی طلاق پر مجبور کرنا اور زد و کوب کر کے طلاق لینا بھی ظلم ہے۔

۴.....نیز لڑکی کا نکاح کسی کے ساتھ کرنے کے بعد بغیر طلاق و نکاح کے دوسرے کے یہاں بھیج دینا صریح حرام کاری کا دروازہ کھولنا ہے(۳)۔

۵.....ان خرابیوں کو معاشرہ سے بالکل ختم کر دینا ضروری ہے، اس کے لئے مناسب جماعت کا قیام بھی ہونا چاہئے، لیکن آپ حضرات نے جو قوانین مقرر کئے ہیں وہ بھی درست نہیں ہیں۔

۶، ۷، ۸..... جرمانہ میں رشتہ لازم کرنا یا مالی جرمانہ مقرر کرنا جائز نہیں ہے: "والحاصل أن المذھب عدم التعزیر بأخذ المال"۔ شامی: ۳/۲۴۷(۴)، ہاں تعزیر کے دوسرے طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں مثلاً: قطع تعلق(۵)۔

= (وکذا فی مجمع الأنھر: ۱/۳۸۰، کتاب الطلاق، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۲۸، کتاب الطلاق، قبیل مطلب: طلاق الدور، سعید)

(۲) (سورۃ النساء: ۳۴)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنا إنہ کان فاحشۃً وساء سبیلاً﴾ (سورۃ الإسراء: ۳۲)

"عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "المرأۃ عورۃ، فإذا خرجت استشرفھا الشیطان"۔ (جامع الترمذی: ۱/۲۲۲، باب ماجاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، سعید)

(۴) (رد المحتار: ۴/۶۲، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۱۶۷، فصل فی التعزیر، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۵/۶۸، باب التعزیر، رشیدیہ)

(۵) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیہ ثلاث لیال لقلتہ ولا یجوز فوقھا إلا إذا کان الھجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک ... قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمۃ أحد وصلتہ ما یفسد علیہ دینہ أو یدخل مضرۃ فی دنیاہ، یجوز لہ مجانبتہ وبعدہ، ورب صرم جمیل خیر من مخالطۃ تؤذیہ ... فإن ھجرۃ أھل الأھواء والبدع دائمۃ علی مر الأوقات مالم یظھر =

۹۔ جماعت کو فسخ نکاح کا اختیار اسی وقت ہے جب شرعی طور پر عورت کی بات کی تحقیق کی جائے، پھر شوہر کو نوٹس دے کر اصلاح حال یا طلاق کے لئے کچھ مدت کی مہلت دی جائے۔ جب مدت مقررہ گزر جائے اور شوہر نہ تو طلاق دے اور نہ اپنی اصلاح کرے، پھر کمیٹی نکاح فسخ کر سکتی ہے، اس کمیٹی میں کم از کم ایک معاملہ فہم عالم دین کو ضرور شریک کرلیں تاکہ شریعت کے مطابق فیصلہ ہو سکے۔

اس قسم کے معاملات کے لئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کا مطالعہ کرلینا چاہئے(۱)، اس میں فسخ وغیرہ کے تمام قواعد شروط بالتفصیل درج ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ حتی الامکان مصالحت کی کوشش کی جائے جب نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو بحالت مجبوری طلاق کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۰۔ اگر کسی نے عورت کو طلاق بالشرط دی تو تحقق شرط کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، صورت مسئولہ میں پہلی شکل میں اگر عورت شخص معین سے گفتگو کرتی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور دوسری صورت میں کلام لغو ہوگا کیونکہ جب طلاق کے دوسرے شخص سے نکاح کو شرط قرار دیا اور دوسرے سے نکاح بغیر پہلے شوہر کے طلاق دیئے ہو نہیں سکتا تو شرط کا تحقق نہیں ہو سکتا لہٰذا طلاق نہ ہوگی اور کلام لغو ہوگا(۲)۔

= منه الفوبة أو الرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/۷۵۵، ۷۵۶، رشيديه)

(۱) "زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ ص: ۷۳، ۷۴، دار الاشاعت، کراچی)

(۲) "إنما يصح (المعلق) في الملك كقوله لمنكوحته: إن زرت فأنت طالق، أو مضافاً إليه أي إلى الملك: كإن نكحتك فأنت طالق بعد وجود الشرط". (تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، ۱۱۰، باب التعليق، دار الكتب العلمية، بيروت)

=

۱.....نکاح کا انعقاد ایجاب وقبول کے وقت سے ہوگا خواہ نکاح نامہ پر تاریخ کچھ بھی ڈالی جائے، اگر نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو نئے شوہر کا بچہ ہے ورنہ پہلے شوہر کا (۱)۔ ناجائز تعلقات سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا نسب زانی سے شرعاً ثابت نہیں (۲)۔

تنبیہ: بغیر شرعی ثبوت کے کسی کو زانی کہنا سخت جرم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۸۸ھ۔

طلاق کے لئے انجمن کی اجازت کو ضروری قرار دینا

سوال[۷۰۰۵]: زید اور اس کی بیوی میں بوجہ ناموافقت مزاج کشیدگی اس قدر بڑھ گئی کہ زید کو اختلاف دور ہونے کی امید نظر آرہی ہے۔ تین سال کی متواتر کوشش اور سمجھانے کے باوجود اس کی بیوی راہ راست پر آنے کے بجائے نافرمان ہی رہی، بدتمیزی یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ وہ زید کے والدین کو بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے لگی۔ زید نے اس کی خامیوں اور نافرمانیاں اس کے مخصوص متعلقین سے بیان کیں تو زید کے

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه ملتان)

(۱) "وإذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها، لم يثبت نسبه، وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه عنه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۳۶، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۷۳، باب ثبوت النسب، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۷۷، الفصل التاسع والعشرون في ثبوت النسب، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ولو زنى بامرأة فحملت، ثم تزوجها فولدت، ... إن جاءت به لأقل من ستة أشهر، لم يثبت نسبه ... ... إما إن قال: إنه مني من الزنا، فلا يثبت نسبه ولا يرث منه". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۴۰، رشيديه)

(۳) "وشرعاً - (أي القذف شرعاً) الرمي بالزنا وهو من الكبائر بالإجماع. فتح". (الدر المختار، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۴/۴۳، سعيد)

خسر نے زید کے والد کے متعلق کہا کہ "مجھے اس کی شکل سور کی نظر آتی ہے، میں اس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا"۔ زید نے اپنی بیوی کو درست کرنے کے لئے سب ہی ترکیبیں استعمال کرلی ہیں، مثلاً ترک کلام اور زدوکوب وغیرہ بھی کرکے دیکھ لیا، لیکن کوئی صورت اس کے ساتھ زندگی گذارنے کی پیدا نہیں ہوسکی۔

مجبوراً اگر طلاق دے کر پیچھا چھڑائے تو زید کی ایک قومی انجمن ہے جس کا قانون ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے تنگ ہو تو طلاق دینے سے قبل وہ انجمن میں درخواست دے، جب انجمن اجازت دے تب طلاق دے سکتا ہے ورنہ نہیں، بدون اجازت انجمن اگر طلاق دے دی تو ایسے شخص کے لئے پانچ سال تک ترک موالات کردیا جاتا ہے۔ اگرچہ زید نے مجبوری کی درخواست مذکورہ انجمن میں پیش کردی ہے، لیکن انجمن میں اکثر زید کی زوجہ کے رشتہ دار اور سرکش موجود ہیں، وہ درخواست دیکھتے ہی افراد انجمن پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ زید کے طلاق دینے سے پہلے ہی کم از کم دس یا پانچ سال تک کے لئے ترک موالات کردیا جائے اور زید کو جان سے مروا دینے کی اسکیم بنا رہے ہیں۔

ایسی صورت میں زید یا تو اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنی زندگی و دین کو برباد کرے، یا خودکشی کرکے اپنی جان کو ختم کرلے، اس کے علاوہ کوئی تیسرا چارہ کار نہیں ہے۔ کیا شریعت نے شوہر پر طلاق دے کر خلاصی حاصل کرنے کے بارے میں اس قدر تنگی کا حکم دیا ہے؟ اگر نہیں تو بعد طلاق انجمن یا کسی پنچ کا شوہر کے خلاف ایسا مذکورہ بالا فیصلہ دینا کیسا ہے؟ مع حوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔ بیوی غیر مقلد ہے، زید حنفی المسلک ہے۔ نیز مطلع فرمائیں کہ زید کے خلاف مذکورہ بالا فیصلہ دینا کہ وہ دس پانچ سال یا کسی بھی مدت کے لئے پابندی لگاتا کہ اس کا کوئی نکاح نہ کرسکے جس سے اس کی زندگی اور ایمان تک خطرہ میں پڑ جائے، یہ شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اول نرمی سے عورت کی اصلاح کی جائے شفقت سے اس کو سمجھایا جائے، اس سے کام نہ چلے تو مناسب طریقہ سے اس کو تنبیہ کی جائے، بسا موقع زدوکوب کی بھی اجازت ہے۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور صبر بھی نہ کرسکے تو طلاق کی اجازت ہے(۱)۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن، فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً، إن الله كان علياً كبيراً﴾ (سورة النساء: ۳۴)

اگر عورت زبان درازی کرکے اذیت پہنچاتی ہے تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے، جبکہ اس کو طلاق دینے کے بعد ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہ ہو:

"وقولهم: الأصل فيه (أي في الطلاق) الحظر، معناه أن الشارع ترك هذا الأصل فأباحه، بل يستحب لو مؤذية اهـ". در مختار۔

"(قوله: مؤذية) أطلقه، فشمل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها. (قوله: أو تاركة صلوة) الظاهر أن ترك الفرائض غير الصلوة كالصلوة اهـ". رد المحتار: ۲/۲۲۹ (۱)۔

جب آدمی حدودِ شریعت میں رہ کر جائز طریقہ سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ شرعاً مجرم نہیں اور جو شخص شرعاً مجرم نہیں کسی انجمن کو حق نہیں کہ اس کو مجرم قرار دے کر سزا دے اور اس سے ترکِ موالات کردے اور شادی کرنے سے روک دے جس سے وہ طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار ہو جائے، ایسا اقدام گناہ اور ظلم ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

= "يعزر المولى عبده والزوج زوجته ولو صغيرة على تركها الزينة الشرعية مع قدرتها عليها، وتركها غسل الجنابة، وعلى الخروج من المنزل لو بغير حق، وترك الإجابة إلى الفراش لو طاهرة من حيض". (الدر المختار: ۴/۷۷، باب التعزير، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/۸۲، ۸۳، باب حد القذف، فصل في التعزير، رشيديه)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۲۸، ۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۱۳، ۲۱۴، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۴۶۳، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "عن أبي سعيد وابن عباس رضي الله تعالى عنهم قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولد له ولد، فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثماً، فإنما إثمه على أبيه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۱، باب الولي في النكاح واستئذان المرأة، الفصل الثالث، قديمي)

طلاق کے لئے پنچایت نامہ

سوال: [۵۹۲۸] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بکنور فیض گنجور حضرت مولانا مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

ایک عورت چند مرتبہ اپنے شوہر کے یہاں سے بلا رضامندی شوہر نکل چکی ہے، اس عورت کا بیان ہے کہ میرا خاوند عورت کے قابل نہیں، اسی لئے وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں سے چند مرتبہ نکل گئی تھی اور اس کا خاوند برادری برادر اثر زور سے لایا۔

آخر جب کئی مرتبہ نکلی برادر اثر زور سے بھی نہ دی، اس عورت نے مجبور ہو کر اپنے خاوند کی سرکار میں درخواست دی، نقل مختاری کی اور اس کی نامردی کی جس کی سرکاری نقلیں عورت کے پاس موجود ہیں اسی بنا پر عورت کے خاوند کے آدمیوں نے ایک پنچایت ۲۰/ مارچ/۱۹۳۳ء کو بروز دیوان عام کی کہ جس میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی ہندو مسلمان موجود تھے۔

یہ اس عورت کا چوتھی مرتبہ نکلنا ہوا ہے، اس مرتبہ عورت کے خاوند نے تمام ڈیڑھ سو آدمیوں کے مجمع میں یہ کہا کہ "اگر یہ عورت اب کی مرتبہ مجھے دیدی ہووے تو اب کی مرتبہ یہ نہیں جائے گی اور اگر اب کی مرتبہ چلی گئی تو میں نہ اس کا خواہاں ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کروں اور نہ پنچایت کروں، یہی میری طلاق ہے، میں اس کا ذمہ دار ہوں"۔ وہ عورت پنچایت نے اس کو دے دی پھر اسی روز بذریعہ دیکھائی کے وہ عورت پھر چلی گئی۔

اب عرصہ کئی ماہ کا ہو چکا، وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں نہیں گئی۔ آیا بتاریخ پنچایت سے اس عورت کو طلاق ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہو چکی ہے تو تاریخ پنچایت مذکورہ سے عدت پوری کر کے وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ نقل نامہ پنچایتی اس عورت کے پاس موجود ہے جس کے اوپر دس بارہ آدمیوں کے انگوٹھے وغیرہ لگے ہوئے ہیں، امید ہے کہ سند صحیح مطابق شرع شریف جواب باصواب ملے۔ بینوا توجروا۔

تنقیح

۱- وہ شخص اس کا اقرار کرتا ہے یا نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور اگر پنچایت نامہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں تو اس کو بھیجنا چاہئے، اس کے بعد جواب دیا جائے گا۔

مستقل طلاق دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اس شرط کے بعد یعنی اگر اب کی مرتبہ وہ میرے یہاں سے چلی جائے تو اسے طلاق ہے تب اس کی بیوی پر اس تاریخ سے کہ وہ شوہر کے گھر سے اخیر مرتبہ گئی ایک طلاق پڑ گئی (۱)، اگر جماع یا خلوت صحیحہ کی نوبت آچکی تھی تو عدت گزر کر اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے بشرطیکہ شوہر نے رجوع نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ذ/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ شعبان/ ۵۲ھ۔

طلاق دینے سے بائیکاٹ وغیرہ کی سزا

سوال [۵۱۲۹]: زید، عمرو دو سگے بھائی ہیں، دونوں کی زوجہ دو سگی بہنیں ہیں، دونوں بہنیں اپنے شوہروں سے خانگی معاملات میں مطابقت نہیں رکھتی ہیں اور نہ ہماری فرماں برداری شوہر پر عمل کرتی ہیں، حتی کہ ہردوئی میں شوہر کو چھوڑ کر میکہ چلی گئی ہیں۔ دریں صورت دونوں بھائیوں کا گھر جہنم بنا ہوا ہے اور بدستور اسی معاملت کی تجدید ہو رہی ہے، یہاں تک کہ دونوں بہنیں فارخطی کی خواہشمند ہیں، زید و عمرو بھی ان سے خلاصی چاہتے ہیں، مگر برادری اور پنچایتوں کے کچھ خود طریق اور اصول وغیرہ ایسے ہیں جو طلاق دینے میں مانع ہیں، مثلاً جرمانہ، شادی بیاہ کا خرچ، نیز سوشل بائیکاٹ وغیرہ یہ تمام امور بھی برداشت سے باہر ہیں، بیماری وغیرہ بھی الگ لاحق ہے۔

ایسی صورت میں مندرجہ بالا اصولوں کی جو کہ برادری کی طرف سے نافذ ہیں خلاف ورزی شرعاً کیا درجہ رکھتی ہے؟ اور ان کا نفاذ بھی آیا جواز کا مقام رکھتا ہے یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۳۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۰۲، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، الفصل الثاني في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۰۱، ۲۰۲، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دینا شرعاً ناپسند و عند اللہ مبغوض ہے (۱) لیکن جب دونوں کے دلوں میں نفرت ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں ہو رہے ہیں، گھر جہنم بنا ہوا ہے، بیوی کی طرف سے بھی طلاق کا مطالبہ ہے، شوہر بھی تنگ ہو کر طلاق دینا چاہتے ہیں تو ایسی حالت میں طلاق دینا منع نہیں، بلکہ بہتر ہے کہ طلاق دے کر تعلق ختم کر دیا جائے (۲)۔ غالب خیال و قرین عقل بات یہ ہے کہ اس صورت میں برادری اور پنچایت کی طرف سے بھی طلاق دینے کی ممانعت نہیں ہوگی اور نہ ہونی چاہیے، برخلاف ایسی صورت میں ہوتی کہ بیوی بے قصور ہو وہ طلاق دینا نہیں چاہتی مگر شوہر ظلماً اس پر سختی کرتا اور طلاق دیتا ہو، اگر برادری نے موجودہ صورت پر بھی پابندی عائد کرکے قانون بنایا ہے تو یہ قانون خود ہی پابندی کے لائق نہیں، اس کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۷/۱۳۹۲ھ۔

طلاق دینے پر برادری کا سزا دینا

سوال [۵۹۷۵]: ہماری برادری نے پنچایت میں طلاق سے متعلق کچھ قواعد پاس کیے ہیں، وہ [illegible]

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عزوجل الطلاق". (سنن أبي داود: ۱/۲۹۶، كتاب الطلاق، سعيد)

"وأما وصفه فهو أنه محظور نظراً إلى الأصل ومباح نظراً إلى الحاجة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۲۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) "وسببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق .... وأما وصفه، فالأصح حظره إلا لحاجة". (مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، ۳۸۱، كتاب الطلاق)

"بحيث لو فاتت الإمساك بالمعروف" (الدر المختار). "أي كأن عجز عن إقامة حقوق الزوجة أو كان لا يشتهيها". (رد المحتار: ۳/۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

کچھ سزائیں بھی دینا پاس کی ہیں، کیا کسی برادری کو طلاق کے معاملہ میں سزا دینے کا حق پہنچتا ہے؟ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کیا ہے؟ تجویز مندرجہ ذیل ہیں:

… اگر کوئی بلا کسی شرعی عذر کے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور بستی کے پنچ اس کے عذر سے متفق نہیں ہوتے ہیں تو بستی کے پنچوں کو فیصلہ دینے کا اختیار ہوگا اور وہ سزا برادری سے خارج کرنا ہے۔ کیا تجویز پاس کرنا اور اس پر عمل درآمد کرنا جائز ہے؟

۲… عبدالحسین پسر عبدالحمید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پنچایت نے اسے عمر بھر کے لئے برادری سے خارج کر دیا، عبدالحسین کے باپ عبدالحمید کو حکم دیا کہ تم اپنے لڑکے کی مطلقہ کا زرمہر، نان نفقہ ادا کر دو، ورنہ تم کو بھی برادری سے خارج کر دیں گے، عبدالحمید نے مجبور ہو کر زرمہر، نان نفقہ ادا کر دیا، پھر بھی عبدالحمید کو یہ سزا دی کہ وہ اپنے لڑکے عبدالحسین سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ کیا عبدالحمید سے اس کے لڑکے کی بیوی کا زر، نان نفقہ دلوانا جائز ہے؟ اور پھر عمر بھر کے لئے قطع تعلق کرانا کیسا ہے، جبکہ عبدالحسین مع اپنی بیوی کے کئی سال سے اپنے باپ سے الگ رہتا ہے اور اس وقت اس کی عمر بیس سال ہے؟

۳… عبدالرحمان کو اس بنا پر دس سال کے لئے برادری سے خارج کر دیا کہ اس کے لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، عبدالرحمان دس سال تک برادری میں نہیں مل سکتا، نہ ہی رشتے کر سکتا ہے، بلکہ اس کے جوان لڑکا اور قریب الجوان لڑکی ہے، لڑکے کا نکاح ہو چکا ہے، رخصتی ہونی باقی ہے، مگر کسی کی بھی شادی دس سال تک نہیں کر سکتا۔

۴… محمد سعید پسر رحمت اللہ نے اپنی بیوی کو زبان درازی اور چوری کرنے کے الزام میں جو ثابت ہونے کی بنا پر طلاق دیدی اور زرمہر، نان نفقہ، سامان جہیز واپس کر دیا، لیکن برادری کی پنچایت نے محمد سعید کے والد کو برادری سے چار سال کے لئے خارج کر دیا۔ محمد سعید کی عمر اٹھارہ سال ہے، نیز اس کے بڑے بھائی کو جو بیس سال سے اپنے باپ رحمت اللہ سے الگ رہتا ہے، ایک سال کے لئے برادری سے خارج کر دیا۔

یہ چار سوال پیش خدمت ہیں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں کوئی قانون بنانا اور اس پر مندرجہ ذیل بالا سزائیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ حدیث و قرآن جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ طلاق شرعاً بہت ناپسند اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض چیز ہے، اس لئے بلا وجہ طلاق دینا قبیح ہے(۱)، مگر طلاق کی وجہ سے برادری کو سزا دینے کا حق نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کا نکاح کرنا اور باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے اس بیوی کو طلاق دینا قرآن کریم اور حدیث شریف میں مذکور ہے، لیکن اس پر ان کو کوئی سزا نہیں دی گئی(۲)، نہ ان سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق فرمایا، نہ لوگوں نے قطع تعلق کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی، ان سے بھی قطع تعلق برادری نے نہیں کیا(۳)۔ اور بھی طلاق کے واقعات پیش آئے، کسی شوہر نے

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عزوجل الطلاق" (سنن ابن ماجة، ص: ۱۴۶، أبواب الطلاق، مير محمد كتب خانه كراچي)

(وسنن أبي داؤد: ۱/۳۰۳، باب في كراهية الطلاق، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وإذ تقول للذي أنعم الله عليه وأنعمت عليه أمسك عليك زوجك واتق الله، وتخفي في نفسك ما الله مبديه، وتخشى الناس والله أحق أن تخشاه، فلما قضى زيد منها وطراً زوجنكها لكي لا يكون على المؤمنين حرج في أزواج أدعيائهم إذا قضوا منهن وطراً، وكان أمر الله مفعولاً﴾ (سورة الأحزاب: ۳۷)

"عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: لما نزلت هذه الآية ﴿وتخفي في نفسك ما الله مبديه﴾ في شأن زينب بنت جحش، جاء زيد يشكو، فهم بطلاقها، فاستأمر النبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "أمسك عليك زوجك، واتق الله". (جامع الترمذي: ۲/۱۵۲، تفسير سورة الأحزاب، سعيد)

(۳) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه طلق امرأته وهي حائض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسأل عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مره فليراجعها، ثم ليمسكها حتى تطهر، ثم تحيض، ثم تطهر، ثم إن شاء أمسك، وإن شاء طلق قبل أن يمس، فتلك العدة التي أمر الله أن تطلق لها النساء". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۰، كتاب الطلاق، باب قول الله عزوجل: ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن﴾، قديمي)

از خود طلاق دیدی، کہیں بیوی نے مطالبہ کیا جس پر خلع کی نوبت آئی، کسی کو سزا نہیں دی گئی۔ خلع کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہے(۱)۔

بات یہ ہے کہ بعض طبقوں میں میل نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے حقوق ادا نہیں ہوتے، ایسے وقت طلاق دینا ہی بہتر ہوتا ہے(۲)، کہیں برادری کا ایسا سخت قانون بنا دینا غلط اور خلافِ شرع ہے، اس کو واپس لینا ضروری ہے، بلا عذر طلاق کو انفرادی ظلم قرار دے کر اس سے روکنے کے لئے ظالمانہ قانون بنا دینا اجتماعی ظلم ہے۔

۲ ... بیٹا اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدے (عذر سے یا بلا عذر سے) تو اس کی بیوی کا زرِ مہر، اور نفقۂ عدت خود دینے والے پر ہے(۳)، اسکے والد کو مجبور کرنا ظلم ہے، پھر اس ظلم کو برداشت کر لینے کے بعد بیٹے سے

= (والصحیح لمسلم: ۱/۴۷۶، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها، وأنه لو خالف وقع الطلاق، ویؤمر برجعتها، قدیمی)

(وسنن النسائی: ۲/۹۸، باب وقت الطلاق للعدة التی أمر الله عزوجل أن یطلق لها النساء، قدیمی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان، ولا یحل لکم أن تأخذوا مما آتیتموهن شیئاً إلا أن یخافا ألا یقیما حدود الله، فإن خفتم ألا یقیما حدود الله، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ الآیة (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۲) "(قوله: ومن محاسنه التخلص به من المکاره) أی الدینیة والدنیویة، بحر: أی کأن عجز عن إقامة حقوق الزوجة أو کان لا یشتهیها". (رد المحتار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۴۱۵، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر: ۳/۴۶۵، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) "المهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین، سواء کان مسمی أو مهر المثل، حتی لا یسقط منه شیء بعد ذلک إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۰۳، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۵۱، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۱۰۲، باب المهر، سعید)

"المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی، کان الطلاق رجعیاً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً کانت المرأة أو لم تکن". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۵۵۷، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، کتاب =

قطع تعلق پر مجبور کرنا ظلم بالائے ظلم ہے اور قطع رحمی ہے(۱)، جبکہ وہ بیس سال کا ہے تو اس کو شادی سے روک دینا بڑا ظلم ہے جس سے معصیت میں مبتلا ہونے کا سخت خطرہ ہے(۲)۔

۳…… یہ بھی ظلم ہے۔

۴…… یہ بھی ظلم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۱۳۹۱ھ۔

کیا اہلِ محلہ کو طلاق دینے پر سزا دینے کا حق ہے؟

سوال[۵۹۷۱]: اگر کسی شخص کو اپنی بیوی ناپسند ہو اور اسے رکھنا نہیں چاہتا اور طلاق دینے پر آمادہ ہے، مگر گھر کے بڑے بوڑھے لوگ اور محلہ کے آدمی اسے مجبور کرتے ہیں کہ تم طلاق نہ دو، اگر طلاق دو گے تو ایسی صورت میں تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔ تو کیا اہلِ محلہ کو طلاق دینے والے کو سزا دینا جائز ہے؟ نیز اس مجبوری کے وقت شوہر طلاق دیدے یا رک جائے؟ اس سلسلہ میں مفصلاً اور مدلل احکام پیش کریں۔

= الطلاق، رشیدیہ)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴۳، فصل في نفقة العدة، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۶۰۹، باب النفقة، مطلب في نفقة المطلقة، سعيد)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الرحم شجنة من الرحمن، فقال الله: "من وصلك وصلته، ومن قطعك قطعته". (صحيح البخاري: ۲/۸۸۵، كتاب الأدب، باب: من وصل وصله الله، قديمي)

(وجامع الترمذي: ۲/۱۳، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في قطيعة الرحم، سعيد)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۲/۳۲۳، مسند عبد الله بن عمرو، (رقم الحديث: ۶۴۵۸)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "عن أبي سعيد وابن عباس رضي الله تعالى عنهم قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثماً، فإنما إثمه على أبيه". (مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۱، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة، الفصل الثالث، قديمي)

کے لئے تدابیر اختیار کرونگا، اگر غلطی کی اصلاح نہ ہوئی تو میں طلاق بھی دے سکتا ہوں، آپ کی مرضی کے مطابق، لیکن والدین نے فرمایا غلطی کوئی نہیں ہے، لیکن ہماری طبیعت ہے کہ تم اس بیوی کو طلاق دیدو۔

ایسی حالت میں زید کیا کرے جب کہ اس کی بیوی ایک دیندار عورت ہے اور کوئی غلطیاں بھی اس میں نہیں ہیں؟ اگر ایسی حالت میں زید طلاق دیدے تو بیوی کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟ اور اگر طلاق نہیں دیتا ہے تو والدین کا کہنا نہ ماننے کا گناہ تو نہیں ہوگا؟ دونوں صورتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

محمد عمر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ بیوی میں دینی، اخلاقی، معاشرتی کسی قسم کی خرابی نہیں اور وہ اپنے شوہر کے والدین کو نہیں ستاتی، بلکہ ان کی خدمت کرتی اور ان کو خوش رکھتی ہے، ادھر شوہر کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر بیوی کو طلاق دیدی بیوی کی حق تلفی ہوگی، تو ان مجموعی حالات کے پیش نظر طلاق نہیں دینی چاہئے، طلاق نہ دینے سے زید گنہگار نہیں ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: كانت تحتي امرأة أحبها وكان عمر -رضي الله تعالى عنه- يكرهها، فقال لي: طلقها، فأبيت، فأتى عمر رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- فذكر ذلك له فقال لي رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: "طلقها". رواه الترمذي". قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "طلقها" أمر ندب أو وجوب إن كان هناك باعث آخر".

وقال الإمام الغزالي في الإحياء (۲/۶۱، كشوري) في هذا الحديث: "فهذا يدل على أن حق الوالد مقدم، ولكن والد يكرهها لا لغرض فاسد مثل عمر". في المشكوة عن معاذ قال: أوصاني رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- وساق الحديث وفيه: "لا تعصين والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك". الحديث. في المرقاة: "شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضاً، إما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجة أمراه بفراقها وإن تأذيا ببقائها إيذاء شديداً، لأنه قد يحصل له ضرر بها فلا يكلف لأجلهما، إذ من شأن شفقتهما أنهما لو تحققا ذلك لم يأمراه به، فالزامهما له به مع ذلك حمق منهما ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله". انتهى مختصراً". (ضميمه ثانيه، اصلي بهشتي گوهر، ليار بحواله ص: ۱۲۳، المكتبة المدنية)

ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق

سوال [۵۹۷۳]: ہم دونوں میاں بیوی میں باہم تعلق ہے، میں مدرسہ میں پڑھتا ہوں اور بیوی اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہے۔ میری والدہ بیمار ہوگئی ہے دادا صاحب بیوی کو لے کر آئے ہیں تاکہ اپنی ساس کی خدمت کرے۔ دو روز رہنے کے بعد بیوی اپنے ماں باپ کے پاس بغیر اجازت چلی گئی ہے، محلہ کی عورتوں نے بے حد سمجھانے کی کوشش کی، دادا صاحب نے بھی کوشش کی ہے مگر کسی کی بات پر عمل نہیں کیا۔ میری چچی نے ایک میل پر جا کر اس کو روکا ہے چونکہ اس کو بعد میں معلوم ہوا کہ بغیر اجازت جا رہی ہے، وہاں پر اس کی صندوق وغیرہ پکڑی ہے، آپس میں جھگڑا ہوئی ہے(۱)۔ بہرکیف روکوشش کے باوجود چلی گئی ہے۔

اپنے ماں باپ سے جا کر یہ کہا ہے کہ مجھ کو سسر بٹھا کر گئے ہیں سب کی اجازت سے آئی ہوں بغیر اجازت نہیں آئی۔ یہ بالکل جھوٹ کہا ہے۔ اب والد صاحب نے مدرسہ میں میرے پاس خط بھیجا کہ تمہاری ماں بیمار ہے، جلدی سے آجاؤ۔ جب گھر آیا تو یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں جس سے میں بہت متفکر ہوا کہ بہت بڑی غلطی کی ہے، بغیر اجازت بھاگ گئی ہے، روکنے کے باوجود نہیں رکی۔

والدہ بیماری کی وجہ سے چارپائی سے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتیں۔ والد صاحب اپنے ہاتھ سے کھانا وغیرہ پکاتے ہیں۔ مجھ سے گھر والے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ چونکہ دوم تبہ پہلے بھی بغیر اجازت کے اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی ہے، اب بذات خود گئی ہے۔ گھر والے کہتے ہیں کہ اس کی تو عادت بن چکی ہے، لہٰذا جلدی سے طلاق دو تاکہ ہم دوسری جگہ شادی کریں خواہ آٹھ ہزار روپیہ لگ جائے، چاہے زمین بیچنا پڑے، مگر شادی کریں گے۔ اور اگر تو ہماری بات نہیں مانے گا تو ہمارا تیرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر بیوی کو لانے گا تو ہم تم کو بھی تمہاری بیوی کو بھی گھر میں نہیں رکھیں گے، نہ تم کو مکان دیں گے نہ کھیتی دیں گے۔ میری طبیعت طلاق دینے کو نہیں چاہتی ہے۔

ہماری شادی ہوئے سات سال ہوگئے ہیں، آپس میں خوب تعلق ہے، لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئی ہے۔ بیوی نے اپنا بھائی مدرسہ میں بھیجا ہے کہ میری غلطی کو معاف کر دیں، آئندہ کبھی بھی غلطی نہیں کروں گی، اب چاہے مجھ کو بیس سال تک اپنے ماں باپ کے پاس نہ بھیجنا یہ بھی منظور ہے۔ یہ بات سن کر میں سسرال گیا۔ اپنے

(۱) "جھگڑا ہونا، دھکا دینا، کھینچا تانی کرنا"۔

ماں باپ کی بغیر اجازت کے کیوں چلی گئی اس سے معلوم کیا تو نے کی صحیح وجہ بتلا دو۔ اس نے بتلایا: مجھے کسی نے کچھ بھی نہیں کہا، غلطی ہوگئی معاف کردو آئندہ غلطی نہیں کروں گی۔ میں نے اس سے کہا میرے گھر والوں کو راضی کردو، میں بھی راضی ہوں۔ پس نے گھر والوں سے معافی مانگی۔ میرے سسرال جانے کی خبر میرے والدین کو ہوگئی انہوں نے دھمکی دی۔ اب میں متفکر ہوں کیا کروں، طلاق دوں یا نہ دوں۔

جناب کے فتوے پر عمل کیا جائے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر ماں باپ طلاق کو کہیں تو بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے۔ اگر میں طلاق دے دوں تو گھر والے تو راضی ہو جائیں گے، لیکن میری طبیعت نہیں چاہتی۔ تین سال کی ایک لڑکی بھی ہے۔ اس صورت حال میں جناب والا فتویٰ سے مطلع فرمائیں تو کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماں باپ کو آپ کی بیوی کی حرکت ناگوار ہوئی کہ وہ ایسے پریشانی کے وقت بلا اجازت چلی گئی، اب وہ معافی چاہتی ہے، خود جا کر سسرال میں اپنی ساس اور سسر کو راضی کرے اور گھر کا کام شروع کردے، معافی مانگ لے اور آپ بھی سفارش کردیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو نرم فرما دیں جس سے وہ معاف کردیں۔

طلاق دینے سے جب معصیت میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کے کہنے سے طلاق نہ دی جائے(۱)۔ ماں باپ کو چاہیے کہ معاف کردیں، جو شخص بندوں کی خطا معاف کرتا ہے اللہ پاک اس کی خطا معاف کرتے ہیں(۲)، ورنہ سخت باز پرس کا اندیشہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۹/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۹/۲۵ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "أبغض الحلال إلی اللہ عزوجل الطلاق". (سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق: ۱/۳۰۳، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

"وأما وصفہ (أی الطلاق) فهو أنه محظور نظراً إلی الأصل، ومباح نظراً إلی الحاجة".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق: ۱/۳۴۸، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۲۸، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس، واللہ یحب المحسنین﴾. (آل عمران: ۱۳۴)

نماز نہ پڑھنے والی کو طلاق دینا کیسا ہے؟

سوال[۵۹۶۵]: زنے اگر احکام شرع بجانیارد چنانچہ نماز وغیرہ باوجود پند شوہر خود نخواند ونصیحت شوہر نشنود، پس او را بعد تدبیرات شرعی طلاق دادن لازم وواجب شود یا نہ؟ بیّنوا بحوالۃ صفحات الکتب المعتبرۃ تؤجروا عنداللہ أجراً عظیماً۔

المستفتی: بندہ سلامت اللہ گلی عفی عنہ، ۱۹/ربیع الاول/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بلا زوجہ صبر تواند کرد ونیز ادائے مہر قدرت دارد، بہتر است کہ طلاق دہد(۱)، ورنہ طلاق ندہد، وفقہاء وجوب را نفی کردہ اند: "لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ". درمختار: ۵/۳۷۷(۲)۔

"إذا اعتادت الزوجۃ الفسق، علیہ الأمر بالمعروف والنہي عن المنکر، والضرب فیما یجوز فیہ، فإن لم تنزجر، لایجب التطلیق علیہ؛ لأن الزوج قد أدی حقہ، والإثم علیہا. ہذا ما اقتضاہ الشرع، وأما مقتضی غایۃ التقوی، فہو أن یطلقہا، لکن جواز الطلاق إنما ہو إذا قدر علی أداء المہر، وإلا فلا یطلقہا، کما في الأشباہ والنظائر اہـ". نفع المفتي والسائل، ص: ۱۶۸، ۱۶۹(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ أعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ربیع الثانی/۵۶ھ۔

---

(۱) "بل یستحب لو مؤذیۃ أو تارکۃ صلوۃ" (الدر المختار). "أی تارکۃ الفرائض غیر الصلوۃ کالصلاۃ". (رد المحتار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) (الدر المختار: ۶/۴۲۷، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمگیریۃ: ۵/۳۶۳، کتاب الکراہیۃ، باب المتفرقات، سعید)

(۳) (نفع المفتي والسائل، ص: ۱۶۳، ۱۶۴، ما یتعلق بإطاعۃ الزوجات للأزواج، وحقوقہم علیہن وحقوقہن علیہم، إدارۃ القرآن کراچی)

کیا بے عمل بیوی کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟

سوال[۶۰۹۵]: اگر بیوی باوجود تنبیہ بلیغ کے نماز نہ پڑھے تو کیا اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کی اصلاح سے مایوس ہوگیا اور طلاق دینے کے بعد ادائے مہر میں دشواری نہیں ہوگی اور خود بھی معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے(۱) ورنہ اس کو طلاق نہ دے اور اصلاح کی کوشش کرتا رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
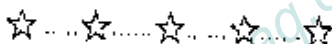
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "بل يستحب لو مؤذية، أو تاركة صلوة" (الدر المختار). "أن ترك الفرائض غير الصلوة كالصلاة" (رد المحتار: ۲۲۹/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"وإذا اعتادت الزوجة الفسق، عليه الأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، والضرب فيما يجوز فيه، فإن لم تنزجر، لا يجب التطليق عليه، لأن الزوج قد أدى حقه، والإثم عليها. هذا ما اقتضاه الشرع، وأما مقتضى غيرة التقوى، فهو أن يطلقها، لكن جواز الطلاق إنما هو إذا قدر على أداء المهر، وإلا لا يطلقها". (نفع المفتي والسائل، ص: ۱۶۳، ۱۶۴، ما يتعلق بإطاعة الزوجات للأزواج وحقوقهم عليهن وحقوقهن عليهم، دار القرآن كراچي)

باب وقوع الطلاق وعدم وقوعہ

الفصل الأول في وقوع الطلاق

(وقوعِ طلاق کا بیان)

بے اختیار لفظِ طلاق زبان سے نکل گیا

سوال[۵۰۷۰]: اگر کوئی شخص اِدھر اُدھر کی خیالی باتیں کر رہا ہو اور اس میں اپنی بیوی کو طلاق بھی دے دیا اور اُسے مطلق کچھ خیال نہ ہو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا کیا اثر پڑے گا۔ کہنے کے بعد خیال آیا تو کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟ طلاق کرنے کے بعد مہر دینا لازمی ہے، یا پہلے والا مہر ختم ہو جائے گا اور پھر مہر جدید متعین کرنا پڑے گا؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کہنا کچھ اور چاہتا تھا مگر زبان لڑکھڑا گئی اور زبان سے لفظ طلاق نکل گیا تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہوئی، لیکن قضاءً طلاق کا حکم ہوگا، یعنی اگر معاملہ عدالت میں یا شرعی پنچایت میں پہونچ جائے اور وہ کہے کہ میں لفظ طلاق نہیں کہنا چاہتا تھا بلکہ فلاں لفظ کہنا چاہتا تھا، بے اختیار زبان سے لفظ طلاق نکل گیا تو اس کا قول معتبر نہیں مانا جائے گا(۱)، بلکہ طلاق کا حکم کر دیا جائے گا۔ عورت نے اگر لفظِ طلاق سنا ہے تو وہ شرعاً اس کو طلاق ہی تصور

---

(۱) "ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مكرهاً أو هازلاً أو سفيهاً أو سكران أو أخرس بإشارته أو مخطئاً". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق: ۲۳۵/۳ - ۲۴۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، من يقع طلاقه ومن لايقع: ۲۵۸/۳، إدارة القرآن كراچي)

دیدے تو کیا بچی کی طلاق ہوجائیگی اور اس کو دونوں طرف نے منظور کر لیا، اور لڑکا پندرہ سال سات ماہ کی عمر کا ہے، کیا شرعی رو سے تو بالغ ہے، اگرچہ سرکاری قانون میں نابالغ ہے۔ تو یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

اور دوسرے یہ کہ ایک شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے اور تحریر دینے سے انکار کرتا ہے تو آیا یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے اس پر فتویٰ دیا کہ یہ طلاق واقع ہوچکی ہے اور اس کی عدم تحریر کو اس کے وقوع میں کچھ دخل نہیں ہے اور اس پر کتب فقہ کی عبارت "ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرہاً الخ" نقل کی۔ اس فتویٰ کی صحت وعدم صحت کو بھی واضح فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

شیر محمد ساکن کشن پورہ ضلع حصار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا بالغ قرار دیدیا جاتا ہے (۱) اگرچہ اس میں علامت بلوغ ظاہر نہ ہوں، پس اگر وہ لڑکا اپنی زوجہ کو طلاق دے تو وہ واقع ہوجائے گی اور شرعاً معتبر ہوگی۔ اگر اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی باپ یا چچا وغیرہ اس کی زوجہ کو طلاق دے گا تو وہ واقع نہ ہوگی (۲)۔ طلاق کا وقوع تحریر پر موقوف نہیں، زبان سے کہنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ "ھو رفع قید النکاح فی الحال أو المآل

---

(۱) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال ... فإن لم یوجد فیھما شيء، فحتی یتم لکل منھما خمس عشرة سنة، به یفتی، لقصر أعمار أھل زماننا" (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۱۵۳، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۵/۶۱، کتاب الحجر، فصل فی معرفة حد البلوغ، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۸/۱۵۳، کتاب الحجر، فصل فی حد البلوغ، رشیدیه)

(۲) "تصرف الصبی والمعتوہ إن کان نافعاً کالإسلام والاتھاب، صح بلا إذن، وإن ضاراً کالطلاق والعتاق، لا وإن أذن به ولیھما" (الدر المختار) "لاشتراط الأھلیة الکاملة ... وکذا لا تصح من غیرہ کأبیه ووصیه والقاضي لنفعه" (رد المحتار: ۶/۱۷۳، کتاب المأذون، مطلب فی تصرف الصبی ومن له الولایة علیه، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۵/۶۰، کتاب المأذون، الباب الثانی عشر فی الصبی أو المعتوہ، رشیدیه)

بلفظ مخصوص"۔ درمختار (۱)۔

تحریر کی ضرورت احتمال انکار کے دفعیہ کے لئے اور مصلحت کے لئے ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ربیع الاول/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۳/۵۸ھ۔

مذاق میں طلاق

سوال [۶۱۷۰]: زید نے اپنی دو دختران کا نکاح دو حقیقی برادران سے کردیا تھا، عرصہ تک اچھی طرح رہتے رہے۔ دختران کا کہنا ہے کہ دونوں بھائی ہمیشہ مذاق مذاق میں کہا کرتے تھے کہ تم اپنے ماں باپ کے گھر سے چکر نہ دیکھتی رہتیں، ہم تو ایسی گلہ کریں گے جو خوب مال لے کر آئیں۔ ایک روز صاف لفظوں میں اول بڑے بھائی نے کہا "تم کو، چھوڑا چھوڑا، ہم نے تمہیں چھوڑ دیا"۔ ایک مرتبہ طلاق کا لفظ بھی کہا کہ "چھوڑ دیا، طلاق دیدی"۔ ہم نے کہا کہ طلاق نامہ لکھ دو اور ہمارے گھر پہونچادو، ہم نے اس کو بھی مذاق ہی سمجھا۔ انھوں نے کہا کہ چلو ہم تمہارے والدین کے سامنے لکھ دیں گے۔

لدھیانہ سے ریل میں سوار ہو کر میرٹھ شہر میں اترے جہاں سے ہمارا گھر فاصلہ پر تھا، دونوں مع سامان گھر، ہم سے کہا کہ تم ٹھہرو، ہم سواری تلاش کر لاتے ہیں، وہ پھر لاپتہ ہوگئے۔ تین یوم تک میرٹھ میں انتظار کیا، پھر ہم خود اپنے گاؤں مع سامان گھر میں پہونچے۔ یہ سب قصہ لڑکیوں نے بیان کیا، برادران سے خط و کتابت کی، انہوں نے کسی کا جواب دیتے ہیں نہ آتے ہیں نہ ملتے ہیں، سات ماہ گزر گئے۔ ایسی صورت میں شرعاً طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق مذاق میں بھی ہوجاتی ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکیوں کا بیان صحیح ہے تو شرعاً طلاق واقع

---

(۱) (الدر المختار: ۲۴۶/۳، ۲۴۷، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۸/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

ہوگئی: "و طلاق اللاعب والهازل به واقع اهـ". عالمگیری: ۱/۳۵۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۳/۶۲ھ۔

نوٹ: محض مجمل لڑکیوں کے بیان پر دوسرا نکاح نہ کیا جاوے، بلکہ معاملہ صاف کرنا ضروری ہے، اگر شوہر اقرار کرے تو عدت کے بعد نکاح ہو سکتا ہے۔ فقط سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

جنگل میں باپ کے سامنے بغیر مرضی کے طلاق دینے سے وقوعِ طلاق

سوال [۵۹۸۰]: ایک جنگل میں باپ اور بیٹا دونوں کام کر رہے تھے، باپ نے بیٹے سے کہا کہ تم کس کے مرید ہو گے؟ تو لڑکے نے کہا: میں اپنے ماموں کا یا ملک ہوں گا۔ تو باپ نے کہا کہ ماموں کی لڑکی تیرے گھر میں ہے، جب تو ماموں کا مرید بننا چاہتا ہے تو تیرا نکاح اس کی لڑکی سے ہے، اس سے تو بہتر ہے کہ اپنی بہن سے نکاح کر لیتا۔ تو لڑکے نے جواب دیا کہ یا ملک یا مرید ہوں گا تو ماموں کا۔ اس کے بعد اس لڑکے نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی اور طلاق باپ کے سامنے دی۔ ویسے نہ مرضی طلاق کی تھی ورنہ اب ہے، دونوں میاں بیوی ایک ہونے کو کہتے ہیں۔ اب علماء اس بارے میں کیا کہتے ہیں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماموں کی لڑکی سے نکاح جائز ہے(۲)، وہ حقیقی بہن کی طرح نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر اور مربی تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه، رشیدیہ)

(وکذا فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

"فيقع طلاق الهازل بالطلاق واللاعب، لما روي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والعتاق". (بدائع الصنائع ۳/۱۵۲، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴)

علیہ وسلم کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں (۱)۔

بیٹے نے جب تین طلاق دی تو طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دونوں کا شوہر بیوی کی طرح رہنا ہرگز جائز نہیں۔ اور حلالہ یہ ہے کہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، وہ ہمبستری کرکے اگر طلاق دیدے یا مرجائے اور اس کی عدت گزر جائے تب دوبارہ اس مطلقہ لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے (۲)۔ طلاق باپ کے سامنے اور جنگل میں دی تب بھی وہ طلاق ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مذاق میں طلاق اور طلاق کا جھوٹا اقرار

سوال [۵۸۹۵]: زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہا کہ "میں تمہیں نہ رکھوں گا"۔ پھر جب گھر سے باہر نکلا تو ایک صاحب نے مذاق میں کہا کہ "آپ نے اپنی بیوی کو کبھی طلاق دی ہے؟" زید نے ہنستے ہوئے کہا کہ "میں نے طلاق مغلظ دی ہے"۔ اپنی بیوی کے سامنے بھی نہیں کہا تھا صرف دوسرے سے مذاق میں زبان سے نکل گیا کوئی دل سے نہیں کہا۔

اب اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ طلاق مغلظہ ہوگئی یا نہیں، اور اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن بريدة قال: خطب أبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما فاطمة، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنها صغيرة". ثم خطبها علي، فزوجها منه". (مشكوة المصابيح، باب مناقب علي بن أبي طالب، الفصل الثالث، ص: ۵۶۶، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (البقرة: ۲۳۰)

"وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: جاءت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: إني كنت عند رفاعة، فطلقني، فبت طلاقي، فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير، وما معه إلا مثل هدبة الثوب. فقال: "أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة"؟ قالت: نعم، قال: "لا، حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك" (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المطلقة ثلاثاً، الفصل الأول، ص: ۲۸۴، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہنسی مذاق میں بھی کسی نے طلاق مغلظہ دے دی تب بھی واقع ہوگئی، چاہے بیوی سامنے ہو یا نہ ہو(۱)۔ لیکن اگر اس کا مقصود ان لفظوں سے طلاق مغلظہ کی غلط خبر دینا تھا، یعنی مخاطب کے سامنے جھوٹی خبر دینا تھا اور جھوٹ کا اقرار کرنا تھا تو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ طلاق نہیں ہوئی۔ اگر پہلے اس پر گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹا اقرار کروں گا تو قضاءً بھی طلاق نہیں ہوئی(۲)۔

اگر طلاق مغلظہ کا لفظ کہتے وقت زید خالی الذہن تھا، یعنی جھوٹا اقرار کرنا، جھوٹی خبر دینا ذہن میں نہیں تھا، بلکہ اس تصور سے فارغ ہو کر کہہ دیا تو طلاق مغلظہ ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ کے زوجیت درست نہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۱۳۸۷ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ثلث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة". (سنن أبي داود، باب في الطلاق على الهزل: ۱/۳۰۵، امدادیہ ملتان)

"ويقع طلاق ... هازلاً". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أي فيقع قضاءً وديانةً". (رد المحتار: ۳/۲۳۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۲، كتاب الطلاق، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) "لو أراد به الخبر عن الماضي كذباً لا يقع ديانةً، وإن أشهد قبل ذلك لا يقع قضاءً". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي لا تصح مع الإكراه: ۳/۲۳۸، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق: ۳/۲۹۲، رشيديه)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۳۹۹، شركة علميه ملتان)

عددِ طلاق میں شک

سوال [۵۹۱۲]: زید اور اس کی بیوی ہندہ میں نزاع ہوا تو زید نے ہندہ مذکورہ کو ایک سے زائد طلاق دیں (غالباً اس طرح میں نے تجھ کو طلاق دی، قطعی دیدی اور پچھلا فقرہ قطعی دیدی ایک بار یا دو بار، تین بار اس کو سننے والوں نے دو یا تین دفعہ سمجھا) اور گھر سے نکل جانے کو کہا، پھر جب غصہ فرو ہو گیا تو اس نے اپنی بیوی مذکورہ کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اب تک حسبِ معمول سابق اس کے پاس رہتی ہے، واقعہ مذکورہ کی تفصیل زوجین اور دو عورتوں عائشہ اور زینب کے بیان کے مطابق جو جھگڑے کے وقت موجود تھیں بطور ذیل ہے:

۱- زید شوہر کا بیان کہ میری بیوی نے طعنہ زنی کی جس پر مجھ کو غصہ آیا اور غصہ میں میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، یہ یاد نہیں ہے کہ کتنی طلاقیں دی ہیں، دو یا تین یاد ہیں۔

۲- ہندہ بیوی کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو برا بھلا کہا اس لئے میں نے بھی طعنہ دیا اس پر میرا شوہر بہت غصہ ہو گیا اور مجھ کو دو تھپڑ بھی لگائے اور میں نے دو طلاقیں اس کی زبان سے سنیں۔

۳- مسماۃ عائشہ نے بیان کیا جس مکان میں جھگڑا ہوا میں موجود تھی، زید نے اپنی بیوی کو کئی طلاقیں دیں، یہ مجھے پورا خیال نہیں کہ دو دیں اور کتنی دفعہ کہا، میرے خیال میں یہ ہے کہ اس نے پوری طلاقیں دیں، اگر مجھے اسی وقت خیال ہوتا کہ بعد میں تحقیق کی جائے گی تو میں دھیان کر کے یاد رکھتی۔

۴- مسماۃ زینب کا بیان ہے کہ جب جھگڑا ہوا تو زید نے اپنی لڑکی اپنی بیوی ہندہ کی گود سے لے لی اور ہندہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، جا، وہ چلدی، جب چھوڑ دی تو اس نے تین دفعہ طلاق دی۔

پس ارشاد ہو کہ بصورت مذکورہ بالا شرعاً زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا اپنی بیوی کو رکھ لینا رجوع ہوا یا نہیں؟ اور اگر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی تو عدت کا شمار کس وقت سے ہوگا اور کب عدت ختم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاروں میں کسی کے بیان میں بھی الفاظِ طلاق کا ذکر نہیں کیا، جیسا سائل نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی یقین کے ساتھ نہیں لکھا، اگر صریح الفاظ طلاق کے کہے تو ظاہر یہ ہے کہ اگر ہندہ کے نزدیک زینب کا بیان صحیح ہے اور زینب ثقہ عادلہ ہے تو ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں، البتہ حلالہ کے بعد نکاح درست ہو سکتا ہے اگر

نہ منشی شاہد عادل ہیں اور ہندہ کو اس کے کہنے کا یقین نہیں اور عائشہ کا خیال یہ ہے کہ تین دفعہ طلاق صریح دی ہے اور ہندہ اس خیال کی تصدیق کرتی ہے تب بھی یہی حکم ہے(۱)۔

اگر عائشہ کے خیال کی تصدیق نہیں کرتی اور دو مرتبہ خود صریح طلاق سننے کا یقین کرتی ہے اور شوہر کو شک ہے کہ اس نے دو دفعہ صریح طلاق دی ہے یا تین دفعہ اور کوئی ذریعہ ترجیح اور ظن غالب کا ہے نہیں تو اس صورت میں دو طلاق شمار ہوں گی تین شمار نہ ہوں گی(۲) اور صریح طلاق دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت میں رجعت جائز ہوتی ہے(۳) اور عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہوگا(۴)۔

---

(۱) "والمرأة كالقاضي، لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها".

(تبيين الحقائق: ۳/۲۱۳، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۵۱، كتاب الطلاق، مطلب في الصريح ألفاظ المصحفة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۲) "وفي نوادر ابن سماعة عن محمد: إذا شك في أنه طلق واحدة، أو ثلاثا، فهي واحدة، حتى يستيقن، أو يكون أكبر ظنه على خلافه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۶۳، الفصل الأول في الطلاق الصريح، مطلب: إذا شك أنه طلق واحدة الخ، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۸۳، مطلب في قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۳۲۰، الفصل في الشك في إيقاع الطلاق، وفي الشك في عدم ما وقع من الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۸۳، باب الرجعة، رشيديه كوئٹه)

(۴) "ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۳۱، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۵۲۰، باب العدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۰۴، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

تین حیض عدت ہوگی، اگر حاملہ ہے تو وضع حمل(۱) ورنہ تین ماہ ہے، لہٰذا تحقق زوجیت کا باقی رکھنا رجعت شمار ہوگا(۲) تاہم اگر کسی طریق سے یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ تین مرتبہ صریح طلاق دی ہے پھر تحقق زوجیت کا باقی رکھنا بلا حلالہ کے حرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال [۵۹۸۳]: ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ، اندریں صورت:

شخصے بنام عبدالجلیل در روز بحوائج مکان مشغول شدے و بعد مغرب بخار آمدے۔ بدینگونہ حالت او بود۔ روزے بعد مغرب بخار آمد و زوجۂ خود را برائے خدمت او طلب کرد، نیامد، او گفت: ترا ایک طلاق دادم۔ و شاہد واحد فقط پسر او بنام علی حسین حاضر بود، گفت: پدرم مادرم را بدینگونہ گفت: "ترا طلاق دادم، طلاق دادم، ترا

---

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، و هي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، و عدة الحامل أن تضع حملها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۶، ۵۲۸، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع الدر المختار: ۳/۵۰۲، ۵۱۰، باب العدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۴۸، ۲۵۲، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۵، ۳۰۴، ۳۱۹، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق في عدة الحامل، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ترتجع (الرجعة) براجعتك، أو راجعت امرأتي، و بما يوجب حرمة المصاهرة ..... إلى أن قال: كالوطء، والقبلة، واللمس والنظر إلى داخل الفرج بشهوة". (تبيين الحقائق: ۳/۱۳۹، باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار مع الدر المختار: ۳/۳۹۸، باب الرجعة، سعيد)

"والجماع في العدة رجعة، و كذلك المس بشهوة، والتقبيل بشهوة". (التاتارخانية: ۳/۵۹۴، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن)

یک طلاق دادم"۔

عبدالجلیل گفت: هر گاه میان ما فساد گردد، پسرم علی حسین دائما طرفداری مادرش می نماید، با مادرش مشاوره نموده، این میگوید. پس درین صورت کدام طلاق گردد، یعنی سه طلاق واقع گردد، یا طلاق واحد؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

فقط عبدالرحمن غفرلہ [illegible]

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبدالجلیل بحواس خود ایک طلاق داده است و بر وثوق میداند که یک طلاق داده، و سه طلاق نه داده است، و شاهد بجز پسرش هیچ کس نیست، پس فقط سه طلاق واقع نخواهد شد، بل یک طلاق واقع خواهد شد. تاهم اگر زنش را پسرش به سه طلاق اطلاع داده است، و او خود او عادل است و یقین به خبر پسر میدارد، یا او بگوش خود سه طلاق شنیده است، در هر صورت زن را روا نیست که بهیچ وجه عبدالجلیل را بر خود دست دهد، و برائے جماع و دواعیش مطاوعت نماید، بلکه واجب است که بهیچیکه تواند ازو دور ماند، کما صرح به فی رد المحتار فی باب الرجعة [illegible](۱)۔

اگر عبدالجلیل یک طلاق را بر وثوق باور نمیدارد بلکه او را شک است که یک طلاق داده است یا سه، و پسر و زوجه اش را تصدیق می نماید، پس درین صورت سه طلاق واقع خواهد شد، هکذا یفهم مما ذکر فی الأشباه:

"شک أنه طلق واحدة أو أکثر بنی علی الأقل، کما ذکره الإسبیجابی، إلا أن یستیقن بالأکثر أو یکون أکبر ظنه علی خلافه. وإن قال الزوج: عزمت علی أنه ثلاث، یترکها، وإن

(۱) "إذا أخبرها ثقة أن الزوج طلقها وهو غائب، وسعها أن تعتد وتتزوج، ولم یقیده بالدیانة. قلت: هذا تأیید معقول للأئمة المذکورین، فإنه إذا حل لها التزوج بإخبار ثقة، یحل لها التحلیل ها بالأولی إذا سمعت الطلاق أو شهد به عدلان عندها". (رد المحتار، باب الرجعة، مطلب: الإقدام علی النکاح إقرار بمضي العدة: ۳/ ۴۲۱، سعید)

أخبره عدول حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة وصدقهم، أخذ بقولهم إن كانوا عدولاً. اهـ".

قال الحموي: "(قوله: وصدقهم) مفهومه أنه غلب على ظنه خلاف كلامهم، يأخذ بظنه. اهـ"

حموی مصری: ۸۲ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۳/۵۵ھ۔

---

(۱) (شرح الحموي على الأشباه والنظائر: ۱/۱۹۴، ۱۹۵، القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك، إدارة القرآن كراچی)

(وكما في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، مطلب: بالشك أنه طلق واحدة أو ثلاثاً: ۱/۳۶۳، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في قول الإمام: إيماني كإيمان جبرئيل: ۳/۲۸۳، سعید)

ترجمۂ سوال وجواب:

آپ حضرات کا اس صورت میں کیا قول ہے دام ظلکم اللہ تعالیٰ کہ

ایک شخص عبدالجلیل نامی دن میں گھریلو ضروریات میں مصروف رہتا تھا اور بعد مغرب اس کو نیند آجاتا تھا، یہی عادت تھی۔ ایک دن بعد مغرب اس کو نیند آگیا اور اس نے اپنی بیوی کو اپنی خدمت کے لئے طلب کیا، وہ نہیں آئی، اس نے کہا: "تجھ کو میں نے ایک طلاق دی"۔ صرف ایک گواہ اس کا لڑکا حسین نامی حاضر تھا، اس نے بیان کیا میرے والد نے میری والدہ کو اس طرح کہا ہے: "تجھ کو میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، تجھ کو میں نے ایک طلاق دی"۔

عبدالجلیل نے بیان کیا: اس رات ہمارے درمیان جھگڑا ہوا ہے، میرا لڑکا حسین بیٹا اپنی ماں کی طرف داری کرتا ہے اور اپنی ماں سے مشورہ کر کے ہی یہ بیان کر رہا ہے۔ پس اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی، تین طلاق واقع ہوگی یا ایک طلاق؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

حقیر عبدالرحمٰن غفرلہ الرحمٰن۔

الجواب:

اگر عبدالجلیل نے اپنے ہوش وحواس کی درستگی سے بالکل ایک ہی طلاق دی ہے اور یقین سے جانتا ہے کہ ایک ہی طلاق دی ہے، تین طلاق نہیں دی اور لڑکا حسین مذکور کے علاوہ کوئی نہیں ہوا، تو تین طلاق واقع نہ ہوں گی، بلکہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ ہاں! اگر اس کی بیوی کو اس کے لڑکے نے تین طلاق کی اطلاع دی ہے اور وہ لڑکا اس کے نزدیک عادل ہے اور وہ اس کے کہنے کی خبر پر یقین رکھتی ہے یا اس نے اپنے کان سے تین طلاق سنی ہیں، ہر صورت میں عورت کو جائز نہیں کہ کسی طرح =

صیغۂ حال سے طلاق

سوال[۵۸۸۴]: زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو بایں الفاظ کہ "تم کو طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں" کہہ دیا۔ تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ از روئے شرع شریف ذیل میں تحریر فرمادیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ "تم کو طلاق دیتے ہیں" حال کا صیغہ ہے اور صیغۂ حال سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، پس تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، بغیر حلالہ کے رکھنا صحیح نہیں۔ "وفي المحيط: لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً، اھ"۔ عالمگیری: ۱/۴۰۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۴/شوال/۵۵ھ۔

— عبدالجلیل کا اپنے اوپر قابو رہے اور جماع یا دواعی جماع کے واسطے اس کی اطاعت کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے دور رہے جیسا کہ ردالمحتار، باب الرجعة: ۲/ ۸۴۱، میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

اگر عبدالجلیل کو ایک طلاق کا وثوق کے ساتھ یقین نہیں، بلکہ اس کو شک ہے کہ ایک طلاق دی ہے یا تین اور اپنے لڑکے اور بیوی کی تصدیق کرتا ہے تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ احیاء میں ذکر کردہ ذیل عبارت سے ایسی طرح سمجھ میں آتا ہے: "شک أنه طلق واحدة أو أكثر، بنى على الأقل، الخ"۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۸۲، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

"ويقع بها: أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح". (الدر المختار). "(قوله: وما بمعناها من الصريح): أي مثل ما سنذكره من نحو: كوني طالقاً واطلقي، ويا مطلقة بالتشديد، وكذا المضارع إذا غلب في الحال، مثل أطلقك، كما في البحر". (رد المحتار، ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: سن بوش، يقع به الرجعي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

اگر وہاں کے عرف میں یہ لفظ حال میں آکر مستقبل ہوتا ہے تو ان الفاظ سے حسب تصریح مفتی صاحب تین طلاق واقع ہوگئی۔ سعید احمد غفرلہ۔

صیغۂ حال سے طلاق

سوال [۵۹۹۵]: ۱ . . احقر کشمیر کے ایک دور افتادہ پہاڑی علاقہ کا باشندہ ہے جو وادی سے ۱۰۰ کلومیٹر دور ہے، علاقہ کی بولی سے جداگانہ ہے، یہ علاقہ قلیل کے نام سے جانا جاتا ہے، اس میں ۲۸،۲۷ گاؤں ہیں، خوش نصیب سب مسلمان ہیں۔ احقر رمضان المبارک میں گھر گیا تو برادری کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک جملہ کہا تھا "[illegible]" جس کا ترجمہ یہ ہے "میں اسے چھوڑ رہا ہوں"۔ بیوی سامنے تھی۔ یہ جملہ ایک ہی مجلس میں تین دفعہ کہا تھا، یہ جملہ بیوی کے بارے میں اگر ہمارے یہاں کہے تو طلاق ہی مراد لیتے ہیں اور اگر کسی دوسری چیز کی طرف اشارہ کر کے کہے تو اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس چیز کو چھوڑ رہا ہے۔

یہ مسئلہ کشمیر کے مفتی اعظم بشیر الدین صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ طلاق نہیں ہوئی ہے، مگر احتیاطاً نکاح پڑھیں۔ احقر کے پاس وہ فتویٰ لایا گیا، اس میں مفتی صاحب نے لکھا تھا: "۱ إذا لم یسم المرأة ولم یضف الطلاق إلی المرأة لا یقع"(۱)۔

۲ کوئی اپنی بیوی سے کہے "میں اسے چھوڑ دوں گا" تو طلاق واقع نہیں ہوتی؟

۳ غصہ اور غضب میں جب ہوش قائم نہ ہوں، ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

احقر نے کہہ دیا کہ یہ فتویٰ غلط ہے، پہلا مسئلہ اس وقت ہے جب کہ ایک آدمی کے نکاح میں کئی بیویاں ہوں وہ نام نہ لے، یہاں ایک ہے نام لینے کی کیا ضرورت ہے، نمبر: ۲ میں "میں چھوڑ رہا ہوں" کے بجائے "میں چھوڑ دوں گا" کا حکم لکھا تھا۔ نمبر: ۳ میں غصہ و غضب میں طلاق واقع نہ ہونے کو جو لکھا ہے یہ بھی غلط ہے، بندہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ سب لوگ بندہ کے سر ہوگئے کہ پھر آپ ہی کچھ کریں۔ احقر مذکورہ جملہ تین دفعہ کہنے سے

---

(۱) "رجل قال: طلقت امرأة، أو قال: "امرأة طالق". ثم قال: لم أعن امرأتي، يصدق قوله". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار وفي ترك الإضافة وما يشبهها: ۳/۲۰۴، قديمي)

طلاق مغلظہ کا قائل تھا، مگر ظاہر نہ کر سکا۔ چونکہ جن صاحب نے یہ الفاظ کہے تھے، وہ کافی مالدار تھے، علاقہ کے اکثر لوگ ان سے وابستہ تھے، نیز جن کی لڑکی تھی، وہ طلاق کو نہیں چاہتے تھے، بلکہ چچازاد وان کا یہ تھا کہ کچھ بھی ہو جائے ہماری لڑکی ان کے گھر رہے۔ ادھر سے لڑکی والے میری اہلیہ محترمہ سلمہا اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں، ان کی وجہ سے بھی میں بات صاف نہ کہہ سکا، کیونکہ تقدیر پر ہوتا۔

احقر سے یہ لوگ صرف نکاح پڑھنے یا اجازت نکاح طلب کرنے کو کہتے تھے، یہ نہیں کہتے تھے کہ شرعی حکم کیا ہے؟ یہ لوگ رات و دن آتے رہتے اور تنگ کرتے؟ آخرکار بندہ مجبور ہوا تو ان سے کہا کہ قریب کے پانچ چھ گاؤں کے اکثر اور سمجھدار لوگ جمع کریں، سب مل کر فیصلہ کریں، ایک اور چار گاؤں کے اکثر لوگ اور دو گاؤں سے ایک ایک آدمی جمع ہوئے، حضرت نے پہلے ان کو خوب سمجھایا کہ طلاق و نکاح کا مسئلہ ہے، آپ لوگ کسی کی رعایت نہ کریں، اس جملے میں کونسا زمانہ پاتے ہو؟ اور تین دفعہ کہنے سے تم لوگ کیا حکم لگاتے ہو؟ صاف صاف کہدیں تو سب لوگوں نے یہ کہا کہ ان الفاظ سے ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور مذکورہ جملے میں زمانہ مستقبل پاتے ہیں۔

کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ بھی اس علاقہ کے باشندہ ہیں، مذکورہ جملہ آپ کی مادری زبان کا ہے، آپ ہی بتائیں کہ کیا حکم ہوگا، بلکہ سب لوگ کہنے لگے کہ آپ نکاح پڑھیں، یا اجازت دیں۔

احقر نے ان سے ایک تحریر نامہ بھی لیا جس میں چالیس سے زائد لوگوں نے دستخط بھی کئے، پھر مجبور ہو کر بندہ نے نکاح پڑھنے کی اجازت دی، نکاح ہو گیا۔ اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ حقیر کے حق میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور مذکورہ جملہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں جب شوہر اپنی بیوی کے حق میں کہتا ہے کہ "میں اسے چھوڑ رہا ہوں" تو عامۃً اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ میں اسے طلاق دے رہا ہوں، لہٰذا اس لفظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تین دفعہ کہنے سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے (۱)، پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہوتا، جو نکاح دوبارہ

(۱) "إذا قال الرجل لامرأته "بيشتم ترا ازدى" فاعلم بأن هذه اللفظة استعملها أهل خراسان و أهل عراق في الطلاق، وأنها صريحة عند أبي يوسف رحمه الله تعالى، حتى كان الواقع بها رجعياً، و يقع بدون -

گالی کے طور پر "طلاقن" کہنا

سوال [۵۹۸۶]: زید کی اس کی گھر والی سے ناراضگی چل رہی تھی، گھر والی کھانے کے لئے کہنے کے واسطے سامنے آئی تو زید نے گھر والی سے کہا کہ "ہٹ جا سامنے سے سات طلاقن"۔ اس لفظ سے زید کی نیت گالی دینے کی تھی، طلاق دینا نہیں تھا۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کی بیوی کو پہلے طلاق نہیں دی گئی تھی، اب یہ شخص خود اس کو "طلاقن" کہہ رہا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی، اور "سات طلاقن" کہنے سے طلاق مغلظہ ہوگئی۔ گالی کی نیت قضاءً معتبر نہیں:

"قال في البحر: ومنه: أي من الصريح: يا طلاق، أو يا مطلقة – بالتشديد – ولو قال: أردت الشتم، لم يصدق قضاءً وديّن، خلاصة. ولو كان لها زوج طلقها قبل فقال: أردت ذلك الطلاق، صدق ديانةً باتفاق الروايات وقضاءً في رواية أبي سليمان، وهو حسن، كما في الفتح. وهو الصحيح، كما في الخانية. ولو لم يكن لها زوج، لايصدق، وكذا لو كان لها زوج قد مات، اهـ". رد المحتار: ۲۴۲/۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۱۳۹۰ھ۔

گالی کے طور پر لفظ "طلاق" کا استعمال

سوال [۵۹۸۷]: زید نے زوجہ کی چند کوتاہیوں کی وجہ سے اشتعال میں آکر لفظ "طلاق، طلاق، طلاق" تین مرتبہ کہا، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو زید نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہا بلکہ بطور دشنام کہا۔ لہٰذا اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية: ۲۵۰/۳، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب الطلاق: ۳۳۴/۲، إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب إيقاع الطلاق: ۷/۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی کے حق میں لفظ طلاق تین دفعہ کہا ہے اگرچہ بطور دشنام کہا ہو اور طلاق دینے کی نیت نہ ہو تب بھی طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/ ۸۸ھ۔

طلاق نہ دینے کا عہد کرنے کے بعد پھر طلاق دینا

سوال[۵۹۸۸]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے حالتِ نکاح میں یہ عہد کیا تھا کہ اگر میں تیرے ساتھ کسی قسم کا دھوکہ کروں تو مجھے خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بُعد نصیب ہو۔ اس عہد کے بعد زید کو قرائن قویہ سے معلوم ہوا اور پورے وثوق کے ساتھ اس بات کو پہنچا کہ ہندہ خصائلِ رذیلہ میں مبتلا ہوگئی، اس علم کے بعد زید نے اس کو بہت سمجھایا اور بہت کچھ صبر وتحمل سے کام لیا مگر جب کہ بستی والوں نے بھی

---

(۱) "إذا قال لامرأته: أنت طالق، وطالق، وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۶، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، قبيل باب الكنايات، سعيد)

(۲) "أما الحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد ..... وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾". (بدائع الصنائع: ۳/۳۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، ۹۷، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۱۰۴، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون، في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل، إلخ، إدارة القرآن كراچی)

اس بات کی شہادت دی کہ زید! تیری بیوی کا تعلق نہایت درجہ خراب ہو چکا ہے۔ اور ہندہ نے اپنے خاوند سے کئی مرتبہ کہا کہ مجھے طلاق دیدے، میرا تعلق جس شخص سے ہو چکا ہے، اس سے نکاح کروں گی تو زید نے مجبوراً طلاق مغلظہ دیدی۔

اب زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ دھوکہ باز قرار دیا جائے گا اور وہ بعد خداوندی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ اب ہندہ بہت زور دے رہی ہے نکاح ثانی پر اور اس نے حلالہ کے واسطے ایک آدمی کو تیار کر رکھا ہے مگر زید کا دل اس سے بالکل برداشتہ ہو چکا اور بستی والے ابھی بہت زور دے رہے ہیں نکاح ثانی پر۔ اب ان سے حلفاً پوچھا جائے کہ ہندہ کے تعلقات واقعی تم نے خراب پائے، اگر خراب پائے تو پھر کیوں زور دیتے ہو اور زید کو جس جگہ اور جس پر شبہ تھا اس نے بھی اقرار کیا کہ میں نے زنا کیا اور میرے سے یہ زنا نہیں چھوٹ سکتا اور یہ ہندہ عورت مجھے چھوڑ نہیں سکتی۔ اور زید کے لئے ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اور زید کے لئے ایسی بیوی کی بابت کیا حکم ہے؟ فقط والسلام ۲۰/صفر/۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس صورت میں زید کو شرعاً دھوکہ باز نہیں کہا جا سکتا اور زید کے ذمہ اس عورت سے دوبارہ حلالہ کے بعد بھی نکاح کرنا واجب نہیں، اس کو اختیار ہے کرے یا نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/صفر/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/صفر/۵۸ھ۔

حالتِ حیض میں طلاق

سوال [۵۹۸۹]: ہمارے یہاں ایک شخص کو آج شادی کئے ہوئے قریب دو سال ہو گئے، ایک بچہ بھی ہو گیا اور آرام سے زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک روز زید کی بیوی بخار کی حالت میں رو رہی تھی، زید نے بیوی سے رونے کی وجہ پوچھی، بیوی نے کوئی وجہ نہ بتائی تو زید نے بیوی کو مارنا شروع کر دیا اور اسی غصہ کی حالت میں زبان سے تین دفعہ طلاق دیدی اور زید کی بیوی اس وقت حیض کی حالت میں تھی۔ اب زید اس بیوی کو واپس رکھنا چاہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے روکنے کا حق نہیں(۱) یعنی اس طلاق کے بعد عدت تین حیض مستقل گزار کر دوسرے شخص سے نکاح ہو اور ہمبستری کرنے کے بعد اگر مر جائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت ختم ہونے پر اس تین طلاق دینے والے زید سے دوبارہ نکاح ہو سکے گا، اس سے پہلے کوئی صورت نہیں۔ حالتِ حیض میں طلاق دینا منع ہے، تاہم اگر کوئی حالتِ حیض میں طلاق دیدے تو وہ واقع ہو جائے گی(۲)۔ جس حیض میں

---

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى التاتارخانية: ۴۰۳/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد ...... وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك، وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾". (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)

"وينكح مبانته في العدة وبعدها لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالثنتين لو أمة، حتى يطأها غيره ولو مراهقاً بنكاح صحيح وتمضي عدته". (البحر الرائق: ۹۳/۴، ۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته في حالة الحيض، وقع الطلاق؛ لأن النهي عنه لمعنى في غيره، وهو ما ذكرناه فلا يعدم مشروعيته الخ". (الهداية: ۳۵۵/۲، كتاب الطلاق، شركة علمية، ملتان)

"والبدعي من حيث الوقت أن يطلق المدخول بها وهي من ذوات الأقراء في حالة الحيض أو في طهر جامعها فيه، وكان الطلاق واقعاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

"ثم البدعة في الوقت يختلف فيها المدخول بها وغير المدخول بها، فيكره أن يطلق المدخول بها في حالة الحيض ...... وأما حكم طلاق البدعة، فهو أنه واقع عند عامة العلماء، وقال بعض الناس: إنه لا يقع، وهو مذهب الشيعة أيضاً". (بدائع الصنائع: ۲۰۵/۴، ۲۰۶، كتاب الطلاق، =

طلاق دی ہے، وہ عدت میں شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد تین حیض مستقل لازم ہوں گے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الفاظِ طلاق عربی میں لکھوانا، جن کے معانی کو نہ جانتا ہو

سوال [۶۰۹۵]: ایک شخص نے کسی آدمی سے یہ الفاظ لکھوائے:

"طلقت زوجتي طلقةً واحدةً أو اثنتين أو ثلاثاً"۔ لیکن ان الفاظ کے معانی اس کو معلوم نہیں، پھر معانی بتلا دیے گئے، تو پھر اس نے ان الفاظ کو کہا اور اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔ تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شخص ان الفاظ کا ترجمہ نہیں جانتا، مگر یہ جانتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق دی جاتی ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن جب اس کو معنی بھی بتلا دیے گئے اور جان کر کہ پھر یہ الفاظ کہے تو اب وقوعِ طلاق میں کیا شبہ ہے، نیت کی حاجت نہیں (۲)۔ ہاں! اگر بالکل محض امتحان اور معنی سب سے ہی ناواقف ہو، بکلی بے خبر ہو تو پھر طلاق نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۵ھ۔

فصل في طلاق البدعة، بیروت)

(۱) "وإذا طلق امرأته في حالة الحيض، كان عليها الاعتداد بثلاث حيض كوامل، ولا تحتسب هذه الحيضة من العدة". (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۵۲۷، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيدية)

(۲) "ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مكرهاً أو هازلاً أو سفيهاً أو سكران أو أخرس أو مخطئاً". (الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۵-۲۴۴، سعيد)

وكذا في الفتاوی العالمكيرية، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشيدية)

وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق: ۲/۳۲۲، إمدادية ملتان)

(۳) "وإذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق ولا يعلم معنی قوله: أنت طالق، فإنه يقع الطلاق. وإذا قال

مغرور وضدی عورت کوطلاق

سوال[۵۹۹۱]: تقریباً ۱۰ ماہ کا عرصہ ہوا میری بیوی اپنے سگے چچا کے ساتھ میری بغیر مرضی کے اپنے میکہ چلی گئی جہاں پر اس کو اپنے خالہ زاد بھائی کی شادی میں شرکت کرنی تھی۔ چلتے وقت اس سے میں نے یہ کہا تھا: "دیکھو! تم میری بغیر اجازت کے اپنے گھر جارہی ہو، تمہارا یہ فعل شریعت کے خلاف ہے، لیکن پھر بھی شوہر ہونے کے ناطے میں تم کو یہ سمجھائے دیتا ہوں کہ جہاں پر تم جارہی ہو وہ ایک شادی کا گھر ہے، ہنگامۂ شادی میں بے پردگی اور بے حیائی کا زیادہ زور دورہ رہتا ہے، بے حیائی اور بے پردگی سے پرہیز رکھنا اور میں تم کو اس بات کی سخت تاکید کرتا ہوں کہ تم وہاں جاکر کبھی اپنے خالہ زاد بھائی کے سامنے ہرگز مت آنا اور اگر تم نے میری بات کی خلاف ورزی کی تو میں تم کو چھوڑ دوں گا"۔

میری بیوی یہ سن کر اس نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم مجھے میرے خالہ زاد بھائی کے سامنے آنے سے روکتے ہو تو میں اس کے سامنے کبھی نہیں آؤں گی اور میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر میں تمہارے اس حکم کی خلاف ورزی کروں تو خدا کے دین وایمان سے پھر جاؤں۔ اتنا کہہ کر وہ اپنے میکہ چلی گئی۔ لیکن مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے اپنے میکہ جاکر میری ہر بات کی خلاف ورزی کی ہے۔

میری بیوی ایک مالدار گھرانہ کی اکلوتی، مغرور اور ضدی لڑکی ہے، مختصر پڑھی ہونے کے علاوہ صوم وصلوٰۃ کی بھی پابند ہے۔ میں ایک غریب مگر تعلیم یافتہ نوجوان ہوں، میرے ایک چار ماہ کا لڑکا بھی ہے جو اپنی ماں کے ہمراہ ہے۔ اگر حدیث شریف مجھے اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کی اجازت دے دے تو کیا میں اپنے لڑکے کو فوری طور پر اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے لکھا ہے کہ "وہ مغرور اور ضدی لڑکی ہے"، مگر آپ کے منع کرنے پر اس نے پختہ وعدہ کیا اور

= لامرأته: أنت حلال، ولا يعلم أن هذا اللفظ طلاق، طلقت في القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله تعالىٰ، هكذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۴۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية، مسائل الإيقاع بلا قصد وإضافة: ۱/۱۷۹، رشيدية)

سخت قسم بھی کھائی۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماں بردار ہے، مغرور اور ضدی نہیں، ہوسکتا ہے کہ قسم بھول کی ہو، آپ اس کو نرمی سے بار بار نصیحت کرتے رہیں، امید ہے کہ اصلاح ہوجائے گی اور آپ کا گھر آباد رہے گا۔ طلاق دینے اور تعلق ختم کردینے کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کو بھی دشواری پیش آئے، دوسری شادی جلدی نہ ہوسکے اور دوسری بھی اس سے زیادہ پریشان کن ثابت ہو، اس لئے ابھی تعلق ختم نہ کریں۔

بچی کی پرورش کا حق بچی کی ماں کو ہے(۱)، نفقہ آپ کے ذمہ ہے(۲)، اگر خدانخواستہ آپ نے طلاق دے دی تب بھی بچی کو فوراً آپ اس سے نہیں لے سکتے، بلکہ وہ چھ سات سال کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گی، جب کہ ماں کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو بچے کے حق میں غیر ذی رحم محرم ہو(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۹۵ھ۔

---

(۱) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم، إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة غير مأمونة". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس عشر في الحضانة: ۱/۵۴۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب الحضانة: ۳/۵۵۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الحضانة: ۴/۲۸۰، رشيديه)

(۲) "نفقة الأولاد الصغار على الأب، لا يشاركه فيها أحد". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۰، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴۲، فصل في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۶۱۲، باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب نفقته في كسبه لا على أبيه، سعيد)

(۳) "ويشترط في الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة، وأن تخلو من زوج أجنبي". (رد المحتار، باب الحضانة: ۳/۵۵۵، مطلب شروط الحضانة، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۲۶۲، التاسع عشر في النفقات، نوع في الحضانة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۴۱، الباب السادس عشر في الحضانة، رشيديه)

۲..... دوسری بات یہ ہے کہ جب زید کو کہا گیا کہ تم نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے تو اس وقت زید خاموش رہا، کچھ نہیں کہا۔ اس صورت میں کیا ہوگا؟

۳..... دونوں صورت مذکورہ میں دیانت وقضاء کی مداخلت ہے کیا؟

۴..... طلاق کے وقوع میں جیسے کہ اضافتِ لفظیہ کی ضرورت ہے ویسا ہی اضافتِ معنویہ کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟

۵..... صورت مذکورہ میں کسی قسم کی اضافت پائی جاتی ہے یا نہیں؟

۶..... زید کی منکوحہ موجود ہے، محلِ طلاق بھی موجود ہے، باوجود اس کے زید جیسے عاقل بالغ کے قول کو لغو کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱-۶..... اگر زید نے زوجہ کو نہ طلاق کا خطاب کیا، نہ اس کا نام لیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ اس کی طرف ضمیر راجع کی، نہ اس کی کوئی صفت بیان کی، نہ اس کو ندا دی بلکہ خوشدامن کو خطاب کر کے الفاظ مذکورہ ادا کئے ہیں اور اب دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی اور زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا تو قسم کے ساتھ زید کا قول شرعاً معتبر ہے، یہ قسم کی ضرورت قضاءً ہے دیانۃً نہیں، منکوحہ موجود ہونے کے وقت ہی یہ تفصیل ہے، اگر منکوحہ موجود نہ ہوتی تو کسی تفصیل کی کیا ضرورت تھی، زید کے کلام میں زوجہ کی طرف طلاق کی کسی قسم کی بھی اضافت نہیں، اس لئے دارومدار صرف نیت پر رہے گا:

"لو قال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته . . . لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، فقوله: إني حلفت بالطلاق ينصرف إليها ما لم يرد غيرها؛ لأنه يحتمله كلامه، بخلاف ما لو ذكر اسمها أو اسم أبيها أو أمها أو ولدها . لا يصدق قضاءً بأنه نوى غير امرأته كما وجب للمخاطب من الإضافة المعنوية، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، وكذا نحو امرأتي طالق،

اس کو لینے کے لئے شوہر گیا، ساتھ چلنے کا تقاضا کیا، بیوی نہیں گئی، اس پر ایک طلاق کہا، پھر دوبارہ تقاضا کیا کہ شاید ایک طلاق کے بعد مان جائے وہ نہیں مانی، پھر دو طلاق تین طلاق کہہ کر واپس چلا گیا، اس کا کھلا مطلب یہی ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر آیا ہے، اگرچہ بیوی کا نام لے کر نہیں کہا، اور "دیدی" کا لفظ بھی نہیں کہا، اس سے گفتگو اور خطاب اور ساتھ چلنے پر اصرار، اور اس کے سامنے پر طلاق، یہ سب کچھ اس کی نسبت کے لئے کافی ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "لا یلزم کون الإضافة صریحة في کلامه، لما في البحر: لو قال: طالق، فقیل له: من عنیت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته. اهـ. ویؤیده ما في البحر لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، یصدق. اهـ. ویفهم منه أنه لو لم یقل ذلك تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها. اهـ". رد المحتار: ۴۲۹/۲، ۴۳۰(۱)۔

لہٰذا طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں رہی(۲)، فقط واللہ تعالیٰ:

---

(۱) (رد المحتار: ۲۴۸/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(وکذا في فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۴۶۵/۱، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق: ۳۲۳/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیه)

(۲) "وإن کان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتین في الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها" (الفتاوی الهندیة: ۴۷۳/۱، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنکاح المحلل وما یتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

"والحکم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتین البائنتین هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أیضاً حتی لا یحل له وطؤها إلا بنکاح جدید ..... وأما الطلقات الثلاث، فحکمها الأصلي هو زوال الملك، وزوال حل المحلیة أیضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزوج آخر؛ لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾" (بدائع الصنائع: ۳۰۳/۳، کتاب الطلاق، فصل في حکم الطلاق البائن، دار الکتب العلمیة بیروت)

"وینکح مبانته في العدة وبعدها، لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالثنتین لو أمة، حتی یطأها غیره –

﴿الطلاق مرتان﴾ إلى قوله: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

عورت کی طرف طلاق کی نسبت

سوال [۵۸۸۵]: زید نے اپنی والدہ کے ساتھ جھگڑا فساد کیا، اسی میں اس کی والدہ نے کہا کہ اب تیری بیوی مجھ سے بے پروائی سے پیش آتی ہے تو زید نے کہا کہ "میں اس کو چھوڑ دوں گا" اور یہ کہہ کر تعلق کی راہ چلا گیا اور گھر میں جا کر بھاگ جانے کے ارادے سے گھوڑا وغیرہ تیار کر کے برآمدہ میں آ کر کہا "آگے دو طلاق دے چکا ہوں، اب ایک دیا"۔ چار ماہ سے زائد ہوگئے کہ زید نے اپنی منکوحہ کو دو طلاق دے کر رجعت کر لیا۔ کیا اس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کی ایک بیوی ہے جس کو پہلے دو طلاق دے چکا ہے تو صورت مسئولہ میں بلاتأمل تینوں طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی۔ "ولو قال لها: "ترا دست بیک طلاق" وسکت، ثم قال: "دو طلاق وسه طلاق" تقع ثلاث. ولو قال: "ترا یک طلاق" ثم قال: "دو" ولم ینعت، ولو قال: "دو" بعد الوقوف لا یقع، تقطع، وفي غيره ولو لم ينقطع وقع". كذا في الخلاصة (۱/۱۸۰)(۲)۔

دیکھئے یہاں کوئی سکوت کے بعد صرف لفظ "دو" کہا ہے، تمام کے عدد کو ذکر کیا اور نہ عورت کی جانب طلاق کی اضافت کیا، مگر اس سے طلاق واقع ہو گئی، اسی طرح صورت مسئولہ میں زید کے الفاظ "آگے دو

■ (وزوجها غيرها نكاحاً صحيحاً ويدخل بها". (البحر الرائق: ۳/۹۱، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) (خلاصة الفتاوى: ۲/۸۹، كتاب الطلاق، جنس آخر في العدد، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۹، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۰۰، نوع آخر في إلحاق العدد بالإيقاع، إدارة القرآن كراتشي)

دو بیویوں کی موجودگی میں بلا تعیین واشارہ الفاظِ طلاق کہنے کا حکم

سوال[۵۹۹۱]: محمد عبدالحق نے اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ جھگڑا کر کے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بائن دے دیا، لیکن کسی عورت کا نام نہ لیا، اشارہ بھی نہ کیا۔ گواہ نے جو عبدالحق نے کہا، وہ سنا۔ اب شریعت کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جھگڑا دونوں سے تھا تو دونوں کو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، دونوں کو علیحدہ کر دے۔ اگر ایسا نہیں تو عبدالحق سے دریافت کر لیا جائے، وہ جس کو متعین کر کے کہے کہ فلاں کو طلاق دی ہے تو اس پر طلاق مانی جائے گی(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس نام سے بیوی مشہور ہو اس نام سے طلاق دینا

سوال[۵۹۹۲]: میں نے اپنی منکوحہ بیوی وحیدالنساء کو غصہ کی حالت میں یہ جملہ کہہ کر طلاق دی کہ "عبدل کی لڑکی "میرا" نام کو میں نے طلاق دی" تین بار کہا۔ دس منٹ کے بعد پھر اسی غصہ میں تین بار اسی جملہ کو کہہ دیا۔ شادی کے وقت قاضی صاحب نے وحیدالنساء ولد عبدل کہہ کر نکاح پڑھایا تھا، مگر ہمارے گھر میں "میرا" کے نام سے مشہور ہے، میکہ میں "میرا" کے نام سے مشہور ہے۔ تو طلاق میں نے "میرا" کے نام سے دی، اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ "میرا" نام سے آپ کے یہاں مشہور ہے اور اسی نام سے آپ نے تین طلاق دی ہے تو

---

(۱) "رجل قال: امرأته طالق، وله امرأتان كلتاهما معروفتان، يصرف الطلاق إلى أيتهما شاء" (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترك الإضافة: ۲۸۱/۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب طلاق غير المدخول بها: ۳/۲۹۰، سعيد)

بلاشبہ طلاق مغلظہ ہوگئی(۱)۔ اب بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت رکھنا حرام ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۸/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۹۲ھ۔

بیوی کے ایک عضو کو طلاق دینا

سوال[۵۹۹۸]: بکر اور زینب میں جھگڑا ہوا، زینب نے بکر سے کہا کہ اگر مجھ کو گالی دوگے تو میں میکہ چلی جاؤں گی، بکر بہت غصہ ہوا اور زینب سے کہا (جو دو مہینہ کے بچہ کی ماں ہے) ''تیری گانڑ پر طلاق ہے، طلاق ہے، اب چلی جا، تجھ کو طلاق ہوگئی''۔ اسی وقت زینب طلاق سمجھ کر بکر سے علیحدہ ہوگئی، بکر نے طلاق دیتے وقت کوئی گواہ یا کوئی شخص مقرر نہیں کیا۔ کیا اس میں مراجعت کی گنجائش ہے؟

---

(۱) "(قال: امرأته طالق ولم يسم، وله امرأة) معروفة، طلقت امرأته". (الدر المختار). "(قوله: ولم يسم) أما لو سماها باسمها، فكذلك بالأولى". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر، تطلق واحدة: ۲۹۲/۳، سعيد)

"وإن سمى امرأته باسمها واسم أبيها بأن قال: امرأتي عمرة بنت صبيح بن فلان، أو قال: أم هذا الرجل الذي في رحمها ولم يكن بها حمل، طلقت، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۳۵۹/۱، رشيدية)

"لو قال: زينب طالق، وامرأته زينب، طلقت امرأته". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۴۵۸/۱، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشة أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول"". (الصحيح للبخاري، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۷۹۱/۲، قديمي)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۴۷۳/۱، رشيدية)

دی، رحیم بخش کی بیٹی حمیدہ کو طلاق دی"۔ آیا در ہیں کہ ظہیر الدین کی بڑی بیوی کا نام عابدہ ہے، لیکن حمیدہ نام لے کر طلاق دی ہے۔

سوال: اور ان چار اشخاص کا کہنا ہے کہ ظہیر الدین نے جو کچھ کہا ہم وہی بات سنتے ہیں، نہ اس سے کم سنے نہ اس سے زیادہ۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس مسئلہ میں دو قول ہو گئے: جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی وہ دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ فتاویٰ دارالعلوم ساتویں جلد میں: ۳۵، فتویٰ نمبر: ۱۲۸۸، میں مسئلہ ہے کہ: "نام بدل کر طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی ہے" (۱)۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی، وہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی زبان سے یہ کہا کہ میری بڑی بیوی اور اس کے ساتھ اس عورت کے والد جو اس کا خسر ہے اس کے نام کے ساتھ کہا ہے، صرف بیوی کا نام بدل جانے سے تو وہ اس کی غیر نہیں ہوتی، یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

نیز اس کی چھوٹی بیوی کا نام بھی حمیدہ نہیں ہے، اس لئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص کے اپنی زبان سے نام بولنے سے پہلے وہی بڑی بیوی متعین تھی، لہذا اس کی بڑی بیوی ہی پر طلاق واقع ہوگی۔ اب آپ حضرت سے میری درخواست ہے کہ صحیح دلائل کے جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خالی نام لے، اور دو بیوی کا نام نہ ہو بلکہ غیر کا نام ہو تو اس سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی (۲)، صورت

---

(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹/۷۸، سوال نمبر: ۹۷، عنوان: "بیوی کا نام بدل کر طلاق دی تو طلاق نہیں ہوئی، دوسرے کو دھوکہ دینا کیا حکم ہے؟"، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "ولو كان إذا حلفه أن لا يخرج من مصر، فإن خرج فامرأته عائشة كذا، واسم امرأته فاطمة، لا تطلق إذا خرج". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمگيرية: ۴/۱۲۳، كتاب الطلاق، نوع في الإضافة، رشيديه)

"رجل قال: امرأته الحبشية طالق، وامرأته ليست بحبشية، لا يقع الطلاق". (الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمگيرية: ۱/۴۳۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

"ولو قال: امرأته الحبشية طالق، ولا نية له في طلاق امرأته، وامرأته ليست بحبشية، لا يقع عليها، وعلى هذا إذا سمى بغير اسمها ولا نية له في طلاق امرأته". (الفتاوى العالمگيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق، رشيديه)

کی طرف کے لوگوں نے کچھ نہیں کیا، جب لوگوں کو لیکر دلہن کے گھر پہونچے اور نکاح پڑھنے کا وقت ہوا تو عورت کے لوگوں نے کہا کہ اگر تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق نہ دو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ بیاہ نہ کرائیں گے، آخر دولہا نے مارے شرم کے بجائے طلاق اپنی بیوی کا نام بول کر اجنبی کا نام لیکر طلاق دیا، لیکن عورت کے باپ کا نام لیا ہے۔ آیا اس صورت میں عورت مذکورہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اجنبی نام لیکر طلاق دی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وقوع طلاق کی بیوی کی طرف نسبت بالقصد لازم ہے، خواہ نام لیکر ہو، خواہ اشارہ کرکے، خواہ ضمیر راجع کرکے۔ جب کہ بیوی کا نام نہیں لیا اگر چہ نسبت صحیح بیان کیا ہے تو طلاق نہیں ہوئی۔ نام غلط ہونے کی صورت میں نسبت کی صحت معتبر نہیں ہوتی:

"وفي المحيط: الأصل أن من وجدت النسبة وغير اسمها بغيره لا يقع؛ لأن التعريف لا يحصل بالنسبة مع تغيير اسمها؛ لأن بذلك الاسم تكون امرأة أجنبية. ولو بدل اسمها وأشار إليها يقع اهـ" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

متعدد بار طلاق

سوال [۶۰۰۱]: ایک عورت مسماۃ … بنت … عمر ۲۱ سال بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ حلفیہ بیان کرتی ہے کہ میں عرصہ تقریباً ساڑھے چار سال سے عبدالرشید کی زوجیت میں ہوں، اس تمام مدت میں میرے خسر تقریباً چھ ماہ تک اپنی حیات میں میرے تمام اخراجات کے کفیل رہے، ان کے انتقال کے بعد میرے شوہر مذکور نے حقوق زوجیت مثلاً نان ونفقہ اور دادت کا قطعی ترک کرکے دوسری بازاری پیشہ ور عورتوں سے اپنے تعلقات کر لئے، جب کبھی میں نے اور میرے والدین نے اور دوسرے اقرباء نے نان ونفقہ کے لئے کہا تو اس نے صاف طور سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "میں تجھ کو بالکل طلاق دے چکا ہوں، تو اپنے ماں باپ کے یہاں رہ"۔ اس لئے

---

(۱) (البحر الرائق: ۳/۴۴۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۸، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۲، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

۲…. جس تاریخ کو طلاق دی ہے اسی تاریخ سے عدت کے دن شمار کئے جائیں گے(۱)۔

۳… اگر شوہر کو طلاق کا اقرار ہے(۲)، یا کم از کم دو عادل مرد، یا ایک مرد دو عورتیں گواہ موجود ہیں تو بعد عدت دوسری جگہ شرعاً نکاح درست ہے(۳)۔

۴… اگر شوہر طلاق کا انکار کرے اور گواہ بھی نہ ہوں تو حاکم مسلم یا اختیاری عدالت میں مقدمہ پیش

۳/۲۴۹، کتاب الطلاق، سعید)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۳۶، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱) "ومبدأ العدة بعد الطلاق، وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما: أي بالطلاق والموت، لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۵۲۰، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۲۳، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۳۲، ۵۳۳، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۳۲۹، كتاب الطلاق، باب العدة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۳۱۵، كتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانةً" (رد المحتار: ۳/۲۳۶، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

"أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الإسناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للإسناد". (المبسوط للسرخسي: ۶/۱۰۹، باب الطلاق، حبيبيه كوئٹه)

(۳) "وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى" (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۲۷، كتاب الطلاق، الشهادة والدعوى في الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۵۴، كتاب الرضاع، سعيد)

کرکے، تو بعد طلاق حاصل کرلی جاوے یا خلع کرلیا جاوے، نکاح فسخ کرنے کے لئے حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے اور شوہر سے طلاق دلانے کے لئے یا شوہر کو خلع پر مجبور کرنے کے لئے حاکم کا ہونا شرط نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بار بار طلاق کا حکم

سوال [۶۰۰۲]: میں نے اپنے والدین سے لڑکر متعلق لڑکے کی اپنی زوجہ کو کہہ دیا کہ تم اپنے گھر اپنے بھانجے کے کپڑے زیور اور ایک پرچہ بالغ لڑکے سے لکھوا کر زوجہ کو دیدیا جس کی یہ عبارت ہے:

”جناب خالو صاحب! تمہاری لڑکی میری طرف سے آزاد ہے، تم کو اختیار ہے مہر کے عوض میرا زیور رکھ لینا، ورنہ واپس کردینا اور روپیہ لے لینا“۔

زوجہ کو رخصت کرکے پردیس میں چلا گیا اور وہاں سے اپنے خسر کو دو خط لکھے کہ میری غلطی معاف کردو اگر تم اور تمہاری لڑکی راضی ہو تو میں لینے کے لئے آؤں، انہوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ اطلاع دی کہ چلے آؤ۔ میں وہاں سے اپنی زوجہ کو لیکر مولانا اشرف علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی حالات گذشتہ بیان کئے، حضرت ممدوح دام ظلہم العالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک طلاق ہوگئی۔ میری زوجہ نے عرض کیا کہ یہ واقعہ ہے ۳/ سال قبل میرے شوہر نے مجھے ۲/ طلاق دیدی تھیں، مولانا دام ظلہم نے احقر سے دریافت فرمایا کہ جو عورت کہتی ہے صحیح ہے یا نہیں؟ عرض کیا کہ احقر کو یاد نہیں، دوبارہ پھر دریافت فرمایا، عرض کیا کہ یاد نہیں۔ فرمایا کہ میرے تجربہ سے مسئلہ نہیں، اگر ان سب طلاقوں کو جمع کرلیں تو تین طلاق ہوگئیں۔

---

(۱) ”حضرۃ السلطان لیست بشرط لجواز الخلع عند عامۃ العلماء“. (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۴۸۸، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، رشیدیہ)

”وروی عن الحسن البصری وابن سیرین: أنہ لا یجوز إلا عند السلطان، والصحیح قول العامۃ، لما روی أن عمر وعثمان وعبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جوزوا الخلع بدون السلطان“. (بدائع الصنائع: ۳/۵۱۳، کتاب الطلاق، فصل فیما یرجع إلی المرأۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میں نے زوجہ کو خسر صاحب کے یہاں پہونچا دیا اور خسر صاحب سے کہہ دیا کہ مولانا ممدوح الشان نے ارشاد فرمایا کہ نکاح ناجائز ہوگیا، مگر کسی عالم سے دریافت کرلینا، پس اگر فتویٰ جواز نکاح کا آگیا تو میں زوجہ کو لیجاؤں گا۔ میری زوجہ کہتی ہے کہ اگر میرا نکاح دوسرے کے ساتھ کردیا تو میں خودکشی کرلوں گی، دو طلاق جو زوجہ نے بیان کیں میرے تو یاد نہیں لیکن میرے والد کا بیان ہے کہ لڑکے نے کہا "میں نے طلاق دی" میں نے لڑکے کے طمانچہ مارا اور کہا اب مت کہہ، اس نے جواب دیا میں تو دوں گا۔ لہٰذا ملتجی ہوں کہ اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

راقم محمد علی خان مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر اگر والد اور بیوی دونوں کی دو طلاق کے بارے میں تصدیق کرتا ہے یعنی غالب خیال یہ ہے کہ یہ سچے ہیں تو دونوں طلاقیں واقع ہوگئیں، اگر دونوں صریح ہیں تو ان کے بعد عدت میں رجعت جائز ہے (۱) اور بعد عدت نکاح درست ہے (۲)۔ اگر ایک بائن تھی، دوسری صریح تو رجعت کا اختیار نہیں، البتہ نکاح

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في العدة". (فتح القدير: ۱۵۹/۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"أما الطلاق الرجعي، فالحكم الأصلي له هو نقصان العدد، فأما زوال الملك وحل الوطء، فليس بحكم أصلي له لازم حتى لا يثبت للحال، وإنما يثبت في الثاني بعد انقضاء العدة، فإن طلقها ولم يراجعها، بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت". (بدائع الصنائع: ۲۸۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في بيان حكم الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۳/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۴۰۰/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۱۶۳/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

درست ہے(۱)۔ اگر دونوں بائن تھیں تو ان میں سے ایک ہی واقع ہوئی، دوسری نہیں (۲)، نکاح درست ہے۔ اگر نکاح یارجعت (حسب تفصیل بالا جس کی بھی ضرورت تھی) کرنے کی نوبت نہیں آئی اور عدت گزر گئی، بعد اس کے تیسری طلاق لکھوا کر دی جس کا خود بھی مقر ہے تو یہ واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ اب منکوحہ ہے نہ معتدہ، لہٰذا اب نکاح درست ہے، اگر عدت ختم نہیں ہوئی تھی یا پہلی دو طلاق واقع ہو کر نکاح یارجعت کی نوبت آچکی تھی تو اب تیسری طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی، بلا حلالہ کے نکاح جائز نہیں۔ یہ سب تفصیل مدخولہ کے حق میں ہے، اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ پہلی ہی طلاق سے بائن ہوگئی، اس کے بعد دوسری اور تیسری واقع نہیں ہوئی، لہٰذا نکاح جائز ہے۔

تنبیہ: والدہ کا بیان جو کہ سوال میں درج ہے اس سے دو طلاق دینا معلوم نہیں ہوتا، بلکہ ایک طلاق دینا معلوم ہوتا ہے اور دوسری کا وعدہ، پس اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق دیدی ہے تو اس کا جواب حسب تفصیل بالا ہے۔ اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق نہیں دی تو پھر کسی طرح مغلظہ نہیں ہوئی، البتہ اندریں صورت نکاح بلا حلالہ درست ہے۔

محمود، ۲۹/۵/۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۳ھ

عدت میں مکرر طلاق

سوال[۶۰۰۲]: زید نے تقریباً عرصہ ۲/ ماہ کا ہوا، اپنی زوجہ ہندہ کو بحالت غصہ، جھگڑا معاملات

---

(۱) "فإن كانا حرين، فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد". (بدائع الصنائع: ۳/۳۰۲، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۹ ۵۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(۲) "والصريح يلحق الصريح، والبائن يلحق الصريح، لا البائن". (كنز الدقائق: ۳/۹ ۵۱، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دهلي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع الدر المختار: ۳/۳۰۶، ۳۰۸، باب الكنايات، سعيد)

فائق دو مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ "میں تجھ کو طلاق دیا آزاد کر چکا ہوں"۔ اور اس حالت کے بعد زید نے ان الفاظ کی تصدیق ایک دو شخص سے کی۔ لیکن آج تک ہندہ زید کے گھر موجود و تعلق شوہر و زن ہم فریقین میں قائم ہیں۔ سو کیا ہندہ کو طلاق ہو گئی تھی یا نہیں، اگر ہو گئی تو دوبارہ قیام رشتہ کی کیا صورت ہے؟

عنایت نبی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "آزاد کر چکا" عرف میں صریح ہے اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے(۱) اور لفظ "طلاق" سے بھی رجعی طلاق واقع ہوتی ہے(۲)، دو مرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے(۳) لہٰذا

---

(۱) "فإذا قال: "رہا کردم" أی سرحتک یقع به الرجعی مع أن أصله کنایة أیضاً، وما ذاک إلا لأنه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق". (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ۲۹۹/۳، سعید)

"ولو قال الرجل لامرأته: "ترا چنگ باز داشتم" أو "بهشتم" أو "یله کردم ترا" . فهذا کله تفسیر قوله: سرحتک عرفاً حتی یکون رجعیاً ویقع بدون النیة کذا فی الخلاصة. وکان الشیخ الإمام ظهیر الدین المرغینانی رحمه الله تعالی یفتی فی قوله: "بهشتم" بالوقوع بلا نیة، ویکون الواقع رجعیاً". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالفارسیة: ۳۷۹/۱، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکنایات، الجنس الأول: ۱۸۹/۴، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکنایات، جنس آخر: ۹۹/۲، مجد اکیڈمی لاهور)

(۲) "صریحه ما لم یستعمل إلا فیه کطلقتک وأنت طالق ومطلقة، ویقع بها واحدة رجعیة وإن نوی خلافها أو لم ینو شیئاً". (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۲۴۷/۳ - ۲۵۰، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۳۵۴/۱، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الأول، الفصل الأول فی صریح الطلاق: ۴۲۱/۱، رشیدیه)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین، فله أن یراجعها فی عدتها رضیت بذلک أو لم ترض

دومرتبہ طلاق کے بعد جب ایک دوشخص نے اس کی تصدیق کی ہے، اگر اس نے نئی طلاق کی نیت نہیں کی، بلکہ پہلی طلاق کی خبر دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کرنا جائز ہے (۱) اور عدت کے بعد نکاح کرنا ہوگا۔

اور اگر نئی طلاق مراد لی ہے تو رجعت ونکاح کرنا جائز نہیں، بلکہ مغلظہ ہوگی، لہٰذا حلالہ کی ضرورت ہوگی، بشرطیکہ عدت کے اندر نئی طلاق مراد لی ہو (۲) اور اگر بعد عدت نئی طلاق مراد لی ہے تب بھی مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ تجدید نکاح کافی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۲/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ ذی الحجہ/۵۲ھ۔

= ترمی کذا فی الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۰، سعيد)

(۱) "ولو قال لامرأته: أنت طالق، فقال له رجل: ما قلت؟ فقال: طلقتها، أو قال: قلت: هي طالق، فهي واحدة في القضاء، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، مطلب: إذا كرر الطلاق على المرأة المدخول بها ونوى الإخبار: ۱/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرط النية في الكناية: ۳/۲۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة الخ، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة: ۳/۶۰۲، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "وأما الذي يرجع إلى المرأة فملك، أو علقة من علائقه، فلا يصح الطلاق إلا في الملك، أو في علقة من علائق الملك، وهي عدة الطلاق". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ۳/۲۶۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق: ۳/۴۶۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

طلاق پر طلاق

سوال [۶۰۰۲]: ایک شخص (زاہد) کی شادی ۱۹۴۹ء میں (زینب) کے ساتھ ہوئی تھی۔ (زینب) کے والدین وغیرہ نے اور خود (زینب) نے بھی کوشش کی کہ (زاہد) کی بہن (فاطمہ) کی شادی (زینب) کے بھائی (خالد) کے ساتھ ہوجائے، چنانچہ (فاطمہ) کی شادی (خالد) کے ساتھ ۱۹۵۵ء میں ہوگئی۔ بدقسمتی سے (زینب) کی شادی کے ایک سال بعد یا کچھ مدت کے بعد تلخیاں پیدا ہوگئیں، چنانچہ ۱۹۶۱ء کے شروع میں (زاہد) نے اپنی (زینب) کو طلاق دیدی، باپ نے (زاہد) کی خوشامد کی، چنانچہ طلاق کا معاملہ اس طرح سے چھپا لیا گیا، لیکن دل میں خلش باقی رہی۔ بہن (فاطمہ) کو مقام (الف) پر اس کے باپ کے گھر بٹھا لیا گیا اور ارادہ کرلیا گیا کہ بہن (فاطمہ) کو اس کے شوہر (خالد) کے یہاں نہیں بھیجا جائے گا۔

اس عرصہ میں (زاہد) کا تبادلہ مقام (م) سے دوسری جگہ پر ہوگیا، اس تبادلہ سے پہلے (زاہد) نے بچے بچوں کو مع ان کی ماں کے اس کے باپ کے گھر بھیجدیا، بدقسمتی سے ۱۹۶۲ء یا ۱۹۶۱ء میں (خالد) چھپ کے سے (فاطمہ) کو دوسری جگہ لے گیا جہاں اس کو بہت تکالیف پہنچائی، (زاہد) نے مجبور ہوکر مقام (پ) سے مقام (ش) پر جانا شروع کردیا اور پولیس کو رقم دی، چنانچہ ۱۹۶۳ء میں (زاہد) بہن (فاطمہ) کو مقام (پ) پر لے آیا، کئی ماہ (فاطمہ) کا علاج وغیرہ کرکے اس کو مقام (م) پر بھیجا اور اب متفقہ طور پر یہ سوچ طے ہوئی کہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، چنانچہ (احمد) اور (خالد) وغیرہ ملازم کو مقام (پ) پر جانے سے پہلے یہ کہہ گیا تھا کہ ہم (فاطمہ) کو اس کے باپ اور بھائی کے یہاں نہیں بھیجیں گے۔

۱۹۶۳ء میں (زاہد) مقام (پ) سے ملازمت چھوڑ کر مقام (م) آگیا اور پھر اپنا پیشہ دوسری جگہ شروع کردیا۔ بعد میں (زاہد) نے بہت سمجھایا کہ وہ اپنے بچوں کو بلالے، چنانچہ بچے اپنی ماں کے ساتھ آگئے۔ دوسرے یہ کہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ آسانی سے طے ہوجائے، لیکن آج تک وقت ٹلتا اور گزرتا گیا۔ (زاہد) کے تعلقات (زینب) کے ماموں وغیرہ سے انتہائی کشیدہ اور ناخوشگوار تھے۔ (زینب) نے مقام (پ) آنے سے قبل کہا تھا کہ (عائشہ) کی شادی میں شرکت کرلی ہے، (زاہد) نے اس کو اور بچوں کو شادی میں شرکت کرنے سے منع کیا اور کہا کہ "اگر (زینب) اس شادی میں گئی تو اس کو پھر طلاق بائن پڑ جائیگی"۔ لیکن (زینب) نے کہا تھا کہ ایک بار طلاق کے بعد دوسری طلاق کا کیا ڈر اور خوف، دوسری طلاقیں بھی مجھے شادی میں

شرکت کرنے سے نہیں روک سکتیں چنانچہ (زینب) نے اس شادی میں مقام (ن) پر شرکت کی۔ (زاہد) نے مصلحت سمجھتے ہوئے کہ (زینب) تو پہلے ہی سے مطلقہ ہے، خاموش رہا تاکہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ مزید الجھن میں نہ پڑے۔

اس کے بعد چونکہ (احمد) وغیرہ کو وقت اور موقع مل گیا تھا اور خلاف رویہ شروع کردیا اور (زاہد) سے کہا کہ تم ہماری لڑکی (زینب) کو رکھو اور ہم تمہاری بہن (فاطمہ) کو رکھیں گے۔ اس پر (زاہد) تیار نہ ہوا اور (زاہد) نے کہا کہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ اس کے مہر اور جہیز دے کر طے کردو، آپ کی لڑکی (زینب) کا معاملہ بدستور رکھا جائے گا اور موقع ملنے پر طلاق کردیا جائے گا، مگر (احمد) تیار نہ ہوا، چونکہ مہر جہیز دینا پڑتا ہے۔ اس عرصہ میں جنوری ۶۷ء میں (احمد) مقام (پ) سے (فاطمہ) کی لڑکی عمر ۱/۲-۵ سال دھوکہ سے مقام (ش) لے گئے اور آج تک اپنے وعدہ پر نہیں بھیجا جس کی وجہ سے اس عرصے میں لڑکی کے معاملہ پر معاملہ بڑھا اور (احمد) کا لڑکا (اکرم) اپنی (زینب) اور بچوں کو بجائے ۲۰ ستمبر ۶۸ء کو لے گیا اور (زینب) باوجود سخت ہدایتوں کے اور طلاق کے ڈر دے کے پھر ۲۲ ستمبر ۶۸ء کو مقام (ن) گئی اور وہاں سے مقام (س) پہونچ گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ:

۱۔ کیا (زینب) کو طلاق ہوگئی؟

۲۔ اور کیا (زاہد) کلمۂ طلاق کے بعد (زینب) کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے؟ خواہ کسی وجہ سے ہو، اور (زاہد) کس حد تک مرتکب گناہ ہے؟ اور اس پر کیا کفارہ ہے؟

۳۔ اب طلاق کی کیا صورت ہے اور کیا شرائط ہیں؟ کیا بہن (فاطمہ) کو مندرجہ بالا حالات میں بذریعہ طلاق الگ کرانا ہی مناسب ہے جبکہ (فاطمہ) کا شوہر (خالد) اول درجہ کا زانی اور نشہ کا عادی ہے اور مذہبی خیالات سے بھی اور اعمال سے بھی بے علاقہ ہے؟ اگر (فاطمہ) کا معاملہ بذریعہ طلاق طے نہ کیا گیا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ کیا طلاق کی صورت میں (فاطمہ) اپنا مہر اور اپنا سامان جہیز واپس لینے کی مستحق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۶۰ء کے آخر یا ۶۱ء کے شروع میں جب (زاہد) نے (زینب) کو طلاق دی تو اسی وقت طلاق ہوگئی

شرکت کرنے پر) تعلق قائم رکھنا جائز نہیں تھا، یہ سخت معصیت ہوئی، اس سے توبہ اور استغفار ضروری ہے، جب تک دوبارہ نکاح نہ ہوجائے ہرگز آپس میں ملنے نہ پائیں، بالکل جدا رہیں۔

۲…..اگر (فاطمہ) پر جبر وتشدد کیا جاتا ہے، شرعی حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا اور وہاں ماحول بھی اس کے حق میں جانکن ہے تو تعلق منقطع کرالینا چاہئے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ (فاطمہ) اپنا مہر معاف کردے اور شوہر کا دیا ہوا زیور جو کچھ ہو وہ واپس کردے اور اس کے عوض میں شوہر (خالد) طلاق دیدے (۱)۔ جہیز (فاطمہ) کی ملکیت ہے، اس پر (خالد) کو زبردستی قبضہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۸۸ھ۔

واقعۂ طلاق مع فیصلۂ عدالت

سوال [۵۰۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید اور اس کی منکوحہ ہندہ کے درمیان میں ایسا اختلاف قبل از رخصتی ہوتا ہے کہ زید اپنی منکوحہ ہندہ کو طلاق دیدیتا ہے اور بعدہ جب ہندہ کے

---

(۱) "وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله تعالى، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها". (التاتارخانية: ۳/۴۵۳، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر في الخلع، إدارة القرآن)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر الباب الثامن في الخلع و ما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۸۷، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر باب الخلع، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "إذا اختلف الزوجان في متاع موضوع في البيت الذي يسكنان فيه ..... فما يكون للنساء عادةً كالدرع والخمار والمغازل والصندوق وما أشبهه، فهو للمرأة إلا أن يقيم الزوج البينة على ذلك". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۰۱، كتاب النكاح، فصل في اختلاف الزوجين في متاع البيت، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب النكاح، الفصل السابع عشر في اختلاف الزوجين، رشيديه)

عزیز دوسرے عقد کا ارادہ کرتے ہیں تو زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، بمجبوری یہ معاملہ عدالت میں استقرار حق طلاق کا دعویٰ ہندہ کی جانب سے دائر ہوتا ہے، ہندہ بحلف بیان کرتی ہے کہ زید نے مجھ کو طلاق میرے مکان پر دیدی اور چار گواہ جو کہ بروقت طلاق موجود تھے حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی۔

تفصیل گواہان: ایک والدۂ ہندہ، ایک برادر حقیقی ہندہ، دو عزیز مرد۔

دو گواہ حلف سے بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہم سے کہا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے، لیکن میں اس کو ہرگز دوسرا عقد کرنے دوں گا۔

تفصیلی گواہان جن سے زید نے اپنے وطن میں جا کر کہا: ایک ماموں ہندہ کا، دوسرا رشتہ دار زید کا:

زید نے بھی عدالت میں بحلف بیان کیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور زید کی والدہ نے بحلف تائید کی اور ایک مرد بھی پیش کیا گیا جو والدۂ ہندہ وغیرہ پر اتہام لگاتا ہے اور زید کو نیک چلن بیان کرتا ہے، کوئی خاص تردید معاملۂ طلاق کی نہیں کرتا ہے۔

عدالت ابتدائی نے محض بیان زید کو باور کر کے مقدمہ خارج کردیا، عدالت اپیل کا حکم ہوتا ہے کہ (گو شرعاً شہادت طلاق شہادت نفی پر لائق ترجیح ہے) لیکن دعویٰ اس بنا پر خارج کیا جاتا ہے کہ گواہ شرعی نقطۂ نگاہ سے معتبر نہیں:

۱- ہندہ کی والدہ اور اس کے بھائی کی شہادت شرعاً عقلاً قابل اعتماد نہیں ہے؟

۲- ایک غیر مرد کی شہادت جو کہ فہرست گواہان علیحدہ میں نہ تھا مشکوک ہے۔

۳- دوسرا عزیز مرد ایک درزی ہے جس نے ہندہ کے یہاں اجرت سلائی کا کام کیا ہے، اس کی شہادت بغیر تائید کے بیکار ہے۔

۴- دو گواہ غیر جن کے نام فہرست گواہان میں تھے پیش نہیں کئے گئے، لہٰذا دعویٰ خارج۔

اعتراض ۱ ......کی بابت عرض ہے کہ ہندہ کے برادر کی عمر بیس سال ہے۔

اعتـــراض ۲ ......کی بابت گذارش ہے کہ مقدمات میں موجودہ خاص اکثر گواہان ذریعہ فہرست طلب نہیں کرائے جاتے، بروز ثبوت پیش کئے جاتے ہیں، چنانچہ ایک گواہ غیر بحیثیت خاص بروز ثبوت طلب کر کے پیش کیا گیا۔

اعتراض ۲ ... کی بابت عرض ہے کہ کل گواہان کے بیانات میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا سب ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

اعتـــــراض ۳ ... کی نسبت یہ عرض ہے کہ جب قانون داں صاحب نے یہ تصور کر لیا کہ نصاب شہادت پورا ہو گیا تو گواہ پیش کرنے سے روک دیئے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان صورتوں کے ہوتے ہوئے ہندہ پر شریعت سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جب کہ چار شہود تھے جو عینی موقع کے اور دو شنیدہ تھے جن سے زید نے واقعہ طلاق بیان کیا ہے اپنے وطن میں کہ "ہندہ کو طلاق دے آیا ہوں"۔ اب جملہ یہ شہادتیں متذکرہ بالا از روئے شریعت معتبر ہیں یا نہیں؟ عند اللہ اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے اور توجہ خاص مبذول فرما کر موافق شرع شریف کتب مستند وکلام الٰہی سے مع حوالہ حکم صادر فرمایا جائے تاکہ عدالت اپیل میں پیش کر کے فیصلہ صحیح حاصل کیا جا سکے۔

مسئولہ محمد حنیف عزیز احمد شفیع احمد مرحوم، ڈاکخانہ ٹانڈہ، ضلع مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گواہان مذکورہ عادل اور ثقہ ہیں تو شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی (۱) اور ہندہ چونکہ غیر مدخولہ ہے، اس لئے زید کو اس طلاق سے رجعت کا حق بھی باقی نہیں رہا (۲)۔ عدالت اپیل کا ہندہ کے بھائی کی شہادت کو شرعاً

---

(۱) "وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى". (الفتاوى التاتارخانية: [illegible]، كتاب الطلاق، الشهادة والدعوى والخصومة في الطلاق، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"والرضاع حجته حجة المال، وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين ... وهل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة؟ الظاهر: لا؛ لتضمنه حرمة الفرج، وهي من حقوقه تعالى كما في الشهادة بطلاقها". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۲۳، ۲۲۵، كتاب الطلاق، باب الرضاع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/[illegible]، كتاب الشهادات، مكتبة غفارية كراچی)

(۲) "(وإن فرق) بوصف نحو: أنت طالق واحدة وواحدة وواحدة، أو خبر أو جمل بعطف أو غيره (بانت بالأولى): أي قبل الفراغ من الكلام الثاني". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۸۶، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

=

وعقلاً ، قابل اعتبار کہنا قانون شریعت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، کیونکہ بھائی کی شہادت بہن کے حق میں شرعاً جائز اور معتبر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، کتاب الشہادت کی فصل ثالث میں ہے:" ویجوز شهادة الأخ لأخته، كذا في محيط السرخسي". عالمگیری: ۳/۴۷۰ (۱)۔

درزی کو اگر ہندہ نے ملازم رکھ کر سلائی کا کام کرایا ہے اس طرح پر کہ اس کے لئے یومیہ، ماہانہ یا سالانہ اجرت مقرر کردی تھی تب تو واقعی اس درزی کی شہادت ہندہ کے حق میں معتبر نہیں، اگر اس طرح سلائی کا کام نہیں کرایا، بلکہ وہ دوسروں کے کپڑے بھی سیتا تھا اور ہندہ کے کپڑے بھی اجرت پر سیتا تھا جیسا کہ عام درزی سیتے ہیں اور اجرت لیتے ہیں تو اس کی شہادت جائز اور مقبول ہے۔

"أما الأجير المشترك إذا شهد لمستأجره تقبل. أما الأجير الواحد وهو الذي استأجره مياومة أو مشاهرة أو مسانهة بأجرة معلومة، لا تقبل استحساناً، كذا في الخلاصة".

عالمگیری: ۳/۴۷۰ (۲)۔

شرعاً کسی گواہ کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے میں اس کے فہرست گواہان علیحدہ میں ہونے نہ ہونے کو کوئی دخل نہیں، اگر فہرست گواہان داخل کرنے کے بعد کسی عادل گواہ کا علم ہوجائے اور وہ گواہی دیدے تو شرعاً اس کی گواہی بھی معتبر ہوگی، لہٰذا اس غیر مردی گواہی اس وجہ سے مشکوک کہنا بھی اصول شرع کے خلاف ہے۔ اگر

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۷، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۰۸، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۷۰، كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۴۷۳، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۲/۴۶۶، كتاب الشهادات، من لا تقبل شهادته للتهمة، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۷۰، كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۲۵۰، الفصل الثاني فيما يقبل وفيما لا يقبل، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۴۷۹، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعيد)

مطلوب تنسیخ کی کوئی وجہ ثابت ہو تو بیان کیا جائے تا کہ اس پر غور کیا جائے۔ یہ حکم شریعت کا قضاءً ہے اور دیانۃً یہ حکم ہے کہ عورت نے اگر خود طلاق کو سنا ہے یا کسی ایک عادل نے بھی اس کو طلاق کی اطلاع دی ہے تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ شوہر کو اپنے اوپر قابو دے، جس صورت بھی اس سے بچنے کی ہو بچے اس سے بچے، کذا فی رد المحتار: ۳/۲۵۱(۱)۔

نوٹ: یہ جواب سائل کی اس تحریر کے موافق ہے جو اس نے عدالت نیل کے فیصلہ پر بطور تنقیح لکھی ہے، سائل کو چاہئے کہ عدالت کا فیصلہ بعینہ یا اس کی نقل اردو میں کسی ماہر سے صحیح ترجمہ کرا کے روانہ کرے تب معلوم ہوسکتا ہے کہ عدالت نے شہادتیں کن وجوہ کی بناء پر ناقابل اعتبار قرار دی ہیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۸/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/شعبان/۱۳۵۳ھ۔

کسی مخصوص مقام کو طلاق سے مستثنیٰ کرنے سے واقع شدہ طلاق ختم نہیں ہوتی

سوال[۱۰۰۱]: میں نے اپنی بیوی کو اس شرط پر طلاق دی: ”سوائے شہاب پور کے طلاق دی، طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں ہے“۔ وہ عورت دوسرے روز آگئی اور کہتی ہے کہ ہر حالت میں بھی رہوں گی۔ اس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت شوہر نے یہ کہا کہ ”سوائے شہاب پور کے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں“ اس وقت بیوی شہاب پور میں نہیں تھی، لہٰذا اس پر طلاق مغلظہ ہوگئی، دوسرے روز جب وہ عورت شہاب پور میں آگئی تو اب وہ طلاق ختم نہیں ہوئی۔ اب بغیر حلالہ کے اس سے تعلق زوجیت رکھنا

---

(۱) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه". (رد المحتار: ۳/۲۵۱، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۸، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۹۱، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

حرام ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۸/۱۳۹۴ھ۔

"اگر پہلے طلاق نہیں دی تو اب دے دی" کہنے کا حکم

سوال [۱۰۰۱۶]: آج سے چار مہینے قبل میں نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دی کہ "تم دونوں کو طلاق" کہہ کر طلاق دی۔ میں نے اس کے بارے میں فتویٰ لیا تھا تو اب جواب دیا گیا کہ رضامندی ہونے پر عدت میں رجوع کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد میری ایک گھر والی اپنے رشتہ داروں میں چلی گئی، چار مہینے بعد میں اسے لینے گیا، وہاں انہوں نے اور گاؤں والوں نے کہا کہ تم نے جب اسے طلاق دے دی تھی تو اسے کیوں لینے آئے؟ اس کے بعد ان کا کہنا ہے کہ تو نے ہمارے سامنے بھی یہ الفاظ ادا کر دیئے کہ "میں نے طلاق اس وقت نہیں دی تو اب دی دی"۔ ان کا کہنا ہے کہ "دی دی" کا لفظ تم نے کئی بار ادا کیا، البتہ طلاق کا لفظ نہیں کہا۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے یہ الفاظ واقعی کہے یا نہیں مجھے معلوم نہیں ہے۔ لہذا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اپنی دو بیویوں کو ایک بار کہا کہ "تم دونوں کو طلاق" تو دونوں پر ایک ایک طلاق ہوگئی (۲) جس

---

(۱) "ولو قال لها في منزل والدها: إن لم تحضري منزلي الليلة فأنت طالق، فمنعها الوالد من الحضور، تطلق، هو المختار". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا: ۱/۴۴۲، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۲/۴۶۲، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۴/۳۰، رشيدية)

(۲) "قال لنسائه الأربع: بينكن تطليقة، طلقت كل واحدة تطليقة". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب: فيما لو قال: امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر تطلق واحدة: ۳/۲۹۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/۳۶۰، رشيدية)

میں رجعت کا حق حاصل تھا، لیکن رجعت عدت کے اندر ہوتا ہے (۱)، عدت تین ماہواری ہے (۲)، اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت نہیں کی تو بائنہ ہوگئی، اب جب تک بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح نہ ہو تو اس کے لانے اور رکھنے کا حق نہیں، وہ بالکل غیر ہوگئی (۳)۔

اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت کرلی یعنی اس طرح کہہ دیا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، یا ایسا کوئی کام کرلیا جو شوہر بیوی کے ساتھ خاص ہو تو رجعت ہوگئی، خواہ بیوی رضامند ہو یا نہ ہو، بلکہ زبانی رجعت کی ہو تو بیوی سامنے ہو یا نہ ہو ہر طرح رجعت ہوگئی (۴)۔

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۶۸، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴/۹۲، ۹۳، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ [سورة البقرة: ۲۲۸]

"وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية، كذا في السراج الوهاج، والعدة لمن لم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن ولم تحض ثلاثة أشهر، كذا في النقاية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، ۵۲۹، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۱۶، ۲۱۹، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق: ۳/۳۰۷، ۳۰۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "أما الحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة، والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد، ولا يصح ظهاره وإيلاؤه، ولا يجري اللعان بينهما، ولا يجري التوارث، ولا يحرم حرمة غليظة، حتى يجوز له نكاحها من غير أن تتزوج بزوج آخر؛ لأن ما دون الثلاثة وإن كان بائناً، فإنه يوجب زوال الملك لا زوال حل المحلية". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۳/۳۰۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(۴) "هي استدامة الملك القائم في العدة بنحو راجعتك وبكل ما يوجب حرمة المصاهرة

نیز حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو دخل دیا گیا اور حالتِ اکراہ میں طلاق نہ ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

فقط والسلام۔

احقر سلیمان افریقی ۲۳/محرم الحرام/۱۳۹۱ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً تحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

طلاق مکرہ کو غیر معتبر و شرعاً کالعدم قرار دینے کے لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تین حدیثیں پیش کی گئی ہیں اور الزام لگایا گیا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کو چھوڑ اور اس کے مقابلہ میں قیاس کو اختیار کیا۔

۱۔ پہلی حدیث "لا طلاق ولا عتاق فی إغلاق" ہے(۱) مگر اس حدیث سے استدلال تام نہیں، اس کی دو وجہ ہیں: وجہ اول یہ کہ یہ حدیث بالاتفاق اپنے ظاہر پر محمول نہیں، کیونکہ ظاہری معنی یہ ہیں کہ "طلاق کا وجود (صدور) ہی اغلاق میں نہیں ہوتا"۔ حالانکہ یہ خلاف مشاہدہ و خلاف واقعہ ہے، اور نہ اس کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کی بحث ہی سب بے محل ہو جائے گی، پس لامحالہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حالتِ اغلاق کی طلاق پر حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا، حکم کی دو قسمیں ہیں: اول حکم فی الدنیا، دوم حکم فی الآخرۃ۔ اگر حکم فی الآخرۃ مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں رہتا(۲)۔

حاصل یہ ہوگا کہ طلاق عنداللہ مبغوض بلکہ ابغض المباحات ہے اور تین طلاق دفعۃً دینا معصیت ہے، مگر حالتِ اغلاق میں اس کی نوبت آئے تو یہ حکم بغض و معصیت اس پر مرتب نہیں ہوگا، البتہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ پر یہ الزام غلط ہے کہ انہوں نے حدیث کو ترک کر دیا۔

وجہ دوم استدلال تام نہ ہونے کی یہ ہے کہ یہ حدیث اس معنی میں نص نہیں۔ ساتھ ہی لفظ "اغلاق"

---

(۱) (سنن أبی داود: ۲۹۸/۱، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غیظ، دار الحدیث ملتان)

(۲) قال القاری فی المرقاۃ تحت الحدیث: "رفع الخطأ والنسیان وما استکرہوا علیہ: من باب المقتضی ولا عموم لہ، ولا یجوز تقدیر الحکم الذی یعم أحکام الدنیا وأحکام الآخرۃ، بل إما حکم الدنیا وإما حکم الآخرۃ، والإجماع علی أن حکم الآخرۃ وہو المؤاخذۃ مراد، فلا یراد الآخر معہ وإلا لعم". (مرقاۃ المفاتیح: ۳۸۶/۶، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، رشیدیہ)

کی تفسیر "اِکـــراہ" کے ساتھ لفظ "قیــل" سے نقل کی ہے جس سے متبادر ہوتا ہے کہ اس کی کوئی دوسری تفسیر بھی ہے(۱)، نیز "قیـــل" عامۃً تضعیف کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ تفسیر ضعیف ہے۔ علامہ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "اغلاق" کی تفسیر میں تین قول نقل کئے ہیں: "اکراہ، جنون، غضب"۔ اگر یہاں اغلاق سے جنون مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں رہتا، کیونکہ طلاقِ مجنون کسی کے نزدیک بھی واقع نہیں ہوتی۔ لحدیث: "رفع القلم عن ثلاث". وفیہ: "عن مجنون حتی یفیق"(۲)۔ اس کے بعد ایسے معنی مراد لینا جس میں اختلاف ہو بطورِ احتمال کے ہوگا نہ کہ بطورِ نص کے، پس اس سے حجت تام نہیں ہوگی۔

۲..... دوسری دلیل یہ حدیث: "رفع عن امتی الخطأ والنسیان، وما استکرھوا علیہ". أخرجہ الطبرانی (۳)۔ اس بات سے قطع نظر کہ محدثین نے اس حدیث پر کیا کلام کیا ہے (۴)، اس حدیث کا

---

(۱) "فالجواب أن الاحتجاج بہ غیر صحیح، للاختلاف فی معنی الإغلاق، فقیل: الإکراہ، وقیل: الجنون، وقیل: الغضب، وقیل: التضییق". (عقود الجواهر المنیفة فی أدلة مذهب الإمام أبی حنیفة: ۱/۱۶۲، طلاق المکرہ، مطبعة الشبکشی بالأزهر)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۲۲۶، (رقم الحدیث: ۱۱۸۷)، مسند علی بن أبی طالب، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) "أخرج الطبرانی عن عبید بن عمیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إن اللہ تعالیٰ تجاوز عن أمتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیہ". (المعجم الصغیر للطبرانی، باب الکاف، من اسمہ کثیر: ۱/۲۷۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وفیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۶/۳۰۳۳، (رقم الحدیث: ۱۰۳۳۴)، مکتبة نزار مصطفی الباز مکة المکرمة)

(۴) قال الحافظ: "فی إسنادہ ضعف، و روی ابن ماجة وابن حبان والدار قطنی والطبرانی والبیهقی والحاکم فی المستدرک من حدیث الأوزاعی، فقیل: عنہ عن عطاء عن عبید بن عمیر عن ابن عباس، و روی الولید بن مسلم عن الأوزاعی، ولم یذکر عبید بن عمیر، وللولید إسنادان آخران: روی عن محمد بن المصفی شیخہ عن مالک عن نافع عن ابن عمر، وعن ابن لهیعة عن موسی بن داؤد عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ. قال ابن أبی حاتم: سألت أبی عنها، فقال: هذہ الأحادیث منکرة، کأنها موضوعة. قال عبد اللہ بن أحمد: سألت أبی عنہ فأنکرہ جداً، ورواہ ابن ماجہ من حدیث أبی ذر، وفیہ—

مقصود بھی یہ نہیں کہ خطاً ونسیاناً واکراہاً امت سے کسی فعل کا صدور نہیں ہوسکتا، ورنہ پھر سب کے احکام بیان فرمانے کی ضرورت نہیں تھی (حالانکہ قرآن وحدیث میں ان کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں)، نہ اس دعا کی بھی ضرورت نہیں تھی ﴿ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا﴾ الآية (۱)۔

بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اس دعا کی برکت اور ثمرہ کے طور پر یہ بشارت دی گئی ہے: "رفع عن أمتي" الحدیث یعنی ان چیزوں پر آخرت میں پکڑ نہیں رہی، یہ بات کہ دنیا میں بھی کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا تو یہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے، قتلِ خطاء کی سزا خود نصِ قطعی میں موجود ہے: ﴿ومن قتل مؤمناً خطأً فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله﴾ الآية (۲)۔

= شهر بن حوشب وفي الإسناد انقطاع أيضاً

فلو صح هذا الحديث فالجواب عنه أن الحديث ليس على ظاهره؛ إذ لا معنى لرفع الخطأ والنسيان، فإن ما وجد من الأفعال خطأً أو نسياناً فهي واقعة لا محالة، فالمعنى: رفع عن أمتي إثم الخطأ والنسيان، ولا يجوز تقدير الحكم الذي يعم أحكام الدنيا والآخرة؛ إذ لا عموم للمقتضي، فالمراد إما الحكم الدنيوي وإما حكم الآخرة، والإجماع على أن حكم الآخرة وهو رفع المؤاخذة مراد، فلا يراد الآخر معه، وإلا عمم". (التفسير المظهري: ۱/ ۴۰۹-۳۰۸، حافظ كتب خانه، كوئته)

"فالجواب عن هذا الحديث: أن عبدالله بن أحمد سأل أباه عن هذا الحديث، فأنكره جداً.

وقال محمد بن نصر في كتاب الاختلاف: هذا الحديث ليس له إسناد يحتج به، ومع قطع النظر عن هذا فاعلم أن المراد بالرفع هنا رفع الإثم لا رفع الفعل، وإلا لما رفعن مع أن وقوعهن محقق، ومحله أن المراد يرفعها رفعها أو رفع حكمها، ولا يجوز الأول؛ لأنها قد توجد حقيقةً، فتعين الثاني. ثم هو على نوعين: إما أن يراد به حكم الدنيا أو حكم الآخرة، ولا يجوز الأول؛ لأن في القتل الخطأ تجب الدية والكفارة بالنص، وذلك من أحكام الدنيا. فتعين الثاني وهو حكم الآخرة وهو رفع إثم هذه الأشياء". (عقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة: ۲/ ۱۲۰، بيان الخبر الدال على عدم وقوع طلاق المكره على إنشاء لفظ الطلاق، مطبعة الشبكشي بالأزهر، مصر)

(۱) (سورة البقرة: ۲۸۶)

(۲) (سورة النساء: ۹۲)

سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو کا حکم حدیث شریف میں ہے(۱)۔حج میں خطاءً یا نسیان سے کوئی جنایت ہوجائے تو اس کے احکام بھی موجود ہیں(۲)،صوم میں بھول کر کھانے پینے سے عدمِ فسادِ صوم کا حکم اس حدیث کی وجہ سے نہیں،بلکہ اس کے لئے مستقل حدیث موجود ہے(۳)۔اس ذیل میں طلاقِ مکرہ بھی ہے کہ دنیا میں اس پر حکم مرتب ہوگا۔امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حدیث صریح بھی موجود ہے:

"أخرج العقيلي عن صفوان بن عمران الطائي أن رجلاً كان نائماً، فقامت امرأته، فأخذت سكيناً، فجلست على صدره، فوضعت السكين على حلقه، فقالت: لتطلقني ثلاثاً أو لأذبحنك، فناشدها الله، فأبت، فطلقها ثلاثاً، ثم أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فذكر له ذلك، فقال: "لاقيلولة في الطلاق" اهـ". نصب الراية: ۳/۲۲۲(٤)۔

والمسئلة مع أدلتها من الأحاديث والآثار مذكورة في إعلاء السنن: ۱۱/۱۲۵، والتفسير للمظهري، سورة النحل، وعقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة ۱/۱٦٦، وزجاجة المصابيح: ۲/٤۷۳، ومرقاة المفاتيح ٦/۲۸۸(٥)۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن أحدكم إذا قام يصلي، جاء الشيطان، فلبس عليه حتى لايدري كم صلى، فإذا وجد ذلك أحدكم، فليسجد سجدتين وهو جالس". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۱۰، كتاب الصلوة، باب السهو في الصلوة والسجود، قديمي)

(۲) "قال في اللباب: ويستوي في وجوب الجزاء الرجل والمرأة، والعامد والناسي، والعاصي والساهي، والمفيق والمغمى عليه، والمباشرة بنفسه أو بالغير". (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الحج، فصل إن قتل محرم صيداً: ۳/٤۲، رشيدية)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الحج، باب الجنايات، ۱/۲۰۲، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من نسي وهو صائم فأكل أو شرب، فليتم صومه، فإنما أطعمه الله وسقاه". (الصحيح لمسلم، كتاب الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لايفطر: ۱/۳٦٤، قديمي)

(٤) (نصب الراية لأحاديث الهداية: ۳/۲۲۲، كتاب الطلاق، أحاديث في طلاق المكره، مطبعة دار المأمون مصر، شارع الأزهار، سورت الهند)

(٥) (إعلاء السنن، كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي ...... وصحته من المكره

رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام درج کیا ہے اور چند مسائل بھی بطور نظیر پیش کیے ہیں کہ ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیاس نہیں کیا بلکہ حدیث پر عمل کیا ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے(۱)۔

اگر قیاس کرنا ہی ہے تو اکراہ کو ہزل پر قیاس کرنا اقرب ہے، جامع یہ ہے کہ اکراہ میں ایسی چیز کا تلفظ کرتا ہے جس کے حکم سے قلب راضی نہیں، یہی حال ہزل میں ہوتا ہے اور ہزل میں وقوعِ طلاق حدیث سے ثابت ہے: "ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة". الحديث(۲)۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کو نہیں چھوڑا اور حدیث کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا، ہاں! دوسرے حضرات کی طرف یہ بات منسوب کی جائے تو قرینِ قیاس ہے اور مطابقِ نقل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاقِ مکرہ

استفتاء [۱۰۰۹]: زید کی اپنے چچازاد بھائی سے عرصہ دس سال سے مخالفت ہے، اس مخالف بھائی نے ایک روز زید کے مکان پر آکر زید کو مارا اور چاقو نکال کر حملہ کیا، تین شخص اور موجود تھے، انہوں نے پکڑ کر چاقو چھین لیا۔ حملہ آور نے زید سے کہا کہ ہماری ناراضی تمہاری عورت کی وجہ سے ہے، لہٰذا تم اپنی عورت کو طلاق دیدو، زید طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، عورت بھی اس پر ناراض تھی کہ اس کو طلاق دی جائے، اپنی بے عزتی کی

---

(۱) "وأصحاب أبي حنيفة رحمه الله تعالى مجمعون على أن مذهب أبي حنيفة: أن ضعيف الحديث عنده أولى من القياس والرأي، وعلى ذلك بنى مذهبه، كما قدم حديث القهقهة مع ضعفه على القياس والرأي، وقدم حديث الوضوء بنبيذ التمر في السفر مع ضعفه على الرأي والقياس، الخ". (إعلام الموقعين: ۱/۶۱، أبو حنيفة يقدم الحديث على القياس، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (سنن أبي داؤد: ۱/۲۹۸، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل، مكتبه امداديه ملتان)

"في الحديث دلالة على أن طلاق الهازل واقع، فثبت به أن الطلاق يقع بكل حال يكون فيه المطلق مختاراً في التكلم وإن لم يكن راضياً بحكمه، والمكره كذلك، فإنه يتكلم بالطلاق في اختيار كامل ولا يرضى بحكمه، كما أن الهازل يفعل ذلك". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۸۳، باب عدم صحة طلاق الصبي والمكره، إدارة القرآن كراچي)

وجہ سے مکان میں بند کی تھی اور وہ کسی صورت سے طلاق نہیں چاہتی تھی۔

زید کے مخالف بھائی نے زید کو دہشت دلا کر جبریہ طور پر زید کو اسی وقت مجبور کر کے طلاق دلائی، زید نے بوجہ خوف کے طلاق دی اور چاہتین کی تحریر سادے کاغذ پر لکھا کر اپنے پاس رکھ لیں، نہ زید اور عورت کو نہیں دی۔ زید کو اور ان کی عورت کو اس واقعہ کا صدمہ ہے، اس وقت سے اب تک آمادہ ہیں کہ اگر شریعت اجازت دے تو وہ ایک جگہ ہو جائیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبردستی اور بلا نیت صریح الفاظ سے طلاق دلانے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، لہذا اگر زید نے زبان سے طلاق دی ہے، یا طلاق کے لکھنے کا حکم کیا ہے، یا اس کو سن کر بالجبر دستخط کر دیئے ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ لیکن یہ بات کہ کتنی طلاق ہوئیں اور اب دونوں بلا نکاح ایک جگہ رہ سکتے ہیں یا نہیں، طلاق کی تحریر دیکھنے کے بعد معلوم ہو سکتی ہے، وہ تحریر بھیج کر دریافت کر لیا جائے: "وطلاق المکرہ واقع"۔ هدایہ(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

جبراً طلاق

سوال [۱۰۱۰]: مالک مزارعان کی لڑائی ہوئی، مزارعان نے تھانہ دار کو رپورٹ دی، تھانہ دار نے کہا کہ میں تب رپورٹ درج کروں گا کہ جب مجھ کو تم طلاق نامہ لاؤ کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے، دونوں نے تین طلاق اٹھائی اور رپورٹ تحریر ہوئی، مقدمہ کا چالان عدالت پولیس نے کر دیا۔ پھر گاؤں کے لوگوں نے مزارع کو مجبور کیا کہ راضی نامہ کرو، مجبوراً مزارعان کو راضی نامہ کرنا پڑا۔ جس وقت یہ سوال تین طلاق مولوی صاحب محمد شفیع

---

(۱) (الهداية: ۳۵۸/۲، كتاب الطلاق، شركة علمية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۵۷/۳، من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۳/۱، فصل في بيان من يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳۳/۳، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

کے پاس سرگودھا میں پیش کیا گیا، صاحب موصوف نے فرمایا کہ طلاق واقع ہوگئی اور عورتیں ان پر حرام ہوگئیں۔

طلاق کنندگان مولوی محمد عبدالحکیم کو چک فرا میں لے گئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ سب حضرات مجبور و پریشان ہوگئے ہیں کہ یہ تین طلاق اٹھا چکے ہیں، لیکن بخوف پولیس، بغیر نیت طلاق، ایک وقت میں تین طلاق کا لفظ استعمال کرنا، مجبوراً راضی نامہ کرانا، مولوی عبدالحکیم صاحب نے فتویٰ دیا کہ ان چاروں صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی، نکاح از سرنو کی بھی ضرورت نہیں، جو اس میں انکار کرے گا گنہگار ہوگا، مولوی صاحب نے قرآن بھی اٹھایا اور دوسروں کو بھی اٹھوایا، جواب سے نوازیں۔

حافظ عبدالشکور، چک نمبر ۸۳ شمالی ضلع و تحصیل سرگودھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر طلاق اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ سب نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی اپنی عورتوں کو تین تین طلاق دیں تو شرعاً یہ طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئیں، اب بلا حلالہ کے ان عورتوں کو رکھنا جائز نہیں ہے، مولوی محمد شفیع صاحب کا فرمانا درست ہے اور مولوی عبدالحکیم صاحب کا جواب بالکل غلط ہے اور یہ کہنا کہ ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی قطعاً بے اصل ہے، اس کے خلاف تمام کتب فقہ شامی، ہدایہ، درمختار، عالمگیری، بحر وغیرہ میں تصریح موجود ہے۔

یہ خوف پولیس تو معمولی خوف ہے، اگر اکراہ شرعی ہو تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح بلا نیت طلاق لفظ طلاق کہنے سے بلکہ بلا اختیار الفاظ زبان سے نکلنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح تین طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، جب مجبوراً طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہے تو مجبوراً راضی نامہ کرانے سے بطریق اولیٰ واقع ہو جائیں گی:

"ويقع طلاق كل زوج إذا كان عاقلاً بالغاً، سواء كان حراً أو عبداً، طائعاً أو مكرهاً، كذا في الجوهرة النيرة. وطلاق اللاعب والهازل به واقع، وكذلك لو أراد أن يتكلم بكلام فسبق لسانه بالطلاق فالطلاق واقع، كذا في المحيط. ... وإذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق، ولا يعلم معنى قوله: أنت طالق، فإنه يقع الطلاق الخ". عالمگیری: ۱/۳۵۳ (۱)۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيدية)

"وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثاً بكلمة واحدة في طهر واحد، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصياً". هدايه: ۱/۳۳۵(۱)۔

مولوی عبدالحکیم صاحب سے ان کے فتویٰ کی دلیل طلب کی جاوے، اگر انھوں نے کوئی دلیل تحریر کی ہو تو یہاں بھیجئے، اس کے بعد ان کی دلیل کو بھی بیان کیا جائے گا کہ کتنی قوت کی دلیل ہے۔

اور اگر طلاق لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے، اگر ہم نے راضی نامہ کیا تو ہماری بیوی کو تین طلاق ہیں اور پھر راضی نامہ کرلیا ہے تب بھی یہی حکم ہے کہ طلاق واقع ہوگئیں (۲)، اور اگر کچھ اور مراد ہے تو اس کو صاف صاف لکھ کر حکم دریافت کیا جائے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۱۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/صفر/۱۳ھ۔

ایضاً

سوال[۱۰۱۱]: زید نے اپنی بیوی کو جب کہ وہ بے خطا تھی، جبراً تین طلاق دی، مگر بیوی اور وہاں موجود لوگوں نے نہیں سنا، مگر زید کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق دی ۱۳/جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۵/مئی/۱۹۷۵ء

= (وكذا في الدر المختار مع تنوير الأبصار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۱۳۲، ۱۳۳، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الهداية: ۲/۳۵۵، باب طلاق السنة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۰۲، كتاب الطلاق، فصل في طلاق البدعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق"

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۰۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۳۴۴، باب التعليق، سعيد)

کوئی ہے۔

ایک پرچہ میں مندرجہ ذیل مضمون چھپا ہے جس کو بعینہٖ نقل کیا جا رہا ہے۔

"مدینہ کا گورنر جعفر بن سلیمان مقرر ہوا ہے، انس کے بیٹے مالک سے کہہ دو کہ وہ یہ فتویٰ نہ دیں کہ "جبری طلاق درست نہیں"۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جبری طلاق کی طرح بیعت بھی صحیح نہیں ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ ابو جعفر منصور تھے اور ان کے بارے میں حضرت مالک کا خیال یہ تھا کہ منصور جبر بیعت لے رہے ہیں۔ مالک کا کہنا تھا کہ خلافت محمد نفس زکیہ کا حق ہے، منصور کی بیعت صحیح نہیں ہے۔ شریعت میں جبر تجوز کا معاملہ کیا جاتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جبری طلاق درست نہیں۔

غرض حضرت مالک کے انکار کرنے پر جعفر بن سلیمان کا غصہ اور بھڑک اٹھا، اس نے مالک کو مجرموں کی طرح پکڑوا کر بلوایا، ان کے کپڑے اتروائے اور جلاد کو حکم دیا کہ ننگی پیٹھ پر پوری طاقت سے کوڑے مارے۔ جلاد نے حکم کی تعمیل کی اور پیٹھ پر کوڑے لگائے۔

پھر پوچھا گیا کہ اب بتاؤ یہ فتویٰ دو گے؟ تو حضرت مالک نے کہا کہ میں فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق اللہ کے رسول کے حکم سے صحیح نہیں ہے۔ زخمی پیٹھ پر دوبارہ کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا۔ کوڑے پڑتے رہے اور خون کے فوارے اچھلتے رہے، دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے تھے۔

جب کوڑوں کی بارش کے باوجود حضرت مالک نے بات نہ بدلی تو انہیں بوڑھے اونٹ پر الٹی طرف منہ کر کے بٹھایا گیا اور پورے مدینہ میں گشت کرایا گیا۔ اعلان یہ کیا جاتا تھا کہ جبری طلاق سے انکار کرنے والے کی سزا یہی ہے۔ اس کے فوراً بعد حضرت مالک زور سے یہ کہتے کہ "جو شخص مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے، لیکن جو مجھے نہیں جانتا وہ سن لے کہ میں انس کا بیٹا ہوں اور یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق درست نہیں"۔

جب تشدد پورا ہوا، زخمی پیٹھ اور خون میں لت پت کپڑوں سے آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔

خلیفہ منصور کو معلوم ہوا تو اس نے لکھا کہ جو کچھ بھی سلوک آپ کے ساتھ کیا گیا ہے وہ نہ میری اجازت سے ہوا اور نہ جو سزا آپ کو دی گئی وہ میرے علم میں تھی، میں نہ تو کسی کے ساتھ زیادتی کو پسند کرتا ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ کوئی کسی کی میرے نام پر تذلیل کرے، میں نے حکم دیا کہ جعفر بن سلیمان کو گدھے پر سوار کر کے مدینہ سے بغداد لایا جائے۔ تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ میری پیٹھ پر جب بھی کوڑا پڑتا تھا تو میں جعفر کو معاف کر دیتا تھا، میں نہیں چاہتا کہ خلیفہ میری سزا کا بدلہ لے"۔

زید نے اپنی زوجہ کو جبراً طلاق دی ہے، مگر وہ مکان پر موجود ہے۔ اور اس کے کئی بچے ہیں۔ اور زید کی زوجہ کے حمل بوقت طلاق تھا اور اب بھی ہے۔

محمد ذوالقدر ولی، موضع محمد پور، ضلع آرہ (بہار)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ "رات میں سویا ہوا تھا کہ میری بیوی آئی اور چھرا لے کر مجھ پر سوار ہو گئی کہ مجھے تین طلاق دے ورنہ ابھی پیٹ چاک کر دوں گی۔ میں نے معذرت کی، معافی مانگی مگر وہ نہیں مانی، اب میں نے مجبوراً جان بچانے کے لئے تین طلاق دے دی تو کیا طلاق ہو گئی؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طلاق کو معتبر قرار دیا"۔ یہ حدیث اعلاء السنن میں مذکور ہے(۱)۔

---

(۱) "أخرج العقيلي عن صفوان بن عمران الطائي أن رجلاً كان نائماً فقامت امرأته، فأخذت سكيناً، فجلست على صدره، فقالت: لتطلقني ثلاثاً أو لأذبحنك، فطلقها، ثم أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فذكر له ذلك، فقال: "لا قيلولة في الطلاق"". (إعلاء السنن، كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والمعتوه والمبرسم وصحته من المكره والسكران والهازل: ۱۱/۱۸۳، إدارة القرآن كراچی)

اسی کی بنا پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اور وہ جبراً طلاق دے دے تب بھی طلاق ہوجاتی ہے(۱)، ہاں اگر طلاق جبراً لکھوائی جائے، زبان سے شوہر طلاق نہ دے تو طلاق نہیں ہوتی (۲)۔

مسئلہ کی مزید تفصیل اور دلائل پر بحث مطلوب ہو تو مرقاۃ، بذل المجہود، اوجز المسالک، عمدۃ القاری کا مطالعہ کریں(۳)۔

= (وكذا في نصب الراية لأحاديث الهداية: ٣/٢٢٢، كتاب الطلاق، أحاديث في طلاق المكره، مطبعة دار المأمون بشارع الأزهر، سورة الهند)

(١) "يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغاً عاقلاً سواء كان حراً أو عبداً طائعاً أو مكرهاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه: ١/٣٥٣، رشيدية)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، فصل: ٢/٣٥٨، شركة علمية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق: ٢/٣١٥، رشيدية)

(٢) "رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة: ١/٣٧٩، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ١/٤٧٢، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ٣/٢٣٦، سعيد)

(٣) "قلت: وكذلك المكره مختار في التكلم اختياراً كاملاً في السبب إلا أنه غير راض بحكمه؛ لأنه عرف الشرين فاختار أهونهما عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ٦/٤٢٨، رشيدية)

"وحكي أيضاً وقوع الطلاق المكره عن النخعي وابن المسيب والثوري وعمر بن عبد العزيز وأبي حنيفة وأصحابه رحمهم الله تعالى. انتهى ... ولأن القصد بالإكراه ليس إلا الرضا طبعاً وإنه ليس بشرط لوقوع الطلاق". (بذل المجهود شرح أبي داود: ٣/٢٧٤، كتاب الطلاق، باب في الطلاق =

نے تھی، زید کو واپسی کے بعد معلوم ہوا تو وہ اپنی بیوی کو اس کے میکے سے لینے گیا، ان کی بیٹھک میں جا کر ٹھہرا، بیوی کے چند رشتہ دار بھی بیٹھک میں آگئے اور زید سے گفتگو شروع کی کہ تم تو ہم لوگوں کو چھوڑ چکے ہو، پھر سے یہاں کیوں آگئے، دوسرے صاحب نے کہا کہ بیوی کو طلاق دیدو، زید نے انکار کیا کہ میں طلاق نہ دوں گا، تیسرے آدمی نے کہا کہ اگر یوں نہ دوگے تو ہم ڈنڈے کے زور سے طلاق لے لیں گے۔

زید نے کہا خواہ کچھ کرو، طلاق نہ دوں گا۔ انہوں نے فوراً ڈنڈا منگالیا اور ہاتھ مکے سے زدوکوب کیا۔ زید کو یقین ہوگیا کہ یہ ضرور ایسا ہی کریں گے اور وہاں اس کا کوئی معین ومددگار نہ تھا، اس لئے اس نے کہہ دیا کہ "میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی" لیکن ان الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق کی نیت نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: فرزند علی شاہ پوری، ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی، جس طرح اپنی خوشی سے طلاق دینے سے طلاق ہوجاتی ہے اسی طرح دوسروں کی زبردستی دبانے سے بھی واقع ہوجاتی ہے جب کہ صریح ہو: "ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو کان مکرهاً، فإن طلاقه صحيح" الخ. مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴(۱)۔

نیز طلاق اپنی بیوی ہی کو دی جاتی ہے، نیز صورتِ مسئولہ میں زید ابتداءً طلاق نہیں دے رہا ہے بلکہ طلاق زوجہ کا اس سے مطالبہ اور سوال کیا جا رہا ہے، اس کے جواب میں طلاق دے رہا ہے، اس لئے زوجہ کا نام نہ لینا یا اس کی نیت نہ کرنا کچھ مضر اور معتبر نہیں(۲)۔ قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "الجواب

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۲/۸، کتاب الطلاق، غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا في الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۱۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وصريح الطلاق لا يحتاج إلى النية؛ لأنه موضوع له شرعاً، فكان حقيقة، والحقيقة لا تحتاج إلى نية". (الاختيار لتعليل المختار: ۳/۱۶۲، فصل في صريح الطلاق، حقانيه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۷، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد) . . .

بمعنی عدة ما فی السؤال دینه" (رد المحتار)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الثانی/ ۵۶ھ۔

جھوٹ طلاق کا اقرار کرنا

سوال [۱۰۱۴]: زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہا کہ "میں تمہیں نہ رکھوں گا" اور جب گھر سے باہر نکلا تو ایک صاحب نے جانا تو اس نے ہنسی مذاق میں کہا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسی طلاق دی ہے، زید نے چلتے ہوئے کہہ دیا کہ "میں نے طلاق مغلظہ دی ہے" اپنی بیوی کے سامنے بھی نہیں کہا تھا، صرف دوسرے سے مذاق میں زبان سے نکلا، یا کوئی دل سے نہیں کہا۔ اب اس صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ طلاق مغلظہ ہوئی یا نہیں؟ زید اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہنسی مذاق میں بھی اس نے طلاق مغلظہ دی ہے تب بھی واقع ہوگئی چاہے بیوی سامنے ہو یا نہ ہو(۲)، لیکن اگر اس سے مقصود ان لفظ سے طلاق مغلظہ کی غلط خبر دینا تھا یعنی مخاطب کے سامنے جھوٹی خبر دینا تھا وہ جھوٹ کا اقرار کرنا تھا تو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ طلاق نہیں ہوئی(۳)، اگر پہلے اس پر گواہ بنالیا تو کچھی

(وکذا فی التاتارخانیة: ۳/۲۲۰، الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والأفیون والبنج، سعید)

(۲) "و طلاق اللاعب والهازل به واقع". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

"ویقع طلاق الهازل بالطلاق واللاعب، لما روی عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم أنه قال: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والعتاق". (بدائع الصنائع: ۴/۱۵۷، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) "إذا قال لها: قد طلقتك، أو قال لها: أنت طالق، وأراد الخبر عما مضى كذباً، وسعه فيما بينه وبين الله تعالى أن يمسكها". (الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۲۲، کتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى الصريح

مجبوراً اقرار کرنے کا تو قضاءً بھی نہیں ہوئی(۱)۔ اگر طلاق مغلظہ کا لفظ کہتے وقت زید کے ذہن میں لفظ کا معنی محض جھوٹ کا اقرار کرنا اور حصولِ خیر بدیہ ذہن میں نہیں تھا بلکہ اس تصور سے فارغ ہو کر کہہ دیا تو طلاق مغلظہ ہوگئی(۲)، اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۹۵ھ۔

اقرارِ طلاق کے بعد انکار

سوال[۶۰۱۲]: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، جو لوگ وقوعِ واقعہ کے وقت موجود تھے ان میں سے دو عورتیں اور ایک مرد نے شرعی گواہی دی کہ زید نے چار مرتبہ کہا کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی" اور اثنائے واقعہ میں اور ایک مرد آیا تو زید کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی"۔ اس مرد نے اس کو کہا کہ طلاق کا لفظ کوئی معمولی ہے؟ ایسا لفظ نہ کہو، تو زید نے پھر کہا کہ "تم کیا سمجھتے ہو؟ ہاں میں نے اس کو طلاق دے دی"۔ ایک دوسرے آدمی کے پاس زید نے اقرار کیا کہ "میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہیں، اب بیوی میرا کرتا ہے کس طرح آباد کروں گا"۔

اس واقعہ کے دن سے یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہیں، خود زید نے اپنی بیوی کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر کے میکے میں بھیج دیا لیکن چھ دن بعد اب زید کا بیان ہے کہ "میں نے تین مرتبہ کہا تھا کہ طلاق دیدیا ہے، چوتھی مرتبہ کہا تھا کہ طلاق دیدی"۔ اس کی بیوی کہتی ہے کہ میرے شوہر نے پہلے

= الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۸۰، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱) "المستفتي في القنية من الوقوع قضاءً، إذا أشهد قبل ذلك؛ لأن القاضي يتهمه في إرادته الكذب، فإذا أشهد انتفت التهمة". (البحر الرائق: ۳/۲۹۰، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۱۷، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وإن لم يرد به الخبر عن الماضي، أو أراد به الكذب، أو الهزل، وقع قضاءً وديانةً". (البحر الرائق: ۳/۲۸۰، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في شذرات حاشية: ۲/۲۱۲، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

ی مرتبہ طلاق دیدی تھی اور آخری مرتبہ میں طلاق دیدی ہے کہا تھا۔

علاوہ ازیں زید کو خود اقرار ہے اور مذکورہ بالا بھی گواہی دے رہے ہیں اس لئے علاوہ لفظ طلاق کے چند جملے اور بھی کہے مثلاً "تم کو طلاق دیدی ہے یا دیدیا" بہ ازیں اختلاف قول الشاہد والطلاق "تم میرے گھر سے اپنے میکے چلی جاؤ، تم میرے گھر سے نکل جاؤ" پھر اس کے بعد اپنے والد اور بھائی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری شادی دوسری جگہ فوراً کرا دو ورنہ میں ہمیشہ والے گھر گھس کر مر جاؤں گا۔ یہ واضح ہے کہ یہ سارا واقعہ جھگڑا اور غضب کی حالت میں ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مرد اور دو عورتیں جب کہ مقبول الشہادۃ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے زید نے چار مرتبہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اور شوہر کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ پھر زید کا دوسرے شخص کے سامنے اقرار کرنا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی قوی دلیل ہے اس پر کہ زید نے وحدۃ طلاق پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بالفعل طلاق مغلظہ دی ہے (۲)۔

---

(۱) "ولما سواها لغيرها من الحقوق، سواء كان الحق مالاً أو غيره، كنكاح وطلاق ووكالة رجلان أو رجل وامرأتان". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۵/۴۶۵، كتاب الشهادة، سعيد)

"وما سوى ذلك من الحقوق تقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية؛ لأن الأصل فيها القبول، لوجود ما يبتنى عليه أهلية الشهادة، وهو المشاهدة والضبط والأداء". (اللباب في شرح الكتاب: ۳/۱۴۲، كتاب الشهادة)

"وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن المشهود به حرمتها عليه، والحل والحرمة حق الله تعالى، فتقبل الشهادة عليه من غير دعوى". (المبسوط للسرخسي: ۶/۱۷۰، باب الشهادة في الطلاق، حبيبيه، كوئٹه)

(۲) "ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانةً". (رد المحتار: ۳/۲۳۶، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

"أن من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي: ۶/۱۰۹، باب الطلاق، حبيبيه كوئٹه)

مان لی جائے کہ اس کو عدت تین حیض گزرنے سے پہلے پہلے رجعت کا حق حاصل رہے گا(۱)، مثلاً اس طرح کہ دو آدمیوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، پھر دونوں حسب سابق شوہر اور بیوی کی طرح رہ سکیں گے(۲)۔

"کما لو أقر بالطلاق هازلاً أو كاذباً ..... ولو أراد به الخبر عن الماضي كذباً لا يقع ديانةً" شامي مختصر: ۲/۵۸۲(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۲۹ھ۔

---

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في العدة" (اللباب في شرح الكتاب: ۳/۸۰، باب الرجعة، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۹۶، شرائط جواز الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۵۹۳، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "الرجعة على ضربين ...... فالسني أن يراجعها بالقول، و يشهد على رجعتها شاهدين، و يعلمها بذلك". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۹۳، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۹۱، كتاب الطلاق، في بيان ماهية الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۵۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۳۸، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه، سعيد)

"وفي الصغرى: في أمالي أبي يوسف: إذا قال لها: قد طلقتك، أو قال: أنت طالق، وأراد الخبر عما مضى كذباً، وسعه فيما بينه و بين الله تعالى أن يمسكها". (التاتارخانية: ۳/۲۲۲، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

"ولو أقر بالطلاق وهو كاذب، وقع في القضاء، و صرح في البزازية: بأن له في الديانة إمساكها إذا قال: أردت به الخبر عن الماضي كذباً". (البحر الرائق: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، رشيدية)

اقرارِ طلاق سے طلاق

سوال [۱۲۰۰۹]: میں نے اپنی بیوی کو سینما وغیرہ دیکھنے سے منع کیا مگر اس نے میرے حکم کی نافرمانی کی جس پر میں نے قاضی کی معرفت طلاق دی اور اسے اپنے گھر سے جدا کر دیا، لیکن میرے سسرال والے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس طرح طلاق نہیں ہوئی، یہ بدستور تمہاری بیوی ہے۔ اب مجھے اس عورت کے بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ نے طلاق دیدی تو وہ قطع ہوگئی جیسی دی ہے ویسی ہی ہوگی، اگر ایک یا دو دفعہ صاف لفظوں میں طلاق دی ہے تو رجعی طلاق ہوگی، اگر آپ چاہیں تو عدت (تین حیض) ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لے سکتے ہیں جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے کہہ دیں: میں نے طلاق سے رجعت کرلی(۱) بس اتنا کافی ہے نکاح بدستور قائم رہے گا۔ اگر طلاق بائن دی ہے تو رجعت کا حق نہیں رہا، البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے(۲)۔ اگر تین طلاق دی ہیں تو مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ تعلق

---

(۱) "وتصح الرجعة إن لم يطلق الزوج ثلاثاً أو ثنتين إن كانت أمة، ولم يقترن الطلاق بعوض ولم يكن بكناية يقع بها البائن، وعلى هذا لو قال: إن لم يطلق بائناً لكان أولى". (النهر الفائق: ۲/۴۱۳، ۴۱۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب: ۳/۰۸، كتاب الرجعة، رشيديه)

"وتصح إن لم يطلق بائناً، هذا بيان لشرط الرجعة، هي أن لا يكون الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة ... ولا يخفى أن الشرط واحد هو كون الطلاق رجعياً". (رد المحتار: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۴۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۵، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق زبانی دینے سے بھی واقع ہو جاتی ہے لکھ کر دینے پر موقوف نہیں (۱)، پس جب کہ شوہر کو طلاق کا اقرار ہے تو وقت طلاق سے تین ماہواری عدت گزرنے پر اس کی مطلقہ بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق حاصل ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۳۹۶ھ۔

الگ الگ مجلس کے اقرار کے گواہوں سے طلاق

سوال [۱۰۱۸۹]: محمد طیب کا بیان ہے کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق نہیں دی، وسیلہ خاتون کا بیان بھی محمد طیب کے مکان پر یہی تھا کہ مجھ کو طلاق نہیں دی تھی، اپنے گھر جانے پر جو کہ دو میل ہے وسیلہ خاتون سے۔ جب کہ وہ اپنے ماں باپ کے یہاں گئے ہوئے چھ ماہ سے زائد ہو گئے تھے۔ حسب ضرورت دریافت کیا گیا تو وہ کہتی ہے کہ "مجھ کو کئی دفعہ لوگوں سے ذکر کر کے محمد طیب نے کہا کہ میں نے طلاق دے دی" اس کے کچھ دن کے بعد دو آدمی کے پاس کہا کہ "میں نے طلاق دے دی" اس کے کچھ دن بعد کہا کہ "میں نے طلاق دے دی"۔ لیکن کسی گواہ کی موجودگی میں بات نہیں کہی، حویلی کے اندر پانچ گھر اور آٹھ عورتیں ہیں، جو کہ ہر وقت موجود رہتی

---

(۱) "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مكرهاً أو هازلاً أو سكران أو أخرس بإشارته أو مخطئاً بأن أراد التكلم بغير الطلاق فجرى على لسانه الطلاق، أو تلفظ به غير عالم بمعناه أو غافلاً أو ساهياً". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/ ۲۳۵ - ۲۴۱، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/ ۲۵۷، فصل من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۴۲۶، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۱۵۱، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي: ۶/ ۱۰۹، باب الطلاق، حبيبيه كوئته)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۲۳۶، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

ہیں۔ اور وسیلہ خاتون کے بیان کے وقت سب موجود نہیں۔ دہلی کا تکیہ چار دو گھروں کا ایک ہے۔

علاوہ ان کے جو بیان کسی مرد یا عورت کا ہے کہ محمد طیب نے میرے سامنے کہا کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق دے دی، وہ فقط ایک ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نے دریافت کیا تو محمد طیب نے کہا کہ "میں نے طلاق دے دی"۔ دو عورتیں بیان کرتی ہیں کہ محمد طیب نے طلاق دے دی۔ ایک بالغ لڑکی کا بیان ہے کہ طلاق دے دی۔ لیکن اس کے برخلاف محمد طیب طلاق دینے سے انکاری ہے۔ اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ایک جگہ شاہد نہیں ہیں۔

ایسی حالت میں محمد طیب کا بیان قابلِ تصدیق ہے یا قابلِ تکذیب؟ محمد طیب کو قسم کھانے پر مجبور کیا جائے کہ قرآن شریف کی قسم جب کہ ہاتھ پر رکھا ہوا ہو یا اللہ پاک کی قسم کھا کر بیان دے، یا یا قسم کے بیان دینے پر مجبور نہ کیا جائے اور محمد طیب کے بیان پر عمل کیا جائے یا بیان شدہ مانا جائے؟

تحریر بالا پر غور کر کے فتویٰ دیں کہ وسیلہ خاتون اب بھی منکوحہ ہے یا مطلقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح طلاق کا اقرار کرنے سے بھی طلاق کا حکم کر دیا جاتا ہے(۱)۔ اگر موقع کا گواہ کوئی نہیں ہے لیکن اقرارِ طلاق ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہے اور یہ معتبر ہیں تو ان کی گواہی سے بھی شرعی ثبوت حاصل ہو جائے گا اور طلاق کا حکم کر دیا جائے گا، اور جیسی طلاق کی گواہی دیں ویسی طلاق کا حکم ہوگا اگرچہ یہ گواہ ایک مجلس کے اقرار کے گواہ نہ ہوں، بلکہ الگ الگ مجلس کے گواہ ہوں(۲)۔ ایسی صورت میں محمد طیب سے حلفیہ بیان لینے کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) "ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانةً". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ۳/۲۳۶، سعيد)

"أن من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي، باب الطلاق: ۶/۱۰۴، حبيبية كوئٹه)

(۲) "(و) نصابها (لغيرها من الحقوق، سواء كان) الحق (مالاً أو غيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية واستهلال صبي) ولو (للإرث رجلان) (أو رجل وامرأتان)". (الدر المختار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۵، سعيد)

الحاصل حکمِ طلاق کے لئے مجرد زوجہ کا دعویٰ کافی نہیں، اور عدمِ حکمِ طلاق کے لئے محض شوہر کا انکار کافی ہے۔ شوہر کے اقرار یا شرعی شہادت سے طلاق کا حکم ہوتا ہے، اقرار وشہادت نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے حلفیہ انکار سے عدمِ طلاق کا حکم ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔

جائیداد کے تحفظ کے لئے عدالت میں طلاق کا جھوٹا اقرار

سوال[۱۰۱۹] : ۱: زید حکومت کے قانونی شکنجے سے بچانے کی غرض سے اپنی ملکیت کو لڑکے کی بیوی کو ہبہ کر دیتا ہے، لیکن زید کے ایسا کرنے سے اس کی ملکیت قانونی گرفت سے محفوظ نہیں ہوتی۔ چونکہ ملکیت جس کو ہبہ کی گئی وہ قانوناً لڑکے کی فیملی میں شامل ہے، لہذا زید کو بیٹے لڑکے اور اس کی بیوی کو علیحدگی ثابت کرنا ضروری ہوئی، علیحدگی بھی قانونی طریقے سے تحریر عدالت میں پیش کی جائے تب اس کی ملکیت محفوظ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ زید اب دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے جو حسب ذیل ہے:

زید اپنے ہبہ نامہ کی عبارت میں تحریر کرتا ہے کہ:

"میرا لڑکا نالائق ہے، بدچلن ہے، اپنی بیوی کے سمجھانے پر مجھ کو ذرا بھی کوشش نہیں کی اور فوراً طلاق دے دی۔ میرے لڑکے کی بیوی میری بھانجی ہے، میرا خون ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ لڑکے سے یہ توقع رکھوں کہ بچوں کی تربیت اچھی طرح کرے گا، ناممکن ہے۔ اور بچوں کی ماں کے پاس بھی کچھ نہیں رہا، جو زیور وغیرہ

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول في تعريفها، الخ: ۳/ ۴۵۰، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/ ۱۰۲، رشيدية)

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال في خطبته: "البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه". (جامع الترمذي، كتاب الأحكام: ۱/ ۲۴۹، سعيد)

"وشرط فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، كالنكاح والطلاق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول: ۳/ ۴۵۱، رشيدية)

"وإذا نكل المدعى عليه عن اليمين، قضي عليه بالنكول وألزمه ما ادعي عليه". (مختصر القدوري، كتاب الدعوى، ص: ۲۲۶، إدارة القرآن كراچي)

تھا وہ اس کا شوہر پہلے ہی خورد برد کر چکا ہے، لہذا بچوں کی پرورش کے لئے میں اپنی ملکیت
میں سے اتنی جائیداد اپنے لڑکے کی بیوی اور اس کے بچوں کے نام ہبہ کرتا ہوں"۔

وہ اس قسم کے مضمون کی ایک درخواست لڑکے کی طرف سے متعلقہ افسر کے دفتر میں پیش کر دیتا ہے، یعنی:

"میری بیوی گندی رہتی ہے، کھانا بنانا اچھے قسم کا نہیں جانتی، بے تمیز ہے، لہذا
میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں"۔

لیکن یہ درخواست جو عدالت میں پیش کی گئی ہے، اس کو لڑکا نہ اپنے قلم سے لکھتا ہے اور نہ اس پر دستخط کرتا ہے، بلکہ مطالبہ ہی نہیں کرتا ہے، لیکن اس کارروائی کا علم لڑکے کو ضرور ہے، اور یا اپنے مفاد کے لئے لڑکا اپنے والد کو ایسا مشورہ دیتا ہے، اور زید اس کے کہنے سے ایسا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا لڑکے کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی؟

۲... اگر بالفرض مقامی کسی وجہ سے یعنی حسب ذیل کارگزاری کے سلسلہ میں عدالت میں پیش ہونا پڑ جائے، اور لڑکے کو کوئی مجبوری کی وجہ سے ان کاغذات کو جو اس کے والد کی طرف سے گذرے ہیں، اقرار کرنا پڑ جائے اور یا دستخط یا انگوٹھا لگانا پڑ جائے اور عدالت کی طرف سے یہ سوال ہو سکتا ہے: کیا یہ درخواست تم نے ہی لکھی ہے یا لکھائی ہے؟ ایسی صورت میں لڑکا اقرار کر لے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا پہلے اس بات کا گواہ بنا لے کہ میں طلاق نامہ پر غلط دستخط کروں گا، یا عدالت میں طلاق کا غلط اقرار کروں گا، واقعۃً نہ طلاق دی ہے، نہ طلاق دینا مقصود ہے تو اس کے اس جھوٹے اقرار یا جھوٹے دستخط سے طلاق واقع نہیں ہوگی:

"لو أراد به الخبر عن الماضي كذباً، لايقع ديانةً، وإن أشهد قبل ذلك لايقع قضاءً اھ".

شامی: ۳/۲۳۸(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۱۱/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۱۱/۸ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۸، سعید)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق: ۳/۲۶۲، إدارة القرآن كراچي)

"تو بھاگ لے کر دی" سے طلاق

سوال[۱۰۴۰]: زید نے دوسری شادی کرلی۔ ایک روز پہلی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا، اس وقت زید کی بھابھی بھی وہاں موجود تھی۔ زید نے کہا کہ "میں تم سے عاجز ہوگیا ہوں، میں تجھے چھوڑ دوں گا"۔ اس کے جواب میں بیوی نے کہا کہ میں بھی تم سے تنگ آگئی ہوں۔ اس پر زید نے کہا کہ "جا تو یہ بھاگ لے، میں نے تجھے طلاق دی"۔ اس کے بعد جھگڑا ہوتا رہا۔ اور اس دوران میں زید نے کئی مرتبہ پھر یہی الفاظ کہے کہ "جا تو یہ بھاگ لے کر دی، جا تو یہ بھاگ لے کر دی"۔

اس عرصہ میں دو تین آدمی اور آگئے، بیوی نے ان دو آدمیوں کے سامنے یہ واقعہ دہرایا کہ زید نے مجھے ایسا کہا ہے۔ اس پر زید نے یہ کہہ دیا کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ تقریباً پانچ ماہ کا عرصہ گذر گیا بیوی سے زید کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ صورتِ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کا یہ مطلب تھا کہ "جا تو یہ بھاگ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی، مگر تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے، میں نے طلاق نہیں دی"۔ اور زید اس پر حلف کرے تو زید کا قول معتبر ہوگا اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا، ورنہ طلاق کا حکم ہوجائے گا(۱)، اور قرینہ بھی یہی ہے، کیونکہ ایسا کہنے کے بعد زید نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "اگر نیت زید کی دو دیرہ اور سر با، وغیرہ سے خبر دینا اسی طلاق اول کی ہے تو اس کی زوجہ پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، اور حکم اس کا یہ ہے کہ عدت کے اندر رجعت بلا نکاح کے درست ہے اور بعد عدت کے نکاح جدید با حلالہ کے ہوسکتا ہے"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰/ ۱۴۸، باب ششم، طلاق رجعی سے متعلق احکام و مسائل، امدادیہ ملتان)

الفصل الثانی فی عدم وقوع الطلاق

(عدمِ وقوعِ طلاق کا بیان)

وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۱۰۲۱]: زید نے اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں سے لیجانے کا تقاضہ کیا مگر کسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئی۔ اس پر زید نے - جہاں تک اس کو یاد ہے - اپنی بیوی کے بھائی سے یہ لفظ کہے کہ ''شریفوں میں مقدمہ بازی کرنے اور مستورات کو عدالت میں لیجانے کے بہ نسبت مرجانا، یا طلاق دیدینا بہتر ہوتا ہے، اگر معاملہ عدالت تک جائے گا تو میں بھی طلاق دیدینے کو ترجیح دوں گا بجائے اس طرح بے غیرت ہونے کے''۔ اور زید نے تاکیداً اس کے بھائی سے ۱۵/ تاریخ تک پہونچا دینے کو کہا۔ جو الفاظ زید نے کہے تھے، زید ان کے متعلق حلفِ شرعی اٹھانے کو تیار ہے۔

اس کے برخلاف مسماۃ کا بھائی یہ کہتا ہے کہ زید نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ''اگر زید کی بیوی ۱۵/ تاریخ تک اس کے گھر نہ پہونچ گئی تو زید طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے گا''۔ چنانچہ زید کی بیوی ۱۵/ تاریخ تک نہیں بھیجی گئی۔ اس صورت میں زید کا بھائی کہتا ہے کہ تم طلاق دے چکے ہو، زید نے اس کے قول کو تسلیم نہیں کیا۔ حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں کہ ایسی صورت میں شرعاً مسماۃ زید کی زوجیت سے علیحدہ ہوگئی یا بدستور اس کی بیوی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسماۃ کے بھائی کا بیان اگر تسلیم کرلیا جائے تب بھی شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ اس کا بیان ہے کہ ''اگر زید کی بیوی ۱۵/ تاریخ تک اس کے گھر نہ پہونچ گئی تو زید طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے گا'' اور اس بیان میں طلاق نہیں دی گئی، بلکہ طلاق کا وعدہ کیا گیا ہے اور وعدۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی(۱)۔ البتہ اگر طلاقنامہ لکھ

---

(۱) "فقال الزوج: اطلق "طلاق می کنم" فکرره ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: ساطلق "طلاق کنم"، لأنه استقبال، فلم یکن تحقیقاً بالتشکیک". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۸۴، کتاب الطلاق، الطلاق -

کر سمجھ لیا تو اس معاملہ کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ شعبان/ ۵۵ھ۔

صیغۂ استقبال سے طلاق کا حکم

سوال [illegible]: زید اور اس کی منکوحہ میں بہت محبت تھی، ایک روز خلوت میں تھے دونوں پر شہوت طاری تھی، زید کی منکوحہ نے کہا: اگر میں نے ہاتھ پکڑا دیا تو مجھے چھوڑ دو گے یعنی طلاق دیدو گے، یہ امر طلاق لینے کا نہیں تھا بلکہ خواہ مخواہ ہاتھ پکڑا کر اپنی بہادری دکھاتا تھا، زید نے ہاں کر دی، منکوحہ نے کوشش سے ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے بعد صحبت کی، کیا طلاق پڑ گئی؟ اس واقعہ کے بعد چار بچے ہو چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی منکوحہ طلاق نہیں ہوئی، فتاویٰ عالمگیری ص: ۲۵۸، ۳۲۹ میں ہے:

"فقال الزوج: أسقي: "طلاق مي كنم طلاق مي كنم" مكررًا ثلاثًا طلقت ثلاثًا،

بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

(۱) "قوله: طلقي نفسك، فقالت: أنا طالق، أو أنا أطلق نفسي، لا يقع، لأنه وعد، جوهرة". (الدر المختار). "بخلاف قولها: أطلق نفسي، لا يمكن جعله إخبارًا عن طلاق قائم، لأنه إنما يقوم بالتكلم، فلو جاز، لقام به الأمران في زمن واحد وهو محال". (رد المحتار: ۳/۳۱۹، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۳۵، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، رشيدية)

(۲) "الأولى أن يكتب: هذا كتاب فلان بن فلان إلى فلانة أما بعد فأنت طالق، وفي هذا الوجه يقع الطلاق في الحال". (التاتارخانية: ۳/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل السادس إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۲۹، كتاب الطلاق، فصل في النوع الثاني، دار الكتب العلمية بيروت)

بخلاف قولہ: ساظلق، "طلاق کنم"؛ لأنہ استقبال، فلم یکن تحقیقاً بالتشکیک"(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے، صورت مسئولہ میں زیادہ سے زیادہ وعدۂ طلاق ہوسکتا ہے، ایقاع طلاق ہرگز نہیں ہوسکتا اس لئے بلاشبہ کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

طلاق کی حکایت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۱۰۲۳]: ایک لڑکی کے طلاق دہندگی کے سلسلے میں چند لوگوں کو جمع کیا گیا ہے، اس میں ایک شخص زید نامی بھی شریک مجمع تھا۔ لڑکی کی طلاق کے بارے میں کچھ گفت وشنید ہوئی، پھر لڑکے کو بلا کر لڑکی کو طلاق دلوائی گئی۔ جب طلاق ہوچکی تو سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ زید نامی شخص بھی چلا گیا، زید نے گھر جا کر اپنی بیوی کو "طلاق دیا" کا جملہ دو تین بار ادا کیا۔

لوگوں نے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی، بلکہ میں پہلے میٹنگ والی طلاق نقل کررہا تھا۔ اس کا دماغ وعقل بھی کمزور ہے، زید کو پوری گنتی بھی نہیں آتی۔ کہتا ہے کہ جہاں تک خیال ہے، دو ہی بار طلاق دیا گیا ہے۔ قاعدے سے بات کا جواب بھی نہیں دے پاتا، بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ تو کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے اپنی بیوی کو اس طرح کہا ہے "میں نے تم کو طلاق دے دی" اور تین دفعہ کہا ہے تو طلاق

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۸۲، کتاب الطلاق، الطلاق بالألفاظ الفارسیۃ، رشیدیہ)

"قولہ: طلقي نفسک، فقالت: أنا طالق، أو أنا أطلق نفسي، لم یقع؛ لأنہ وعد، جوہرۃ" (الدر المختار). "بخلاف قولہا: أطلق نفسي، لا یمکن جعلہ إخباراً عن طلاق قائم؛ لأنہ إنما یقوم باللسان، فلو جاز، لقام بہ الأمران في زمن واحد وہو محال". (رد المحتار: ۳/۳۱۹، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۳/۵۳۵، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، سعید)

مغلظہ ہوگئی (۱)، دونوں میں جدائی کرادی جائے۔ اگر اس طرح کہا ہے کہ ''فلاں شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا ہے کہ میں نے تم کو طلاق دی'' تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ زید دماغ کا کمزور ہے مگر طلاق کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ تین طلاق سے نکاح کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ اسی لئے تو کہتا ہے کہ ''جہاں تک خیال ہے دو ہی بار طلاق دیا گیا ہے''۔ ورنہ جب وہ دوسرے کی طلاق کا واقعہ نقل کررہا ہے خود طلاق نہیں دے رہا ہے تو پھر اس میں دو اور تین کی بحث ہی بے کار ہے، کیونکہ دوسرے کا واقعہ نقل کرنے سے طلاق نہیں ہوتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الفاظِ طلاق اس طرح کہنا کہ سنائی نہ دیں

سوال [۱۰۲۴]: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دے کہ الفاظِ طلاق کسی دوسرے کو سنائی نہ دے، صرف زبان متحرک ہو تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زبان سے طلاق کا لفظ اس طرح کہا کہ سنا نہ جائے، صرف زبان متحرک ہوئی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، کما فی ط، ص: ۱۱۹ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً" (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول: ۱/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب طلاق غير المدخول بها: ۳/۲۹۳، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد: ۳/۲۸۴، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "أو كتب ناقلاً من كتاب: "امرأتي طالق" مع التلفظ، أو حكى يمين غيره، فإنه لا يقع أصلاً مالم يقصد زوجته". (رد المحتار، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان: ۳/۲۵۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشيديه)

(۳) "لو أجرى الطلاق على قلبه وحرّك لسانه من غير تلفظ يسمع، لا يقع". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان: ۱/۷۸، قديمي) =

مدت تک علیحدہ رہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال [۶۰۲۵]: زید نے اپنی منکوحہ سعیدہ بی کو زاہدہ بی جو کہ زید کی پہلی بیوی تھی، اس کے ساتھ اتفاق نہ ہونے کی بنا پر گھر سے الگ کر دیا، جو کہ تقریباً ۲۵ سال سے جدائی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اب جب کہ پہلی بیوی زاہدہ بی کا انتقال ہو چکا ہے، تو پھر زید اپنی دوسری بیوی سعیدہ بی کو واپس اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، تو کیا وہ رکھ سکتا ہے۔ اس ۲۵ سال کے درمیان سعیدہ بی سے معاشرتی تعلقات تو نہیں ہے لیکن ملاقات کبھی کبھار ہو جاتی ہے۔

سعیدہ بی سے ایک لڑکا بھی ہے جو کہ زید کے گھر میں جدائی سے قبل پیدا ہوا تھا، وہ لڑکا سعیدہ بی کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ اس کی پرورش اور ضروریات زندگی سعیدہ بی ہی پورا کرتی رہی۔ سعیدہ بی کو زید نے طلاق نہیں دی ہے، صرف الگ کر دیا تھا، اب زید چاہتا ہے کہ سعیدہ بی کو اپنے گھر میں بیوی کی طرح رکھے اور معاشرتی زندگی پہلے جیسی بسر کرے۔

یہاں یہ بات بھی ہم واضح کرتے ہیں کہ زید فریضۂ حج بھی ادا کر چکا ہے۔ سنہ ۱۹۸۰ء میں زید حج کے لئے روانہ ہونے والا تھا تو اس کو خیال ہوا کہ اپنی بیوی سعیدہ کے ساتھ حق - جس کو برسوں سے چھوڑ رکھا ہے - تعلقات قائم کرے، لیکن پہلی بیوی زاہدہ بی کی موجودگی مخل ہوئی۔ پھر جب زاہدہ بی روانگی حج سے قبل ہی انتقال کر گئی تو زید کو احساس ہوا کہ سعیدہ بی کو بلالے، چنانچہ سعیدہ بی اور اس کے لڑکے کو بلا کر زید نے سعیدہ بی کی مہر کی رقم ادا کر دی، ساتھ ہی اس کو اور اس کے لڑکے کو ایک ہزار روپیہ کی نقد رقم دی۔

اب پھر سعیدہ بی اپنے لڑکے کے ہمراہ اپنے گھر چلی گئی، اور زید فریضۂ حج کے لئے چلا گیا۔ جب زید فریضۂ حج کے بعد واپس گھر آیا تو معاً اس کو خیال ہوا کہ سعیدہ بی سے ملے، چنانچہ وہ ملا اور معاشرتی طور پر اس کے یہاں رہا۔ اب وہ اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی سعیدہ بی زید کی حبالۂ زوجیت میں ہے، اور کیا زید سعیدہ بی کو ایسی صورت میں کہ وہ برسوں تک جدا رہی، اپنے گھر میں بحیثیت بیوی کے رکھ سکتا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

"ورکنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية ... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه". (رد المحتار مع الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ طلاق نہیں دی ہے تو کسی مدت تک الگ الگ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوا بلکہ بدستور باقی ہے(۱)، اب ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کا حق زوجیت ادا کریں، اس سے وہ دونوں شرعاً مجرم نہیں ہوں گے، بلکہ اب تک جو کچھ جرم ہوا ہے اور حقوق ادا نہیں کئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس جرم کی مکافات ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ۔

محض دیر تک میکہ میں رہنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۱۰۰۲۶]: زید کی پہلی بیوی دائم المریض ہے، وہ گھر کا کاروبار ٹھیک نہیں چلا سکتی، لہذا زید نے اپنی پہلی بیوی کی مرضی سے نکاح ثانی کیا ہے، کیونکہ پہلی بیوی لاولد ہے، دونوں بیویوں کو ایک مکان میں رکھنے کا انتظام نہ ہوسکا، اس لئے پہلی بیوی کو اس کے والدین کے گھر چھوڑ رکھا ہے، اب تک تین سال کا عرصہ ہوا، مگر زید کو پہلی بیوی کے پاس جانے کا موقع نہیں ہوا، اس سے بعض لوگوں کو زید کے طلاق دینے کا شبہ ہوا، مگر زید نے زبانی اور تحریری طلاق نہیں دی اور اس نے ایک جماعت کے سامنے حلفاً اقرار کیا کہ میں نے پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، اب میں پہلی بیوی کو مکان بلانا چاہتا ہوں، بیوی بھی تیار ہے۔ دریں حالت زید کے خسر اپنی دختر کو اس کے شوہر کے ہمراہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ طلاق کا کوئی ثبوت نہیں اور شوہر پوری قوت سے طلاق کا منکر ہے تو طلاق کا حکم کرنے کی کوئی وجہ نہیں(۲)، شوہر اپنی بیوی کو بلا سکتا ہے اور بیوی اس کے پاس جا سکتی ہے اور خسر بھیج سکتا ہے، اور شوہر دونوں

---

(۱) "وركنه (أي الطلاق) لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية".
(رد المحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۰، سعيد)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/۳۴۸، رشيدية)
(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق: ۳/۱۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(قوله: بقوله: إن ادعاه) وتنكره أي ادعى الاستثناء، ومثله الشرط، كما في الفتح وغيره، وقيد بإنكارها؛ لأنه محل الخلاف، إذ لو لم يكن له منازع فلا إشكال في أن القول قوله، كما صرح به في =

بیویوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار ہے، لہٰذا پہلی بیوی کو ضرور شوہر کے پاس بھیج دیا جائے، خاص کر ایسی صورت میں کہ بیوی بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

تین کنکر سے طلاق

الاستفتاء [۶۰۲۴]: ۱..... من آقائے زید، شمہ چند الفاظے نسبت بہ طلاق زینب از دہانِ خود بیرون کردہ، بطورِ واضح بیان نمائید۔ آقائی مولوی صاحب! من مسلمان ہستم وقسم خوردم کہ دروغ نگویم، من ولاصبردہ فوق – دربارۂ زنے کہ گفتگو شدہ ام داشتیم– بطورِ تہدید بایک دیگر گفتگو می کردم، والفاظ طلاق ہم تبلاً میان مابودہ۔ بعداً ہتہ بہ سہ الفاظ حساب کردم، یعنی یک ودو وسہ بطرف او انداختم، گفتہ: بردار۔ ولے بخیالِ من دو عدد سنگ می داشتہ۔

بستہ بہ دستورِ شرعِ مبارک می باشد، من تابع شرعِ محمدی ہستم۔ من از زن سوال کردم، مگر خدا می خواہی یعنی در حالِ خشم سوال کردم، گفت: بلے بخواہم۔ بعد از چندیں دقیقہ سہ عدد سنگ بطرفِ او انداختم، گفتم: "بردار"۔

۲..... من در حالتِ خشم وغضب از زنِ خود سوال کردم کہ "تو طلاق میخواہی"؟ زن گفت: "می خواہم"۔ بارِ ثانی سہ عدد سنگ بطرفِ او انداختم، گفتم: "بردار، خاموش باش"۔

"امرأۃ طلبت الطلاق من زوجہا، فقال لہا: سہ طلاق بردار ورفتی، لایقع، ویکون ہذا تفویض الطلاق إلیہا"(۱)۔

= الفتح" (والتنویر مع رد المحتار: ۳/۳۶۹، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب فیما لو ادعی الاستثناء وأنکرتہ الزوجۃ، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳/۱۱۸، کتاب الطلاق، باب التعلیق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا في البحر الرائق: ۴/۲۵، باب التعلیق، رشیدیہ)

(۱) (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالفاظ الفارسیۃ: ۱/۳۸۲، رشیدیہ)

رائے خود را دریں مرقوم فرمایند عند اللہ ماجور۔ فقط۔

عبدالغفور بمعرفت مولوی سراج الدین، بونشت ایران، زاہدان ایران، بروکان جمعہ بلوچی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایں طریق دراں دیار برائے طلاق دادن رائج است، طلاق واقع خواہد شد، ورنہ درحقیقت سہ سنگ سہ طلاق نیست(۱)۔ بیش از بیش تفویض طلاق گفتہ خواہد شد(۲)۔ الغرض مدار برعرف ورواج است(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۴ھ۔

---

(۱) اگر صرف پتھر پھینکے جائیں اور زبان سے طلاق کا کوئی لفظ ادا نہ کیا جائے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

"وبہ ظہر أن من تشاجر مع زوجتہ فأعطاہا ثلاثۃ أحجار ینوی الطلاق ولم یذکر لفظاً لاصریحاً ولا کنایۃ، لا یقع علیہ" (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۳/۲۳۰، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، الباب الثانی، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۷، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الطلاق: ۱/۴۶۳، رشیدیہ)

(۲) (راجع رقم الحاشیۃ: ۱)

(۳) بعض الفاظ طلاق کے استعمال میں عرف کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عرف کی وجہ سے بعض الفاظ کنایہ کو صریح قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ عرف سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولو قال: "حلال ایزدی بر من" او حلال اللہ علیہ حرام، لاحاجۃ إلی النیۃ، وهو الصحیح المفتی بہ للعرف، وأنہ یقع بہ البائن، لأنہ المتعارف. ثم فرق بینہ وبین سرحتک، فإن سرحتک کنایۃ لکنہ فی عرف الفرس غلب استعمالہ فی الصریح، فإذا قال "رہا کردم" أی سرحتک، یقع بہ الرجعی مع أن أصلہ کنایۃ أیضاً، وما ذاک إلا لأنہ غلب فی عرف الفرس استعمالہ فی الطلاق" (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ۳/۲۹۹، سعید)

استفتاء:

جناب زید نے آپ نے کون سے الفاظ طلاق کے بارے میں اپنے منہ سے نکالے، واضح طور پر بیان کرو۔

میرے آقا مولوی صاحب! میں مسلمان ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بولوں گا، میں درست تذکرہ دوں =

غیر شادی شدہ کی طلاق واقع نہیں

سوال[۲۰۲۸]: ایک شخص قسم کھانے کا عادی ہے، اس نے قسم کھائی کہ "اگر میں فلاں لفظ زبان سے ادا کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے" اور شام تک کی اس نے اپنے ذہن میں نیت کرلی اور اگلے روز اس لفظ کو اس نے زبان سے ادا کردیا۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے قسم کھائی کہ "میں نے فلاں کام نہیں کیا، اگر کیا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے"۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے پھر بھی قسم کھائی، اور غالب گمان بلکہ یقین ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا۔ کچھ دنوں بعد پھر قسم کھائی کہ "فلاں نے یہ کام کیا ہے، اگر نہیں کیا ہے تو میری بیوی کو طلاق"۔ اور یہاں پر بھی اسی درجہ کا غالب گمان ہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے، اسی طریقے سے پانچ مرتبہ واقعہ ہوا، اور گمان ہر جگہ بدرجۂ یقین موجود ہے اور وہ شخص غیر شادی شدہ ہے۔ تو طلاق پڑے گی یا نہیں؟ اور اگر تین مرتبہ یہ واقعہ ہو اب کیا حکم ہے؟

- ایک عورت کے بارے میں کہ گویا میں اس کا قیمت دے چکا ہوں۔ دھمکی کے طور پر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے اور طلاق کے الفاظ بھی ہمارے درمیان بھی ذکر ہو رہے تھے۔ اس کے بعد بندہ نے تین عدد پتھر لے لئے تھے: ایک، دو، تین اور اس کی طرف پھینک دیئے، اور کہا کہ لے لو، میرے دل میں یہی خیال تھا کہ اس کی طرف وہ پھر پھینک چکا ہوں۔

میں شریعت مبارکہ کے دستور اور احکام کا پابند ہوں گا، میں شریعت محمدی کا تابع ہوں۔

میں نے اپنی بیوی سے سوال کیا، مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ غصہ کی حالت میں سوال کردیا۔ بیوی نے کہا "ہاں جاتی ہوں"۔ اس کے بعد تین عدد کنکریاں اس کی طرف پھینک دیں اور میں نے کہہ کے لے لو۔

۲۔ میں نے غضب وغصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے سوال کیا کہ "تو طلاق چاہتی ہے؟" بیوی نے کہا "ہاں چاہتی ہوں"۔ دوسری بار میں نے تین کنکریاں اس کی طرف پھینک دیئے اور میں نے کہا کہ "لے لو"۔ اور چپ ہو جاؤ۔" مرد کا طلب الطلاق من زوجها الخ".

اس کے بارے میں اپنی رائے لکھ کر عنداللہ ماجور ہوں فقط۔

الجواب:

اگر یہ طریقہ ان علاقوں میں طلاق دینے کے لئے رائج ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی، درحقیقت میں تین کنکریاں تین طلاقیں نہیں ہیں زیادہ سے زیادہ تفویض طلاق اس کو کہا جائے گا۔ الغرض اس کا مدار عرف اور رواج پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ قسم کھاتے وقت اس کے نکاح میں کوئی عورت نہیں تھی تو مذکورۂ سوال قسم بار بار کھانے سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ اس وقت اس کی بیوی موجود ہی نہیں(۱)، جب نکاح کرے گا تب اس کی بیوی آئے گی اور اس سے قسم وطلاق کا کوئی تعلق نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۱۴۰۰ھ۔

طلاق قبل النکاح

سوال[۱۰۰۶۱]: ایک شخص مسمی سیف اللہ خان جو کہ کنڈوزئی اور نیم پاگل ہے وہ ایک دوسرے گاؤں میں ایک شخص مولوی خان زمان کے پاس اپنے گھر کے کسی مریض کے لئے تعویذ لینے گیا، جب وہاں سے فارغ ہوا تو واپسی پر راستے میں اس کو غلام عباس خان، محمد یعقوب خان، محمد وزیر خان ملے، کیونکہ یہ تینوں آدمی راستے میں اپنی اپنی زمین میں کاشت کر رہے تھے، تو سیف اللہ خان وہاں ان کے پاس بیٹھ گیا، تو محمد یعقوب خان نے اس سے کہا کہ تجھ کو میں دس روپے کا نوٹ دوں گا تو اپنی منکوحہ کو طلاق دیدے، تو سیف اللہ خان نے کہا کہ اگر یہ بات تم کسی کو نہ بتاؤ تو میں طلاق دیتا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ ہم نہ بتائیں گے اور نہ بتائے گا، جب دونوں نے اقرار کرلیا تو محمد وزیر خان نے ان الفاظ کے ساتھ تین دفعہ طلاق کہلوائی: "میری بیوی بی بی فتح خان کی،

(۱) "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لاطلاق إلا فیما تملک، ولا عتق إلا فیما تملک، ولا بیع إلا فیما تملک".

"وھو منقول عن علی وابن عباس وعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم. ومذھبنا أنہ إذا أضاف الطلاق إلی سبب الملک صح، کما إذا قال لأجنبیۃ: إن نکحتک فأنت طالق، فإذا وقع النکاح، وقع الطلاق".
(بذل المجھود فی حل أبی داود: ۳/۶۵، باب فی الطلاق قبل النکاح)

"قال رحمہ اللہ: إنما یصح فی الملک کقولہ لمنکوحتہ: إن زرت فأنت طالق، أو مضافاً إلیہ): أی إلی الملک (کإن نکحتک فأنت طالق، فیقع بعدہ) أی یقع الطلاق بعد وجود الشرط". (تبیین الحقائق ۳/۱۰۹، کتاب الطلاق، باب التعلیق، بیروت)

(وکذا فی النھر الفائق: ۲/۳۸۵، ۳۸۶، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیہ)

پر تینوں طلاق حرام ہیں" ان الفاظ کو سیف اللہ خاں نے تین دفعہ دہرایا۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ان الفاظ کے ذریعہ سے سیف اللہ خاں کی منکوحہ اس پر حرام ہوجاتی ہے، کیونکہ ابھی تک بصورت ایجاب وقبول سیف اللہ خاں کی صرف منگنی ہوئی ہے، شادی نہیں ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف منگنی ہوئی ہے، حقیقۃً عقد نکاح نہیں ہوا ہے (نکاح نہیں ہوا) تو یہ طلاق بیکار ہے، اس سے کچھ نہیں ہوا (لا طلاق قبل النکاح) (۱)۔ اگر نکاح بھی ہو چکا ہے (اگرچہ رخصتی نہیں ہوئی) تو طلاق مغلظہ ہوگئی، اب اس سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا:

"قال لزوجته غیر المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، لما تقرر أنه متی ذکر العدد کان الوقوع به". الدر المختار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۸۸ھ۔

طلاق قبل النکاح

سوال [۱۰۳۰]: بدرالدین وسیف الدین دو جوان لڑکے ہیں، بدرالدین نے سیف الدین

---

(۱) قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا نذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا طلاق قبل نکاح، ولا عتق فیما لا یملک". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۰۲، کتاب الطلاق، باب حکم تعلیق الطلاق بالنکاح، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

وعن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا طلاق إلا فیما تملک، ولا عتق إلا فیما تملک، ولا بیع إلا فیما تملک". (سنن أبی داؤد: ۱/۲۹۸، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق قبل النکاح، دار الحدیث ملتان)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۸۶، کتاب الطلاق، طلاق غیر المدخول بها، سعید)

"وإذا قال لامرأته قبل الدخول بها: أنت طالق ثلاثاً أو قال: أنت طالق ثنتین، وقع ذلک عندنا". (بدائع الصنائع: ۳/۲۹۵، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/۳۹۵، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، رشیدیه)

سے کہا کہ تم یہ کہو کہ "تیری شادی سے پہلے اگر میں رات میں تیرے بستر پر سویا کروں تو میری بیوی پر تین طلاق ہیں" تو سیف الدین نے اس بات کا اقرار کر لیا اور یہ سب کلام کاغذ پر لکھا۔ پھر جب سے سیف الدین بدرالدین کے بستر پر رات میں سوتا رہا، لیکن دونوں کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر کوئی سخت ضرورت یا مشکل پیش آئے اور سونا ایک ساتھ ممکن نہ ہو تو سونے کی کوئی بات نہیں اور یہ کلام مکالمہ میں طے ہوا تھا، کاغذ میں لکھا ہوا نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ سیف الدین اگر شادی کریں تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی یا نہیں؟ دونوں کے دل میں جو خیال تھا وہ لغو ہو جائے گا یا نہیں؟ ازراہ کرم جواب مرحمت فرما کر ہم لوگوں کو ٹھیک راستے پر ہدایت فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کہ ابھی تک شادی نہیں ہوئی، کوئی عورت اس کے نکاح میں نہیں، تو اس کلام یا تحریر کی وجہ سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔

تنبیہ: دو نوجوان کا ایک بستر پر سونا ٹھیک نہیں ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "رجل قال: إن فعلت كذا، فامرأته طالق، وليس له امرأة، فتزوج امرأة لم يفعل ذلك، لايحنث في يمينه". (فتاوى قاضي خان: ۱/۵۰۱، كتاب الطلاق، باب التعليق، مسائل تعليق الطلاق بالتزوج، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية: ۴/۲۷۵، كتاب الأيمان، الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۶/۸۱، كتاب الطلاق، باب من الطلاق، مكتبه حبيبه)

(۲) "عن عبد الرحمن بن أبي سعيد الخدري عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لاينظر الرجل إلى عورة الرجل، ولا المرأة إلى عورة المرأة، ولايفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد، ولاتفضي المرأة إلى المرأة في الثوب الواحد". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۵۴، كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، قديمي)

سالی کو طلاق

سوال [۱۰۲۱]: چه میفرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئله! صورتش این که زید در حاضرانِ مجلس زوجهٔ خود را که نامش هنده بود معرفی داشته اختِ هنده را که نامش میمونه بود، بعلت نکاحِ ثانی مجبور شده، میمونه را زوجهٔ خود قرار داده، بطورِ حیله سازی سه طلاق داد، زیرا که اگر زوجهٔ اول را طلاق میداد، وی وخویش واقربائے عروسهٔ ثانی ناراض و ممتنع گردیدند. بعد از اظهار نماید: زوجهٔ من هنده است میمونه نیست. پس دریں صورت هنده مطلقه شد، یا نه؟ بینوا توجروا.

راقم الحروف مولوی حبیب الحق لوگری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر هنده را نه خطاب کرده، و نه بسوئے او اشاره نموده، و نه نامش بُرده، و نه بر سبیلِ طلاقِ زوجه و منکوحهٔ خود را طلاق داده است، بلکه خواهرِ زوجه اش را که میمونه است، زوجهٔ خود ظاهر کرده طلاق داده است، خواه بدیں صورت که میمونه را که زوجهٔ من است طلاق دادم، خواه بسویش اشاره نموده گفت که این را طلاق دادم،

پس در همه صورتهائے مذکوره نه بر هنده طلاق واقع شده است، و نه بر میمونه، زیرا که هنده را خطاب نکرده است، و نه بهیچ وجه نسبتِ طلاق بسو کرده، و میمونه منکوحه اش نیست، البته میمونه را منکوحهٔ خود ظاهر کردن دروغ است، و دروغ گوئی بر

"ولا يجوز للرجل مضاجعة الرجل وإن كان كل واحد منهما في جانب من الفراش". (الدر المختار). "(قوله: مضاجعة الرجل): أي في ثوب واحد لا حاجز بينهما...... وهل المراد أن يكونا في ثوب واحد أو يكون أحدهما في ثوب دون الآخر، والظاهر الأول، ويؤيده ما نقله عن مجمع البحار: أي متجردين، وإن كان بينهما حائل، فيكره تنزيهاً". (رد المحتار: ۶/۳۸۲، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۱۰/۵۲، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء وغيره، مصطفى البابي الحلبي مصر)

گردن او:

"ومحله المنكوحة...... وأهله زوج عاقل بالغ مستيقظ. وصريحه ما لم يستعمل إلا فيه، كطلقتك وأنت طالق، ومطلقة، قيد بخطابها لأنه لو قال: إن خرجت يقع الطلاق، أو لا تخرجي إلا بإذني، فإني حلفت بالطلاق، فخرجت، لم يقع، لترك الإضافة إليها، اهـ".

درمختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/ ذی الحجہ ۵۷ھ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۳/ ۲۳۰، ۲۴۷، ۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

"ولو قال: امرأته الحبشية طالق، ولا نية له في طلاق امرأته، وامرأته ليست بحبشية لا يقع عليها، وعلى هذا إذا سمى بغير اسمها، ولا نية له في طلاق امرأته". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۸، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/ ۲۸۲، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراتشي)

ترجمہ: علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے حاضرین مجلس کے سامنے اپنی بیوی کو جس کا نام ہندہ ہے مخفی رکھ کر ہندہ کی بہن کو - جس کا نام میمونہ ہے - نکاح ثانی کی وجہ سے مجبور ہو کر میمونہ کو اپنی بیوی قرار دے کر حیلہ سازی کے طریقہ پر طلاق دی، اس لئے کہ وہ اگر اپنی اول بیوی کو طلاق نہ دیتا، دوسری بیوی کے عزیز واقرباء ناراض ہو کر شادی سے منکر ہو جاتے۔

اس کے بعد وہ (شوہر) اظہار کرتا ہے کہ میری بیوی ہندہ ہے میمونہ نہیں، پس اس صورت میں ہندہ مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

ترجمۂ جواب: "اگر ہندہ کو نہ خطاب کیا اور نہ اس کی طرف اشارہ، نہ اس کا نام لیا، نہ طلاق کے طریقہ پر اپنی بیوی اور منکوحہ کو طلاق دی، بلکہ اپنی بیوی کی بہن کو جو کہ میمونہ ہے اپنی بیوی ظاہر کر کے طلاق دی ہے، خواہ اس صورت سے کہ میمونہ کو جو کہ میری بیوی ہے میں نے طلاق دی، یا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو میں نے طلاق دی۔

پس مذکورہ تمام صورتوں میں نہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی اور نہ میمونہ پر، اس لئے کہ نہ ہندہ کو خطاب کیا، نہ کسی طریقہ پر اس کی طرف طلاق کی نسبت کی اور میمونہ اس کی منکوحہ نہیں، البتہ میمونہ کو اپنی منکوحہ ظاہر کرنا جھوٹ ہے اور اس کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

بعض اقوال میں سے کسی کو اختیار کرنے کے لئے وجہ ترجیح کی ضرورت ہے اور وجوہ ترجیح مختلف ہیں، اسی طرح ان کے الفاظ بھی مختلف ہیں، اگر کسی ایک قول کی فقہاء نے صراحۃً ترجیح بیان کردی ہو تو وہ دوسرے قول پر مقدم ہوگا اگرچہ وہ دوسرا قول ظاہر روایت ہی کیوں نہ ہو، اگر دونوں میں سے کسی ایک کو صراحۃً ترجیح نہیں اور ایک ان میں ظاہر الروایۃ ہے تو یہ ظاہر الروایۃ ہونا بھی اس کے لئے مرجح ہوگا، شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

وإن تجد تصحيح قولين ورد ... فاختر لما شئت، فكل معتمد

إلا إذا كان صحيحاً وأصح ... أو قيل: ذا يفتى به، فقد رجح

أو كان في المتون أو قول الإمام ... أو ظاهر المروي أو جل العظام

قال به أو كان الاستحسانا ... أو زاد للأوقاف نفعاً بانا

أو كان ذا أوفق للزمان ... أو كان ذا أوضح في البرهان

هذا إذا تعارض التصحيح ... أو لم يكن أصلاً به تصريح

فنأخذ الذي له مرجح ... مما علمته، فهذا الأوضح

شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتي، مجموعة رسائل ابن عابدين، ص: ۳۹(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ رجب/ ۷۰ھ۔

برخوردار کو طلاق

سوال[۱۰۳۳]: شوہر نے بیوی کو مندرجہ ذیل پرچہ لکھ کر بھیج دیا، بیوی اپنے میکے میں ہے اور اس کے ایک بچہ بھی ہے:

"برخوردار نور چشم رحمت جان طول عمرہا!

بعد دعائے درازی عمر کے معلوم ہو کہ میں نے تم کو طلاق دی ہے، جس جگہ رہو

خوش رہو۔ تمہیں معلوم تو اب تک لوگ ہم نے اپنے قلم سے تم کو اجازت دی بعد عدت پوری

(۱) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۳۳، دار الاشاعت کراچی)

ہونے پر تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو، ہماری طرف سے تم آزاد ہو"۔

براہِ کرم نظرِ شرع سے مطلع فرمائیں کہ مذکورہ بالا الفاظ کی وجہ سے اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بیوی کو دی جاتی ہے، برخوردار کو نہیں دی جاتی۔ یہ پرچہ برخوردار کے نام ہے، اس کی وجہ سے اس لکھنے والے کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ [illegible] ۱۳۹۵ھ۔

بیوی کا شوہر کو طلاق دینا

سوال [۶۰۴۲]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعد محبت میاں بیوی میں کسی بات پر ناراضگی ہوئی، بیوی نے اپنے خاوند کو جواب دیا کہ اگر تو آئندہ مجھ سے صحبت کرے گا حرام کاری کرے گا، لیکن تم آئندہ صحبت کرو حرام کاری ہوگی۔ جواب بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، طلاق دینے کا حق مرد کو ہے، "ومحلہ المنکوحۃ، واھلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ" در مختار: ۲/۴۲۰ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ذیقعدہ/۵۶ھ۔

---

(۱) "ومحلہ المنکوحۃ" (الدر المختار). "(قولہ: ومحلہ المنکوحۃ) أی ولو معتدۃ عن طلاق رجعی أو بائن غیر ثلاث فی حرۃ، وثنتین فی أمۃ". (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۳/۲۳۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۳/۴۱۳، رشیدیہ)

(وکذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/۳۱۰، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

شوہر کا قول "مجھے طلاق ہے" کا حکم

سوال[۵۱۰۳]: زید کا نکاح زینب نامی عورت سے ۱۹۶۵ء میں ہوا لیکن ابھی شادی کی رسم انجام نہ پائی کہ زید نے یہ الفاظ کہے "مجھے طلاق ہے اگر میں جوا کھیلوں"۔

اس کے چند ماہ بعد زید جوا کھیلتے ہوئے پایا گیا، اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ابھی تک میاں بیوی میں تنہائی نہیں ہوئی تو جوا کھیلنے کی وجہ سے شرط کے مطابق طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)۔ اب طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: جو محمد دار عرف ہے، بندہ نظام الدین غفرلہ، ۲۷/۱/۱۳۸۶ھ۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، ۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۴، ۲۵۵، كتاب الطلاق، من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۳۰۲، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وقد تعورف في عرفنا الحلف بالطلاق "يلزمني لا أفعل كذا" يريد: إن فعلته، لزم الطلاق ووقع، فيجب أن يجري عليهم؛ لأنه صار بمنزلة قوله: إن فعلت فأنت كذا". (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح: ۲/۳۴۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۴۴۰، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۳/۲۵۳، سعيد)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۵، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۰، رشيديه)

دل میں طلاق دینے کا حکم

سوال [۶۰۳۱]: زید نے اپنے آپ کو اپنے دل میں بغیر حرکت کرنے زبان کے کہا کہ تو نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی، اس کے جواب میں زید ہی نے کہا کہ "ہاں"! اور اس ہاں کو من میں ہی کہا، یعنی صرف ہاں کے من لینے سے بکر کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی اگرچہ طلاق کو زبان سے نہ کہا ہو، اور خالد کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوگی جب تک کہ زبان سے نہ کہے۔ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالد کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ وقوعِ طلاق کے لئے صرف نیت کافی نہیں، بلکہ زبان سے کہنا شرط ہے اور صورتِ مسئولہ میں لفظِ طلاق کا تلفظ نہیں کیا، لہذا طلاق واقع نہ ہوگی۔

"لو أجرى الطلاق على قلبه وحرك لسانه من غير تلفظ يسمع، لا يقع اه". مراقي الفلاح (۱)۔ وتبسط في رد المحتار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱/۷۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/صفر/۷۵ھ۔

بیوی کو میکے پہونچانا طلاق نہیں

سوال [۶۰۳۲]: ایک شخص اپنی بیوی کو چھوڑنے کی نیت سے گاڑی میں سوار کرکے بے خبر اپنی بیوی کے والدین کے گاؤں کے نزدیک اس کو چھوڑ آیا اور زیورات و پارچہ جات لے کر وہ عورت خود گھر پہونچ گئی، اس کو

---

(۱) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۰۹، شروط الصلوة، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، كتاب الإيمان، قديمي)

"وركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية" (الدر المختار) "وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية لا يقع عليه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

چھ سال ہو گئے ہیں۔ اس شخص نے دوسرے نکاح کی بھی جستجو کی، لیکن نہیں ہو سکا، پھر مجبوراً وہ اس عورت کی طرف رجوع ہوا۔ اب وہ عورت اس کی بیوی رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صراحۃً یا کنایۃً طلاق نہیں دی تو وہ عورت بدستور اس کی بیوی ہے، محض دل میں نیت کر کے بیوی کو اس کے والدین کے گھر پہونچانے اور نکاح ثانی کی جستجو کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی قعدہ/ ۷۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/ جمادی الاولیٰ/ ۷۵ھ۔

دل میں طلاق دینے کی نیت سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۴۸]: زید ایک گناہ میں مبتلا ہے، اس نے اس گناہ کو چھوڑنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس نے یہ سوچ کر کہ یہ گناہ اس طرح چھوٹ جائے گا، یہ شرط اپنے دل میں لگائی کہ "اگر میں دوبارہ اس گناہ کو کروں گا تو میری گھر والی کو طلاق" یہ دل میں طے کرلیا، یہ تشریح نہیں کی کہ طلاق بائنہ یا رجعی یا مغلظہ۔ اب پھر زید سے وہ گناہ ہو گیا تو کیا اس طرح طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف دل میں طے کیا تھا، زبان سے نہیں کہا تو کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ اگر زبان سے بھی کہہ دیا

---

(۱) "وركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار).

"وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق، ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه". (رد المحتار على الدر المختار: ۳/ ۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/ ۲، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله عز وجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم: ۱/ ۷۸، كتاب الإيمان، قديمي)

تھا تو ایک طلاق رجعی ہوگئی (۱)۔ پھر اگر تین ماہواری گذرنے سے پہلے تعلق زوجیت قائم کرلیا تو رجعت بھی ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۳ھ۔

جی میں گزرا کہ ''اگر فلاں سورت پڑھوں تو طلاق'' کا حکم

سوال [۱۰۲۹]: میں نماز میں تھا نماز ہی میں شیطان نے وسوسے اچانک ذہن سے گذار دیا کہ فلاں سورت کو پڑھوں گا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ اس سورت کو پڑھنے سے ذرا دیر کے طلاق کا خیال بالکل اتر گیا، اس سورت کو پڑھ لیا، بعد میں اوپر کی لکھی ہوئی بات یاد آگئی، اب میرے دل کو کھٹکا ہے کہ طلاق تو واقع نہ ہوئی۔ شیطانی وسوسہ یک بیک دل میں ہونے کے بعد ایسی کونسی شکل ہوگئی ہے، تیسرے شخص کا انتظار ہے، طلاق ہوئی کہ نہیں؟

= ''لو أجرى الطلاق على قلبه وحرك لسانه من غير تلفظ يسمع، لا يقع''. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۱، شروط الصلاة، قديمي)

''وركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية ... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه''. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، ۳/۲۳۰، سعيد)

(۱) ''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما: ۱/۴۲۰، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب التعليق: ۳/۱۰۹، ۱۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۴۴، باب التعليق، سعيد)

(۲) ''وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض''. (الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة الخ: ۱/۴۷۰، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۹۹، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة: ۳/۲۴۰، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض ایسا وسوسہ آنے کے بعد اس سورت کے پڑھنے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، بے فکر رہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۲/۳ھ۔

چوٹی کاٹنے اور منہ کالا کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۰۴۰]: حمید خان کی بیوی برائی کا کام کرتی تھی، شروع میں حمید خان نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا اور آدمیوں سے سودا بھی کیا، یہ گھر سے بھاگنے کے لئے بھی تیار تھی، اس سے حمید خان نے اپنی عورت کی چوٹی کاٹ کر اور منہ کالا کر کے گاؤں سے نکال کر بستی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہو گیا تھا، ایک آدمی نے اس کو دھکا دیا اس نے نہیں پکڑا، وہ عورت غیر آدمی کے پاس رہنے لگی، اس شخص نے تین مہینہ دس دن کی عدت پوری کر کے نکاح کر لیا اور حمید خان نے اپنی شادی دوسری کر لی، وہ عورت بھی اس کی بھاگ گئی جو پہلی تھی جس نے نکاح کر لیا تھا، پھر اس عورت سے بات چیت شروع کر دی۔ حمید خان کی عورت نے جس سے نکاح کیا تھا اس کے گھر کا سامان لے کر حمید خان کے گھر چلی گئی، اس عورت کو چھ ماہ کا حمل بھی ہے، یہ عورت نکاح کر کے اس آدمی کے پاس دس مہینہ رہی اس کا سوچ کر جواب تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمید خان کی بیوی اگر برے کام کرتی تھی تو اس کی اصلاح کرنی چاہئے تھی(۲)، اس کو بیچنا، یا چوٹی

---

(۱) "لو أجری الطلاق علی قلبه وحرّک لسانه من غیر تلفظ یسمع، لایقع". (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قدیمی)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتكلم به". (الصحیح لمسلم: ۱/۷۸، کتاب الإیمان، قدیمی)

"ورکنه لفظ مخصوص، هو ماجعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة". (رد المحتار مع الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) "قال الله تعالیٰ: ﴿واللّٰتي تخافون نشوزهن فعظوهن﴾ یعني خوّفوهن بالله و عقابه. و قوله تعالیٰ: =

کوٹ کر منہ کالا کر کے گدھے کے ہاتھ میں دینا اس کا علاج نہیں، بلکہ ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ پھر اس عورت کا غیر آدمی سے تعلق کر لینا اور بغیر شوہر سے طلاق لئے ہوئے تین چار دن بعد دوسری جگہ نکاح کر لینا بھی ناجائز ہے، وہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوا (۱)۔

اب جب کہ حمید خان کی دوسری عورت بھاگ گئی اور پہلی عورت اس کے پاس آنا چاہتی ہے اور حمید خان اس کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے کیونکہ اس کا نکاح تو باقی ہے لیکن یہ عورت دوسرے آدمی کا سامان بلا اجازت لانا چاہے تو اس کا سامان نہ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۸۸ھ۔

بیوی کو کنویں میں دھکا دینے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۰۳]: زید اپنی بیوی کے پاس سسرال میں آیا، تین دن بعد بیوی سے کہا کہ تم سے ضروری بات علیحدگی میں کرنی ہے، تم فلاں کنویں پر مجھے ملنا۔ ہندہ وہاں چلی گئی، ابھی بیٹھی ہی تھی کہ زید نے بیوی کو کنویں میں دھکا دے دیا اور وہاں سے چلا گیا۔ پھر لوگوں نے نکالا اور اس نے واقعہ بیان کیا۔ اب ہندہ جانے کو تیار نہیں ہے، مزید طلاق دیتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح باقی ہے یا نہیں، جب کہ اس نے اپنے سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے دھکا دیا تھا؟

= ﴿واهجروهن في المضاجع﴾ قال ابن عباس و عكرمة والضحاك والسدي: هجر الكلام. وقال سعيد بن جبير: هجر الجماع. وقال مجاهد: هجر المضاجعة. وقوله: ﴿واضربوهن﴾ قال ابن عباس: إذا أطاعته في المضجع فليس له أن يضربها. وقال مجاهد: إذا نشزت عن فراشه، يقول لها: اتقي الله و ارجعي". (أحكام القرآن للجصاص: ۲۶۸/۲، سورة النساء، باب النهي عن النشوز، قديمي)

(۱) "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً". (رد المحتار: ۵۱۶/۳، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب عدة المنكوحة فاسداً والموطوءة بشبهة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱۰/۳، كتاب النكاح، نكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی اس ظالمانہ حرکت کے باوجود نکاح ختم نہیں ہوا بلکہ نکاح باقی ہے(۱)۔ اب اگر وہ ہندہ لے جاکر آباد کرتا ہے نہ طلاق دے کر آزاد کرتا ہے تو کم از کم تین معتزز دیندار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنائی جائے جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک رہے۔ اس کمیٹی میں ہندہ درخواست دے کہ زید میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا اور اس کا مجھ پر یہ ظلم ہے۔ شرعی کمیٹی حسب ضابطہ اس کی تحقیق کرکے زید کو بلا کر کہے کہ یہ تمہاری بیوی کی درخواست ہے، تم ظلم سے باز آؤ اور بیوی کو شریفانہ طریقے پر آباد کرو، یا اس کو طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس پر اگر زید نے کچھ نہ کیا تو شرعی کمیٹی خود تفریق کردے، اس کے بعد عدت تین ماہواری گذار کر ہندہ کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوجائے گی۔ رسالہ الحیلۃ الناجزۃ سامنے رکھ کر اس کے مطابق شرعی کمیٹی سب کارروائی کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۵ھ۔

دوسرے کی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۱۰۴۴۲]: میرے ایک دوست نے اپنی طرف سے میرے بغیر مشورہ وآگہی کے اخبار میں

---

(۱) "(هو) . . . (رفع قيد النكاح في الحال) بالبائن (أو المآل) بالرجعي بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق". (الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۰۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/۳۴۸، رشيديه)

(۲) "زوجۂ متعنت کو اول تو یہ لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے، لیکن اگر باوجود سعی کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلامی یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے، اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے، اور اگر عورت کا دعویٰ ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار وغیرہ کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں"۔ (الحیلۃ الناجزۃ، ص: ۷۳، زوجۂ متعنت، دار الاشاعت کراچی)

یہ شائع کرادیا کہ "عمر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے"۔ بعد میں جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کی تردید کی کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور جعلی مہر بنوایا ہے۔ تو کیا اس کی ذمہ داری شرعاً مجھ پر ہوگی کہ میری بیوی کو طلاق پڑگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ کے دوست نے بغیر آپ کے مشورہ وعلم کے طلاق نامہ شائع کرادیا اور آپ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ اس کی تردید کردی ہے تو اس طلاق نامہ کی وجہ سے آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، بالکل بے فکر رہیں، آپ کا نکاح بدستور قائم ہے: "كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق مالم يقر أنه كتابه". رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۹۸ھ۔

"طلاق دے دو" کے جواب میں "اب کی دے دی"

سوال [۶۰۳۳]: زید کی بیوی جھگڑ کر کے مدت ہوئی اپنے میکہ چلی گئی، زید اس کی وجہ سے افسردہ خاطر رہتا ہے، زید نے دوتین بار طلاق دینے کا بھی اظہار کیا ہے۔ زید ایک بار اپنے دوست عمر کے پاس آیا، عمر نے زید کو پریشان دیکھ کر کہا: بھئی! ایسے پریشان ہورہے ہو تو بیوی کو طلاق دے دو۔ زید نے کہا "اب کی دے دی ہے"؟ عمر نے ٹوکا: ایسے الفاظ کہتے ہو تو معلق ہوجائے گی، میں تحقیق کروں گا۔ زید نے کہا نہیں نہیں، اس سے طلاق نہ ہوگی۔

یہ بات معلوم رہے کہ زید نے اپنی بیوی کو اس مجلس سے پیشتر طلاق نہیں دی ہے اور عمر کے سامنے صراحتاً ثبوت بھی تھا، اس کا ثبوت اس کے قول سے بھی ہورہا ہے۔ تو زید کے اس قول سے طلاق ہوگی یا نہیں، اگر ہوگی تو کونسی؟ زید کی اس بات کو سننے والا صرف ایک شخص عمر ہے، وہ کیا کرے؟ زید تو اپنے خیال پر قائم ہے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲۴۷/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۳۸۰/۳، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراتشي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے اس (جھوٹے) اقرار سے بھی طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)، تین ماہواری گذرنے سے پہلے پہلے اس کو حق ہے کہ رجعت کرلے، عمرو وغیرہ کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی (۲)، اگر تین ماہواری گذر چکی ہو تو بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۱۳۹۴ھ۔

نسبت بدل کر طلاق دینا

سوال [۶۰۴۳]: عبدالعزیز نے اپنی بیوی کو حالتِ غصہ میں اس طرح طلاق دیا: "یعقوبی غنی! تیرا تینوں طلاق اپنی بچی سے کرجا"۔ یعقوب عبدالعزیز کی بیوی کے باپ کا نام ہے، اصل اس کا نام عبدالغنی ہے۔ کیا ایسی صورت میں عبدالعزیز کی بیوی زوجیت سے ختم ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی تو عدم

---

(۱) "لو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً وقع قضاءً لا ديانةً". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق: ۳/۲۳۹، سعيد)

"كل من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي: ۶/۱۰۹، باب الطلاق، مكتبه حبيبيه كوئته)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۲/۲۳۲، ۲۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في حكم الطلاق: ۳/۲۸۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

وقوعِ طلاق کی دلیل ضرور قلم بند کی جائے، اگر واقع ہوگئی تو کس دلیل سے؟ امید ہے کہ جواب شافی سے نوازا جاؤں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سوال تقریباً پانچ سال سے گشت کر رہا ہے اور دونوں قسم کے جواب اس پر دیئے گئے ہیں، مگر افسوس سائل کو تشفی نہیں ہوئی، شافی مطلق ہی خدا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا نام بدل کر یا نسبت بدل کر طلاق دے، مثلاً اس کی بیوی کا نام فاطمہ ہے اور وہ عائشہ کو طلاق دے یا زید کی ماں یا زید کی بہن یا زید کی بیٹی کو طلاق دے حالانکہ اس کی بیوی زید کی ماں یا بہن یا بیٹی نہیں ہے تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوگی: "ولو سماها بغير اسمها أو نسبها إلى غير أبيها أو والدها ... كذلك، ولو حلف: إن خرج من ثم عمرو فامرأته عائشة كذا، واسمها فاطمة، لا تطلق إذا خرج". شامی: ۴۶۱/۲ (۱)۔

مشرکینِ قریش حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "مذمم" کہہ کر برا کہتے تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی گالی اور لعنت سے کیسا بچایا کہ وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور میں تو مذمم نہیں ہوں میں تو محمد ہوں۔

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا تعجبون كيف يصرف الله عني شتم قريش ولعنهم، يشتمون مذمماً ويلعنون مذمماً، وأنا محمد". رواه البخاري". مشكوة شريف، باب أسماء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وصفاته (۲)۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲۴۲/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۸/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳۸۲/۳، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (مشكوة المصابيح: ۵۱۲/۲، قديمي)

(وصحيح البخاري: ۵۰۱/۱، باب المناقب، باب ما جاء في أسماء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قديمي)

بعض احباب اہل علم نے بتایا کہ ہمارے اطراف میں بیوی کو اس طرح بھی تعبیر کرتے ہیں جس طرح سوال میں مذکور ہے اور یہ بہ تحقیر وتذلیل ہوتا ہے، اس صورت میں اگر وہاں کا یہی محاورہ ہے یا شوہر اس طرح بیوی کے لئے بولتا ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی اور نہ رجعت کی گنجائش رہے گی نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت رہے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۴۰۶ھ۔

طلاق بلا اضافت

سوال [۶۰۴۹]: محمد نیاز احمد نے شدت غضب کی حالت میں- جب کہ اس کے باپ نے مارا اور وہ سامنے گیا باپ کو دھمکی دینے کے لئے کہا- "ایک طلاق، ایک طلاق"۔ اسی وقت اس کے چچا نے مارپیٹ شروع کی، یہاں تک کہ اس کے باپ نے بھی زدوکوب کیا، اس کے بعد نیاز احمد کہتا ہے کہ میرے ہوش وحواس درست نہیں رہے، شاہدین میں سے دو شاہد کہتے ہیں کہ شدت ضرب وکوب شدت غضب میں نیاز احمد نے کہا "تین طلاق"۔ اس کے والد کہتے ہیں کہ اس نے ایک طلاق کہا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کہا؟ تو اس نے پھر کہا ایک طلاق، میں نے کہا بس کردیا، اس نے کہا "تین"، پھر کہا: "تین طلاق"۔ اس وقت نیاز احمد شدت غضب میں تھا۔

ایک شاہد محمد مشہود علی کہتا ہے کہ اس واقعہ کی ابتداء میں میں گھر میں تھا، شور سن کر نکلتے وقت میں نے سنا: تین طلاق۔ تیسرا شاہد کہتا ہے کہ زوج نے پہلے کہا ایک طلاق، پھر کہا: ایک طلاق، پھر کہا: تین طلاق، لیکن کسی شاہد نے طلاق کو بیوی کی طرف اضافت کرنے کی شہادت نہیں دی اور نہ اس وقت زوج وزوجہ کے مابین جھگڑا ہے، باپ بیٹے کے درمیان جھگڑا ہے۔ ہاں! ایک گھنٹہ پہلے زوج وزوجہ میں جھگڑا ہوا تھا، تو نیاز احمد کی زوجہ پر طلاق

---

(۱) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۳/۳۰۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۱، ۹۰، رشيديه)

واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نیاز محمد یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے الفاظ مذکورۂ سوال نہیں کہے تو اس کا قول معتبر ہوگا، وقوعِ طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

طلاق بغیر اضافت

سوال [۶۰۳۶]: ایک شخص نے بیوی سے محبت کے لئے کہا، بیوی نے ایامِ ماہواری کی مجبوری ظاہر کی، اس پر لڑکے نے کہا کہ میرا رشتہ دوسری جگہ ہوتا تھا، لڑکی نے جواب دیا کہ دوسری جگہ کروالیا ہوتا، بطور مذاق یا تیں ہوئی ہیں، لڑکے نے فوراً ایک سانس میں متعدد مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ: ''طلاق طلاق طلاق''، اس سے قبل اور بعد کوئی لفظ یہ تھا کہ نہ شوہر نے کہا کہ تجھ کو طلاق یا تجھ کو طلاق دی۔ کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگئی؟

حاجی رفیق احمد مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی کے حق میں شوہر لفظ طلاق کہتا ہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے (۲) اگرچہ جملہ

---

(۱) "ولا یلزم کون الإضافة صریحة في کلامه، لما في البحر: لو قال: طالق، فقیل له: من عنیت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته. ویؤیده ما في البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، یصدق". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

"رجل قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن به امرأتي، یصدق". (فتاوی قاضي خان: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، رشیدیه)

"طلقت امرأة، أو قال: امرأة طالق، ثم قال: لم أعن امرأتي، یصدق في قوله". (الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۸۹، ۳۹۰، کتاب الطلاق، نوع آخر بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "ولا یلزم کون الإضافة صریحة في کلامه، لما في البحر: لو قال: طالق، فقیل له: من عنیت؟ فقال: =

نامہ (میں نے تجھ کو طلاق دی) لکھا ہو، مگر مطلب اس کا یہی ہوتا ہے۔ تاہم اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے طلاق نہیں دی اور خطابیہ بیوی کے حق میں نہیں کہا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہوگا(۱)۔

تنبیہ: تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت قائم نہیں ہوسکتا(۲)۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۸۷ھ۔

ایضاً

سوال[۶۰۳۷]: زید اپنی ساس سے اپنی چھوٹی سالی کے گھر کی باتیں بتا رہا تھا کہ ہماری بڑی سالی نے مجھے ایسی خراب باتیں کہی ہیں جو کہ میرے دل کو بری معلوم ہوئیں۔ زید نے کہا کہ اس وجہ سے میں اپنی بیوی کو بغرض تفریح گھومنے نہیں جانے دوں گا، صرف غمی اور شادی کے لئے جانے دوں گا۔ زید کی بیوی نے ضد کی اور کہا کہ میں تو ضرور جاؤں گی۔ بات بڑھ گئی، زید کی بیوی نے کہا کہ تمہاری ماں اور چھوٹی بہنوں کو طلاق ہوجائے۔

= امرأتي، طلقت امرأته، ويؤخذ مما في البحر لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۲۸۰، ۲۸۰، كتاب الطلاق، نوع آخر بطريق الإضافة، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "في كل موضع يصدق الزوج على نفي النية، إنما يصدق مع اليمين؛ لأنه أمين في الإخبار عما في ضميره، والقول قول الأمين مع اليمين". (فتح القدير: ۴/۶۳، كتاب الطلاق، طلاق قبل الدخول، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۵۳۲، نوع آخر في بيان حكم الكنايات، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وأما الطلقات الثلاث فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (بدائع الصنائع: ۳/۳۰۵، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

پھر بیان میں یہ بھی ہے کہ "زید کا ہوش وحواس جوتا رہا" جس کا مطلب یہ ہے کہ زید نیت کرنے اور ذکر کرنے سے بالکل فارغ تھا۔

پھر یہ کہنا کہ "اگر میری نیت طلاق دینے کی ہوتی تو شاید یہ کہتا میں نے تمہیں طلاق دیا اور اس کے سامنے مذکر کے کہتا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش وحواس کی حالت میں طلاق دی ہے اور خوب سمجھ کر طلاق دی ہے۔ مجموعی حالات سے تو ظاہر یہی ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)، تاہم زید اگر حلف کے ساتھ کہے کہ میں نے تین طلاق کا لفظ اپنی بیوی کے لئے نہیں بولا ہے تو زید کا قول معتبر ہوگا (۲)، مگر معاملہ حلال وحرام کا ہے، خوف آخرت کو سامنے رکھ کر حلف کیا جاتا ہے، ایسا نہ ہو کہ آخرت کا عذاب سر پڑے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۶/۱۷ھ۔

بغیر نام وبغیر اشارہ کے طلاق

سوال [۶۰۴۸]: زید نے اپنی عورت کو زدوکوب کیا جس کی وجہ سے زید اور اس کی ساس کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ زید نے اپنی ساس کو کہا: "کیا تو اس کی طلاق لینا چاہتی ہے؟" ساس نے جواب نفی میں دیا۔ پھر ساس کے ساتھ جھگڑے کے دوران میں مندرجہ ذیل الفاظ کے بعد دیگرے ساس کو مخاطب کرتے ہوئے زید نے

= إيقاع الطلاق بطريق الإضمار: ۳/ ۲۸۰، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "ويؤيده ما في البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق، ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب: "سن بوش": ۳/ ۲۴۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/ ۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار: ۳/ ۲۸۰، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/ ۴۶۵، رشيديه)

(۲) "في كل موضع يصدق الزوج على نفي النية يصدق مع اليمين". (التاتارخانية، كتاب الطلاق، حكم الكنايات: ۳/ ۲۴۵، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها: ۳/ ۷۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

کہا "طلاق طلاق طلاق"۔ حسن زید نے اپنی عورت کا نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ عورت زید کے سامنے تھی، ورنہ اپنی ساس کو لکھا کہ میں نے تیری لڑکی یا اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ اب شرعاً اس کا حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو جب اپنی عورت کو لینے اس کی وجہ سے ساس سے جھگڑا ہوا، بیوی کی طلاق کے لئے ساس سے دریافت کیا، جس پر ساس نے جواب نفی میں دیا۔ پھر اسی مجلس میں تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہا تو طلاق واقع ہونے پر کیا شبہ رہ گیا، نام لینا یا اشارہ کرنا ضروری نہیں، یہ سب قرائن کافی ہیں۔ ایسے بھی طلاق بیوی ہی کو دی جاتی ہے کسی دوسرے کو نہیں دی جاتی:

"لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق، ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها". رد المحتار: ۳/۲۴۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۹۰ھ۔

اپنی بیوی دوسرے کو دینے سے طلاق

سوال [۹۰۰۱]: تین آدمیوں نے ایک چوتھے آدمی سے کہا کہ اگر تو ۳۰/ روپے اور تین جوڑے کپڑے لائے گا تو ہم تینوں اپنی اپنی بیوی تجھے دے دیں گے اور اگر تو ۳۰/ روپے اور تین جوڑے کپڑے نہ لایا تو تیرے سے جرمانہ لیا جائے گا اور اگر ہم نہ دیں تو تو دو چپ سے بیٹھ۔

اب وہ آدمی کسی طرح ۳۰/ روپے اور تین جوڑے کپڑے لے آیا ہے، اور ان کو دے دیئے، انہوں نے وہ کپڑے اپنی اپنی عورتوں کو پہنا دیئے اور ان کو اس شخص کے ساتھ کر دیا اور یہ کہا کہ ہم نے تجھے دے دی،

(۱) (رد المحتار، باب الصريح، مطلب: "سن بوش" يقع به الرجعي: ۳/۲۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/۳۵۸، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار: ۳/۲۸۰، رقم: ۴۲۸۰، إدارة القرآن كراتشي)

عورتیں بھی بخوشی اس کے ساتھ چلدیں۔ گاؤں سے کچھ دور چل کر پیر جلنے کا بہانہ کرکے وہ عورتیں اپنے گھر لوٹ آگئیں اور اس شخص سے کہا کہ تم گاڑی لے آؤ، بغیر گاڑی کے نہیں چلتے ہیں۔

شام کے وقت وہ شخص گاڑی لے آیا اور اس کے ساتھ بہت سے تماشہ بین بھی آگئے، ان تینوں آدمیوں نے اس شخص سے کوئی بہانہ کرکے ٹال دیا۔ اب ان تینوں کا نکاح قائم ہے یا نہیں؟ کچھ آدمی تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم نے عورتیں تجھے دیدیں اور کچھ آدمی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی عورتیں آزاد کرکے تجھے دیدیں۔ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان تینوں عورتوں کا نکاح اس چوتھے آدمی سے صحیح نہیں ہوا (۱)۔ اور اگر تینوں کے شوہروں نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تم اس مرد سے نکاح کرو اور اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ اور اگر یہ کہا ہے ہم نے ان کو آزاد کردیا اور پھر تجھ سے نکاح کردیا تو تینوں پر طلاق واقع ہوگئی:

"وبباقي الألفاظ تقع واحدة إن نواها، أو ثنتين أو ثلاث إن نواها، هكذا في شرح الوقاية". عالمگیری: ۱/۳۷۵ (۲)۔ "بخلاف فارسية قوله: سرحتك وهو: رها كردم؛ لأنه

(۱) "(ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة، كالشهود". (الدر المختار). "ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة". (رد المحتار: ۳/۱۳۱، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج، سواء كانت العدة عن طلاق، أو وفاة، أو دخول في نكاح فاسد". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۴۲۲، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

"اذهبي وتزوجي، لا يقع إلا بالنية، وإن نوى فهي واحدة بائنة، وإن نوى الثلاث فثلاث". (رد المحتار: ۳/۳۱۳، باب الكنايات، مطلب المختلعة والمبانة ليست امرأة من كل وجه، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۳۴، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابي الحلبي مصر)

صار صريحاً في العرف ..... وإذا قال: رها كردم: أي سرحتك، يقع به الرجعي".

در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/ جمادی الثانیہ/ ۶۷ھ۔

تکرارِ طلاق بنیتِ تاکید

سوال [۶۰۰۵]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جھگڑے اور لڑائی کے درمیان طلاق دی، لفظِ طلاق کو بار بار اس نے دہرایا۔ زید کہتا ہے کہ لفظ طلاق کہنے کے وقت جب دوبارہ وسہ بارہ میں نے لفظ طلاق استعمال کیا تو میری نیت لفظ طلاق کی تکرار کی تھی، بصورتِ تاکید میں نے اس لفظ کو دہرایا تھا۔ مستقل تین طلاق کے ایقاع کی نیت نہیں تھی۔ اس طرح تین طلاق کو تین بار کا عدد پورا ہو گیا۔ مقصود اس کو اس نے ڈرانا تھا اور ان کے دماغ کو دھمکانا تھا۔

اب ایسی صورت میں جب کہ لفظ طلاق ایک دفعہ میں نے طلاق کی نیت سے استعمال کیا اور اس کے بعد تاکید کی نیت سے استعمال کیا تو اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر نے لفظ طلاق ایک دفعہ کہنے کے بعد مکرر دو بار محض تاکید کی نیت سے دہرایا ہے اور قائل الذہن تھا اور جدید طلاق کی نیت نہیں تھی تو دیانۃً ایک ہی طلاق ہوئی (۲)۔ لیکن اگر عورت نے خود تین طلاق کو شوہر سے سنا

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

"الرجل قال لامرأته: "ترا چنگ باز داشتم" أو "یلہ کردم ترا" أو "پائے کشادہ کردم ترا". فهذا كله طلقتك عرفاً ..... وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: "بهشتم" بالوقوع بلا نية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

(۲) "كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التأكيد دين". (الدر المختار، باب طلاق غير المدخول بها: ۳/۲۹۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الخانية، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد: ۱/۴۸۸، إدارة القرآن كراچی)

ہے تو اب اس کے لئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے (۱)، بلکہ اس سے علیحدہ رہنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے، خواہ مہر معاف کرکے چھٹکارا حاصل کرے یا کسی اور طرح (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"تیری لونڈیا کو طلاق" کا حکم

سوال [۱۰۵۱]: ایک شخص سے اس کے سسر اور سالے نے یہ نہیں کہا کہ ہماری لڑکی کو طلاق دے دو، بلکہ یہ کہا کہ "تیری بہن پر طلاق، تیری ماں پر طلاق"۔ اس لڑکے نے چار بار "طلاق، طلاق، طلاق، طلاق" کہا اور آخر میں یہ بھی کہا کہ "تیری لونڈیا کو طلاق"۔ سالے کی تین لڑکیاں ہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، کسی کا نام لے کر نہیں کہا اور نہ دل سے کہا اور نہ طلاق دینے کی نیت تھی۔ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ تمہاری بہن یا تمہاری ماں پر طلاق، جیسے کہ انہوں نے کہا تھا، مگر نام آگیا لونڈیا کا۔ اس کے بعد لڑکا خاموش ہوگیا اور اس واقعہ کے دو چار گواہ بھی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان الفاظ سے "تیری لونڈیا کو طلاق" ایک طلاق تو ہوگئی اگرچہ اس کے سسر کی کئی لڑکیاں ہیں، مگر

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ٣٥٤/١، رشيديه)

(١) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ٢٥١/٣، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ٣٥٤/١، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ٤٤٨/٣، رشيديه)

(٢) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ٢٢٩)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه: ٤٨٨/١، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الخلع: ١٨٤/٣، دار الكتب العلمية بيروت)

طلاق اس موطوءہ کو دے سکتا ہے جو اس کے نکاح میں ہے، لہٰذا بغیر نام لئے بھی اس کی بیوی پر طلاق ہوگئی (۱)۔

اس سے پہلے چودہ بار "طلاق، طلاق، طلاق" کہا ہے تو اس میں اس نے نہ بیوی کا نام لیا، نہ خطاب کیا، نہ اس کی طرف کسی طرح اشارہ کیا اور وہ قسم کھا کر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے یہ الفاظ نہیں کہے تو اس کا قول معتبر ہوگا (۲) ورنہ اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ کا حکم ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

وتر میں "نخلع و نترک" پڑھتے وقت بیوی کی طلاق کا خیال آنا

(مع فتویٰ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب)

سوال [۱۰۵۲]: زید نماز وتر پڑھ رہا تھا، جب اس نے دعائے قنوت پڑھی اور "نخلع و نترک" پر جب پہونچا تو اس کے دل میں طلاق کا خیال آگیا اور پہلے سے کوئی ارادہ ونیت نہیں تھی بلکہ بیوی کا اس یقین کے

---

(۱) "له ست زوجات فقال: زوج إحداهن لا بعينها: طلاق علي جنك، وقع على امرأته؛ لأنه لا يملك إلا الإيقاع على امرأته، فانصرف إليها". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۱۷۹، كتاب الطلاق، مسائل الإيقاع بلا قصد وإضافته، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۳، كتاب الطلاق، رشيدية)

(۲) "لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، مطلب: سن بوش يقع به الرجعي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۸، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(۳) "كرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيّن". (الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۶، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کہتے وقت بھی نیت تھی یا بعد کہہ چکنے کے ہوئی۔ "من یفجرک" کے متعلق یہ ہے کہ زینب منکوحہ کبھی کبھی نماز چھوڑ دیتی ہے اور کوئی فسق و فجور نہیں کرتی، مگر جس وقت "نخلع و نترک" کا قصد ہوا، اس کا شوہر یعنی زید پردیس میں تھا، اس کو نہیں معلوم کہ نماز پڑھ رہی تھی اس زمانہ میں یا نہیں؟ غالب گمان ہے کہ پڑھ رہی ہوگی، اس لئے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں ہوا اور رمضان میں عموماً لوگ نماز پڑھتے ہیں، لیکن منکوحہ زید روزانہ پنج وقتہ نہیں پڑھتی ہے، ہاں روزہ رکھتی ہے، اور یہ بھی زید ابھی صریح نہیں کہہ سکتا کہ کہتے وقت ارادہ تھا یا خیال اور وسوسہ۔

بہر حال! براہِ مہربانی و کرم ایسا جواب جو تمام شقوں کو حاوی و محیط ہو عنایت فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں کہ صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع ہو جائے گی؟ کیا اس طرح نیت معتبر ہے، کیا نماز میں اس قسم کی نیت کی جا سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض نیت سے طلاق واقع نہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆......☆......☆......☆......☆
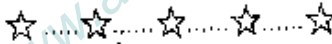
(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، كتاب الإيمان، قديمي)

"وركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، سعيد)

"لو أجرى الطلاق على قلبه وحرك لسانه من غير تلفظ يسمع، لا يقع". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۱۹، قديمي)

۲ … ایسی صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر شرعی اکراہ کر کے یعنی قتل وغیرہ کی دھمکی دے کر شراب پلائی ہے اور زید کو ظن غالب تھا کہ اگر شراب نہ پی تو یہ لوگ واقعۃً قتل کردیں گے، یا بہت زیادہ ماریں گے کہ جس کا میں تحمل نہیں کرسکوں گا تو ایسی صورت میں صحیح قول کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوتی، کذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ (۱)، لیکن شراب پلانے والے گنہگار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف۔

نشہ کی حالت میں طلاق دینا

سوال[۱۰۵۵]: ایک شخص کی عادت کثرت شراب نوشی ہے، اسی حالت میں اپنی زوجہ سے کہتا ہے "تجھ پر طلاق"۔ یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار بحالتِ سکر طلاق دیتا ہے حتیٰ کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ طلاق نامہ بھی لکھوالیا۔ لوگوں کو اس واقعہ کا اچھی طرح علم ہوگیا کہ زبانی طلاق دے چکا اور طلاق نامہ بھی تحریر ہوچکا۔ جس وقت وہ نشہ جاتا رہا تو کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، بلکہ جو کچھ ہوا بے ہوشی کی حالت میں جس کا مجھ کو بالکل علم نہیں۔ تو آیا اس کا ایسی حالت میں طلاق دینا عند الشرع شریف معتبر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نشہ شراب کی حالت میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا اگر مدت کے اندر اندر تین مرتبہ کی نوبت آچکی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ "طلاق السکران واقع إذا سکر من الخمر أو

= (وکذا فی رد المحتار: ۲۳۹/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی تعریف السکران وحکمہ، سعید)

(۱) "لو أکرہ علی شرب الخمر، أو شرب الخمر لضرورۃ، وسکر، وطلق امرأتہ، اختلفوا فیہ، والصحیح أنہ کما لا یلزمہ الحد، لا یقع طلاقہ". (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳۵۳/۱، فصل فی من یقع طلاقہ وفی من لا یقع طلاقہ، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۲۵۹/۳، الفصل الثالث: من یقع طلاقہ ومن لا یقع، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق: ۲۰۷/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شراب اور دردِ سر کی حالت میں طلاق

سوال [۷۰۵۶]: زید کے سر میں تھوڑا تھوڑا درد تھا اور اسی حالت میں اس نے تاڑی یا شراب پی لی جس کی وجہ سے سر میں درد یہاں تک پہنچا کہ مدہوش ہوگیا اور اسی حالت میں اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدیا۔ ایسی صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شراب کی وجہ سے مدہوش نہیں ہوا بلکہ دردِ سر کی وجہ سے مدہوش ہوکر طلاق دی ہے تو واقع نہیں ہوئی:

"ولو شرب فتصدع وزال عقله بالصداع نقول: إنه لا يقع طلاقه". هداية: ۱/۳۳۹(۱)۔

اور اگر شراب یا تاڑی سے بے ہوش اور مست ہوکر طلاق دی ہے تو وہ واقع ہوگئی: "و طلاق

= المعتوه لم يقع لعدم المعصية، وابن الهمام وادعى أن الأفقه قصداً، فينبغي أن لا يتردد في الوقوع".

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۹، ۲۴۰، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة ... والبنج، سعيد)

"وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: أنه إن كان يعلم حين يشرب أنه بنج، يقع، وإلا فلا". (تبيين الحقائق: ۳/۴۷، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الثالث من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراچي)

(۱) (الهداية: ۲/۳۵۹، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مكتبة شركة علمية ملتان)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۰، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن: ۳/۱۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشيديه)

السکران واقع إذا سکر من الخمر أو النبیذ، وهو مذهب أصحابنا، کذا في المحیط،

ومن سکر من البنج یقع طلاقه، ویحد لفشو هذا الفعل بین الناس، وعلیه الفتوی في زماننا".

عالمگیری: ۱/ ۳۷۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲/ صفر/ ۵۴ھ۔

شراب کے نشے میں یہ کہنا کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا"

سوال[۱۰۰۵۸]: چار آدمیوں نے ایک مکان میں بیٹھ کر شراب پیا اور شراب کے نشہ میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ میں نے تجھے اپنی بیوی دی، دوسرے نے کہا میں نے تجھے دی۔ صبح کے وقت جب وہ ہوش میں آئے ہیں تو ایک شخص ان میں سے کہتا ہے کہ تم نے آج شب رات بیویوں کا تبادلہ کیا۔ اور ہر ایک نے لفظ طلاق کا ذکر یوں کیا: "مجھے طلاق، میں نے اپنی بیوی کو تمہارے حوالہ کیا" یا یوں کہا کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا"۔

اس کے بعد جب شرابیوں نے یہ بات سنی تو بے چین اور پریشان ہوگئے تو کہنے والے سے پوچھا کہ کیا یہ بات صحیح ہے جو تم کہہ رہے ہو، ہم کو تو اس کا کچھ علم نہیں۔ تو کہنے والے نے ان کی بے چینی کو دیکھ کر اپنی بات سے رجوع کر دیا اور کہا کہ مذاق پر محمول کیا۔ تو پہلے جملے کی صورت میں "مجھے طلاق، میں نے اپنی بیوی کو تیرے حوالہ کیا" کیا حکم ہوگا؟ اور اگر واقعۃً انہوں نے طلاق دے دی تھی تو طلاق کا ثبوت دینے والا کوئی شخص ہے اور نہیں

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا في المحیط البرهاني: ۳/ ۲۲۸، کتاب الطلاق، الفصل الثالث في بیان من یقع طلاقه ومن لا یقع طلاقه، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۳۹، کتاب الطلاق، مطلب في تعریف السکران وحکمه، سعید)

(وکذا في بدائع الصنائع، فصل في شرائط الرکن: ۳/ ۱۴۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في النهر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/ ۳۰۳، امدادیه ملتان)

علم بھی نہیں ہے تو اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاً یہ سب لوگ شراب سے توبہ کریں جس کی وجہ سے یہ نحوست آئی اور مستحق لعنت ہوئے (۱)، پھر احتیاطاً اپنی اپنی بیوی سے دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب وقبول کرلیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۹۴ھ۔

بخار کی بے ہوشی میں طلاق

سوال [۱۰۰۵۱]: زید نے اپنی بیوی کو امام جامع مسجد اور چند مستورات کے روبرو تین دفعہ کہہ کر طلاق دے دی اور بیوی کو گھر سے نکال دیا، دریافت کرنے پر طلاق کی وجہ بخار کے بے ہوشی کا عذر بیان کیا، حالانکہ غلط ہے، بیوی کا تایا موجود ہے کیا اس نے بے علمی کی وجہ سے معاملہ کو اہمیت نہیں دی اور کچھ عرصہ لڑکی کو اپنے یہاں رکھ کر زید کے رشتہ داروں کی خواہش پر زید کے یہاں رخصت کردیا، لہذا حسب ذیل سوالات ہیں:

۱- واقعۂ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ عورت کو بلا نکاح زید کے گھر میں حیثیت زوجہ رکھنا کیسا ہے؟ اگر لڑکی یا اس کے ورثہ کسی وجہ سے مدعی نہ بنیں تو عورت کی برادری یا غیر برادری کا کوئی شخص اس

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یٰأیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (المائدة: ۹۰)

"قال عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من شرب الخمر لم تقبل له صلوة أربعین صباحاً، فإن تاب تاب اللہ علیه". (جامع الترمذی: ۸/۲، أبواب الأشربة، سعید)

"عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "من شرب الخمر فی الدنیا، ثم لم یتب منها، حرمها فی الآخرة". (الصحیح للبخاری، كتاب الأشربة: ۸۳۶/۲، قدیمی)

(۲) "وینكح مبانة بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۴۰۹/۳، باب الرجعة، سعید)

(وكذا فی تبیین الحقائق: ۲۴۲/۳، باب الرجعة، دار الكتب العلمیة بیروت)

(وكذا فی الفتاوی العالمكیریة، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به: ۴۷۲/۱، رشیدیة)

معاملہ کا مدعی بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید موجودہ صورت میں کس قسم کی سزا کا مستحق ہے؟

سائل: میر الدین، محمد سمیع بانی محلوں اعیان شہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایسی بے ہوشی تھی کہ عقل ٹھکانے نہیں تھی اور اپنے نفع ونقصان میں تمیز نہیں کرسکتا تھا اور اس سے اس وقت جتنے کام ہوئے وہ بھی سب ایسے ہی خلاف عقل صادر ہوئے اور نہ ہوش وحواس رکھتے ہوئے اس نے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اور اگر ایسی بے ہوشی اور ایسی حالت نہ تھی تو تین دفعہ طلاق دینے سے مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے (۲)۔ اس کی بے ہوشی کی حالت کا اندازہ اس وقت کے دوسرے کاموں سے ہوسکتا ہے۔

تین طلاق ہونے کی صورت میں عورت کو کسی طرح جبراً یا خوشی سے زید کے گھر رکھنا جائز نہیں اور اس کو اپنے اوپر قابو دینا بالکل ممنوع ہے، جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہے (۳)۔ زید کو توبہ کرنا اور اس

---

(۱) "لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون، والصبي، والمعتوه والمبرسم، والمدهوش" (الدر المختار). "الثاني: أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول ولا يريده، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله" (رد المحتار: ۲۴۴/۳، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۳/۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱۰۰/۳، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها" (الفتاوى التاتارخانية: ۱۰۴/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۲۰۲/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۹۳/۴، ۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۳) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه" (رد المحتار: ۲۵۱/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان: رجعي وبائن، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۴۸/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۰/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

مجبور کرنے سے بیوی کو اس نے اس طرح کہا ہے کہ "ایک، دو، تین، میں نے تم کو طلاق دے دیا، تم جاؤ اب میں تم کو نہیں رکھوں گا" تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی(۱)، کیونکہ ایک، دو، تین کا لفظ آمادگی اور تیاری دکھانے کے لئے کہا جاتا ہے، جیسے نیلامی بولی پر ایک، دو، تین کہہ کر بولی ختم کردی جاتی ہے، اور "میں نے تم کو طلاق دے دی" سے ایک طلاق رجعی ہوئی، اور "تم جاؤ، اب میں تم کو نہیں رکھوں گا" سے اگر اس کا مقصد اس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلق نکاح کو قطع کرنا ہے تو یہ طلاق رجعی اس لفظ سے بائن ہوگئی(۲)۔ اب طرفین رضامند ہوں تو

= كتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع: ۱/۳۵۳، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۲۸، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۲۳۵، كتاب الطلاق، سعيد)

(۱) لفظ "ایک، دو، تین، تم جاؤ" کے کہنے سے ایک طلاق کا واقع ہونا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی رائے ہے لیکن جامعہ فاروقیہ اور دیگر پاکستانی علمائے کرام کا فتویٰ اس تعدد سے طلاق مغلظہ کے وقوع کا ہے، چنانچہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اس بات سے ثابت ہوا کہ "انت الثلاث" سے وقوع طلاق کا عرف صدر شہید نے تسلیم فرمایا ہے، بلکہ ابوالقاسم کے سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ مذاکرۂ طلاق ہو، پس بہ تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ صورت سوال میں تین واقع ہوگئیں"۔ (احسن الفتاویٰ، کتاب الطلاق: ۵/۱۶۷، سعید)

"وقوع طلاق میں عرف کا بہت بڑا دخل ہے، اگر کسی جگہ صورت مسئولہ میں درج شدہ الفاظ عرف میں تین طلاق کے لئے استعمال ہوتے ہوں تو وہاں عرف کے مطابق تین طلاق مغلظہ شمار ہوں گی"۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب الطلاق: ۴/۳۸۰، مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک)

"رجل قال لامرأته: "ترا یکی" أو قال "ترا سه" قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى: طلقت ثلاثاً"

(فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۳، كتاب الطلاق، رشيدية)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۱۷۴، كتاب الطلاق، الثاني في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار وفي ترك الإضافة وما أشبهها: ۳/۲۷۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدة، ثم قال بعد ذلك: جعلت تلك التطليقة بائنة، أو جعلتها ثلاثاً، اختلف الروايات فيه، والصحيح أنه على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى تصير بائناً أو ثلاثاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الثالث في تشبيه الطلاق ووصفه: =

دوبارہ نکاح کرلیں، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔

اگر اس کا مقصد اس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلق نکاح کو ختم کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے ارادہ کا اظہار مقصود ہے کہ طلاق رجعی کے باوجود میرا ارادہ رجعت کا نہیں ہے تو طلاق رجعی ہی باقی رہی، بائن نہیں ہوئی، اندرونِ عدت شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے (۲)، بغیر رجعت کے ہی اگر عدت ختم ہوجائے تو تجدیدِ نکاح کی اجازت ہے۔

اگر بے ہوشی کی حالت تھی جیسے سوتا ہوا آدمی بعض دفعہ کچھ بولتا ہے کہ اپنے اختیار وبیداری سے نہیں ہوتا تو کوئی بھی طلاق نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نیم خوابی کی حالت میں طلاق

سوال [۶۰۲۱]: اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے آدھا سوتا ہے، آدھا جاگتا ہے اور اس کے منہ سے طلاق والے الفاظ نکلے تو اس سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟ ویسے ہی نکلے تو کیا حکم ہے؟ اور اپنی بیوی کے لئے نکلے تو کیا حکم ہے؟

= ۱/۳۷۳، رشیدیہ)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرط البنية في الكناية: ۳/۲۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب الكنايات: ۳/۳۰۵، سعيد)

(۱) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۳۹۳، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۶/۱۹، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلياً:

نیم خوابی کی حالت میں بے اختیار بغیر مطلب سمجھے طلاق کے الفاظ نکلنے سے طلاق نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۹۰ھ۔

درد گردہ اور دیگر پریشانیوں کے تأثر سے طلاق اور کیا یہ تأثر جنون ہے؟

سوال [۶۰۰۲]: ۱- زید مزاج کا غصہ ور اور درد گردہ کا مریض بھی ہے، ایک دو سال سے مفلس اور غریب ہو گیا ہے، اکثر گھریلو معاملات میں بیوی کو طلاق کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ زید کی بیوی نے شوہر کی حالت دیکھتے ہوئے بیٹے سے کہا کہ گھر کا سارا کاروبار تم سنبھال لو، بیٹے نے ویسا ہی کیا۔ زید غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا، ان دنوں زید کی بیوی اپنے بیٹے کے گھر تھی۔ زید نے ایک روز اپنی لڑکی سے کہا کہ اگر تمہاری ماں کل کے جمعہ تمہاری ماں بلانے پر بھی گھر نہ آئی تو اسے طلاق دے کر کہیں چلا جاؤں گا۔

پھر ایک روز زید بیٹے کے گھر گیا اور بیوی سے کہا کہ اگر تم گھر نہیں چلو گی تو تمہارا معاملہ صاف کر دوں گا، کچھ روز بعد پھر بیٹے کے گھر گیا اور رات کو وہیں ٹھہر گیا، آدھی رات کے قریب اس کے کمرے میں کراہنے کی آواز آئی، بیوی گئی تو وہ گالیاں بکنے لگا۔ پھر صبح کی نماز کے وقت زید نے بیوی سے کہا کہ تم گھر کب چلو گی؟ بیوی نے جواب دیا کہ فلاں لڑکے کی معرفت کہا تھا کہ لڑکی کی رخصتی کی تاریخ جب مقرر ہو جائے گی تب چلوں گی، یا ستائیس کے جمعہ کے بعد ضرور چلی آؤں گی۔ زید آگ بگولہ ہو کر طلاق کی دھمکی دیتا ہے، بیوی نے کہا آپ کی خوشی ہے اس بات پر۔

---

(۱) "لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون والصبي والمعتوه والمبرسم والمدهوش والنائم". (تنوير الأبصار مع رد المحتار: ۳/۲۴۲، ۲۴۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشيدية)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الأول في صريح الطلاق: ۴/۱۷۵، رشيدية)

زید اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے، لیکن چند گھنٹہ بعد زید اپنی اس حرکت پر بری طرح شرمندہ ہوتا ہے کہ غربت اور ساری ذمہ داری ختم جانے کی وجہ سے میری کیفیت بالکل مجنونانہ ہوگئی ہے۔ دوسرے درد گردہ کے باعث دماغی توازن بالکل کھو بیٹھا تھا لہٰذا میں ملنا چاہتا ہوں۔ اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ بیوی سے ملنے کی صورت ہے یا نہیں، مذکورہ بالا بیان بیوی کا ہے۔

۲... زید اپنی مالی پریشانی اور تنگ دستی کے سبب اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا اور جنونی کیفیت اس پر طاری ہے۔ اس کے لڑکے نے اس سے گھر کا اختیار لے کر بے دخل کر دیا۔ اس کا اثر اس کے دماغ پر پڑا اور زیادہ پاگل اور جنونی کیفیت میں رہنے لگا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ عرصہ سے درد گردہ میں مبتلا تھا، جب درد گردہ اٹھتا ہے تو وہ بالکل پاگل اور جنونی کیفیت اس پر طاری ہوجاتی ہے۔ ایک روز شب میں اس کو درد گردہ اٹھا۔ دریں اثنا صبح کو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ یہ زید کا بیان ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غربت یا درد گردہ کا اثر دماغ پر ہونا عقلی اور فطری بات ہے، اختیارات ختم ہوجانے سے بھی دماغ متاثر ہوتا ہے لیکن ہر تاثر کو جنون کہنا اور ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق کو بے کار قرار دینا بھی غلط ہے۔ بیوی اور شوہر کے مذکورہ بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ طلاق دیتے وقت جنونی کیفیت تھی کہ شوہر زمین وآسمان میں فرق نہیں کرتا تھا، طلاق کا مطلب ہی نہیں سمجھتا تھا، جانتا ہی نہ تھا کہ طلاق سے کیا ہوتا ہے، خبر ہی نہ تھی کہ تین طلاق سے نکاح بالکل ختم ہوجاتا ہے۔

نیز درد گردہ شب میں ہوا تھا طلاق صبح کو دی ہے جب کہ شدت کی تکلیف بھی نہیں تھی جیسی درد گردہ میں ہوتی ہے۔ اور اس سے پہلے کہہ بھی چکا تھا کہ اگر بیوی گھر پر نہیں آئی تو طلاق دے کر میں چلا جاؤں گا۔ اور صبح کو بھی مطالبہ کیا کہ تم کب چلتی ہو۔ یہ سب قرائن ہیں کہ زید مدہوش نہیں تھا کہ بے اختیار بے سوچے سمجھے اچانک اس کی زبان سے الفاظ طلاق نکل گئے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)۔ نکاح بالکل ختم ہوگیا، نہ رجعت کا حق رہا نہ بغیر حلالہ

---

(۱) "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً ... أو مخطئاً". (الدر المختار مع ...

کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۳/۶ھ۔

طلاقِ مجنون

سوال [۱۰۶۴۳]: زید نے اپنی بیوی سے ایک ہی مجلس میں کہا کہ "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے"۔ زید حسب رائے وتحقیق احد الطبیبین العدلین والحاذقین، کجولیا (۲) میں اور عند الثانی مانیہ (۳) میں مبتلا ہے اور، کجولیا پر مجنون کا اطلاق عند ارباب الفن شائع اور ذائع ہے۔ رہا مانیہ وہ تو جنون دوری کا دوسرا نام ہے (۴) زید کہتا ہے کہ تطلیق کے وقت بہ بر ظن غالب اس کی مخصوص دماغی حالت تھی اور عقل

= ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۵، ۲۳۱، سعید)

"رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانة، وفي القضاء طلقت ثلاثاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/۳۵۵، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها: ۳/۲۹۳، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد: ۳/۳۸۶، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۳، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۳، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۱، رشيدية)

(۲) "کجولیا: خلل دماغ، ایک قسم کا جنون، پاگل پن"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۹، فیروز سنز لاہور)

(۳) "مانیہ: بکسر نون و یاء تحتانی نوعی از جنون است کہ صاحبش در خصلت درندگان باشد و اکثر غضب کند بدون وقصد ایذائے مردم بدون تصحیح از بود"۔ (غیاث اللغات، باب میم مع الف، ص: ۴۳۲، سعید)

(۴) "جنون دوری: نوعی از جنون کہ در ایام بہار بجنبد جوانان را اکثر شود اقتضا بہار بجنبد"۔ (غیاث اللغات، فصل جیم مع نون، ص: ۱۴۳، سعید)

سکتی البتہ مشکوک تو تھی ہی۔ تو اس صورت میں طلاق پڑی کہ نہیں؟ مالیخولیا کی تحقیق احتیاطاً کتب طبیہ سے درج ذیل ہے:

۱– "المالیخولیة وأصنافه ثلثة: فیکون منجون والقمة والمحرقة أکثر"۔ علامہ انفس لی شارح موجز۔

۲– "المالیخولیا وإن کان من صفراء کان مع اضطراب، وأدنی جنون، ویکان مثل مانیا"۔ قانون شیخ۔

۳– "وإن المالیخولیا وإن کان حدوثه عن احتراق الصفراء، فیکون معه الجنون، وهو عند القوم عبارة عن اختلاط الردی الذی یکون مع توثب، وهیجان، وحدة شدیدة، وغضب وسوء خلق"۔ شرح أسباب والعلامات۔

محمد مصطفیٰ فاضل، معلم دینیات وادب گورنمنٹ اسکول ایضاً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ جنون میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو وہ شرعاً واقع نہیں ہوتی: "ولا یقع طلاق المولی علی امرأة عبده، والمجنون، والمعتوه، والمبرسم، والمغمی علیه، والمدهوش"۔ تنویر: ۶۵۷/۱ (۱)۔

اگر جنون کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ تندرستی کی حالت میں طلاق دی ہے تو وہ واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی (۲)۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۴۲/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ۳۲۰/۲، کتاب الطلاق، مکتبه امدادیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۳/۳، فصل فی شرائط الرکن، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً، أو مکرهاً، أو هازلاً، أو سفیهاً، أو سکران"۔

(الدر المختار: ۲۳۵/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۳/۳، فصل فی شرائط الرکن، دار الکتب العلمیة، بیروت)　=

حامداً ومصلیاً: اگر الفاظ مذکورہ کہتے وقت ان کا مطلب اور حکم سمجھتا تھا تو طلاق واقع ہوگئی اور اگر ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا بوجہ جنون کے کہ کیا کہہ رہا ہے؟ اور اس کہنے پر شرعاً کیا حکم مرتب ہوتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور مجنون ہونے کا اندازہ اس کے دوسرے افعال سے ہو سکتا ہے، اگر اس کے افعال مجنونانہ ہیں تو اس میں بھی اس کو مجنون تصور کیا جا سکتا ہے اگر دوسرے افعال مجنونانہ نہیں، محض طلاق کے بارے میں اپنے کو مجنون ظاہر کرتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

محمود گنگوہی، ۷/۱/۸۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ذی قعدہ/ ۸۳ھ۔

طلاقِ مجنون

سوال [۷۴۱۳]: ایک شخص مسمی ... شادی کے سات آٹھ دن بعد مجنون ہوگیا کہ ایک دم بیگانہ و بیگانہ کی تمیز نہ تھی، دوا دارو سے پانچ مہینے کے اندر ذرا اچھا ہوگیا۔ ایک سال کے بعد بیوی کے خویش واقرباء میں کسی دعوت میں گیا اور گواہ ہو کر چلا آیا۔ اور ایک دن بعد نماز مغرب مسجد کے سامنے دو آدمی معتبر کی موجودگی میں - جو اول کا نام منیر الدین اور دوسرے کا نام عبد السبحان - سے کہا کہ "میری بیوی کو ایک دو تین طلاق ہے تم دونوں اور مسجد گواہ رہو"۔ ان دونوں کی ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد بھی وہ اپنے قول پر قائم رہا، دوسرے گواہ نے ذرا دور جا کر کہا بھوتی ماں تو نے کیا کیا؟ طالق نے جواب دیا میں نے کیا کیا اور گھر جا کر اپنی والدہ کو طلاق کی خبر دی۔

تین چار روز بعد ایک عالم معتبر سے مسئلہ دریافت کیا گیا انہوں نے دونوں مذکورہ گواہوں کے سامنے طالق سے حالات دریافت کئے جس کو نہایت متانت سے ہوش وحواس کی درستی سے جواب دیا کہ ہاں! ہم نے طلاق دے دی ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ تو نے کیوں آج رات شب باشی اس کے ساتھ کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے نہیں کیا اور اس وقت چند آدمی معتبر موجود تھے۔ اہل پنچایت نے تین چار روز متواتر جلسہ کرتے ہوئے اور طالق وگواہ سے حالات معلوم کرنے سے یہ معلوم کیا کہ طالق اپنی حالت پر قائم ہے، لہذا دونوں کا تجدید نکاح کرا دیا۔

---

(۱) وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ، رشیدیہ)

پھر ایک سال بعد ایک عالم صاحب نے جامع مسجد میں چند آدمیوں سے سوال کیا کہ اس آدمی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، بعض نے کہا جو ناواقف تھے کسی قدر دیوانہ پن ہے، مگر کلی طور پر نہیں اور بعض عالم وجاہل نے صاف کہا کہ بالکل خاصا آدمی ہے، کسی قسم کی خرابی نہیں۔ اس عالم صاحب نے ناواقفوں پر اعتماد کر کے اس کو مجنون قرار دے کر عدمِ طلاق کا فتویٰ دے دیا اور بیوی کو حلال کر دیا۔ ان دونوں صورتوں میں کونسا حکم عائد ہوگا؟ مع دلائل وکتب معتبرہ تخریج فرمایئے۔

اور تخلی میعاد بعد گزرنے دو سال کے طالق یہ کہتا ہے کہ جس وقت میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تھا وہ موسم گرما تھی اور مچھر کاٹتے تھے، علاوہ اس کے جس جگہ پر بیٹھ کر طلاق دیا تھا وہ بھی خوب یاد ہے۔

نـــوٹ: دریافت طلب امر یہ ہے کہ مجنون کے تحت یہ صفت مذکور ہونا چاہئے جس سے ثبوتِ طلاق وعدمِ ثبوت معلوم ہو، یا عرفِ عام جسے مجنون کہے وہ بھی بحکم شرع معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالرؤف خان سلہٹی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال في التلويح: الجنون اختلال القوة المميزة بين الأمور الحسنة والقبيحة، المدركة للعواقب بأن لا يظهر آثارها، وتتعطل أفعالها إما لنقصان جبل عليه دماغه في أصل الخلقة، وإما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط أو آفة، وإما لاستيلاء الشيطان عليه، وإلقاء الخيالات الفاسدة إليه، بحيث يفرح ويفزع من غير ما يصلح سبباً الخ.

وفي البحر عن الخانية: رجل عرف أنه كان مجنوناً، فقالت له امرأته: طلقتني البارحة، فقال: أصابني الجنون، ولا يعرف ذلك إلا بقوله، كان القول قوله اهـ" رد المحتار تحت قول الدر المختار: "(لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون)"(۱)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار ۳/۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

"الطلاق الصبي غير واقع، وكذلك طلاق المجنون والمعتوه ...... وقيل في الحد الفاصل بين المعتوه والمجنون والعاقل: إن العاقل من يستقيم كلامه وأفعاله وغيره نادراً، والمجنون ضده وقيل أيضاً: المجنون من يفعل هذه الأفعال لا عن قصد". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۵، کتاب ■

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوا کرتی اور جنون ایسی علت ہے جس کی وجہ سے قوتِ ممیزہ مختل ہوجاتی ہے اور انسان اچھی بری باتوں میں تمیز نہیں کرسکتا اور نفع نقصان کو نہیں سمجھ سکتا، معلومِ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مجنون کی حالت طلاق کے وقت ایسی نہ تھی جس سے ... یہ مجنون کہا جاسکے لہذا طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/ محرم/ ۵۷ھ۔

مجنون کی حالت افاقہ میں دی ہوئی طلاق

سوال [۱۰۹۵]: ایک متقی عالم باعمل شخص جنات کے اثر کے سبب سے مجنون ہوگیا تھا، جو کہ اس کی مادری زبان بنگلہ ہے، وہ جنون کی حالت میں عربی، فارسی، بنگلہ، اردو، انگریزی میں بات چیت کرتا تھا۔ چونکہ وہ لوگوں کو زدوکوب کرتا تھا، اس لئے اس کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ ایک دن اس نے اپنی زوجہ جہاں آرا کو عربی زبان میں یوں طلاق دی "طلقتُ جهان آرا أنتِ طالقة"۔

افاقہ کے بعد جب اس کی زوجہ اس کو کھانا کھلانے کے لئے آئی تو وہ بولا کہ "میں نے تجھے طلاق دے دی تھی اس لئے تو مجھ پر حرام ہوگئی، لہذا میرے سامنے نہ آیا کر"۔

پھر وہ سخت جنون میں مبتلا ہوگیا۔ دفع آسیب کے تعویذات اور جنون کی ادویہ کے استعمال سے اس کو افاقہ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ اس کو طلاق دینا یاد ہے اس لئے رنجیدہ خاطر ہے۔ اس کی زوجہ کہتی ہے کہ تم نے جنون کی حالت میں طلاق دی تھی، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی، دوسرے لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن وہ عالم کہتا ہے کہ اگر میں مجنون ہی ہوگیا تھا تو اس وقت کی باتیں مجھے یاد کیوں ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ تحقیق کی ضرورت ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عالم کی زوجہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ خود عالم ہے، اپنی حالت اور کیفیت سے خوب واقف ہے تو اس کے مقابلہ میں اس کی بیوی کی

- الطلاق، الفصل الثالث: من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۲۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

طلاق نہیں دی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ زید کی منکوحہ ہے۔ عقد ثانی کی؟ ہندہ کو زید کے گھر بھیجیں یا دوسرے شوہر کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کے ہوش وحواس درست نہیں تھے اور اسی حالت میں اس سے طلاق کے لئے کہا گیا، وہ اس کے جواب میں اس کے ہونٹ ہلے اور طلاق کا لفظ کسی نے اس سے نہیں سنا اور وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱) اور دوسری جگہ عقد درست نہیں، زوج ثانی سے متارکت کرادی جائے (۲)، وہ کہہ دے کہ میں نے تعلق زوجیت ختم کردیا، اس کے بعد عدت تین حیض ختم ہونے پر زوج اول کے پاس آجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۸۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
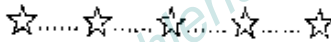
(۱) "ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والصبي والمعتوه والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش، الخ". (الدرالمختار: ۳/۲۴۲، ۲۴۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۲۰، كتاب الطلاق، مكتبه امداديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۱۴۲، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والمتاركة في النكاح الفاسد لا يتحقق بعدم مجيء كل واحد منهما إلى صاحبه، وإنما يتحقق بالقول بأن يقول الزوج مثلاً: تركتك، تركتها، خليت سبيلك، خليت سبيلها". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۱۰، كتاب النكاح، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۱۳۲، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

الفصل الرابع فی طلاق الغضبان

(غصہ میں طلاق دینے کا بیان)

طلاق بحالتِ غصہ

سوال [۱۰۶۹]: میں سو رہا تھا کہ مجھے کسی نے جگایا، مگر مجھے معلوم نہیں اور کس نے جگایا کیونکہ میں غفلت کی نیند میں تھا۔ میری عورت کی چارپائی میرے برابر تھی، میں نے جو اس کی چارپائی دیکھی عورت موجود نہ تھی، میں نے ماچس جلا کر دیکھا تو سب دروازے باہر جانے کے بند ہیں، کنڈیاں لگی ہوئی ہیں، یہ دیکھ کر مارے غصہ کے آگ بگولہ ہوگیا، دوسری ماچس جلائی تو میری عورت نے دریافت کیا کہ کیوں گھبرا رہے ہو، کیا بات ہے؟ کیونکہ میری غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی میں نے کہہ دیا کہ "تجھے طلاق ہے" غصہ میں یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کتنی مرتبہ لفظ طلاق منہ سے نکالا۔

جس مکان میں میری عورت گئی تھی اس میں میری ہمشیرہ نے ایک نالی نہانے وغیرہ کے لئے بنائی ہے جس کا مجھ کو علم نہ تھا، عورت وہاں پیشاب کر رہی تھی، وہ جگہ اور جس پر مجھے شک تھا میں اس کے درمیان میں کھڑا تھا، وہیں میری بہن اور بہنوئی جو سوتے تھے ان کی آنکھ بھی کھل گئی، کہنے لگے کیا بات ہے؟ میں نے ان سے پانی مانگا، دو دفعہ پی کر تین مرتبہ اور پانی پیا تب ذرا میرے ہوش و حواس درست ہوئے۔ انہوں نے واقعہ دریافت کیا، میں نے ان کو سب حال سنایا، انہوں نے کہا بالکل غلط ہے، ہم سب یہاں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو بحالتِ غصہ اس کو طلاق دے چکا، سب نے میری عورت سے حلف کرایا، اس نے سچائی کے لئے حلف اٹھایا اور جس شخص پر شبہ گزرا تھا اس نے بھی حلف اٹھایا کہ یہ امر مجھ سے نہیں ہوا۔ اس وقت میری عورت چھ ماہ کی حاملہ بھی ہے اور میری شادی کو پانچ سال بھی گزر چکے ہیں، کبھی کسی قسم کا شک نہیں گزرا تھا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

محمد ہاشم، محلہ لوہانی سرائے، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر طلاق دیتے وقت غصہ کا غلبہ اس قدر نہ تھا کہ بے اختیار اور بے علم اس کی زبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے، البتہ عورت پر شک ہونے کی وجہ سے غصہ میں آکر طلاق دے دی، نیز اگر غصہ کی وجہ سے حواس معطل ہوکر مجنون کی طرح عقل بھی زائل ہوچکی تھی اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کیا کہہ رہا ہے تو یہ شخص مجنون کے حکم میں ہے، مگر ساتھ ہی اس کے دوسرے افعال بتلا رہے ہیں کہ نہ حواس معطل ہوئے تھے نہ عقل زائل ہوئی تھی، لہٰذا اس شخص کو مجنون کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ پس بصورت مسئولہ اس کی عورت پر طلاق واقع ہوگئی، اب اگر اس کو خود یاد نہیں کہ کتنی مرتبہ طلاق دی ہے تو سننے والے دو عادل شخصوں کے قول پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

"وفي الولوالجية: إن كان بحال لو غضب يجري على لسانه ما لا يحفظه بعده، جاز له الاعتماد على قول الشاهدين". رد المحتار، ص: ٦٦ (١)۔

اگر دو شاہد موجود نہ ہوں تو اپنے ظن غالب پر عمل کرے، اور اگر شک ہے کہ کسی طرف کو رجحان نہیں تو شک کی دونوں طرفوں میں سے اقل کو اختیار کرے۔

"شك أنه طلق واحدة أو أكثر، بنى على الأقل كما ذكره الإسبيجابي، إلا أن يستيقن بالأكثر، أو يكون أكبر ظنه على خلافه، وإن قال الزوج: عزمت على أنه ثلاث، يتركها، وإن أخبره عدول حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة وصدقهم أخذ بقولهم إن كانوا عدولاً، اهـ" أشباه مع الحموي، ص: ٨١ (٢)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۸/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی قعدہ/۵۳ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

"ولو شهدا بها وهو لا يذكرها إن كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب، جاز له الاعتماد عليهما" (الدر المختار)۔ "أما لو لم يكن بتلك الحال، لا يجوز له الاعتماد عليهما كما في الفتح وغيره". (رد المحتار: ۳/۳۹۹، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(۲) (الأشباه والنظائر: ص: ۷۳، الفن الأول، القاعدة الثالثة، قديمي)

غصہ کی حالت میں طلاق

سوال[۷۰۰۱]: زید نے اپنی بیوی کو خانگی فساد کی حالت میں غصہ کیا اور تین طلاقیں دیں، اب طلاق مثلثہ غصہ کی حالت میں زید مذکور کی بیوی پر پڑگئی یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

آخری بہشتی زیور (۱) میں مرقوم ہے کہ: "کسی نے شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی، جب ہوش آیا تو پشیمان ہوا تب بھی طلاق پڑگئی، اسی طرح غصے کی حالت میں بھی طلاق پڑجاتی ہے"۔ وفی ردالمحتار: "ویقع طلاق من غضب" مصری ۲/۳۶۳ (۲)۔ اور فتاوی دارالعلوم دیوبند (۳) میں سوال وجواب: "اور جو شخص طلاق دیتا ہے وہ غصہ میں دیتا ہے، خوشی اور رضامندی کی حالت میں نوبت طلاق کی نہیں آتی، پس حالتِ غضب میں عندالحنفیہ بلاتامل طلاق واقع ہوجاتی ہے، شامی میں ہے "ویقع طلاق من غضب، خلافاً لابن القیم"۔(۴)۔

کتب مذکورہ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ غصہ کی حالت میں طلاق پڑجاتی ہے عندالاحناف۔ کتب مذکورہ کا حوالہ وقوع طلاق کے بارے میں اگر صحیح درست ہے تو آپ بھی علاوہ ازیں دلائل دوسرے دلائل کے ساتھ

= "عن محمد رحمه الله تعالى: إذا شك في أنه طلق واحدة أو ثلاثاً، فهي واحدة حتى يستيقن أو يكون أكبر ظنه على خلافه". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۶۳/۱، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

"ولو شك أطلق واحدة أو أكثر؟ بنى على الأقل". (الدرالمختار). "إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكبر ظنه. وعن الإمام الثاني: إذا كان لايدري أثلاث أم أقل؟ يتحرى، وإن استويا عمل بأشد ذلك عليه". (ردالمحتار: ۲۸۳/۳، كتاب الطلاق، مطلب في قول الإمام: إيماني كإيمان جبرئيل، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱۹۹/۳، كتاب الطلاق، فصل في الرسالة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) (بہشتی زیور، حصہ چہارم، ص: ۲۸۱، طلاق دینے کا بیان، دارالاشاعت کراچی)

(۲) (ردالمحتار: ۲۴۴/۳، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(۳) (فتاوى دارالعلوم ديوبند: ۲۳۹/۹، ۲۴۰، سوال نمبر: ۱۸۱، امداديه)

(۴) (ردالمحتار، ۲۴۴/۳، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

معروف عن الحنفیة، الخ" (۱)۔

البتہ اگر حالتِ غضب میں جنون کی کیفیت ہو جائے کہ آسمان و زمین کا فرق بھی باقی نہ رہے، وہ عقل باقی نہ رہے، یہ بھی معلوم نہ ہو کیا کر رہا ہے جس کا اندازہ اس کے دیگر افعال سے ہو سکتا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، ھکذا فی رد المحتار فی طلاق المدھوش (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

غصہ میں طلاق

سوال [۶۰۰۱]: خاوند بیوی میں خانگی معاملات میں تکرار ہوا، عورت نے غصہ میں کہا کہ "تم مجھ کو جواب دیدو"، خاوند نے کہا کہ "جا میری طرف سے جواب ہے"۔ جب خاوند نے یہ کہا، عورت نے کہا کہ اپنے بھائی کو بلا لو، اتنے میں بھائی بھی آگیا، اس کے آنے پر عورت نے کہا کہ اب طلاق دو، خاوند نے اس کے کہنے پر غصہ میں کہا "جا میری طرف سے طلاق ہے"۔ چونکہ عورت کے کوئی رشتہ دار نہیں، لہذا خاوند کے گھر سے دور نہ اس کا خاوند ہونے پر آمادہ ہے، عورت کو تین ماہ کا حمل ہے۔ یہ گفتگو بوجہ غصہ ہوئی، اب اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

شریف احمد از لکھنؤ، معرفت جناب احمد طاہر محلہ چوک سرائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں دو طلاق واقع ہو گئیں، اول بذریعہ کنایہ، دوم بذریعہ صریح،

---

(۱) (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۹/۳۸۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والإکراہ والسکران والمجنون وأمرھما، دار المعرفة بیروت)

"رجل قال فی غضبه لامرأته: "اگر طلاق دہم، طلقت ثلاثاً". (الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۵۲، کتاب الطلاق، فصل فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "إنه علی ثلاثة أقسام ... الثانی أن یبلغ النهایة، فلا یعلم ما یقول ولا یریده، فهذا لا ریب أنه لا ینفذ شیء من أقواله". (رد المحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

"والمراد الغضب الذی یحصل به الدهش وزوال العقل، فإن قلیل الغضب لا یخلو الطلاق عنه إلا نادراً، وقد قیدنا بعدم وقوع الطلاق فی مثل هذا الغضب". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۸۴، کتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبی والمجنون والمعتوه والموسوس، إدارة القرآن کراچی)

"الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة" (در مختار) وفي الشامي: "وإذا لحق الصريح البائن كان بائناً لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة" (١)۔

لہٰذا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا کافی ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (٢)۔ طلاق غصہ میں بھی ہو جاتی ہے (٣)۔ اگر ٣/ مرتبہ طلاق دی ہے تو بغیر حلالہ نکاح میں اس عورت کا رکھنا کسی طرح جائز نہیں، بالکل حرام ہے (٤)، دنیا وآخرت میں ذلت کا باعث ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٢٥/١٢/٥٢ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، ٢٩/ ذوالحجہ/٥٢ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ٢٩/ ذی الحجہ/٥٢ھ۔

---

(١) (الدر المختار مع رد المحتار: ٣٠٦/٣، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

"الطلاق الصريح يلحق الطلاق الصريح بأن قال: أنت طالق، وقعت طلقة، ثم قال: أنت طالق تقع أخرى. ويلحق البائن أيضاً بأن قال لها: أنت بائن أو خالعها على مال، ثم قال لها: أنت طالق، وقعت عندنا. والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح" (الفتاوى العالمكيرية: ٣٧٧/١، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ٣٩٢/٢، ٣٩٣، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مكتبه امداديه ملتان)

(٢) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع" (الدر المختار: ٤٠٩/٣، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

"وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها" (الفتاوى التاتارخانية: ٢٠٣/٣، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل، إدارة القرآن كراچی)

(٣) (تقدم تخريجه تحت عنوان "طلاق غضبان")

(٤) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها" (الفتاوى التاتارخانية: ٢٠٣/٣، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"والحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق =

غصہ میں طلاق

سوال[۶۰۷۲]: آج میری عورت نے میرے حکم کے خلاف کیا جس کی وجہ سے میں اس کی تنبیہ کرنا چاہتا تھا اور غصہ زیادہ بڑھ گیا تھا، لیکن مجھ کو میرے لڑکوں نے پکڑ لیا اور ان سے باوجود کوشش کے چھوٹ نہ سکا، جس سے زیادہ غیظ بڑھ گیا اور ممکن تھا کہ اس پر کوئی سخت حملہ کیا جاتا۔ عورت مذکورہ بد زبانی اس حالت میں کرتی رہی۔ اس وقت سوائے میری زبان کے قابو میں ہونے کے کچھ نہیں تھا، میں نے اس کو تین مرتبہ کہا کہ "میں نے تم کو طلاق دیا" اور ہر مرتبہ کچھ پیش و ۵/ منٹ کا وقفہ دیتا رہا، اس سے پہلے میرا قصد نہیں تھا، میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میرا قصد طلاق کا تھا یا نہیں، بلکہ زیادتی غصہ میں کیا گیا۔

مقبول احمد، قصبہ امروہہ، مرادآباد۔

تتمۂ تحریر متعلقہ تحریر

میں نے جو وقفہ ۵/ منٹ دیا تھا اس سے یہ منشاء تھا کہ عورت بد زبانی سے باز آئے یا میرے سامنے سے علیحدہ ہو جاوے۔ جب اول مرتبہ باز نہیں آئی تب دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ کہہ گیا۔ میں بوجہ کمزوری حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔ ۲/ فروری ۳۶ھ۔

= وزوال الملک أیضاً حتی لا یحل له وطؤها إلا بنکاح جدید ...... وأما الطلقات الثلاث، فحکمها الأصلي هو زوال الملک، وزوال حل المحلیة أیضاً حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾. (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۳، کتاب الطلاق، فصل في حکم الطلاق البائن، دار الکتب العلمیة بیروت)

"وینکح مبانته في العدة وبعدها لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالثنتین لو أمة، حتی یطأها غیره ولو مراهقاً بنکاح صحیح وتمضي عدته". (البحر الرائق: ۹۳/۴، ۹۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا لفظ "جواب دیا" کو کنایہ قرار دینا بظاہر اختلاف مواقع پر محمول ہے، کیونکہ حضرت مفتی صاحب کی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۵/۹ میں بھی لفظ "جواب دیدیا" کو کنایہ قرار دیا گیا ہے، جب کہ مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے احسن الفتاویٰ: ۱۹۲/۵، کتاب الطلاق، میں "جواب دیدیا" کو صریح قرار دیا ہے۔ (فضل حق ابن القاضی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا درست نہیں۔ طلاق جس طرح رضامندی کی حالت میں ہوتی ہے غصہ کی حالت میں بھی واقع ہوجاتی ہے، الفاظ مذکورہ بالا بلاقصد کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

"يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغاً عاقلاً، سواء كان حراً أو عبداً، طائعاً أو مكرهاً، وطلاق اللاعب والهازل به واقع، وكذا لو أراد أن يتكلم بكلام فسبق لسانه بالطلاق، فالطلاق واقع، كذا في المحيط"(۱)۔ "متى كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو يتعدد الطلاق، اهـ". فتاوی عالمگیریہ(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

طلاقِ غضبان و سکران مع فتویٰ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

استفتاء [۴۰۷۳]: نوٹ: مستفتی نے ایک مدلل استفتاء بابت طلاق در سابق فتوی کی نقل مطابق اصل صحیح کر کے مع سوال کا جواب طلب کیا ہے۔ جس کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

محمد الیاس خان ناقل فتوی۔

---

(۱) (الفتاوی العالمگیریة: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(۲) (الفتاوی العالمگیریة: ۱/۳۵۶، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

"ويقع طلاق من غضب، خلافاً لابن القيم اهـ. وهذا الموافق عندنا، يقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ... أو مخطئاً بأن أراد التكلم بغير الطلاق، فجرى على لسانه الطلاق" (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۵، ۲۴۱، ۲۴۴، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

"كرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دين". (الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

=

نقل مطابق اصل

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل طلاق جائز إلا طلاق الصبي والمعتوه"؛ لأنه ليس لهما قول صحيح، وكذا المعتوه لا يقع طلاقه وهو من كان مختلط الكلام بعض كلامه مثل كلام العقلاء وبعضه مثل كلام المجانين، وهذا إذا كان في حالة الغضب غالباً" جوهره: ۹۵/۲(۱)۔

"من اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فاجأته، فما دام في حالة غلبة الخلل في الأفعال لا تعتبر أقواله وأفعاله وإن كان يعلمها ويريدها؛ لأن هذه المعرفة والإرادة غير معتبرة لعدم حصولها عن إدراك صحيح كما لا تعتبر من صبي عاقل" شامی(۲)۔

بروئے تحقیقات وبیانِ گواہان معلوم ہوا کہ مسمی احمد زار ولد رسول زرکو اپنی منکوحہ کے ساتھ کچھ خلافِ طبیعت ناراضگی ہونے کی وجہ سے عقل وہوش وحواس میں خلل آکر کہنے لگا کہ بقول طلاق "چلو میں اپنی عورت کو علیحدہ کردوں اور چھوڑ دوں" تو اس بارے میں میرزا دو وغیرہ نے کہا کہ ہم تمہاری طلاق یا عورت کو چھوڑنا اس وقت تک منظور نہ کریں گے جب تک دو ہزار روپیہ اپنی عورت کی طرف سے ادا نہ کرو گے۔ مذکورہ رقم کی تلاش میں بھی لگا، ادا کرنے میں بھی کچھ نیت ولیکن معلوم نہ ہوا۔

اس گفتگو میں مذکورہ چند افراد کے ہمراہ شخص مدہوشی کی حالت میں شامل تھا اور سب ہی نے مذکورہ کو طلاق دینے سے روکا، مگر کسی ایک کا کہنا بھی نہ مانا۔ اور اس وقت کے مذکورہ گواہوں کا بیان ہے کہ مذکورہ طلاق کے وقت ہوش وحواس سالم نہ رہے تھے، بلکہ بحالت خلل عقل مذکورہ نے زبانی طلاق کہا اور تحریری بھی طلاق نامہ ہوا، لیکن طلاق کے وقت طلاق کے ہوش وحواس سالم نہ رہے تھے۔ کئی افراد نے اس وقت بار بار عاجزی کی، لیکن یہ شرارت میں آکر کسی ایک کی نہ مانا، بالخصوص حاجی محمد یوسف صاحب امام مسجد نے بھی مذکورہ کو

= وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳۸۸/۳، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (الجوهرة النيرة: ۱۰۳/۲، كتاب الطلاق، مكتبه حقانيه ملتان)

(۲) (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش: ۲۴۴/۳، سعيد)

ہرچند طلاق رجعی ہے، دو گواہ مذکورہ نے بیرنگ شدہ ۔ کیا بروئے شرع اس فاقد الحواس شخص کی طلاق شرعاً واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً وباللہ التوفیق:

"صبی اور مجنون اور معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کما فی الدر المختار:

"لا یقع الطلاق ... المجنون أی والصبی: أی والمعتوہ" ۔ وقال

فی الہدایۃ: "ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والنائم" "وأخرج الترمذی

مرفوعاً: کل طلاق جائز إلا الطلاق المعتوہ المغلوب علی عقلہ الخ" ۔

"وروی ابن أبی شیبۃ فی مصنفہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

لا یجوز طلاق الصبی انتہی" ۔ کذا فی تخریج الزیلعی علی الہدایۃ۔

پس جو کوئی یہ فتویٰ دے کہ صبی یا مجنون یا معتوہ کی طلاق کو واقع کرے وہ حنفی مذکورہ

صورتوں میں وقوع طلاق کا حکم دیتا ہے وہ گنہگار ہے اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط۔

محمد شفیع۔

ماخوذ از فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد سوم و چہارم ص ۲۰۸

لہٰذا حمد اللہ معتوہ کے حکم میں ہے، اس لئے کہ جب کوئی عقل مشورہ بچے عقل کے مقابلہ میں قبول نہیں کرے گا تو وہ بھی معتوہ کے حکم میں ہے، اس لئے بروئے حدیث شریف فرمودہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شخص معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ مذکورہ حمد اللہ کی منکوحہ بدستور مذکور کے نکاح میں ہے، کوئی طلاق نہیں ہوئی اور تجدید نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نقل بیان گواہان

ہم گواہان ذیل حلفاً بیان کرتے ہیں کہ مسمی احمد اللہ ولد ... ساکن موضع

ڈنگر ... نے مورخہ ۳/۱۲/... کو ہمارے درمیان طلاق کھائی، لیکن اس وقت طلاق

کے ہوش وحواس باختہ ہو چکے تھے، ہم نے اس وقت بار بار اس کی وجہ پوچھی کہ ایسا نہ کرو،

لیکن اس نے شرارت میں آکر ہوش وحواس باختہ ہوکر کسی کا کہنا نہ مانا۔ اس لئے بیان

ذہنیت میں اس کی تو بہت کم ہی آتی ہے(۱)۔ باب الکنایات، کتاب الطلاق، ردالمحتار شامی میں ایک نقشہ دیا ہے کہ فلاں فلاں کنائی لفظ ایسا ہے کہ غصہ کی حالت میں جب بیوی کو کہا جائے تو بلا نیت بھی طلاق ہوجاتی ہے، اگر رضامندی کی حالت میں کہا جائے تو بلانیت طلاق نہیں ہوتی۔ غصہ کی حالت کو بہ نسبت رضامندی کی حالت کے یہاں طلاق واقع ہونے میں زیادہ موثر قرار دیا گیا ہے۔

"والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضاء والغضب والمذاكرة، والثاني في حالة الرضاء والغضب فقط، ويقع في حالة المذاكرة بلا نية، والثالث يتوقف عليها في حالة الرضى فقط، ويقع في حالة الغضب والمذاكرة بلا نية، وقد نظمت ذلك بقولي:

نحو اخرجي، قومي، اذهبي ردا يحتمل — خلية برية سبا يصلح

واصبري اعتدي جوابا قد حتم — فالأول القصد به دوما تلزم

والثاني في الغضب والرضى احتمل — لا المذاكر والثالث في الرضا فقط"(۲)۔

فتح القدیر: ۳/ ۲۵(۳)، زیلعی: ۲/ ۲۱۷ میں بھی یہ مضمون موجود ہے(۴)۔ بحر(۵)، عالمگیری

---

(۱) "والكنايات لا تطلق بها قضاء إلا بنية أو دلالة الحال، وهي حالة مذاكرة الطلاق أو الغضب" (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۹۶، ۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/ ۳۷۵، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات: ۱/ ۴۶۹، رشيدية)

(۲) (رد المحتار، باب الكنايات: ۳/ ۳۰۱، ۳۰۲، سعيد)

(۳) "الأحوال هنا ثلاثة: حالة مطلقة وفسرها بحالة الرضا، وحالة مذاكرة الطلاق وهي ما قدمنا، وحالة الغضب، والكنايات ثلاثة أقسام: ما يصلح جواباً لطلبها الطلاق، أي التطليق، ويصلح رداً له، وما يصلح جواباً ولا يصلح رداً، وما يصلح جواباً وشتماً". (فتح القدير، فصل في الطلاق قبل الدخول، الكنايات: ۳/ ۲۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "وجملة الأمر أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة وهي حالة الرضا، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب. والكنايات ثلاثة أقسام". (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/ ۹۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۵) "وبهذا علم أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب". (البحر الرائق —

میں بھی تفصیل مذکور ہے(۱)۔

البتہ اگر غصہ اس درجہ کا ہو جائے کہ ہوش مختل ہو کر ایسے افعال وحرکات کا صدور ہونے لگے کہ اس کو پتہ ہی نہ ہو کہ کیا کر رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے، اور عقل اتنی مجبور و بے بس ہو جائے کہ قابو نہ پا سکے، نگرانی نہ کر سکے تو ایسا شخص مدہوش ہے، اس کی اس حالت کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس کی اس حالت کا اندازہ اس وقت کے اس کے دوسرے اقوال وافعال سے کیا جا سکے گا، محض دوسروں کے سمجھانے اور طلاق سے منع کرنے پر نہ ماننا کافی نہیں۔ اگر غصہ میں کسی کی زبان سے طلاق کا لفظ نکلے اور پھر اس کو کچھ یاد نہ ہو تو موقع کے دو گواہوں کے بیان پر اعتبار کرنا ہوگا، ایک یا دو یا تین طلاق کو جو بھی وہ بتائیں اسی کا حکم لگایا جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اس پر رد المحتار: ۲/ ۴۲۷ میں مفصل بحث کی ہے:

"فالذي ينبغي التعويل عليه في المدهوش ونحوه إناطة الحكم بغلبة الخلل في أقواله وأفعاله الخارجة عن عادته، وكذا يقال فيمن اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فاجئة: فما دام في حال غلبة الخلل في الأقوال والأفعال لا تعتبر أقواله ...... اهـ.

ثم طلق فشهد عنده اثنان أنك استثنيت وهو غير ذاكر، إن كان بحيث إذا غضب لا يدري ما يقول، وسعه الأخذ بشهادتهما وإلا لا، اهـ. فإن مقتضاه أنه إذا كان لا يدري ما يقول، يقع طلاقه، وإلا فلا حاجة إلى الأخذ بقولهما: إنك استثنيت، وهذا مشكل جداً، إلا أن يجاب بأن المراد بكونه لا يدري ما يقول أنه لقوة غضبه قد ينسى ما يقول ولا يتذكره بعد .... قال في الولوالجية: إن كان بحال لو غضب يجري على لسانه ما لا يحفظه بعده، جاز له الاعتماد على قول الشاهدين، اهـ". شامي: ۲/ ۴۲۷ (۲)۔ وقال العلامة الشامي،

= كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۳/ ۵۲۹، رشيديه)

(۱) "ثم الكنايات ثلاثة أقسام: ما يصلح جواباً لا غير ... وما يصلح جواباً ورداً لا غير ... وما يصلح جواباً وشتماً ... والأحوال ثلاثة: حالة الرضاء وحالة مذاكرة الطلاق ... وحالة الغضب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/ ۳۷۴، ۳۷۵، رشيديه)

(۲) (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش: ۳/ ۲۴۴، سعيد)

دکھایا جاسکتا، مگر اس کے لئے بھی وسیع و دقیق علم کی ضرورت ہے، ہر شخص کو اس کا بھی حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۱۳۹۲ھ۔

غصہ میں طلاق کے متعلق شامی کی ایک روایت کا مطلب

سوال [۶۰۰۷]: علامہ شامی ۲/۵۸۷ میں مدہوش کے ذیل میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والذي يظهر لي أن كلا من المدهوش والغضبان لا يلزم فيه أن يكون بحيث لا يعلم ما يقول، بل يكتفى فيه بغلبة الهذيان واختلاط الجد بالهزل كما هو المفتى به في السكران الخ" (۱)۔

اس کا کیا مطلب ہے؟ بوضاحت تحریر فرمادیں اور مفتی بہ قول کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شامی کے منقولہ کلام کا مطلب یہ ہے کہ بعض انسان غصہ میں اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ جنون کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اس کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کے کہنے کا اثر کیا ہوگا، ایسی حالت میں اس کی زبان سے اگر طلاق کا لفظ نکل جائے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسے کہ پاگل کے کلام پر شرعی اثرات مرتب نہیں ہوتے، مثلاً: بعض اوقات آدمی اگر اپنے والد کی شان میں گستاخی کے کلمات کہہ دے یا چپت مار دے تو والد اس کو معذور تصور کرتے ہیں کہ باوجود شائستہ ہونے کے اس نے یہ حرکت ایسی حالت میں کی کہ اس کو ہوش نہیں، اس لئے بعد میں وہ ادب واحترام کا معاملہ کیا کرتا تھا۔

جس غصہ میں یہ کیفیت نہ ہو اگر اس میں طلاق دے دے تو وہ واقع ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۱۳۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، مطلب في طلاق المدهوش: ۳/۲۴۴، سعيد)

(۲) "ولو شهدا بأنه طلق وهو لا يذكره، إن كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب، جاز له الاعتماد عليهما، وإلا لا". (الدر المختار).

"ومقتضى هذا الفرع أن من وصل في الغضب إلى حالة لا يدري فيها ما يقول، يقع طلاقه، وإلا لم يحتج إلى الاعتماد قول الشاهدين". (رد المحتار، باب العتق، مطلب فيما لو حلف وتمناه له آخر: ۳/۶۴۹، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون الخ: ۱۱/۱۸۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير، فصل في الاستثناء في الدخول: ۳/۳۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الفصل الخامس فی طلاق الصبی

(نابالغ کی طلاق کا بیان)

نابالغ کی طلاق اور حد بلوغ

سوال[۶۰۲۵]: ۱... مندرجہ ذیل مسئلہ میں شرعی فتوی تحریر فرما کر عنداللہ مشکور فرمادیں:

کیا ایک نابالغ کا ولی نابالغ کی طرف سے اس کی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے؟ اور یہ طلاق بمنزلہ اصل خاوند کی طرف سے جائز متصور ہوگا؟

۲۔ شریعت شریف میں بالغ کس عمر تک خیال کیا جاتا ہے؟

کریم اللہ، سب پوسٹ ماسٹر شاہ آباد، ضلع کرنال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ اپنی منکوحہ کو نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اس کی طرف سے اس کا ولی اس کی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے، ایسی صورت میں طلاق نامہ غیر معتبر ہوتا ہے:

"المضار كالطلاق ونحوه فلا يملكه: أي لا يملك الصبي بنفسه المضار ولو بإذن وليه، حتى لو طلق الصبي امرأته بإذن الولي بالطلاق، لايقع الطلاق، كما لا يملك: أي المضار عليه. أي على الصبي غيره: أي غير الصبي كالولي والوصي والقاضي". كشف المبهم شرح مسلم الثبوت، ص: ۲۰۹(۱)۔

(۱) لم أجد هذا الكتاب، وفي العالمكيرية: "لايقع طلاق الصبي وإن كان يعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش، هكذا في فتح القدير". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

"وتصرف الصبي والمعتوه إن كان نافعاً كالإسلام والاتهاب، صح بلا إذن، وإن ضاراً كالطلاق =

۲..... اگر علامتِ بلوغ احتلام وانزال وغیرہ متحقق نہ ہوں تو پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ شمار ہوگا:

"فإن لم يوجد فيهما شيء منها فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، وبه يفتى"۔

درمختار: ۲/۱۹۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/محرم الحرام/۵۲ھ۔

نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۲۰۷]: ایک لڑکی ہے اس کا نکاح اگر نابالغ لڑکے سے ہوا ہو اور فی الحال ابھی لڑکا نابالغ ہی ہے، تیرہ سال کی عمر لڑکے کی ہے اور لڑکی بالغ ہو چکی ہے تقریباً دو سال سے۔ اب لڑکے کو ناف سے لے کر نیچے تک فالج مار چکا ہے اور شوہر لڑکی کو طلاق دینا چاہتے ہیں۔ تو اب اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی کوئی صورت نہیں، جب لڑکا بالغ ہو جائے تب اس سے طلاق حاصل کرلی جائے، علامتِ بلوغ احتلام وانزال ہے، اگر یہ علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال عمر ہونے پر شریعت کی طرف سے بلوغ کا حکم ہو جائے گا(۲)۔

والعتاق، لا، وإن أذن به وليهما". (الدر المختار). "لاشتراط الأهلية الكاملة ... وكذا لا تصح من غيره كأبيه ووصيه والقاضي للضرر". (رد المحتار: ۶/۱۷۳، كتاب المأذون، مطلب في تصرف الصبي ومن له الولاية عليه، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۱۱۰، كتاب المأذون، الباب الثاني عشر في الصبي أو المعتوه، رشيديه)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۶۱، كتاب الحجر، فصل في معرفة حد البلوغ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ، رشيديه)

(۲) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال ... فإن لم يوجد فيهما شيء، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى، لقصر أعمار أهل زماننا". (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

نابالغ کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، اس کا ولی اگر طلاق دیدے تو وہ بھی واقع نہیں ہوگی، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۸ھ۔

طلاق صبی

سوال[۶۷۰۰]: ایک لڑکا عمر ۱۳/سال نابالغ ہے، اس کے چچا نے صغرسنی کی حالت میں، جب کہ وہ لڑکا مذکور ۹، یا ۱۰/سال کا تھا۔ اس کا نکاح کردیا تھا، جس لڑکی سے شادی کی تھی وہ اب بالغ ہے جس کی عمر اب تقریباً ۱۸/سال ہے۔ لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کردیا جائے، ورنہ جوان لڑکی ہے جس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ تقریباً دو سال سے اس نکاح سے ناخوشی کا اظہار کرتی چلی آرہی ہے۔ کچھ قرائن اس قسم کے ہیں کہ اگر کسی دوسری جگہ شادی نہ کی گئی تو شاید کسی شخص کے ساتھ بغیر نکاح ہی بھاگ جائے گی۔

لڑکی کے والدین لڑکے والوں پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے طلاق لینا چاہتے ہیں مگر لڑکا نابالغ ہے، ادھر فتنہ کا خطرہ ہے۔ کیا ایسی صورت میں لڑکے نابالغ کی طلاق واقع ہوسکے گی، جیسے کہ شرح حسامی میں مرقوم ہے:

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۶۱، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ، رشيديه)

(۱) "(لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده و المجنون والصبي ولو مراهقاً". (الدر المختار). "أي إلا إذا كان مجبوباً، و فرق بينهما، أو أسلمت زوجته فعرض الإسلام عليه مميزاً، فأبى وقع الطلاق، رملي". (رد المحتار: ۳/۲۴۳، كتاب الطلاق، مطلب في المعتوهة والأجرت والسنح، سعيد)

"يقع طلاق كل زوج إذا كان عاقلاً بالغاً سواء كان حراً أو عبداً ... ولا يقع طلاق الصبي وإن كان يعقل والمجنون والنائم". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

"ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ (الصدور من أهله مضافاً إلى محله و خرج غيرهما". (النهر الفائق: ۲/۳۱۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

"إعلم أن الطلاق والعتاق عدم مشروعيتهما بغير الحاجة، أما عند وقوع الحاجة ومس الضرورة، فيصير مشروعاً. قال شمس الأئمة رحمه الله تعالى في أصول الفقه: زعم بعض مشايخنا أن هذا الحكم غير مشروع أصلاً في حق الصبي، حتى أن امرأته غير محل للطلاق، وهذا وهمٌ عندي، فإن الطلاق يملك بملك النكاح؛ إذ لا ضرر في إثبات أصل الملك، وإنما الضرر في الإيقاع، حتى إذا تحققت الحاجة إلى صحة إيقاع الطلاق من جهة دفع الضرر كان صحيحاً، انتهى. كذا ذكر صاحب غاية التحقيق"(۱)۔

دیکھیں، جیسے عامہ کتب فقہ میں مذکور ہے؟ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ بظاہر لڑکے کا نقصان بھی نظر نہیں آتا، کیونکہ لڑکی کے والدین اس سے مجنون کا جو نابالغ ہے نکاح بھی کرنے کو تیار رہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

متون مذہب میں یہ مسئلہ بصراحت مذکور ہے جیسا کہ سائل کو بھی اعتراف ہے، لہذا اگر جزئیہ شاذہ اس کے خلاف ملے گا تو اس کے لئے ...... کوئی محمل حسن تجویز کرکے اصل مذہب کے موافق اور تابع قرار دیا جائے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر وہ قابل لحاظ ہے جس کی تفسیر کی گئی ہو، پھر وہ متروک ہوگا، حسامی اور غایۃ التحقیق کی عبارت دیگر کتب میں بھی موجود ہے، اس میں: "إذا تحققت الحاجة" کی قید زیادہ قابل لحاظ ہے جس کی تفسیر دوسری جگہ ہے۔ نور الانوار ص: ۲۸۵ میں اصل مسئلہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

"لكن قال شمس الأئمة: إن طلاق الصبي واقع إذا دعت إليه حاجة، ألا ترى أنه إذا أسلمت امرأته يعرض عليه الإسلام، فإن أبى فرق بينهما، وهو طلاق عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى. وإذا ارتد، وقعت الفرقة بينه وبين امرأته، وهو طلاق عند محمد رحمه الله تعالى، وإذا كان مجبوباً فخاصمت امرأته وطلبت التفريق، كان ذلك طلاقاً عند البعض. فعلم أن حكم الطلاق ثابت في حقه عند الحاجة، اهـ". (۲)۔

علامہ ابن نجیم مصری شارح کنز کتاب الاشباہ والنظائر، احکام الصبیان میں فرماتے ہیں: "ولا يقع

(۱) (النامي شرح الحسامي، فصل في بيان الأهلية، ص: ۱۷۴، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۲) (نور الأنوار، ص: ۲۸۵، مبحث الأحكام، فصل: ثم جملة ما ثبت بالحجج، سعيد)

طلاقه ولا عتقه إلا حكماً في مسائل ذكرناها في الفن الثاني من الفوائد في الطلاق"۔

ور ص: ۱۲۹۰ میں تحریر فرمایا ہے:

"الصبي لا يقع طلاقه إلا إذا أسلمت زوجته فعرض الإسلام مميزاً، فأبى وقع الطلاق على الصحيح، وفيما إذا كان مجبوباً وفرق بينهما، فهو طلاق على الصحيح، وبوكيل له لكونه مستحقاً عليه كعتق قريبه، كذا في عين المعراج اهـ"(۱)۔

اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"(قوله: الصبي لا يصح طلاقه إلا إذا الخ): أي لا يصح إيقاع الطلاق، وحينئذ لا صحة للاستثناء المذكور، إذ الإيقاع من الصبي. (قوله: فأبى وقع الطلاق) أقول: الصواب أن يقال: وقع التفريق، وهذا طلاق في الصحيح، وقيل: فسخ. (قوله: وهو طلاق على الصحيح) وقيل: فسخ اهـ" غمز عيون البصائر(۲)۔

الحاصل: جس طرح کا زوجہ بغیر تفریق نہیں ہو سکتے تو جب بعد تفریق اس طرح وقوع کیا جائے اور یہ تفریق بحکم طلاق ہوتی گویا کہ خود اس نے طلاق دی ہے(۳) جیسے کہ جب اور ارتداد کی صورت میں ہے، بخلاف صورت مسئولہ کے عنقریب لڑکا بالغ ہو جائے گا، اس وقت اگر وہ چاہے تو اس کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا، جب کہ لڑکی کا نکاح والد نے کیا ہے تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں، لہذا اس کی ناخوشی ظاہر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، کذا في الدر المختار(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (الأشباه والنظائر: ۲/۲۰۲، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر: ۲/۲۰۲، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "ثم الفرقة إن من قبلها ففسخ، لا ينقص عدد الطلاق، ولا يلحقها الطلاق إلا في الردة، وإن من قبله فطلاق". (الدر المختار: ۳/۲۰۲، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۹، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيدية)

(۴) "إنكاح الصغير والصغيرة جبراً ولو ثيباً كمعتوه ومجنون شهراً، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش ... إن كان الولي المزوج بنفسه بغبن أباً أو جداً". (الدر المختار: ۳/۶۶، كتاب النكاح) ـ

طلاقِ مراہق کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح

سوال[۶۰۷۸]: ایک عالم نے مراہق کے طلاق دینے اور عدت گزارنے کے بعد اس کی عورت کا نکاح دوسری جگہ کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے کردیا تو آیا وہ عالم اس وجہ سے خارج از اسلام اور کافر ہوگیا اور کافر بھی ایسا کہ اس کی توبہ غیر مقبول ہے؟ اور جو اس مجلسِ نکاح میں حاضر ہوئے تمام وہ کافر ہوگئے یا نہیں، اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب اس پر جواز دیتے ہیں لہٰذا اس نکاح کرنے والے کا حکم مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراہق کی طلاق شرعاً واقع نہیں:

"لا یقع طلاق المولی علی امرأة عبده والمجنون والصبي ولو مراهقاً، اهـ". درمختار (۱)۔

اگر کسی بالغ شخص نے طلاق دی تو بحالتِ عدت کے اندر نکاح حرام ہے: "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلك المعتدة، اهـ". الفتاوی العالمکیریة (۲)۔

= باب الولي، سعید)

"فإن زوجهما الأب والجد، فلا خیار لهما بعد بلوغهما، وإن زوجهما غیر الأب والجد، فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ، إن شاء أقام علی النکاح، وإن شاء فسخ". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۸۵، کتاب النکاح، باب الأولیاء، رشیدیه)

(وکذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۹، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، امدادیه ملتان)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۲، کتاب الطلاق، مطلب في الحشیشة والأفیون والبنج، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا في النهر الفائق: ۲/۳۰۶، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه)

"أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته، فالدخول فیه لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر، لأنه =

جب مراہق کی طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تو بطریق اولیٰ اس کی بیوی سے نکاح حرام ہوگا، لہٰذا وہ عورت اور اس سے نکاح کرنے والا مرد اور نکاح میں شریک ہونے والے اور جو لوگ منع کرنے پر قادر تھے، پھر انہوں نے اس نکاح سے نہیں روکا وہ سب گنہگار ہیں، سب کے ذمہ توبہ لازم ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ کوشش کرکے اس عورت کو پہلے شوہر یعنی مراہق کے یہاں پہونچائیں، مگر نکاح ان لوگوں میں سے کسی کا نہیں ٹوٹا، نہ کوئی اسلام سے خارج ہوا، نہ کافر ہوا۔

جس مفتی نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ لوگ کافر ہوگئے، اس نے غلط فتویٰ دیا، اہلسنت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا، نہ اسلام سے خارج ہوتا ہے: "ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان، ونسميه مؤمناً حقيقةً، ويجوز أن يكون مؤمناً فاسقاً غير كافر". شرح فقہ اکبر (۱)۔

جس وقت ایسی معصیت کی حلت کا اعتقاد کرے جس کی حرمت معلوم ہو اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہو تو اس وقت البتہ آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

علاماتِ بلوغ

سوال [۶۰۷۹]: شرع میں بالغ ہونے کی کیا علامتیں مانی گئی ہیں؟

ظاہر خان، نائب مدرس مدرسہ [illegible]، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈہ، ۱۷/ جولائی/ ۳۶ء۔

علم بقول أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً". (رد المحتار: ۳/۵۱۶، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد)

(۱) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، قديمي)

(۲) "استحلال المعصية كفر إذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي، وعلى هذا تفرع ما ذكر في الفتاوى: من أنه إذا اعتقد الحرام حلالاً فإن كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر، وإلا فلا". (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۲۰، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں: احتلام، انزال، احبال۔ اور لڑکی میں بھی تین ہیں: حیض، احتلام، حبل۔

اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو پندرہ سال پورے ہونے پر بقول مفتی بہ بالغ ہو جائے گا۔ کما فی تبیین الحقائق ص: ۲۰۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "قال رحمه الله تعالى: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، وإلا فحتى يتم له ثماني عشرة سنة، والجارية بالحيض والاحتلام والحبل، وإلا فحتى يتم لها سبع عشرة سنة، ويفتى بالبلوغ فيهما بخمس عشرة سنة". (تبيين الحقائق، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۲۰۳/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل السادس في الطلاق بألفاظ مصحفة

(لفظِ متغیرہ سے طلاق کا بیان)

لفظ "طق" سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۱۰۸۰]: میرے رشتہ دار وسسرال والے شریعت کے پابند نہیں، شریعت کے خلاف میری بیوی کے سامنے بے حیائی کی باتیں مجھ سے برداشت نہ ہوسکیں، غصہ میں ایک سانس میں میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے: "منو! میں نے تمہیں طق دی، منو میں نے تمہیں طلاق دی، منو میں نے تمہیں طلاق دی"۔ اس کے بعد زبردستی مجھ سے کاغذ پر یہ تحریر لکھوائی، سب خط آپ کو بھیجتی ہے۔ اس طرح سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لفظ "طق" لکھا ہے (بغیر لام کے) "طلاق" نہیں لکھا، یا زبان سے اسی طرح کہا ہے تو کوئی طلاق نہیں ہوئی(۱)۔ اگر لفظ "طلاق" لکھا ہے یا کہا ہے تو اس کو دوبارہ صحیح صحیح لکھئے، کیونکہ یہ سوال پہلے بھی آچکا ہے، اس میں اظہار دیا ہے، تحریر میں فرق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۱۳۹۱ھ۔

لفظ "تلاق" سے طلاق

سوال[۱۰۸۱]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک پرچہ لکھا اور اس میں یہ لکھا: "میں تم کو تلاق دے چکا"

---

(۱) "وإن حذف اللام وقف فقال: أنت طاق، لا يقع وإن نوى". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/۳۵۷، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، باب الصريح، مطلب في قوله: علي الطلاق من ذراعي: ۳/۲۵۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق: ۳/۲۴۳، إدارة القرآن كراچي)

بالتاء والقاف۔ اور یہ لفظ تین جگہ لکھا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور وقوع کی صورت میں کون سی طلاق ہوئی یعنی رجعی یا بائنہ یا مغلظہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے ایسا پرچہ لکھ کر بیوی کے پاس بھیجا اور اس کو اپنی تحریر کا اقرار ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے اور اس میں تین مرتبہ طلاق (ط ل ق) ہے تو بلاشبہ طلاق مغلظہ ہوگئی۔ صریح لفظ میں نیت کی ضرورت نہیں۔ علامہ شامی نے تصریح کی ہے:

"فصريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها أو لم ينو شيئاً. وفي أنت مطلاق أو أنت طالق طلاقاً يقع واحدة رجعية. ويدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاك وتلاك أو ط ل ق (١)۔ "كرر لفظ الطلاق وقع الكل" (٢)۔

وبحث الطلاق بالكتابة في المحقق لشامي والمختصر من رد المحتار (٣)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

لفظِ "طلاق" اور "تلاق" میں خسر اور داماد کا اختلاف

سوال [۶۰۵۰]: طلاق کا ایک مسئلہ عجیب طریقہ پر الجھ گیا ہے، معاملات کو پورے طور پر سمجھنے کے

(١) (الدر المختار: ٣/٢٤٧-٢٤٨، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب إيقاع الطلاق: ١/٣٨٦، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ١/٣٥٣، رشيدية)

(٢) (الدر المختار: ٣/٢٩٣، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ١/٣٥٦، رشيدية)

(٣) "كذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لا يقع الطلاق ما لم يقر أنه كتابه". (رد المحتار، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح: ٣/٢٤٧، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، قبيل الفصل السابع: ١/٣٧٩، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب: ٣/٣٨٦، إدارة القرآن كراچي)

نے خسر و داماد کے خطوط کے مضمون نقل کر کے بھیج رہا ہوں:

خسر کا خط داماد کے نام

تمہارا پیغام عزیزہ کو پہونچا دیا اور یہ بتا دیا کہ تمہارے شوہر نے یہ کہا ہے کہ "اگر عزیزہ ایک ہفتہ کے اندر ان کے گھر نہیں آجاتی تو ان کو طلاق دیتا ہوں" اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس جملہ کو انہوں نے دو مرتبہ کہا تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ شرعی تھا اور بڑی حد تک پریشان کن بھی تھا، چنانچہ اس مسئلہ پر یہاں ایک عالم سے مشورہ لیا گیا کہ قاعدہ سے طلاق ہوگئی، انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ شوہر اور بیوی کے تعلقات اس وقت تک منقطع رہیں جب تک کہ عقد ثانی نہ ہو جائے اور جب تک دوسرا نکاح نہ ہو جائے پردہ رہے گا"۔

داماد کا خط خسر کے نام:

"آپ نے عزیزہ کو جو پیغام پہونچایا یہ بالکل غلط ہے، اس کے لئے میں اپنے ہاتھ میں قرآن لے کر قسم کھا سکتا ہوں، میں بالکل جھوٹ نہیں بول رہا ہوں، میں نے جو کچھ کہا تھا تب کچھ کہا تھا۔ ایک بار آپ پھر سن لیں، یہ جملہ میں اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر لکھ رہا ہوں، میں نے کہا تھا کہ "عزیزہ ایک ہفتہ کے اندر اگر نہیں آئیں تو "طلاق" سمجھیں"۔ اور یہ جملہ صرف ایک بار زبان سے کہا تھا اور ضرور فیروز اللغات اٹھا کر دیکھ لیں "طلاق" کے کیا معنی ہیں، معنی بھی سن لیجئے ہم سے طلاق کے معنی: "بیوی کو ملاقات کرنا"۔ آپ بھی لغت دیکھ لیں اور میں یہ جملہ بار بار دہرا سکتا ہوں۔

یہ دونوں خطوط کے مضامین ہیں۔

"طلاق" کے معنی اگر لیے جائے تو داماد کی ہر باتوں کا مطلب کچھ غیر موزوں ہو کر رہ جاتا ہے، ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ "اس جملہ کو صرف ایک بار دہرایا" جب کہ خود دوسری جگہ کہتے ہیں کہ "اس کو بار بار کہہ سکتا ہوں"۔

خسر کا کہنا ہے کہ طلاق کا لفظ دو بار کہا گیا تھا تو جملہ موزوں ہوتا اور طلاق کا لفظ بھی نہ ہوتا۔ آپ فتویٰ سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر داماد کو خسر کی بات اور نقل پر اعتماد بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی معاملہ سہل ہے، وہ یہ کہ شوہر یہ کہہ دے کہ "میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا" اور پھر بطور تعلق زوجیت قائم کرلے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ یہ حق عدت کے اندر اندر ہے، یعنی جس وقت الفاظ مذکورہ بیوی کے حق میں کہے ہیں اور بیوی ایک ہفتہ میں [illegible] تو اس وقت تین حیض گذرنے سے پہلے پہلے شوہر کو اختیار مذکور حاصل ہے(۱)، تین حیض گزرنے پر عدت ختم ہوجائے گی اور مذکورہ اختیار بھی ختم ہوجائے گا، اس وقت تجدید نکاح کی ضرورت پیش آئے گی(۲)۔ اگر داماد کو خسر کی بات اور نقل پر اعتماد نہ ہو، بلکہ اپنی بات اور مراد پر اصرار ہو تو خسر کا قول شرعاً بغیر دونوں گواہوں کے تسلیم نہ ہوگا، داماد کا قول معتبر رہے گا(۳)۔

تنبیہ: اللہ کے ساتھ رسول کا گواہ بنانا جائز نہیں(۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۹/۸۹ھ۔

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة الخ: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة: ۳/۱۴۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها" (الفتاوى العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۱/۴۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "(و) نصابها (لغيرها) أي نصاب الشهادة (لغيرها من الحقوق، سواء كان) الحق (مالاً أو غيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية واستهلال صبي) ولو (للإرث رجلان) (أو رجل وامرأتان)". (الدر المختار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول في تعريفها الخ: ۳/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/۱۰۳، رشيديه)

(۴) "ومن تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله، لايجوز النكاح، كذا في التجنيس والمزيد" (الفتاوى

"میں نے اپنی بیوی کو.......... دے دی" کا شرعی حکم

سوال [۱۰۸۴۳]: ایک شخص رفیق اپنی بیوی عابدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور روزانہ عابدہ سے لڑتا جھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ "تو مجھے پسند نہیں ہے، میں تجھے طلاق دے دوں گا، تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا، اپنے باپ سے کہہ دے کہ میں شوہر کے گھر جانا نہیں چاہتی، تا کہ میری بدنامی نہ ہو، تو خود ہی باپ کے گھر بیٹھ جا"۔ عابدہ نے ایسا نہیں کیا، باپ کے گھر نہیں گئی، شوہر ہی کے گھر رہی۔ اسی دوران رفیق نے ایک دن تکرار وجھگڑے کے دوران اپنی بیوی عابدہ بیگم کو حسب ذیل عبارت لکھ کر دی:

"اپنے قلم سے میں نے عابدہ کو..... دے دی ہے"۔

اس جملہ میں بیچ میں جگہ چھوڑ دی جس میں "طلاق" کا لفظ ہی فٹ آسکتا ہے۔ رفیق کا جو سلوک اپنی بیوی کے ساتھ ہے اور جو نیت وارادہ اپنی بیوی سے ظاہر کرتا ہے، اس کی روشنی میں یہ جملہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ "میں نے عابدہ کو طلاق دے دی"۔

مذکورہ بالا صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اگر طلاق واقع ہوگی تو کس قسم کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۱۳۹۳ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

- العالمکیریۃ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/۲۶۸، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنہر، کتاب النکاح: ۱/۳۲۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۵۵، رشیدیہ)

(۱) "وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح، أو كناية..... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته ..... ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كنايةً، لا يقع عليه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(وكذا في حاشية الشلبي على التبيين للزيلعي: ۳/۴۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في ركن الطلاق: ۳/۱۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

باب الطلاق الصریح

(طلاقِ صریح کا بیان)

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں

سوال [۶۰۸۳]: زید کی زوجہ بحکم خاوندی نافرمان ہے اور خانگی کاروبار میں خاوند کے کہنے کی پرواہ نہیں کرتی، کھانا وغیرہ دیتے وقت بھی اکثر زبان درازی کرجاتی ہے اور ناشائستہ کلمات بک دیتی ہے۔ زوج بہت غریب آدمی ہے، دو بچے بھی ہیں، بوجہ عسرت یہ نوبت آتی ہے۔ زوج نے اکثر موقعوں پر اس کی زبان درازی سے تنگ آکر اپنی جہالت سے کہہ دیا کہ "تو چلی جا، میں نہیں رکھتا، تجھے طلاق دیدی"۔ ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ "تو میری خالہ ہے، اگر میرے بھائی نے اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے نہ کیا تو تجھے نہ رکھوں گا"۔

زوجہ اپنی ساس سے لڑتی ہے تو زید نے کہا کہ "قسم اللہ کی! اگر تو لڑے گی تو تجھے طلاق ہے" اور یہ کلمہ تین مرتبہ کہا، جب زید نے کہا کہ اس طرح کہنے سے طلاق پڑجاتی ہے تو زوج اور زوجہ بہت نادم ہوئے اور منفعل ہوئے۔ اور زید کہتا ہے کہ میں نے تو دل سے طلاق نہیں دی۔ تو کیا واقعی طلاق پڑگئی، اگر پڑی تو کونسی طلاق پڑی ہے؟ رجوع کی گنجائش ہے یا نہیں؟ ایک طلاق پڑی ہے یا دو تین پڑگئیں؟ بینوا توجروا۔

۱۰/شوال/ ۱۳۵۷ھ از بیسہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مرتبہ طلاق دینے سے مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے (۱)، صریح الفاظ میں

---

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، والأصل فيه قوله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾". (الهداية: ۲/ ۳۹۹، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، شركت علميه ملتان)

نیت کی حاجت نہیں ہے(۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/ ۵۷ھ۔

طلاقِ رجعی، بائن اور مغلظہ میں فرق

سوال[۱۰۹۵]: ایک شوہر نے رمضان شریف میں شام کے وقت روزہ کی جھانجھ میں جھگڑے لڑائی کے بعد اپنی عورت کو تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" اور پھر یہی الفاظ ایک تیسرے شخص کے سامنے بھی دریافت کرنے پر تین مرتبہ کہے۔ آیا اس صورت میں طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑ گئی ہے تو کس قسم کی؟ آیا رجعی یا بائن یا مغلظہ واقع ہوئی؟ اور عورت حاملہ ہے تو عدت کتنے روز تک ہوگی؟ نیز طلاق رجعی بائن ومغلظہ کی صاف وضاحت فرمایئے کہ تینوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

العبد: امیر احمد، مبلغ وسفیر دارالمصنفات، مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وکرامۃ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں شوہر کی طرف سے بیوی کے حق میں یہ الفاظ کہ "میں نے تجھ کو آزاد کر دیا" بمنزلہ صریح طلاق کے ہیں جن سے بلا نیت طلاق ہو جاتی ہے(۲) اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہو جاتی ہے، پس

= (وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۰۳/۳، كتاب الطلاق، مسائل المحلل وغيرها، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳۰۳/۳، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۹۳/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۳/۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۱) "سمي هذا النوع صريحاً ... . وهذه الألفاظ ظاهرة المراد؛ لأنها لا تستعمل إلا في الطلاق عن قيد النكاح، فلا يحتاج فيها إلى النية لوقوع الطلاق؛ إذ النية عملها في تعيين المبهم ولا إبهام فيها".

(بدائع الصنائع: ۲۲۲/۳، كتاب الطلاق، شرط النية في الكناية، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۳۷/۳، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۲۴۷/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۲) "لو قال الرجل لامرأته: "ترا چنگ باز داشتم" أو "بهشتم" أو "یلہ کردم ترا" أو "پائے کشادہ کردم ترا" فهذا كله تفسير قوله: "طلقتك" عرفاً، حتى يكون رجعياً، ويقع بدون النية. كذا في الخلاصة". (الفتاوى =

صورتِ مسئولہ میں اس عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اس کا حکم یہ ہے کہ حلالہ کرے یعنی عدت ختم ہونے پر عورت کسی اور دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ شخص نکاح کے بعد اس سے صحبت کرے، پھر اگر طلاق دیدے یا مرجائے تو عدت گذار کر اس پہلے شوہر سے نکاح درست ہوگا، بغیر اس کے نکاح درست نہیں (۱)۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے (۲)۔

صریح لفظ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال صرف طلاق میں ہوتا ہو کسی اور محل میں نہ ہوتا ہو) طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ کنایہ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال طلاق میں بھی ہوتا ہے اور غیر طلاق میں بھی ہوتا ہے جیسے نکل جا، دور ہو، میں نے تجھ کو نکال دیا، اپنے باپ کے گھر جا کر رہ وغیرہ) طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اس میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض دلالاتِ حال مثلاً لڑائی اور غصہ کی حالت یا طلاق کا پہلے سے تذکرہ ہونا، عورت کا مطالبۂ طلاق کرنا بھی نیت کے قائم مقام ہوجاتا ہے، اگر نہ نیت ہو نہ قائم مقامِ نیت ہو تو ایسے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور صریح الفاظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ خوشی کی حالت میں کہے

= (العالمگیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیه)

"لم الفرق بینه وبین سرحتک، فإن سرحتک کنایة، لکنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح، فإذا قال: "رها کردم" أی سرحتک، یقع به الرجعی مع أن أصله کنایة أیضاً". (رد المحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنایات، سعید)

(۱) "وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة أو ثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها، کذا فی الهدایة". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۳، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۳۹۹، شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی الدر المختار، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، سعید)

(۲) "(والعدة) فی حق الحامل مطلقاً ولو أمةً أو کتابیةً أو من زنا، بأن تزوج حبلی من زنا، ودخل بها، ثم مات، أو طلقها، تنقضی بالوضع". (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۵۰۴، باب العدة، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۵۲۸، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴/۲۲۶، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۵۳، باب العدة، دار الکتب العلمیة بیروت)

خواہ خصی کی۔

نتیجہ کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ طلاق رجعی میں صرف رجعت کافی ہے یعنی عدت کے اندر یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا رجوع کرلیا وغیرہ اور صحبت وغیرہ سے بھی رجعت ثابت ہوجاتی ہے۔

طلاق بائن میں رجعت کا اختیار نہیں رہتا، بلکہ دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ اختیار رہتا ہے چاہے شوہر بیوی عدت کے اندر نکاح کرلیں چاہے عدت کے بعد، اور طلاق مغلظہ میں نہ رجعت کا اختیار باقی رہتا ہے، نہ دوبارہ نکاح درست ہوتا ہے، حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے(۱) جس کی کیفیت صورت مسئولہ کے جواب میں بیان کی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۰/۵۶ھ۔

عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۷/شوال/۵۶ھ۔

---

(۱) "فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق، فهو صريح، يقع بلانية، وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره، فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام". (رد المحتار: ۲۴۷/۳، باب الصريح، سعيد)

"وتصح (الرجعة) بتزوجها في العدة إن لم يطلق بائناً، فإن أبانها فلا". (رد المحتار مع الدر المختار: ۳۹۹/۳، ۴۰۰، باب الرجعة، سعيد)

"فالصريح ما ظهر المراد منه ظهوراً بيناً حتى صار مكشوف المراد بحيث يسبق إلى فهم السامع بمجرد السماع، حقيقة كان أو مجازاً، ويقع واحدة رجعية. (تبيين الحقائق). "الكنايات ما خفي المراد منه لتوارد الاحتمالات، لا تطلق بها إلا بنية، أو دلالة الحال". (حاشية الشلبي: ۳۹/۳، ۵۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

"فالصريح قوله: أنت طالق، لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولا تستعمل في غيره، فكان صريحاً، وأنه يعقب الرجعة بالنص، ولا يفتقر إلى النية؛ لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال ... الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال؛ لأنها غير موضوعة للطلاق، بل تحتمله وغيره، فلا بد من التعيين أو دلالته، وبقية الكنايات إذا نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة، وإن نوى ثلاثاً، كان ثلاثاً، وإن نوى ثنتين كانت واحدة بائنة". (الهداية: ۳۵۹/۲، ۳۷۳، ۳۷۳، ۳۷۴، باب إيقاع الطلاق، مكتبه شركة علميه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک عاقل بالغ شخص جو اس سے علم رکھتے ہوئے ایک جملہ بولتا ہے جو اہلِ وضع کی حیثیت سے معنی دار ہے مہمل نہیں، برمحل ہے (بیوی کے حق میں ہے) بے محل نہیں ہے، ماں کی سخت گفتگو کی وجہ سے، جس سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ماں کو سکون حاصل ہوجائے، پھر وہ سخت گفتگو نہیں کرے گی، تو کیسے تسلیم کیا جائے کہ اس کی نیت نہیں تھی ( )۔

صاف صریح لفظوں میں بھی نیت پر مدار رکھا جائے تو سارے عالم کا نظام درہم برہم ہوجائے، بڑی سے بڑی بات آدمی کہہ دے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، اپنے والد کو گالی دے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، مکان فروخت کردے اور کہے کہ میری نیت نہیں تھی، نکاح کا ایجاب وقبول کرلے اور کہے کہ میری نیت نہیں تھی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس شخص کی انسانیت ختم کردی گئی اور اس کو جانوروں میں داخل کردیا گیا۔ طلاق کا حال تو ایسا ہے جیسے کوئی چاقو پیٹ میں مار کر چاک کردے پھر کہنے لگے میری نیت نہیں تھی، اس کی نیت ہو یا نہ ہو اس سے کیا بحث ہے، پیٹ تو چاک ہوگیا، اب کہتا ہے کہ میری نیت نہیں تھی۔

عورت کی مرضی نکاح میں لی جاتی ہے، لیکن جب وہ نکاح میں آگئی تو طلاق کا اختیار شریعتِ پاک نے صرف مرد کو دیا ہے، عورت کی مرضی پر طلاق موقوف نہیں (۲)۔ بچے کی پرورش کا حق عورت کو ہے، وہ شخص طلاق

(۱) "الصریح ما لا یحتاج إلی نیة، بائناً کان الواقع به أو رجعیاً". (الدر المختار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر: ۳/۳۰۵، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۳/۲۲۳، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النیة فی الکنایة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "أما الذی یرجع إلی الزوج فمنها: أن یکون عاقلاً حقیقةً وتقدیراً، فلا یقع طلاق المجنون والصبی الذی لا یعقل". (بدائع الصنائع: ۳/۱۶۳، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/۳۱۶، کتاب الطلاق، رشیدیه)

سے ختم نہیں ہوجاتا (۱)۔ اپنا مہر بھی لے سکتی ہے (۲)۔ عدت کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے (۳)، بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرے تو نفقہ اس کے ذمہ ہوگا۔

اس نے پہلا نکاح کرکے عصمت شوہر کے سپرد کردی تھی، اسی طرح دوسرا نکاح کرکے اپنی عصمت اس کے سپرد کرنے میں کیا اشکال ہے؟ پہلے نکاح میں یہ اشکال کیوں پیش نہیں آیا؟ شریعت نے طلاق پر مجبور نہیں کیا، اس کا بھی اختیار ہے کہ پہلے شوہر کی طلاق کے بعد کسی سے بھی نکاح نہ کرے، اس کا بھی اختیار ہے کہ بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرکے ہمیشہ اس کے ساتھ رہے، لیکن اگر جذبات کی تسکین بغیر پہلے شوہر کے پاس جائے نہ ہوتی ہو تو اس کے لئے راستہ بتایا گیا ہے جس پر چلنا خود عورت کے اختیار میں ہے، اس کو مجبور نہیں کیا گیا۔ دوسرے شخص سے نکاح کو عصمت ریزی کہنا بڑی جسارت ہے، اگر یہ عصمت ریزی ہے تو پہلے شوہر کے پاس بھی رہنا عصمت ریزی ہے، ایسے الفاظ سے توبہ کی جائے۔

---

(۱) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم، إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة غير مأمونة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۴۱، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۵۵۵، كتاب الطلاق، باب الحضانة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۵۰۰، كتاب الطلاق، باب الحضانة، رشيديه)

(۲) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۵۱، كتاب الطلاق، باب الحضانة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۵۲۰، كتاب الطلاق، فصل في بيان ما يتأكد به المهر، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى، كان الطلاق رجعياً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت المرأة أو لم تكن". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في نفقة المعتدة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۳۳، كتاب الطلاق، فصل في نفقة المعتدة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۳۲۴، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه)

طلاق کا تماشہ بنانا جاہلوں کا کام ہے کہ ذرا سی بات ہاں سے بیوی کو فوراً تین طلاق دیدی، پھر دوسرے سے کہہ کر طلاق دلوائی، یہ تو شریعت کا تمسخر ہے، اپنی جہالت اور حیوانیت کو شریعت کا حکم کیوں کہا جاتا ہے۔ جو شخص واقف حال ہو وہ اس نیت سے ایسی مطلقہ عورت سے نکاح کرے کہ بعد صحبت میں طلاق دیدوں گا تاکہ اس غریب کا گھر آباد ہو جائے تو اس پر اس کو اجر ملے گا(۱)، اس پر لعنت نہیں وارد ہوئی، آپ نے اگر لعنت سنی تو غلط سنی۔ لعنت والی صورت یہ ہے کہ شوہر اول کسی آدمی سے یہ شرط لگا کر اپنی مطلقہ کا نکاح کرائے کہ تم بعد میں طلاق دیدینا، دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۱۳۹۵ھ۔

طلاق قبل الدخول و بعد الدخول میں زوجین کے اختلاف کا حکم

سوال[۷۰۰۷]: اگر زوجین میں اختلاف ہو، زوجہ کہتی ہو کہ مجھے طلاق بعد الدخول دی گئی ہے اور زوج کہتا ہے کہ قبل الدخول دی ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

زوجہ کا قول معتبر ہوگا، "وفي الذخيرة: افترقا فقالت: افترقنا بعد الدخول، فالقول قولها؛ لأنه تنكر سقوط نصف المهر" . بحر: ۱۶۳/۳(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

لفظ "چھوڑ دیا" سے طلاق کا حکم

سوال[۷۰۰۸]: زید نے عمر سے اس کی بیوی کے متعلق کہا کہ اپنی بیوی کو کیوں نہیں لے آتا تو عمر نے زید کو یہ جواب دیا کہ "ہم نے اس کو چھوڑ دیا"۔ از روئے شرع کیا اس سے طلاق ہوئی کہ نہیں؟ اگر ہوئی تو رجعی یا بائن؟

عبدالحق محمد حسین آریانی، اعظم گڑھ۔

---

(۱) "وإن لم يشترط التحليل في النكاح، حل للأول ولا يكره، ولا تعتبر النية. ولو شرطاه، فهي المختلف. وقيل: المحلل مأجور، وتأويل اللعن: إذا شرط الأجر". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۲۰۳/۱، كتاب الطلاق، الفصل التاسع في الحظر والإباحة، نوع آخر في المحلل، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق: ۲۵۱/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "ہم نے اس کو چھوڑ دیا" یہاں کے عرف میں بمنزلہ صریح کے ہے، اس سے بلا نیت بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوجاتی ہے خواہ مذاق ہی میں کیوں نہ کہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی(۱)، عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے اور بعد عدت نکاح درست ہے(۲)، جہاں کا عرف اس کے خلاف ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا(۳)۔

محمود گنگوہی ۲۰/ربیع الاول/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/ربیع الاول/۵۳ھ۔

---

(۱) "وإن كانت (أي الكتابة) مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو اهـ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، كتاب الطلاق، الفصل السادس: الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

"بخلاف فارسية قوله: سرحتك وهو "رها كردم" لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري ... فإذا قال: "رها كردم" أي سرحتك يقع به الرجعي، اهـ". (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۲) "وتصح في العدة إن لم يطلق ثلاثاً ... ومراده أن لا يكون ثلاثاً سواء كان واحداً أو ثنتين. وينكح مبانته في العدة وبعدها - أي مبانته بما دون الثلاث". (البحر الرائق: ۳/۸۳، ۹۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۸۹، ۳۰۲، شرائط جواز الرجعة، حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عربی فتاوی میں لفظ "سرحتك" "میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے" کو الفاظ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے

(كما في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق: ۳/۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۳/۵۰۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في =

ولذا لک: "لأن الأولى عمدة والثانية تأكيد" ۳/ ۲۹۰ (۱)۔ "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه" ۳/ ۲۵۱ (۲)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوبارہ طلاق کا واقع ہو جانا تو بالکل ظاہر ہے، اس کے بعد جب دوسرا جملہ کہا کہ "یہاں سے جاؤ، اب تو چھوڑ دیا ہے" اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ تم کو دو طلاق دے کر چھوڑ دیا ہے لہٰذا اب یہاں سے جاؤ تو اس جملے سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی بلکہ پہلی طلاق کی خبر و حکایت ہے، لہٰذا شوہر کو حق رجعت عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے حاصل ہے (۳)۔

اگر یہ خط کشیدہ جملہ اس مقصد کے لئے نہیں بولا بلکہ "یہاں سے جاؤ" طلاق کے لئے کہا ہے تو اس سے تیسری طلاق واقع ہو کر حرمت مغلظہ ہوگئی (۴)۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے ذریعے پہلی دو طلاق رجعی کو بائن کرنا مقصود ہو تو اس سے مستقل طلاق نہ ہوگی، بلکہ پہلی دی ہوئی رجعی طلاق بائن ہو جائے گی (۵) اور بغیر حلالہ

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۹۰، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(۲) (رد المحتار: ۳/ ۲۵۱، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركة علمية)

(وكذا في المبسوط: ۶/ ۱۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، حبيبية كوئٹه)

(۴) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۵-۳۵۶، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۶۲، كتاب الطلاق، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۵) "رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدة، ثم قال بعد ذلك: جعلت تلك التطليقة بائنة، أو قال: جعلتها ثلاثاً، اختلفت الروايات فيه، والصحيح أن على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى تصير بائناً أو ثلاثاً". ■

"ہم نے اس کو چھوڑ دیا" کہنے کا حکم

سوال[۱۰۹۰]: مسمی شاہ رخان نے اپنی زوجہ زبیدہ کو روبرو گواہان یہ کہا کہ "ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور وہ خلع کے پانچ صد روپے ہم سے لے لیں"۔ کیا اس صورت میں مسماۃ زبیدہ کو اپنے شوہر سے طلاق بائن ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو ایسا کہنے سے "ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے" ایک طلاق رجعی واقع ہوئی(۱)۔ اور خلع کا صحیح ہونا بیوی کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے، اگر جب ہی قبول کرلے تو صحیح ہوجاتا ہے، ورنہ خلع صحیح نہیں ہوتا(۲)، نیز خلع میں کچھ دینا بھی ہوتا ہے، بیوی دیتی ہے نہ کہ شوہر۔ بظاہر خلع کا مطلب شوہر کے نزدیک اصطلاحی خلع نہیں بلکہ ادائیگی مہر کی طلاق کے ساتھ مقصود ہے، اس سے طلاق بائن نہیں ہوئی، اگر عدت میں رجعت نہ کی تو عدت ختم ہونے پر بائن ہوجائے گی(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "ثم فرق بينه وبين سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: "رها كردم" أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً". (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) "لو قال: خلعتك بكذا، فقالت: نعم، فليس بشيء ... ولو قالت: رضيت أو أجزت، صح". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

"وشرطه كالطلاق، وهو أهلية الزوج وكون المرأة محلاً للطلاق ... وأما ركنه إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، رشيديه)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها ... ولا بد من قيام العدة ... إنما يتحقق الاستدامة في العدة؛ لأنه لا ملك بعد انقضائها". (الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۳۹۴، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة الخ: ۱/۴۷۰، رشيديه)

لفظ "چھوڑ دیا" سے طلاق کا حکم

سوال[۱۰۰۱۶]: زید نے کسی معمولی بات پر اپنی بیوی سے جھگڑا کر کے کہا "جاؤ، میں نے تجھے چھوڑ دیا"۔ بعد وزید سے پوچھا گیا "جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا" اس سے تیرا کیا مطلب ہے؟ زید قسم کھا کر کہتا ہے اس لفظ سے میرا مطلب اپنی بیوی کو تنبیہ کرنا ہے تاکہ شرارت سے باز آجائے، نہ کہ طلاق دے کر دور کر دینا۔ اس واقعہ سے قبل یا بعد لفظ طلاق یعنی مذاکرۂ طلاق نہیں ہوئی، میاں اور بیوی دونوں قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بلا نیت "جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا" اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی تو جواب بحوالہ کتب ضرور مرحمت فرما دیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں دو لفظ ہیں: "جاؤ" دوسرا "میں نے تجھے چھوڑ دیا"، یہ دونوں لفظ کنایہ ہے کہ طلاق کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور غیر طلاق کے لئے بھی، اس میں رد کی بھی صلاحیت ہے اور جواب کی بھی، اس سے طلاق ہونے کا مدار نیت پر ہے اور شوہر کا قول قسم کے ساتھ نیت کے بارے میں معتبر ہے:

"وما يصلح جواباً ورداً لا غير: اخرجي اذهبي ...... ففي حالة الرضاء لا يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين، وفي حالة مذاكرة الطلاق يقع الطلاق في سائر الأقسام قضاءً، إلا فيما يصلح جواباً ورداً فإنه لا يجعل طلاقاً، كذا في الكافي. وفي حالة الغضب يصدق في جميع ذلك، الخ" الفتاوى العالمكيرية مختصراً: ۱/۳۷۴(۱)۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۴۵۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۹، ۸۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۲۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

دوسرا لفظ: "میں نے تجھے چھوڑ دیا" ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے:

"إذا قال الرجل لامرأته: "**بهشتم تُرا از زنی**" فاعلم بأن هذه اللفظة استعملها أهل خراسان وأهل العراق في الطلاق، وأنها صريحة عند أبي يوسف رحمه الله تعالى، حتى كان الواقع به رجعياً، ويقع بدون النية. وفي الخلاصة: وبه أخذ الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى. وفي الفقه: وعليه الفتوى، كذا في التاتارخانية.

وإذا قال: "**بهشتم تُرا**" ولم يقل: "**از زنی**" فإن كان في حالة الغضب ومذاكرة الطلاق، فواحدةٌ يملك الرجعة، وإن نوى بائناً أو ثلاثاً فهو كما نوى. وقول محمد رحمه الله تعالى في هذا كقول أبي يوسف رحمه الله تعالى، كذا في المحيط. ولو قال الرجل لامرأته: "**تُرا چنگ باز داشتم**" أو "**بهشتم**" أو "**يله كردم تُرا**" أو "**پائے گشاده كردم ترا**" فهذا كله تفسير قوله: طلقتك، عرفاً، حتى يكون رجعياً، ويقع بدون النية، كذا في الخلاصة. وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: "**بهشتم**" بالوقوع بلا نية، ويكون الواقع رجعياً اهـ". فتاوى عالمگیری مصری: ۱/۲۷۹(۱)۔

"بخلاف فارسية قوله: سرحتك، وهو "**رها كردم**"؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري ..... فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: "**رها كردم**": أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت ..... وأما إذا تعورف استعماله في مجرد الطلاق، لا بقيد كونه بائناً، يتعين وقوع الرجعي به، كما في فارسية

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

"سرحتک"۔ شامی: ۲/۷۱۷ (۱)۔

عبارت بالا سے چند امور معلوم ہوئے: عربی میں "سرحتک" اور فارسی میں "بهشتم" یا "رہا کردم" یا "یلہ کردم" اصلاً کنایہ ہیں، لیکن عرف ان کو استعمال طلاق ہی میں غالب ہے، اس لیے ان الفاظ سے بلا نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق رجعی ہوتی ہے اور یہ حکم غلبۂ استعمال کی بنا پر ہے، لہٰذا جہاں یہ عرف نہ ہوگا وہاں یہ حکم بھی نہ ہوگا۔

اس سے فتاویٰ سراجیہ کی عبارت کا محمل بھی معلوم ہو گیا، یہ لفظ اصل کے اعتبار سے کنایہ ہے جس کا تقاضا ہے کہ بغیر نیت واقع نہ ہو۔

رہا یہ کہ عرف کی وجہ سے اس سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سے اس عبارت میں تعرض نہیں کیا۔ مجموعہ فتاویٰ: ۱/۳۸۳ میں مولانا عبدالحی نے اس لفظ سے جو سوال میں مذکور ہے وقوعِ طلاق کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے "یعنی صریح طلاق کے ہیں" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۱/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی قعدہ/۵۹ھ۔

لفظ "چھوڑ دی" سے طلاق

استفتاء [۱۰۹۰]: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک بالغ لڑکے سے اس شرط پر کر دیا کہ لڑکا میرے گھر پر رہے، لڑکے کے والد نے بھی لڑکے کی طرف سے اس شرط کو منظور کیا، نکاح ہو گیا، نکاح کے بعد لڑکی والد نے لڑکے کے گھر ایک دن کے لئے بھیج دی، اس کے بعد لڑکی اپنے والد کے مکان پر آ گئی، پھر چند روز کے بعد لڑکا آ گیا اور کہنے لگا کہ اپنی لڑکی کو میرے گھر بھیج دو۔ میں نے کہا کہ کیوں بھیج دوں جب کہ یہ شرط قرار پائی کہ لڑکی اور تم بھی میرے گھر پر رہو، کہنے لگا کہ میں اس پر راضی نہیں، نہ میرے والدین، آخر الامر بہت جھگڑا ہو گیا۔

لڑکے نے بہت گالیاں دیں اور اس کے والد نے بھی بہت گالیاں دیں اور لڑکے نے یہ الفاظ کہے

(۱) رد المحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید

(۲) مجموعۃ الفتاوی، کتاب الطلاق: ۲/۸۰، سعید

اور مولانا نے اپنے اس قول سے رجوع فرمایا ہے لہذا باعث اختصار یہ بات ہوئی کہ ان الفاظ کو صریح یا غیر صریح مانیں؟ یقینی طور پر واضح فرمائیے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہتا ہے تو اس سے بغیر نیت کے رجعی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور تین مرتبہ مدخول بہا کو کہنے سے مغلظہ ہوجاتی ہے(۱)۔ اور بہشتی زیور جو کہ سب سے آخر میں چھپا ہے اور خاص طور سے اس کے مسائل کی تصحیح کی گئی ہے اس میں بھی مسئلہ کو اس صحیح طور پر لکھدیا ہے اور مولانا اشرف علی صاحب مرحوم نے اس کی عبارت بدل دی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۲/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۲۴/۲/۶۳ھ۔

---

(۱) "عربی فتاویٰ میں لفظ "سرحتک" یعنی "میں نے تجھے چھوڑ دیا" کو الفاظ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے۔

(كما في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق: ۴/۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۳/۵۲۳، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/۳۷۵، رشيدية)

"ہو چکا ہے" کی بحث فتاوی دارالعلوم دیوبند ۹/۳۲۸، [illegible] اور [illegible] ۲/۵۰۷ میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس لفظ کو بوجہ عرف عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۲۲، امداد الفتاوی ۲/۳۳۵، اسی طرح مولانا عبد الرحیم صاحب نے فتاوی رحیمیہ ۸/۲۰۹ میں اس کو طلاق صریح قرار دیا ہے، جب کہ [illegible] سے ثبوت میں شمار کیا گیا ہے اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی یہ رائے [illegible] طلاق صریح [illegible] ہے جیسا کہ رد المحتار ۳/۲۹۹، باب الکنایات میں ہے۔ (فیصل مولی)

(۲) (امداد الفتاوی: ۲/۴۳۵، ادارۃ تالیفات)

انصرف إلى يعني في قوله: "يهشته" سه موقوف بلا نية". فتاوى عالمكيرية ۲/۳۴۸ (۱)۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۶/۲/۴ :۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/صفر/۶۶ھ۔

لفظ "چھوڑ دیا" سے طلاق

سوال [۱۰۰۸]: فتویٰ نمبر ۵۵۲، جس کا جواب جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ "جب شوہر اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ "میرے گھر سے چلی جا، میں نے تجھے چھوڑ دیا" تو ہمارے عرف میں اس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے، لہذا تین دفعہ ایسا کہنے سے طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس کے ساتھ زوجیت کا تعلق قائم کرنا حرام ہے"۔ ہمارے یہاں جس شخص نے حسب بالا کئی مرتبہ استعمال کئے تھے تو اس شخص نے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرکے اس عورت سے زوجیت کا تعلق قائم کرلیا ہے، لہذا اس کے یہاں کا کھانا پینا، لینا دینا، تعلق رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں کا عرف وہ نہیں ہے جو فتویٰ نمبر ۵۵۲ میں لکھا ہے تو حلالہ کی ضرورت نہیں تھی، ایسی صورت میں سابق فتویٰ پر عمل نہ کرکے درست کیا۔ اگر عرف میں وہی تھا تو یہ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے درست نہیں ہوا (۲)۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیۃ، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالی: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثا، فتزوجت فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول"". (صحيح البخاري: ۲/۸۰۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث)

"وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركت علمية ملتان)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لفظ ''چھوڑدیا'' سے صراحۃً طلاق دینا مقصود ہے تب تو طلاق مغلظہ ہوگئی، اگر لفظ ''میرے گھر سے نکل جا'' سے طلاق مقصود ہے اور لفظ ''چھوڑدیا'' کو بطورِ خبر بیان کیا ہے تو ایک طلاق بائن ہے، تجدیدِ نکاح بغیر حلالہ کے کافی ہے، یہی حکم ہے جب کہ زائل الذہن ہو(۱)۔ دونوں میں تفریق لازم ہے(۲)، اگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ نکاح درست نہیں پھر بھی نکاح کردیا تو پھر نکاح کرنے والا اور وکیل سب گنہگار ہوئے، سب کو توبہ لازم ہے(۳)، نکاح صحیح نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

---

(۱) "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أو هازلاً أو سفیهاً أو سکران أو أخرس بإشارته أو مخطئاً". (الدر المختار: ۳/۲۳۵، ۲۴۱، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، سعید)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۵۸، کتاب الطلاق، من یقع طلاقه ومن لایقع، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۴/۲۲۸، مکتبة غفاریه، کوئٹه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۱/۳۳۰، رشیدیه)

(۳) قال الله تعالی: ﴿ومن یعمل سوءً أو یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفوراً رحیماً﴾ "فالواجب علی کل مسلم أن یتوب إلی الله حین یصبح وحین یمسی". (تنبیه الغافلین، باب آخر من التوبة، ص: ۶۰، مکتبة حقانیه، پشاور)

"واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور، لایجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(وکذا فی روح المعانی تحت آیة: ﴿یٰأیها الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۸، دار إحیاء، بیروت)

"چھوڑ دی، نکل جا" کا حکم

سوال [۱۰۹۶]: ایک عورت کی ایک مرد کے ساتھ شادی ہوئی ہے اور اس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس کے مرد نے اپنے بھائی کی بیوہ سے نکاح کرلیا اور پہلی بیوی سے ناچاقی پیدا ہوگئی اور اس نے عورت کو گھر سے نکال دیا، پھر اس عورت مذکورہ کے بھائی نے اس کو خاوند کے پاس پہونچایا، لیکن اس خاوند نے اس عورت سے مارپیٹ کی، عورت نے کہا کہ میں آباد ہونا چاہتی ہوں، تم مجھے کیوں نکالتے ہو اور تنگ کرتے ہو؟ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ مرد نے غصہ میں آکر کہا: "تو میری ماں بہن ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا، تو نکل جا"۔

لڑکی اپنے ماموں کے یہاں چلی گئی، پھر میں اس کے خاوند کے پاس گیا کہ تم اپنا گھر آباد کرو اور اس کی آبادی کا خیال کرو، اس نے جواب دیا اور بولا کہ تو چیز کیا ہے، عورت چھوڑ دی جاوے، اس کو گھر میں دوبارہ لینا ٹھیک نہیں بلکہ عیب اور گناہ ہے، کھانے میں تھوک دیا جائے، میں چاہوں تو وہ کھانا یا پینے کا ہوجاتا ہے، میں مسماۃ کو اپنے گھر پر ہرگز نہیں لاسکتا۔ بیان الفاظ سے عورت مذکورہ کو طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟ اور وہ اس کے نکاح سے جدا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ ورنہ کیا ان الفاظ مذکورہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سائل عبداللطیف۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف عام میں شوہر کا اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ "میں نے تجھے چھوڑ دیا" بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، اس سے شرعاً ایک طلاق رجعی واقع ہوجاتی ہے(۱)، شوہر نے دوسرا لفظ یہ کہا کہ "تو نکل جا" یہ کنایہ طلاق

---

(۱) "عربی زبان میں لفظ "سرحتک" "میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے" کو الفاظ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے

(وكما في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق: ۳/۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۳/۵۲۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/۳۷۵، رشيديه)

سے ہے، اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی اور وہ بائن ہوئی (۱)، اب اگر عورت اور مرد رضامند ہو جاویں تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا، بغیر تجدید نکاح کے رکھنا درست نہیں (۲)۔ اور اگر اس دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی بلکہ پہلے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوئی (۳)، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجعت درست ہے یعنی مرد کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق

= اردو فتاویٰ میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۹/ ۳۲۸، امداد المفتین، اور عزیز الفتاویٰ ۲/ ۵۷۰، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے، اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس لفظ کو بوجہ عرف عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے، بہشتی زیور، حصہ چہارم ص: ۲۹، اور امداد الفتاویٰ ۲/ ۴۲۳، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے فتاویٰ رحیمیہ ۷/ ۲۰۰، میں اس کو طلاق صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے جیسا کہ رد المحتار: ۳/ ۲۹۹، باب الکنایات میں ہے۔

(وكذا في امداد الفتاوى: ۲/ ۴۲۳، ادارة تاليفات)

(۱) "وما يصلح جواباً ورداً لا غير: اخرجي، اذهبي ...... ففي حالة الرضاء لا يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين، وفي حالة مذاكرة الطلاق يقع الطلاق في سائر الأقسام قضاءً إلا فيما يصلح جواباً ورداً فإنه لا يجعل طلاقاً، كذا في الكافي. وفي حالة الغضب يصدق في جميع ذلك". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۲۹۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۳۱۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۶۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۲۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في نكاح المحلل، إدارة القرآن كراتشي)

(۳) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة =

سے رجوع کیا(۱) اور پھر شوہر بیوی کی طرح رہنا درست ہوگا، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور اگر عدت گزر چکی ہے تو رجعت کافی نہیں بلکہ دوبارہ نکاح ضروری ہے(۲)۔

اور یہ اس وقت ہے کہ پہلا لفظ ایک یا دو مرتبہ کہا ہو، اگر تین مرتبہ کہا ہے تو رجعت اور تجدید نکاح کافی نہیں بلکہ حلالہ ضروری ہے یعنی وہ عورت عدت گزار کر کسی اور شخص سے باقاعدہ شریعت کے موافق نکاح کرے اور وہ مرد صحبت کر کے طلاق دے دے یا مر جائے تو عدت گزار کر شوہر اول کے لئے نکاح درست ہوگا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف۔

"میں تجھ کو آزاد کر چکا ہوں" کا حکم

سوال[۱۰۱۱]: زید نے تقریباً عرصہ ۲ ماہ کو ہوا اپنی زوجہ ہندہ کو بحالت غصہ و جھگڑا معاملات خانگی دو مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ "میں تجھ کو طلاق کو آزاد کر چکا ہوں" اور اس وقت کے بعد زید نے ان الفاظ کی تصدیق ایک دو شخص سے کی، لیکن آج تک ہندہ زید کے گھر موجود و تعلقات زن و شوہر باہم فریقین میں قائم

۔ إنهما معاً صدق عليهما" (الفتاوى العالمگيرية: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية. (والسنى) أن يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها شاهدين ويعلمها بذلك" (الفتاوى العالمگيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۹۸، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها" (الفتاوى العالمگيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيدية)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها" (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۳، رشيدية)

ہیں۔ مسماۃ ہندہ کو طلاق ہوچکی تھی یا نہیں، اگر ہوچکی تھی تو دوبارہ قیامِ رشتہ کی کیا صورت ہے؟

عنایت الٰہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "آزاد کردیا" بعرف صریح ہے اس سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے(۱) اور لفظ "طلاق" سے بھی رجعی واقع ہوتی ہے، دومرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے لہذا دومرتبہ طلاق کے بعد جب ایک دوشخص نے اس کی تصدیق کی ہے اگر اس نے نئی طلاق کی نیت نہیں کی، بلکہ پچھلی طلاق کی خبر دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کرنا جائز ہے(۲) اور عدت کے بعد نکاح کرنا ہوگا(۳)۔

اور اگر نئی طلاق مراد لی ہے تو رجعت و نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ مغلظہ ہوگئی، لہذا حلالہ کی

---

(۱) "فإذا قال: "رہا کردم" أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت". (رد المحتار ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

"لو قال الرجل لامرأته: "ترا چنگ بازداشتم" أو "بهشتم" أو "يله كردم ترا" أو "پائے كشاده كردم ترا" فهذا كله طلقتك، عرفاً وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: "بهشتم" بالوقوع بلا نية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۳۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (رد المحتار ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۹، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، بيروت)

ضرورت ہوگی (۱) بشرطیکہ عدت کے اندر تین طلاق مراد لی ہو۔ اور اگر بعد عدت تین طلاق مراد لی ہے تب بھی مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ تجدید نکاح کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔

"طلاق دی طلاق، طلاق، طلاق" کا حکم

سوال [۲۱۰۱]: میری والدہ صاحبہ نے مجھ سے کہا کہ اس طلاق دی طلاق کو طلاق دیدو، میں نے فوراً غصہ میں کہا "طلاق دی طلاق، طلاق، طلاق" اس کے علاوہ اور میں نے کچھ نہیں کہا۔ براہ کرم آپ مطلع فرمادیں کہ طلاق ہوگئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کہنے سے شرعاً دو طلاق واقع ہوگئی (۲)، اس میں عدت (تین حیض) گزرنے سے پہلے شوہر کو رجعت کا حق ہے، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لی تو نکاح بدستور

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاري: ۲/ ۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الهداية: ۲/ ۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركت علميه ملتان)

(۲) "لو قال لها: أنت طالق طالق، أو أنت طالق أنت طالق، أو قال: قد طلقتك قد طلقتك، تقع ثنتان إذا كانت المرأة مدخولاً بها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۳۸۹، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۴۴، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

حتیٰ رجعت بھی نہیں، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

”طلاق دیتا ہوں، ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں“ کا حکم

سوال[۱۱۰۰۳]: عرصہ تین سال ہوا کہ زید نے کچھ خانگی الجھنوں میں آکر چند عورتوں کے نزدیک اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں کہا کہ ”میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں“ اور یوں بھی کہا کہ ”ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں“ اور پھر افسوس ظاہر کرنے لگے، چنانچہ زید کے گھر سے ہندہ اپنے میکے بھی چلی گئی اور ہندہ کے والدین سامان جہیز اور دین مہر وغیرہ کا مطالبہ زید سے بذریعہ پنچایت کرنے لگے، مگر کچھ روز تک زید نے ٹال مٹول ضرور کیا ہے اور اسی عرصہ میں زید نے اپنا نکاح دوسری جگہ کر لیا، لہٰذا نکاح کی خبر پاتے ہی ہندہ زید کے گھر چلی آئی اور ایک ہفتہ زید کے گھر رہ کر ہندہ و تعلق شوہر و بیوی کرتی رہی، چونکہ زید کے والدین کو ناگوار تھا کہ خلاف شرع ہے اور ہندہ پر سختی کی اور سختی کی وجہ سے ہندہ زید کے گھر سے سامان جہیز لے کر اپنے میکے چلی گئی اور زید کو ایک کاغذ بنا دیا کہ وقت ضرورت کام آئے گا، مگر زید اور ہندہ ابھی تک دونوں بطور میاں بیوی کے رہتے ہیں۔

ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا طلاق سے پہلے کا ہے جو ابھی تک ہندہ اپنے پاس رکھے ہوئے ہے اور پھر

= (وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۹۰، كتاب الطلاق، فصل في شرائط ركنه في الكناية، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۳۰۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ ... ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“. (الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيدية)

اسی عرصہ میں ہندہ حاملہ بھی ہو گئی تھی اور کئی بار حاملہ ہوئی مگر لوگوں کے جاننے کی وجہ سے حمل ضائع کرا دیا۔ یہ خبر ہندہ کے والدین اور دوسرے تمام لوگوں کو معلوم ہوئی، اگر زید کے والدین موجود نہ ہوتے تو زید ہندہ کو اپنے پاس مستقل رکھ لیتا۔

اب حال یہ ہے کہ ہندہ دوسری جگہ شادی کرنے کو بالکل تیار نہیں ہے اور ہندہ کی پوری خواہش ہے کہ پھر میں زید ہی کے ساتھ رہوں گی، چاہے جائز ہو یا نہ ہو مگر دوسری جگہ شادی نہیں کروں گی، اگر دوسری جگہ شادی کرائی گئی تو خودکشی کرلوں گی۔ زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو جائز طریقہ سے رکھ سکتا ہوں۔ ہندہ خودکشی کرنے پر آمادہ ہے۔ ہندہ کے والدین کی خواہش ہے کہ ہندہ زید کے پاس چلی جائے، کیونکہ ہندہ ابھی تک زید کے گھر آیا جایا کرتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ اگر زید کے پاس رہنا چاہے تو صرف دوبارہ نکاح کے ذریعہ رہ سکتی ہے یا حلالہ کی بھی ضرورت ہوگی؟ براہِ کرم بالتفصیل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے دو جملے نقل کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ "میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں" اس جملہ سے ہندہ پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی (۱)، اندرونِ عدت اس طلاق سے رجعت کا شوہر کو حق حاصل ہے (۲)۔ دوسرا جملہ "ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں" اس میں ایک بار اور ہزار بار سے مراد اگر طلاق ہے اور شوہر کا مقصد یہ ہے کہ میں

---

(۱) "صریحہ ما لم یستعمل إلا فیہ کطلقتک وأنت طالق ومطلقۃ، ویقع بہا واحدۃ رجعیۃ وإن نوی خلافہا". (الدر المختار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریۃ: ۳۵۴/۱، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إیقاع الطلاق، رشیدیہ)

(وکذا في فتاوی قاضي خان: ۴۵۳/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) "(ھي استدامۃ الملک القائم) بلا عوض (في العدۃ): أي عدۃ الدخول حقیقۃً، إذ لا رجعۃ في عدۃ الخلوۃ، ابن کمال". (الدر المختار: ۳۹۷/۳، ۳۹۸، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریۃ: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعۃ الخ، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاوی البزازیۃ: ۱۵۵/۴، کتاب الطلاق، الفصل السابع في الرجعۃ، رشیدیہ)

کے بعد کہا ہے تو یہ لغو بیکار گیا، اب اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرلیں، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔

شریعت کے نزدیک بیوی کے حرام ہوجانے کے بعد (جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی) دونوں کا آپس میں ملنا سخت معصیت اور وبال کا باعث ہے اور خدائے قہار کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ جو لوگ اس کو برداشت کررہے ہیں وہ بھی حسب حیثیت مجرم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"میں نے طلاق دی، میرے خدا نے طلاق دی" کا حکم

سوال[۶۱۰۳]: زید نے اپنی بیوی سے حالت صحبت میں یہ الفاظ استعمال کئے کہ "میرے گھر میں تجھ کو رکھنا نہیں ہے، میں نے طلاق دی، میرے خدا نے دی"۔ یہ جملہ اس نے ۲، ۳ مرتبہ کہا، یہ جملہ ایسے موقع پر کہا ہے جب کہ چند آدمی وہاں پر موجود تھے، چناں چہ ان آدمیوں نے زید سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے، اس کو روٹی کپڑا دے۔ اس پر زید نے کہا "میں رکھنا نہیں چاہتا، تم اس کو لے جاؤ اور اپنے یہاں رکھو، اس کو روٹی کپڑا دو، میں اس کو اپنے یہاں نہیں رکھوں گا"۔ ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟

— ﴿زوجاً غیرہ﴾. (تفسیر الجلالین، ص: ۳۵، سورۃ البقرۃ)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول"". (صحيح البخاري: ۷۹۱/۲، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

"(لا) ينكح (مطلقة) من نكاح صحيح نافذ كما سنحققه (بها) أي بالثلاث (لو حرة، وثنتين لو أمة) ولو قبل الدخول ...... (حتى يطأها غيره ولو) الغير (مراهقاً) يجامع مثله". (الدر المختار: ۴۱۰/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۲/۱، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ۴۰۲/۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنی: یعنی فی العدد ایک رجعی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/رجب/۶۶ھ۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۵/رجب/۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی، ۱۶/رجب/۶۶ھ۔

طلاق اور رجعت بیوی کو اطلاع کیے بغیر

سوال[۶۱۰۲]: ۱۔۔۔ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی معلق بشرط واحدی، شرط پوری ہونے پر صرف رجوع لفظی کیا، عورت کو اور نہ کسی اور کو عرصہ دراز تک خبر نہیں دی۔ نیز جب اس کو طلاق پڑی تو عورت کے بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ صورت مسئولہ میں کئی سوالات ہیں:

اول یہ کہ وضع حمل کے بعد اس کی عدت ختم ہوگئی یا نہیں؟

دوسرے مرد نے جو رجوع لفظی کیا ہے جس کی اطلاع نہ عورت کو دی اور نہ کسی اور شخص کو بجز خدا اور شوہر کسی کو معلوم نہیں، صحیح ہوا یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ وضع حمل کے قبل اگر عورت اپنی ماں کے گھر آتی جاتی رہی ہو، یوں کہ اس کو طلاق کا علم نہ تھا، لیکن اس کی ماں کا مکان اور شوہر کا مکان بالکل ملحق ہیں، ایک دالان درمیان میں ہونے کی وجہ سے مکان جدا جدا ہوگئے ہیں، دونوں گھروں میں آنے جانے کا دروازہ بھی ہے، بے شک بیرون خانہ جانے کے دروازے جدا جدا ہیں۔ آیا اس صورت میں وضع حمل سے عدت ختم ہوئی یا نہیں؟ گزشتہ عدت گزارنے میں عورت کا گھر

---

(۱) "وحاصله أن السنة في الطلاق من وجهين: العدد والوقت، فالعدد وهو أن لا يزيد على الواحدة بكلمة واحدة، لا فرق فيه بين المدخولة وغيرها" (رد المحتار: ۳/۲۳۱، كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۰۴، كتاب الطلاق، الفصل الأول في أنواع الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره الخ، رشيديه)

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، عدت پوری ہونے کے لئے عورت کو طلاق کا علم ہونا ضروری نہیں۔

"وتنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما: أي بالطلاق والموت، لأنها أجل، فلا يشترط العلم بمضيه". درمختار: ۲/۷۴۲(۱)۔

اگر عدت گزارنے کے بعد کہا کہ میں نے عدت کے اندر رجعت کرلی تھی تو شوہر کا قول معتبر نہیں

"ولو قال بعد العدة: راجعتك فيها، فصدقته، تصح، وإلا لا". تبیین: ۲/۲۵۲(۲)۔

تنبیہ: عدت کے بعد رجعت جائز نہیں۔

۲... جواب نمبر ۱ میں معلوم ہوا کہ عورت کو علم ہونا ضروری نہیں، پس جب مدت پوری ہوجائے گی، اگر شوہر مطلع نہ کرے تب بھی تین حیض گزرنے پر عدت ختم ہوجاتی ہے، بعد عدت عورت کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے۔

"العدة أجل، فلا يشترط العلم بمضيه: أي بمضي الأجل". شامی: ۲/۲۴۹(۳)۔

۳... عدت تو مدت کا نام ہے اس کے پورے ہونے سے عدت ختم ہوجاتی ہے، اس مدت کا شوہر کے مکان میں گزارنا ضروری ہے، عورت نے عذر کی وجہ سے بقیہ مدت دوسرے مکان میں جب گزار دی تو عدت پوری

= (وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۱۳، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(۱) (الدر المختار مع تنوير الأبصار: ۳/۵۲۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۳۱، ۵۳۲، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(۲) (تبيين الحقائق: ۳/۲۵۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۰۹، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۱)

ہوگئی، دوسری بیعت کرانا ضروری نہیں۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/صفر/۵۸ھ۔

لفظ ''طلاقن'' سے طلاق کا حکم

سوال[۷۱۰۷]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو بار ''طلاقن'' کہا، اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نیت سے کہا ہے تو تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو اور کسی پہلے شوہر سے اسے طلاق نہ ملی ہو، اگر پہلے شوہر سے طلاق مل چکی ہے اور اسی لئے اس شخص نے ''طلاقن'' کہا ہے تو شرعاً اس کا قول معتبر ہوگا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ربیع الاول/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/ربیع الاول/۵۸ھ۔

''طلاق منظور ہے'' سے طلاق

سوال[۷۱۰۸]: زید کی ساس نے اپنی لڑکی ہندہ کے لئے کسی بناء پر زید سے طلاق کو کہا، زید نے اس کے جواب میں کہہ دیا کہ ''مجھے طلاق منظور ہے''۔ اب زید تین ماہ اور کچھ دن بعد سسرال جاتا ہے اور مراجعت کر لیتا ہے، اب یہ رجعت قابل قبول ہوئی یا نہیں؟ فقط۔

---

(۱) "یا طالق أو یا مطلقة بالتشدید، ولو قال: أردت الشتم لم یصدق قضاءً ودین، خلاصة. ولو کان لها زوج طلقها قبل فقال: أردت ذلک الطلاق، صدق دیانةً باتفاق الروایات، وقضاءً فی روایة عن أبی سلیمان، وهو حسن، کما فی الفتح، وهو الصحیح کما فی الخانیة. ولو لم یکن لها زوج لا یصدق، وکذا لو کان لها زوج قد مات". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی قول البحر: إن الصریح الخ: ۳/۲۵۱، ۲۵۲، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۵، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الطلاق، جنس آخر فی ألفاظ الطلاق: ۲/۸۰، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر زید نے طلاق کو منظور کرلیا ہے اور ابھی عدت نہیں گزری ہے تو رجعت کا حق حاصل ہے(۱)، عدت گزر جانے کے بعد حق رجعت باقی نہیں رہے گا، طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا (۲)۔ عدت تین حیض ہے، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

"تیری رہی سہی کو طلاق" کا حکم

سوال[۱۰۱۹۱]: ہمارے یہاں ایک شخص کو اپنی عورت کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ عورت کہنے لگی کہ میں اپنے میکے جاؤں گی، شوہر نے کہا کہ مت جانے نہیں دوں گا، عورت جانے کے لئے بضد ہوگئی، اس پر شوہر کو غصہ آگیا اور یہ کہہ بیٹھا کہ "اگر تو یہاں سے جاکر کہیں اور اچھی طرح سے رہی تو تجھے" یہ کہہ کر رک گیا، پھر

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض".

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة و فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۸۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۳۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۳) "عدة الحرة للطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء .... و للحامل وضعه". (كنز الدقائق، ص: ۱۳۵، ۱۳۶، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۱۵، ۲۲۶، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، ۵۲۸، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۰۳، ۵۱۱، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

کہا "تیری رسّی کسّی کو طلاق" یہ دو مرتبہ کہا اور اس نے اس سے اس کو طلاق دینے کی نیت نہیں کی۔ صورتِ مذکورہ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ مع حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ بیوی کو اس طرح طلاق دیتے ہیں کہ "تیری رسّی کسّی کو طلاق" تو دو طلاق رجعی شرط متحقق ہونے پر واقع ہو جائیں گی(۱)۔ پھر عدت تین ماہواری گزرنے سے پہلے شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہوگا(۲)۔ اگر رجعت نہ کی اور عدت ختم ہوگئی تو طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۳۹۱ھ۔

طلاق بائن کیا ہے؟

سوال [۶۱۰۲]: طلاق بائنہ کیسی ہوتی ہے؟

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق الخ، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۸۶، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(۲) "(هي استدامة الملك القائم) بلا عوض ما دامت (في العدة): أي عدة الدخول حقيقة، إذ لا رجعة في عدة الخلوة، ابن كمال". (الدر المختار: ۳/۳۹۸، ۳۹۹، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۸، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في البزازية: ۴/۲۵۵، الفصل السابع في الرجعة، رشيديه)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۴۲۰، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بائن وہ ہے جس کے بعد حقِ رجعت باقی نہ رہے، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: خفیفہ، مغلظہ۔ اول میں تجدیدِ نکاح کا تعلق زوجیت قائم کرنے کے لئے کافی ہے(۱)، حلالہ کی ضرورت نہیں، طلاق بائن سے عموماً یہی قسم مراد ہوتی ہے، دوم میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
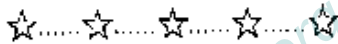
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۱۳۹۵ھ۔

(۱) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها، وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۰، ۴۲۱، رشيدية)

باب طلاق الثلاث

(تین طلاق کا بیان)

قرآن پاک سے تین طلاق کا ثبوت

سوال [۶۱۱۱]: پارہ سیقول، رکوع ۱۳ ﴿الطلاق مرتان﴾ سے لے کر ﴿زوجاً غیره﴾ کی عربی عبارت میں لفظ "ـــــ ثلاث" (جس کے معنی اردو میں تین ہیں) نہیں آیا ہے، اور نہ کوئی دوسرا لفظ "ـــــ ثلاثہ" رکوع مذکور میں پڑھتا ہے، آپ بھی پڑھ کے دیکھئے۔ لہذا جب کہ قرآن کا عربی عبارت میں "ثلاثہ" نہیں ہے تو پھر اردو ترجمہ میں تین کیسے آگیا، لہذا تین طلاق کا ثبوت قرآن پاک سے مجھے بتائیں۔ اگر ہے تو کس آیت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ طلاق دو دفعہ تک تو اتنی حد ہے کہ شوہر کو اختیار باقی رہتا ہے کہ دل چاہے تو بیوی کو اپنے تعلق کے لئے اچھے طریقہ پر روک لے (عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے رجعت کرلے) اور چاہے تو اس سے بے تعلق ہوجائے (رجعت نہ کرے)۔ ان دو طلاق کے بعد پھر طلاق دے گا تو اس کے بعد حرمت مغلظہ ہوجائے گی کہ بغیر حلالے کے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت نہ ہوگی (۱)۔

(۱) قال الله تعالی: ﴿الطلاق مرتان، فإمساک بمعروف، أو تسریح بإحسان ... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ الآیة (البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

"وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة: ۲/۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

....

آپ غور کرکے دیکھیں کہ یہ کون سی طلاق ہے، ایک اور دو کے بعد کون سا عدد آتا ہے، بس اسی کا نام تین ہے، کسی بڑے ہونے والے بچے سے خود پوچھیں گے کہ دو کے بعد کیا ہے تو وہ بھی بتا دے گا، جو چیز ایک اور دو کے بعد والے درجہ پر آئے گی وہی تین ہوگی، خواہ لفظ "ثلاثہ" اور "تین" کہا یا نہ کہا ہو، مسجد میں امام کے پیچھے ایک صف ہے، اس کے پیچھے دوسری صف ہے، اس کے پیچھے جو صف ہے وہ تیسرے درجہ پر ہے، ہر شخص اس کو یہی کہے گا کہ یہ تیسری صف ہے، اگرچہ اس صف پر لفظ "ثلاثہ" لکھا ہوا نہ ہو۔

ایک آدمی ایک روٹی کھاتا ہے، اس کے ختم ہونے پر دوسری کھاتا ہے، اس کے ختم ہونے پر جو روٹی کھاتا ہے وہ تیسری ہی ہے، اگرچہ اس پر لفظ ثلاثہ لکھا ہوا نہیں ہے، ہر شخص اس کو تیسری ہی کہے گا اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا غلط نہیں ہوگا۔ جو اس کو غلط کہے گا اس کا غلط کہنا غلط ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ١٦/٢/١٣٩٢ھ۔

کیا تین طلاق ایک ہیں؟ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا

سوال [١٠٠٢/١]: ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنے والا ہے اور اس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی اور اپنی بیوی کو اپنے سے علاحدہ کردیا، مگر پھر وہ کہتا ہے کہ میں اہل حدیث ہو جاؤں گا اور اپنی بیوی کو رکھوں گا۔ تو اس شخص کا ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟ اور اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد امیر بانوی، ١٠/محرم الحرام/٩٠ھ۔

الجواب: (منجانب مولوی حبیب الرحمن القیفی الاعظمی)

صورتِ مسئولہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی، جیسا کہ رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر غمگین ہوئے، جس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار کے بعد فرمایا۔

(وكذا في الدر المختار: ٣/٢٩٥، ٤٠٠، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

"فإنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت" فراجعها". أخرجه أحمد وأبو يعلى من طريق محمد بن إسحٰق". فتح الباری: ۹/۳۶۳ (۱)۔

اور اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت "کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وعهد أبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة". رواہ مسلم (۲) سے ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی رہی۔

حنفیہ نے بھی اس قسم کے مسائل میں دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجموعہ فتاویٰ: ۲/۵۴ میں زوجہ مفقود والخبر اور عدت ممتدۃ الطہر پر تنقید کرتے ہوئے طلاق ثلاثہ میں بھی دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتویٰ دیا ہے (۳)۔ نیز مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الحیلۃ الناجزۃ میں دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کرکے اس پر فتویٰ دینا جائز بتایا ہے (۴)۔ نیز محمد بن مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ -جو ائمہ حنفیہ میں سے ہیں- بھی تین طلاق کے ایک ہی ہونے کے قائل ہیں۔ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳/۱۳۔ اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ عمدۃ الرعایہ ص: ۲۷ پر لکھا ہے: "هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، وبه قال الداود الظاهري وأتباعه، وهو أحد القولين لمالك وبعض أصحاب أحمد" (۵)۔

حاصل یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوتی ہیں جس کے قائل صحابہ کے علاوہ

---

(۱) (فتح الباری: ۹/۳۶۲، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، دارالفکر، بیروت)

(۲) صحیح مسلم میں حدیث کی عبارت اس طرح ہے "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة". (الصحيح لمسلم: ۱/۴۷۷، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۳) (مجموعة الفتاوی (اردو): ۲/۹۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(۴) "...اور یہ کہ فقہ حنفی پر کسی کو عدم کفایت کا سوال ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود فقہ حنفی میں بھی خاص شرائط کے ساتھ دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص: ۱۳، دارالاشاعت، کراچی)

(۵) (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية: ۲/۷۲، كتاب الطلاق، سعيد)

محمد میں سے داؤد ظاہری اور ان کے اتباع اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قولوں میں سے ایک قول اور بعض اصحاب احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اور اس کے علاوہ بہت سے مسائل ہیں جس کے علماء حنفیہ نے دوسرے علماء کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے۔ للتفصیل مقام آخر۔

نیز یہ کہ حدیث کے صحیح ثابت ہو جانے کے بعد اگر کوئی مقلد اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرلے تو وہ امام کی تقلید سے باہر نہیں ہوتا، ائمہ اربعہ کی یہی نصیحت ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے، چنانچہ شامی میں ہے:

"إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب، عمل بالحديث، ويكون ذلك مذهبه، ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به، فقد صح عنه أنه قال: إذا صح الحديث فهو مذهبي، وقد حكى ذلك ابن عبد البر عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وغيره من الأئمة" (۱)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: حبیب الرحمٰن القاسمی الاعظمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(از دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

جب کوئی شخص اپنی مدخول بہا بیوی کو تین طلاق دیدے تو حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے اور دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہتی جب تک حلالہ نہ ہو جائے، اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، یہی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً نہایت مذموم اور قبیح ہے، اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عتاب و غصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ طلاق مغلظہ واقع نہیں ہوتی، ایسی صورت میں رجعت کی بھی اجازت نہیں دی جیسے کہ حالتِ حیض میں طلاق نہایت مذموم ہے، اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ واقع ہو جانے کے بعد – چونکہ طلاق بائن یا مغلظہ نہیں تھی – رجعت کا حکم فرمایا اور بائنہ اور

(۱) (رد المحتار: ۱/۶۸، المقدمة، مطلب: صح عن الإمام أنه قال: إذا صح الحديث فهو مذهبي، سعيد)

مغلظہ میں رجعت کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا، بلکہ حرمت آجاتی ہے۔

دلائل قرآن کریم

قال اللہ تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان﴾ ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۱)۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد رجعت کا حق رہتا ہے، تیسری طلاق کے بعد حق رجعت ختم ہو کر حرمت مغلظہ ہو جاتی ہے، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا، اس میں ایک مجلس، دو مجلس، تین مجلس کی کوئی قید نہیں، بلکہ سب کو شامل ہے۔

حدیث شریف

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیں اور ان تین طلاق کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرمادیا، غیر معتبر نہیں قرار دیا، یہ واقعہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری ص: ۸۰۰ج۲ میں ہے (۲)، صحیح مسلم ۴۸۹/۱ میں ہے (۳) ابوداؤد شریف ۲۸۲/۲ میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، الخ" (۴)۔

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) "عن حديث سهل بن سعد أخي بني ساعدة أن رجلاً من الأنصار جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله أو كيف يفعل؟ فأنزل الله في شأنه ما ذكر في القرآن من أمر المتلاعنين، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "قد قضى الله فيك وفي امرأتك" قال: فتلاعنا في المسجد وأنا شاهد، فلما فرغا قال: كذبت عليها يا رسول الله! إن أمسكتها، فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغا من التلاعن، ففارقها عند النبي صلى الله عليه وسلم" إلى آخر الحديث. (صحيح البخاري: ۸۰۰/۲، كتاب الطلاق، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، قديمي)

(۳) (الصحيح لمسلم، كتاب اللعان: ۴۸۹/۱، قديمي)

(۴) (سنن أبي داود: ۳۰۶/۱، كتاب الطلاق، باب اللعان، دار الحديث ملتان)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: "رجاله رجال الصحيحين" (۱)۔

جمع الفوائد: ۲۲۲/۱ میں اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے (۲)۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنن: ۲/۹۹ میں عنوان: "الثلاثة المجموعة وما فيه التغليظ" کے تحت بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق یکدم دی ہیں "ثلاث تطليقات جميعاً" (۳)، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضبناک ہوگئے (کیونکہ تین طلاق یکدم دینا بہت قبیح و مذموم ہے) مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوئی اور نہ یہ فرمایا کہ تم کو رجعت کا حق حاصل ہے، رجعت کرلو، پھر امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے "باب الرخصة في ذلك" اس میں عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاق دینا بیان کیا ہے (۴)۔

---

(۱) (نيل الأوطار: ۶/۲۴۲، كتاب اللعان، باب: لا يجتمع المتلاعنان أبداً، دار الباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

(۲) "أن عويمر العجلاني رحمه الله تعالى جاء إلى عاصم بن عدي الأنصاري فقال: أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً ... فاسأل عن ذلك رسول الله ... فقال صلى الله عليه وسلم: "قد نزل فيك وفي صاحبتك فاذهب فأت بها" ... قال عويمر: كذبت عليها يا رسول الله إن أمسكتها، فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم" ... للخمسة إلا الترمذي" (جمع الفوائد: ۱/۲۰۸، اللعان، مكتبه اسلاميه لائل پور)

(۳) "أخبرنا سليمان بن داود ... قال: أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبان، ثم قال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم" إلى آخر الحديث (سنن النسائي: ۲/۹۹، كتاب الطلاق، قديمي)

(۴) "إن عويمر العجلاني رضي الله تعالى عنه جاء إلى عاصم بن عدي فقال: أرأيت يا عاصم لو أن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله فتقتلونه، أم كيف يفعل؟ سل لي يا عاصم رسول الله صلى الله عليه وسلم ... فقال عويمر: والله لا أنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم ... قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما فرغ عويمر قال: كذبت عليها يا رسول الله إن –

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے "باب من أجاز الطلاق الثلاث" اس کے ذیل میں عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے (۱)۔ نیز امرأۃ رفاعہ کا واقعہ بیان کیا ہے جن کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کی طرف عود کرنے کی اجازت نہیں دی گئی (۲)۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، اس کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا (۳)۔

سنن دارقطنی ص: ۴۳۳ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعاً ہے: "من طلق البتة:

ما أمسكتها، فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم". (سنن النسائي: ۲/۹۹، ۱۰۰، باب الرخصة في ذلك، قديمي)

(۱) "عن ابن شهاب أن سهل بن سعد الساعدي أخبره أن عويمراً العجلاني رضي الله تعالى عنه جاء إلى عاصم بن عدي فقال: أرأيت يا عاصم! لو أن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله، فيقتلونه أم كيف يفعل؟ سل لي -يا عاصم- رسول الله صلى الله عليه وسلم ... فقال عويمر: والله! لا أنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم ... قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما فرغ عويمر، قال: كذبت عليها يا رسول الله! إن أمسكتها، فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته". (صحيح البخاري ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

ألزمناه ثلاثاً، فلا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره"(۱)۔ جو شخص طلاق البتہ دیدے، اس پر بھی تین طلاق کو لازم کردیا گیا، حالانکہ اس نے لفظ "طلاق" تین دفعہ نہیں کہا نہ لفظ "ثلاث" کہا۔ اس سے بھی زیادہ واضح اور مفصل بطور قاعدہ کلیہ کے فرمادیا گیا: "أیما رجل طلق امرأته ثلاثاً مبهمةً أو ثلاثاً عند الأقراء، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره". دارقطنی، ص: ٤٣٧(۲)۔

یعنی جو شخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے خواہ تینوں مبہم طور پر یک وقت دے، خواہ تین طہر میں الگ الگ دے، اب وہ بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے حلال نہیں۔ یہاں صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ تین طلاق سے بہر حال حرمتِ مغلظہ ثابت ہوجائے گی، ایک مجلس اور تین مجلس، یا ایک طہر یا تین طہر کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے، دونوں کا حکم حرمتِ مغلظہ ثابت ہونے کے لئے یکساں ہے۔

اجماع

حافظ الکتاب والسنۃ شیخ الحاکم ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: "فالکتاب والسنة وإجماع الأمة توجب إیقاع الثلاث معاً وإن کانت مبهمةً، اهـ". احکام القرآن: ۱/۵۰۹(۳)۔ ائمہ اربعہ بھی اس پر متفق ہیں(۴)، البتہ روافض اور داؤد ظاہری تین طلاق کے منکر ہیں(۵)، ان کا کہنا ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور وہ اپنے اس

(۱) (سنن الدارقطني: ۳/۱۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (سنن الدارقطني: ۳/۲۱، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) (أحکام القرآن: ۱/۳۸۸، ذکر الحجاج لإیقاع الثلاث معاً، قدیمی)

(۴) "وذهب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنیفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبوثور وأبو عبیدة وآخرون کثیرون رحمهم الله تعالی - علی أن من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولکنه یأثم". (عمدة القاري، ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث، أمین بیروت)

(۵) "وفي الترجمة إشارة إلی أن من السلف من لم یجوز وقوع طلاق الثلث، فیحتمل أن یکون مراده بعدم الجواز من قال: لایقع الطلاق إذا أوقعها مجموعةً، للنهي عنه، وهو قول للشیعة وبعض أهل الظاهر". (بذل المجهود: ۳/۶۲، باب في نسخ المراجعة بعد تطلیقات الثلث، امدادیہ ملتان)

علاوہ یہ دلیلیں پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تین طلاق ایک تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی دو سال تک یہی جاری رہا"۔ یہ مقولہ مسلم شریف میں ہے۔ شراح حدیث نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے ملاحظہ ہو فتح الباری، عمدۃ القاری، اوجز المسالک، بذل المجہود، نووی (۱)۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق کو

---

(۱) قال الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى: "وفي لفظ المعنى: أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها جعلوها واحدة" الحديث. فتمسك بهذا السياق من أعل الحديث وقال: إنما قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ذلك في غير المدخول بها، وهذا أحد الأجوبة عن هذا الحديث، وهي متعددة، وهو جواب إسحاق بن راهويه وجماعة، وبه جزم زكريا الساجي من الشافعية، ووجهوه بأن غير المدخول بها تبين إذا قال لها زوجها: أنت طالق، فإذا قال: ثلاثا، لغا العدد لوقوعه بعد البينونة. اهـ

الجواب الثاني: دعوى شذوذ رواية طاوس، وهي طريقة البيهقي، فإنه ساق الروايات عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما بلزوم الثلاث، ثم نقل عن ابن المنذر أنه لا يظن بابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه حفظ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم شيئا ويفتي بخلافه، فيتعين المصير إلى الترجيح، والأخذ بقول الأكثر أولى من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم. وقال ابن العربي رحمه الله تعالى: هذا حديث مختلف في صحته، فكيف يقدم على الإجماع؟ قال: ويعارضه حديث محمود بن لبيد، يعني الذي تقدم أن النسائي أخرجه، فإن فيه التصريح بأن الرجل طلق ثلاثا مجموعة ولم يرده النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بل أمضاه، كذا قال، وليس في سياق الخبر تعرض لإمضاء ذلك ولا لرده.

الجواب الثالث: دعوى النسخ، فنقل البيهقي عن الشافعي رحمه الله تعالى أنه قال: يشبه أن يكون ابن عباس رضي الله تعالى عنهما علم شيئا نسخ ذلك. قال البيهقي رحمه الله تعالى: ويقويه ما أخرجه أبو داود من طريق يزيد النحوي عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان الرجل إذا طلق امرأته فهو أحق برجعتها وإن طلقها ثلاثا، فنسخ ذلك. اهـ

الجواب الرابع: دعوى الاضطراب، قال القرطبي في "المفهم": وقع فيه مع الاختلاف على ابن عباس رضي الله تعالى عنهما الاضطراب في لفظه، وظاهر سياقه يقتضي النقل عن جميعهم أن —

— معظمهم كانوا يرون ذلك، والعادة في مثل هذا أن يفشو الحكم وينتشر، فكيف ينفرد به واحد عن واحد؟ قال: فهذا الوجه يقتضي التوقف عن العمل بظاهره إن لم يقتض القطع ببطلانه.

الجواب الخامس: دعوى أنه ورد في صورة خاصة، فقال ابن سريج وغيره: يشبه أن يكون ورد في تكرير اللفظ كأن يقول: أنت طالق أنت طالق أنت طالق، وكانوا أولاً على سلامة صدورهم يقبل منهم أنهم أرادوا التأكيد، فلما كثر الناس في زمن عمر رضي الله تعالى عنه وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى التأكيد، حمل عمر رضي الله تعالى عنه اللفظ على ظاهر التكرار فأمضاه عليهم. وهذا الجواب ارتضاه القرطبي وقواه بقول عمر رضي الله تعالى عنه: "إن الناس استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة". وكذا قال النووي رحمه الله تعالى: إن هذا أصح الأجوبة.

الجواب السادس: تأويل قوله "واحدة" وهو أن معنى قوله: "كان الثلاث واحدة" أن الناس في زمن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا يطلقون واحدة، فلما كان زمن عمر رضي الله تعالى عنه كانوا يطلقون ثلاثاً. ومحصله أن المعنى أن الطلاق الموقع في عهد عمر رضي الله تعالى عنه ثلاثاً كان يوقع قبل ذلك واحدة، لأنهم كانوا لا يستعملون الثلاث أصلاً، أو كانوا يستعملونها نادراً، وأما في عهد عمر رضي الله تعالى عنه فكثر استعمالهم لها.

ومعنى قوله "فأمضاه عليهم وأجازه" وغير ذلك: أنه صنع فيه من الحكم بإيقاع الطلاق ما كان يصنع قبله. ورجح هذا التأويل ابن العربي ونسبه إلى أبي زرعة الرازي، وكذا أورده البيهقي بإسناده الصحيح إلى أبي زرعة أنه قال: معنى هذا الحديث عندي أن ما تطلقون أنتم ثلاثاً كانوا يطلقون واحدة. قال النووي: وعلى هذا فيكون الخبر وقع عن اختلاف عادة الناس خاصة لا عن تغير الحكم في الواحدة. فالله أعلم.

الجواب السابع: دعوى وقفه، فقال بعضهم: ليس في هذا السياق أن ذلك كان يبلغ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيقره، والحجة إنما هي في تقريره اهـ.

الجواب الثامن: حمل قوله "ثلاثاً" على أن المراد بها لفظ "البتة" كما تقدم في حديث ركانة سواء، وهو من رواية ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أيضاً، وهو قوي ويؤيده إدخال البخاري في هذا الباب الآثار التي فيها "البتة" والأحاديث التي فيها التصريح بالثلاث كأنه يشير إلى عدم الفرق بينهما، وأن "البتة" إذا أطلقت حمل على الثلاث، إلا إن أراد المطلق واحدة فيقبل، فكان بعض رواته حمل لفظ ،

واحدہ کو روایت کرتے ہیں تو تم اس کی تکذیب کرنا، اس کو جھوٹا سمجھنا، میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی نسبت غلط ہے"۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ بھی اس منقول کے خلاف ہے ان کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ابوداود شریف میں ہے:

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما كلهم قالوا في الطلاق الثلاث: إنه أجازها، الخ". بذل المجهود: ۳/۷۰(۱)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ گمان تو قائم کیا جا سکتا کہ وہ اپنے نقل کردہ منقول کے خلاف فتویٰ دیں گے۔

امام ابوداود اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے یہ طریقہ تھا کہ تین طلاق کے بعد رجعت کی جاتی تھی پھر آیت: ﴿الطلاق مرتان﴾ الخ کے ذریعہ حق رجعت کو دو طلاق تک محدود کر کے تیسری طلاق کے بعد حق رجعت کو منسوخ کر دیا گیا، اس کو بیان کرنے کے لئے باب منعقد کیا ہے: "باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث". اس کے ذیل میں نقل کیا ہے:

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في أرحامهن﴾. الآية، وذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعتها وإن طلقها ثلاثاً، فنسخ ذلك فقال: ﴿الطلاق مرتان﴾. الآية، اهـ". بذل المجهود: ۳/۶۱(۲)۔

---

(۱) (سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۱/۳۰۹، إمدادیه ملتان)

(وكذا في بذل المجهود: ۳/۷۰، كتاب الطلاق، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مكتبه إمدادیه ملتان)

(۲) (سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۱/۳۰۳، إمدادیه ملتان)

(وكذا في بذل المجهود: ۳/۶۲، كتاب الطلاق، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث، مكتبه إمدادیه ملتان)

کلام کیا ہے کہ یہ واقعہ رکانہ کا ہے یا ابورکانہ کا، نیز اس کی سند میں بعض راوی ایسے ہیں جن کی روایت ضعیف ومعلول ہے(۱)۔

سب سے قطع نظر اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃً تین طلاق نہیں دی تھی، بلکہ طلاق "البتہ" دی تھی اور اس وقت طلاق البتہ بھی تین طلاق کے موقع پر استعمال ہوتی تھی جیسا کہ سنن دارقطنی ص: ۴۴۳ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث اوپر گزر چکی ہے(۲)، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلف دے کر پوچھا کہ تم نے ایک کا ارادہ کیا تھا؟ جب انہوں نے حلف سے بیان کیا کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا تب ان کو رجعت کا اختیار دیا گیا۔ ترمذی شریف: ۱/۱۴۰ میں ہے:

"عن عبد الله بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت: يا رسول الله! إني طلقت امرأتي البتة، فقال: "ما أردت بها؟" قلت: واحدة، قال: "والله؟" قلت: والله، قال: "فهو ما أردت"(۳)۔

اسی کو امام ابوداؤد نے "اصح" کہا ہے: ۱/۳۰۷(۴)۔

---

(۱) "وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء: أحدها أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما ... والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس رضي الله تعالى عنهما بوقوع الثلاث كما تقدم من رواية مجاهد وغيره، فلا يظن بابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه كان عنده هذا الحكم عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم يفتي بخلافه إلا بمرجح ظهر له، وراوي الخبر أخبر من غيره بما روى. والثالث: أن أبا داود رجح أن ركانة إنما طلق امرأته ألبتة كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة ... والرابع: أنه مذهب شاذ، فلا يعمل به". (فتح الباري: ۹/۴۴۹، ۴۴۳، كتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، دار الفكر بيروت)

(۲) (سنن الدارقطني: ۴/۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (جامع الترمذي: ۱/۲۲۲، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في الرجل طلق امرأته البتة، سعيد)

(۴) قال أبو داود: "هذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثاً؛ لأنهم أهل بيته وهم أعلم به، وحديث ابن جريج رواه عن بعض بني أبي رافع عن عكرمة عن ابن عباس". (سنن أبي داود: ۱/۳۰۸، كتاب الطلاق، باب في البتة، إمداديه ملتان)

(وكذا في بذل المجهود: ۳/۱۴۷، كتاب الطلاق، باب في البتة، مكتبه امداديه ملتان)

جس روایت میں "طلقها ثلاثاً" ہے، وہ روایت بالمعنی ہے، اس لئے کہ "البتۃ" بھی "ثلاثاً" کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا(۱)۔ اس البتہ میں اختلاف ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ایک قرار دیتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین قرار دیتے ہیں، امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور اہلِ کوفہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، ایک کی نیت کی ہو تو ایک، تین کی نیت کی ہو تو تین، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دو کی نیت بھی معتبر مانتے ہیں، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب اقوال نقل کئے ہیں:

"وقد اختلف أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم في طلاق البتة، فروي عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه أنه جعل البتة واحدة، وروي عن علي رضي الله تعالى عنه أنه جعلها ثلاثاً. وقال بعض أهل العلم: فيه نية الرجل إن نوى واحدة فواحدة، وإن نوى ثلاثاً فثلاث، وإن نوى ثنتين لم تكن إلا واحدة، وهو قول الثوري وأهل الكوفة. وقال مالك بن أنس رضي الله تعالى عنه في البتة: إن كان قد دخل بها فهي ثلاث تطليقات. وقال الشافعي: إن نوى واحدة فواحدة يملك الرجعة، وإن نوى ثنتين فثنتان، وإن نوى ثلاثاً فثلاث". ترمذی شریف: ۱/۲۲۲(۲)۔

الحاصل: نہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مفید مطلب ہے، نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نقل کردہ مقولہ تین کو ایک بنانے کے لئے کافی ہے۔

تین کا تین ہونا نص کے بھی مطابق ہے، ائمہ اربعہ کا بھی متفقہ مذہب مختار ہے(۳)۔ ائمہ اربعہ کا مذہب نص حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے "إذا صح الحديث فهو مذهبي" پورے طور پر صادق ہے۔

---

(۱) "إن أبا داود رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة كما أخرجه هو من طريق أهل بيت ركانة، وهو تعليل قوي لجواز أن يكون بعض رواته حمل البتة على الثلث". (بذل المجهود: ۳/۹۳، نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث، امدادیہ ملتان)

(۲) (جامع الترمذي، ۱/۲۲۲، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في الرجل طلق امرأته البتة، سعيد)

(۳) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث" (رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، سعيد)

پھر بوقتِ ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ کی بحث اس جگہ بے محل ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں سب ائمہ سے الگ اور منفرد ہیں، ان کے اقرانِ اہلِ علم ان کے مخالف ہیں سب نے ہی ان پر رد کیا ہے امام، حفاظ، محققین، حجت کبری، فتح الباری، عینی وغیرہ۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اغاثۃ اللہفان میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور اپنے استاذ کی جانب سے دفاع کی کوشش کی ہے مگر وہ کوشش بھی ناکام ہے، حتیٰ کہ خود ان کے تلمیذ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاذ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے مزعومہ دلائل کی تردید اور مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے "بیان مشکل الأحادیث الواردة في أن الطلاق الثلاث واحدة"۔

تین طلاق کو ایک قرار دے کر بہر صورت حقِ رجعت دینا کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ سلف صالحین، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے خلاف ہے، کوئی گنجائش نہیں، اس طرح بغیر حلالہ کے اگر کوئی شخص نکاح کرے گا تو وہ نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر نہایت غلط اور شرمناک فحش کام ہوگا۔ اللہ پاک اس سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۲/۹۰ھ۔

ضمیمہ

[۲/۱۰۰۲]: سائل نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد ہونے کے باوجود تین طلاق سے بیوی پر حرمتِ مغلظہ ہونے کی تقدیر پر اہلِ حدیث کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور فاضل مجیب نے دیگر ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دینے کی رہنمائی بھی کی ہے، یہ بحث یہاں بے محل ہے، اس لئے کہ حرمتِ مغلظہ ہو جانا صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اجتہادی و استنباطی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہے، حدیث شریف سے ثابت ہے، اجماع سے ثابت ہے، تاہم مسئلہ انتقالِ مذہب پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے، کیونکہ سائل صرف اس مسئلہ میں اہلِ حدیث کی رائے پر عمل کی اجازت کا خواہشمند نہیں، بلکہ مستقلاً تبدیلِ مذہب کے لئے آمادہ ہے۔

جو شخص مجتہد نہ ہو (اس میں صفات وشرائطِ اجتہاد موجود نہ ہوں) اس کے ذمہ تقلید ضروری ہے (یہ مسئلہ اپنی جگہ پر مدلل و مبرہن ہے) ایسا شخص اگر ایک مجتہد کی تقلید اختیار کرنے کے بعد اپنی وسعتِ نظر اور تحقیق کی بناء

پر کسی دوسرے امام مجتہد کے مذہب کو اقرب الی الکتاب اور اوفق بالسنت پاتا ہو اور دلائل کی قوت وضعف اور احادیث کے محامل کو پورے طور پر پہچانتا ہو اور ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو، جرح وتعدیل، شرح غریب، دفع تعارض، جمع روایات وترجیح راجح سے بخوبی واقف ہو، اسانید پر گہری نظر رکھتا ہو، اجماعی مسائل اس کو محفوظ ہوں تو اس کے لئے جذبۂ دیانت کے تحت جائز ہے کہ وہ امام سابق کے مسلک سے دوسرے امام کے مسلک کی طرف منتقل ہو جائے اور آئندہ اسی کی پیروی کرے، اپنی گزشتہ زندگی میں مسلک قدیم پر جو عمل کر چکا ہے، اس کا وہ عمل ضائع نہیں ہوگا، اور مسلک جدید کے تحت وہ اگر صحیح نہیں تھا تو اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر مسلک قدیم کے تحت کوئی حرمت متحقق ہو چکی ہے تو مسلک جدید اختیار کرنے سے وہ حرمت مرتفع نہیں ہوگی۔ غرض! گزشتہ کسی عمل پر اس کا اثر نہیں ہوگا۔ شرح تحریر، فواتح الرحموت وغیرہ میں اس کی بحث موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۱۳۹۰ھ۔

---

(۱) "وفي بحر الزركشي ما ملخصه: العلم نوعان: نوع يشترك في معرفته الخاصة والعامة ونوع يختص بمعرفته الخاصة. والناس فيه ثلاثة أقسام: الأول: العامي الصرف الثاني: العالم الذي حصل بعض العلوم المعتبرة ولم يبلغ رتبة الاجتهاد، فاختار ابن الحاجب وغيره أنه كالعامي الصرف لعجزه عن الاجتهاد. وقيل: لا يجوز له ذلك، ويجب عليه معرفة الحكم بطريقه؛ لأن له صلاحية معرفة الأحكام بخلاف غيره وكذا لا إشكال في إلحاقهم بالمجتهدين إذ لا يقلد مجتهد مجتهداً، ولا يمكن أن يكون واسطة بينهما، لأنه ليس لنا سوى حالتين قال ابن المنير: والمختار أنهم مجتهدون ملتزمون أن لا يحدثوا مذهباً، فإن إحداث مذهب زائد بحيث يكون لفروعه أصول وقواعد مباينة لسائر قواعد المتقدمين، فمتعذر الوجود لاستيعاب المتقدمين سائر الأساليب.

نعم! لا يمتنع عليهم تقليد إمام في قاعدة، فإذا ظهر له صحة مذهب غير إمامه في واقعة، لم يجز له أن يقلد إمامه، لكن وقوع ذلك مستبعد لكمال نظر من قبله". (التقرير والتحبير شرح التحرير: ۳/۴۰۲، غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد، دار الفكر بيروت)

ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا حکم

سوال[۶۱۱۳]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، طلاق دیئے ہوئے ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ گزرے ہیں، کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کرسکتا ہے؟ جواب از روئے قرآن وحدیث ارسال ہو۔

جواب از طرف اہل حدیث

الجواب:

قال الله تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان ..... حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة) وقال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن﴾ (سورة الطلاق)۔

ان آیاتِ کریمہ سے صاف ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک قسم کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہیں، اس لئے صورتِ مسئولہ میں زید اپنی بیوی کو رجوع کرسکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

"كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر وصدراً من خلافة عمر رضي الله تعالى عنهما طلاق الثلاث واحدة" (۱)۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اور شروع خلافتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین طلاقیں ایک ہوا کرتی تھیں، یہی مذہب ہزاروں صحابہ کرام کا تھا جیسا کہ تعلیق المغنی شرح دارقطنی میں ہے:

"فتبين أن حال كل صحابي من عهد الصديق إلى ثلاث سنين من خلافة عمر رضي الله تعالى عنه يزيدون على الألف" (۲)۔

یعنی حضرت ابوبکر کے زمانہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے تین سال تک ہزاروں صحابہ

---

(۱) (الصحيح لمسلم: ۴۷۷/۱، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) (التعليق المغني شرح الدار قطني: ۴۸/۴، كتاب الطلاق والخلع والإيلاء وغيره، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن سے صحیح مسلم کی حدیث اوپر نقل کی گئی ہے ان کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ ان کے شاگرد طاؤس سے مروی ہے: "قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، الخ۔ قال طاؤس: أسمع ما كان ابن عباس يعده إلا واحدة"۔ تعلیق المغنی ص: ۴۴۴ (۱)۔ یعنی جب کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤس نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ایک طلاق کہتے تھے۔

تابعین کا بھی یہی مذہب ہے: جابر بن زید، طاؤس، وعطاء، عمرو بن دینار، احمد بن عیسیٰ، عبداللہ بن موسیٰ، عکرمہ، طاؤس، محمد بن اسحق، یہی مذہب اہل بیت کا ہے، دیکھو تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر (۲) نیز یہی مذہب ہے بڑے بڑے علمائے محدثین کا جیسے: محمد بن تقی و محمد بن عبد السلام و امام رازی و امام ابن تیمیہ و ابن قیم اور قاضی شوکانی وغیرہ۔

امام ابو حنیفہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک تو وہی جو مشہور ہے، دوسری یہ کہ جلسۂ واحدہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ محمد بن مقاتل نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے دیکھو: إغاثة مصری، وكتاب المعلم شرح مسلم (۳)۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قولوں میں سے ایک

---

(۱) (التعليق المغني شرح الدار قطني: ۴/۳۸، كتاب الطلاق، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)

(۲) "ثم من هؤلاء من قال: لو طلقها ثنتين أو ثلاثاً لايقع إلا واحدة، وهذا هو الأقيس، واختاره كثير من علماء أهل البيت" (تفسير النيسابوري على هامش تفسير ابن جرير الطبري: ۲/۳۹۱، بيان الطلاق ومايجوز وقوعه ومالايجوز، دار المعرفة)

(۳) "وممن ذكر الخلاف في ذلك داؤد وأصحابه، واختاروا أن الثلاث واحدة ..... وحكاه من المتأخرين المازريُّ في "كتاب المعلم" وحكاه عن محمد بن مقاتل من أصحاب أبي حنيفة وهو من أجل أصحابهم من الطبقة الثالثة من أصحاب أبي حنيفة، فهو أحد القولين في مذهب أبي حنيفة". (إغاثة اللهفان، كتاب الطلاق، القياس أن لفظ الثلاث لايكون إلا واحدة والإجماع على ذلك: ۱/۲۸۹، ۲۹۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

قال الشيخ: "الطلاق الثلاث في مرة واحدة واقع عند كافة الفقهاء، وقد شذ الحجاج بن أرطاة وابن مقاتل فقالا: لايقع، وتعلقا في ذلك بمثل هذا الخبر وبما قلنا: إنه وقع في بعض الطرق "أن ابن =

قول یہی ہے بعض اصحاب احمد وامام داؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے، دیکھو عمدۃ الرعایۃ (۱)۔

دوسری حدیث: "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: طلق رکانۃ بن عبد یزید أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كيف طلقتها"؟ قال: طلقتها ثلاثاً، قال: "في مجلس واحد"؟ قال: نعم، قال: "إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت" قال: فراجعها". مسند احمد جلد اول مطبوعہ مصری (۲)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رکانہ صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا تین طلاق دی، آپ نے پوچھا کیا ایک جلسہ میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہذا اگر تیرا دل چاہے تو رجوع کرلو تو رکانہ نے رجوع کرلیا۔ یہ حدیث صحیح اور حسن دونوں طریق سے مروی ہے، اعلام الموقعین (۳) میں ابن قیم نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا

= عمر طلقها ثلاثاً في الحيض، وأنه لم يحتسب به" وبما وقع في حديث ركانة "أنه طلقها ثلاثاً وأمره صلى الله تعالى عليه وسلم بمراجعتها". (المعلم بفوائد مسلم، كتاب الطلاق، قول ابن عباس: كان الطلاق على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة: ۱۴۷/۲، دار الغرب الإسلامي)

(۱) "القول الثاني: إذا طلق ثلاثاً تقع واحدة رجعية، هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، وبه قال داؤد الظاهري وأتباعه، وأحد القولين لمالك، وبعض أصحاب أحمد، وانتصر لهذا المذهب ابن تيمية الحنبلي". (عمدة الرعاية: ۹۳/۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) (مسند أحمد: ۳۷۸/۱، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما، رقم الحديث: ۲۳۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "طلق ركانة بن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كيف طلقتها"؟ قال: طلقتها ثلاثاً، قال: "في مجلس واحد"؟ قال: نعم، قال: "إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت" قال: فراجعها. فكان ابن عباس رضي الله تعالى عنهما يرى إنما الطلاق عند كل طهر. وقد صحح الإمام أحمد هذا الإسناد وحسنه". (إعلام الموقعين: ۲۳/۳، حكم جمع الطلقات الثلاث بلفظ واحد، دار الكتب العلمية بيروت)

ہے۔ فتح الباری پارہ: ۲۲، ص: ۱۶۳(۱)۔

حررہ خادم العلم۔

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال [۹۱۱۴]: ۱...... یہ شامل نقل فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارسال ہے، کیا اس کے موافق زید نے جو کہ حنفی ہے اپنی عورت کو غائبانہ کہا کہ "میری فلانی - ہم نے کہا کہ اس کو تین طلاق" تو اب زید اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا حسب تحریر مذکورہ دیگر مذاہب امام داؤد ظاہری کے جو کہ ان کے مذہب میں طلاق ہوتی ہی نہیں اور ایک وقت میں تین طلاق کہنا ہی ایک طلاق ہے؟ اور جو زید نے شامی کی عبارت کا بھی جواب دیا ہے کہ ضرورت کے وقت دیگر مذاہب پر عمل جائز ہے اور خصوصاً شامی کی اس عبارت کی بناء پر "حیلۂ ناجزہ" رسالہ لکھا گیا جس میں مالکی مذہب پر مفقود وغیرہ کی تفریق کی جواز لکھی گئی ہے۔ اب اگر زید مولوی لکھنوی کے فتویٰ پر عمل کرکے داؤد ظاہری کے مذہب پر اس عورت کو گھر میں رکھ لے تو اس کو جائز ہو، وطی اور اولاد حلال ہوگی یا نہیں؟ اور زید کے ساتھ اور لوگ کنبے والے سلوک برادرانہ اور رشتہ داری وقرابت، صلہ رحمی تعلق رکھیں یا نہ؟

۲... مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا ہے کہ کسی مولوی شافعی سے فتویٰ لیکر عمل کرلے، آج کل یہاں ہندوستان میں داؤدی مولوی کا ملنا مشکل ہے، کیا اس صورت میں حنفی مولوی سے شافعی مذہب پر فتویٰ لیا جائے گا یا نہ؟ زید حسب عبارت شامی وفتویٰ لکھنوی کے موافق ضرورت شدیدہ پیش کرتا ہے کہ اگرچہ زید کے اور بھی بی بی ہے اور اس سے اولاد بھی ہے اور مطلقہ سے بھی اولاد ہے مگر وہ مطلقہ چونکہ قریبی رشتہ داروں میں سے ہے۔ در اصل زید کی خفیف قرینہ کی بناء پر اس عورت پر زید نے بدی کا الزام لگایا تھا جس کی وجہ سے برادری میں بڑا زور اور فتنہ ہوا ہے، وہ عورت باپ گھر بھیج دیا ہے اور آئندہ کے لئے کئی پشتوں تک قطع رحمی کا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر طلاق مشہور ہوئی اور عورت زید کے گھر میں نہ آئی تو بدی کا پورا ثبوت ہو جائے گا جس سے ایسے سید خاندان کو

(۱) (فتح الباری: ۹/۳۶۳، باب من جوز الطلاق الثلث، دار الفکر بیروت)

محض خفیف قرینہ کی بنا پر عزت میں بڑا دھبہ آئے گا اور خصوصی عورت کے باپ بھائیوں کو بڑی شرمندگی پیش آئے گی اور اس میں قطع تعلقات اور قطع رحمی ہو جائے گا اور حلالہ کی صورت کرنا تو ممکن نہیں۔ تو کیا اس ضرورت کی وجہ سے زید اب دوسرے مذہب پر عمل کرنا چاہتا ہے اور عورت بھی مرد کے گھر آنا چاہتی ہے؟ اگر حضرات علماء اس ضرورت کو لائق دوسرے مذہب پر عمل کرنے کے سمجھیں تو تحریر فرمایا جائے۔

۲..... فتویٰ لکھنوی کے آخر میں جو لکھا ہے کہ شافعی علماء کا فتویٰ لے کر عمل کرنا چاہئے کیونکہ شافعی مولوی تو پورے ہندوستان میں ملنا مشکل ہے تو اگر حنفی مولوی سے کسی اور امام کے مذہب پر فتویٰ لے کر مثلاً داؤد ظاہری کے مذہب پر تو فتویٰ لائق عمل ہوگا یا نہ؟ (نقل فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی جلد دوم ص: ۵۳ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ۔

استفتاء

سوال [۵۸۱۱]: ”زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ ”میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق ہوں گے یا نہ؟ اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی مذہب میں واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں“؟

جواب از حضرت مولانا عبد الحی صاحب رحمه الله تعالیٰ

الجواب و هو الموفق للصواب

”اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں اور بغیر تحلیل نکاح درست نہ ہوگا، مگر بوقت ضرورت کے، اس عورت کا علیحدہ ہونا دشوار ہو اور احتمال مفاسد کا اندیشہ ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح ”زوجہ مفقود و مدت ممتدۃ الطہر“ موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کرنے کو جائز کہتے ہیں، چنانچہ رد المحتار میں مفصلاً مذکور ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔

حررہ عبدالحی عفی عنہ۔

جواب از حضرت اقدس مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

الجواب وھو الموفق للصواب حامداً و مصلیاً و مسلماً:

جو شخص تین طلاق ایک مجلس میں مدخولہ کو دیدے تو وہ واقع ہو جاتی ہے اور اس میں رجعت یا (بلا حلالہ) تجدید نکاح کی گنجائش نہیں ہوتی، خواہ زوجہ کی موجودگی میں طلاق دے یا خواہ غیبت میں، سب کا حکم برابر ہے۔ اگر غیر مدخولہ کو دے اور ایک لفظ سے مثلاً کہے کہ "تین طلاق میں نے دی" تب بھی یہی حکم ہے۔ اگر تین لفظ سے دے مثلاً کہے کہ "تجھے طلاق، طلاق، طلاق" تو اس صورت میں صرف ایک واقع ہوتی ہے، اور بلا حلالہ کے تجدید نکاح درست ہے۔ بصورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہو گئی، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے:

"اتفق الأئمة الأربعة على أن الطلاق في الحيض لمدخول بها أو في طهر جامع فيه محرم، إلا أنه يقع، وكذا جميع الطلاق في الثلث أيضاً" (رحمة الأمة: ۲/۱۰۸) (۱)۔ وكذا في الميزان للشعراني (۲)۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس مسلک کی نسبت غلط ہے، ان کے نزدیک بھی طلاق مغلظہ ہو گئی جیسا کہ شافعیہ کی کتاب "رحمۃ الامۃ" سے نقل کیا گیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی واقع ہو گئی، جیسے کہ "شعرانی" حنبلی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے، شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں اس پر بسط سے کلام کیا ہے (۳)، نیز دیکھا ابن حجر

(۱) (رحمة الأمة: ۲/۱۰۵، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (الميزان للشعراني: ۲/۱۲۰، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث ... فإجماعهم ظاهر، فإنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضي الله تعالى عنه حين أمضى الثلاث، وليس يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مائة ألف أن يسمى كل ليلزم في مجلد كبير ... وقد أثبتنا النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث، ولم يظهر لهم مخالف، فماذا بعد الحق إلا الضلال".

(فتح القدير: ۳/۳۲۹، ۳۳۰، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الرازي في مقدمة كتابه في أحكام القرآن: لو تكلم داود في مسئلة حادثة في عصره و خالف فيها بعض أهل زمانه، لم يكن خلافاً عليهم، و كان يبقى صحيح العقول، و مشهور أنه كان يقول: من خصى الفحول لا أصل ذلك لم يجد خلاف أحد من الفقهاء، فقد انعقد الإجماع على سقوطه و ترك الاعتداد به. اهـ"(۱)۔

یہ صحیح ہے کہ بعض مسائل میں حنفیہ نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اختیار کیا ہے جیسے کہ دوسرے مذاہب کے علماء نے حنفیہ کے قول کو بعض مسائل میں اختیار کیا ہے، فتاویٰ کبریٰ میں ابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے مسائل لکھے ہیں، و شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "عقد الجید" میں اس کی شانیں تحریر کی ہیں، مگر یہ نہیں دیکھا کہ اجماعی مسئلہ کے خلاف غیر مجتہد کے قول کو اختیار کیا گیا ہو۔ اعیان صحابہ کی تقلید بھی منع ہے چہ جائیکہ داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ، اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کے اخیر میں فرماتے ہیں:

"نقل الإمام إجماع المحققين على منع العوام من تقليد الصحابة، بل من بعدهم على هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الأربعة لانضباط مذاهبهم و تقييد مسائلهم و تخصيص عمومها، ولم يدر مثله في غيرهم الآن لانقراض أتباعهم، و هو صحيح اهـ". التحرير: ص ۵۵۲(۲)۔

شافعی المذہب علماء یمن میں موجود ہیں وہ بھی فتویٰ دیتے ہیں، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بعض تلمیذ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، اس لئے فقہاء حنفیہ نے ضرورت شدیدہ کی بناء پر بعض مسائل میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اختیار کیا ہے۔ قاضی ابو زید دبوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب اصولاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب سے قریب تر ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۱۳۵۹ھ۔

---

(۱) تلاش بسیار کے باوجود کسی کتاب میں اس عبارت پر اطلاع نہیں ہوئی، الفصول فی الاصول میں یہ عبارت نہیں ملی۔

(۲) (التقرير مع التحرير: ۳/۳۵۲، ۳۵۳، إجماع المحققين على منع العوام من تقليد أعيان الصحابة، بيروت)

تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز نہیں

سوال [۶۱۱۹]: ایک شخص عاقل بالغ ہے، اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں جس کے دو گواہ بھی موجود ہیں اور خود مقر بھی ہے کہ میں نے تین طلاق دی ہیں، لیکن ایک غیر مقلد مولوی کو کچھ روپیہ دے کر فتوی حاصل کر لیا کہ بغیر حلالہ کے اپنی بیوی کو رکھ سکتے ہو، چنانچہ اس نے بغیر حلالہ کے صرف توبہ کر کے بیوی کو رکھ لیا ہے اور دو مولوی صاحبان نے فتاوی عبدالحی، جلد اول، کتاب الطلاق ص ۲۸۹ کا حوالہ دیا کہ بوقت ضرورت اس عورت کا اس سے علیحدہ رہنا دشوار ہو اور سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو دوسرے امام کی تقلید درست ہے، اس طرح کی دلیل دے کر سب محلہ والوں کے اعتقاد کو خراب کرنے لگا۔

اب لوگ کہتے ہیں کہ اب کوئی بھی شخص تین طلاق دے کر کسی غیر مقلد مولوی سے فتوی حاصل کر کے بغیر حلالہ کے بیوی رکھ سکتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاروں ائمہ: ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالی میں سے اگر کوئی شخص حاجت شدیدہ کے وقت کسی کے مسلک پر فتوی لے کر عمل کرے تو شرعاً گنجائش ہے (۱)، حاجت شدیدہ یہ ہے کہ سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، مثلاً ایک عورت کا شوہر نہیں ملتا، وہ لاپتہ ہو گیا، نہ اس کے جذبات پورے ہو سکتے ہیں نہ نفقہ کا انتظام ہے، سخت اندیشہ ہے کہ وہ معصیت میں مبتلا ہو جائے، ایسی حالت میں مجبوری کی حالت میں دوسرے امام کے مسلک پر فتوی لے کر عمل کی گنجائش ہے۔ صورت مسئولہ میں نہ اس قسم کا مفسدہ

---

(۱) "إنما يجوز لمفتي مذهب واحد أن يختار قول المذهب الآخر للعمل وللفتوى بشرط أن لا يكون ذلك بالتشهي لمجرد اتباعاً للهوى، وإنما يجوز ذلك في حالتين: الحالة الأولى: الضرورة أو الحاجة، وذلك أن يكون في مسئلة مخصوصة حرج شديد لا يطاق، أو ضرورة واقعية لا محيص عنها، فيجوز أن يعمل بمذهب آخر رفعاً للحرج ودفعاً للضرورة، وهذا كما أفتى علماء الحنفية بمذهب المالكية في مسألة المفقود والعنين والمتعنت" (أصول الإفتاء، ص: ۲۴، الإفتاء بمذهب الغير)

ہے، کیونکہ عورت کے لئے دوسرے مرد مل سکتے ہیں اور مرد کے لئے دوسری عورتیں مل سکتی ہیں، نہ معصیت میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے، نہ مذہب چھوڑنے کی۔

علاوہ ازیں ائمہ اربعہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں کہ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے پھر رکھ لیا جائے، اس لئے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)، قرآن کریم کے بھی خلاف ہے (۲)، حدیث مشہور کے بھی خلاف ہے (۳)، فقہائے کرام کے بھی خلاف ہے (۴)۔ نادم ہو کر سچے دل سے توبہ واستغفار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

تین طلاق کے بعد کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا

سوال[۵۹۱۰]: زید نے ایک وقت تین سویرے معمولی بات پر اپنی بیوی ہندہ سے غصہ میں کہہ دیا کہ

---

(۱) "ثم في مسلم أن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر: "إن الناس قد استعجلوا في أمر كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم" وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاثاً". (رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۴۶۹، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۴) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، امدادية ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹-۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

"جب مجھ سے جھگڑالو رہتی ہے تو تم طلاق، طلاق، طلاق" یعنی "تم کے بعد" "کو" استعمال نہیں کیا۔ جب اس مسئلہ کو بعض حنفی عالم کے سامنے بطور استفتاء رکھا گیا تو جواب ملا کہ زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی ہے اور بغیر حلالہ زید پر وہ حرام ہے۔ حلالہ کا نام سن کر زید کی مطلقہ کہنے لگی کہ میں شوہر کے گھر سے ہرگز نہ نکلوں گی، اگر نکال دیا گیا تو خودکشی کرلوں گی۔ عورت کی اس دھمکی کے بعد ثانیاً اس حنفی عالم سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے کہا ضرورتِ شدیدہ کے موقع پر کسی دوسرے اماموں کے مذہب پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے، چنانچہ انہوں نے شافعی مسلک یا دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دیا، اس لئے زید نے ہندہ سے تجدیدِ نکاح کرلیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ پر اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوگئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، لفظ "تم" کے بعد "کو" ذکر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ "وفي: أنت الطلاق، أو طلاق، أو أنت طلاق الطلاق، أو أنت طالق طلاقاً، تقع واحدة رجعية" (۱)۔ "وإن كرر لفظ الطلاق، وقع الكل" (۲)۔ وقال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان ...... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۳)۔ اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت کا کام کرنا حرام ہے (۴)۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے (۵)، یہی حدیث شریف سے ثابت

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۵۱، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۹، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد وما يتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۴) (راجع العنوان: "شدتِ غصہ میں تین طلاق")

(۵) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون -رحمهم الله تعالى- على من طلق امرأته ثلاثاً وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق -

ہے، اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے(۱)، اس کے خلاف کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں۔ جو عورت قرآن و حدیث واجماع کے خلاف حکم حاصل کرنا چاہتی ہے اور حکم نہ ملنے پر خودکشی کی دھمکی دیتی ہے تو اس کی خاطر حکم میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۲۳/ ۷/ ۸۷ھ۔

غیر مقلد ہونے سے حرمتِ مغلظہ ختم نہیں ہو جاتی

سوال[۶۱۱۹]: سید فضل الٰہی نے اپنی زوجہ مسماۃ آسیہ خاتون کو ”طلاق، طلاق، طلاق“ اس طرح نو بار طلاق دے دی ہے اور پھر اس کا اقرار دوسری مجلس میں بھی ایک مدت تک کرتا رہا ہے، بعد ازاں علماء سے استفتاء کیا، بتلایا گیا کہ اب دوبارہ عقد بغیر حلالہ کے جائز نہیں ہے، اس لئے سید فضل الٰہی نے کہا کہ میں مذہب حنفی چھوڑ کر غیر مقلد ہوتا ہوں، چند آدمیوں کو لے کر نکاح ثانی کر لیا ہے۔ صورتِ مذکورہ میں شرعی حکم نیز شرکائے عقد کا حکم مدلل بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق کے بعد حرمتِ مغلظہ ثابت ہوتی، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی ہرگز اجازت نہیں ہے، قرآن کریم (۲)، حدیث شریف (۳) اجماع امت، اور سلف سے یہ ثابت ہے (۴)، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ

= الثالث، إدارة الطباعة المصرية، بيروت)

(۱) "فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كان معصية". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/ ۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (البقرة: ۲۳۰)

(۳) "عن عائشة رضي الله عنها: أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاري: ۲/ ۷۹۱، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۴) "لما في مسلم أن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: "كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر رضي الله تعالى عنه وسنتين من خلافة عمر رضي الله تعالى عنه طلاق الثلاث =

تعالیٰ کا اس پر اتفاق ہے(۱)۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہوئے جب وہ عورت اس پر حرام ہوگئی اور یہ حرمت اجماعی قطعی ہے، تو اب اگر وہ شخص تقلید چھوڑ بھی دے اور ایک عورت کی خاطر غیر مقلد ہو جاوے تب بھی وہ حرمتِ سابقہ ختم نہیں ہوگی، یہ غیر مقلدیت اس کے لئے دنیا میں حرمتِ مغلظہ سے نجات اور آخرت میں حرمتِ غلیظہ کے ارتکاب کی سزا سے نجات کا وسیلہ نہیں بنے گی۔ اگر وہ شخص اس عورت سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کریگا تو یہ شرعی نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر بہت بڑی فحش کاری ہوگی۔

جو لوگ جانتے ہوئے اس نام نہاد نکاح میں شریک ہوتے، یا کسی طرح اس کے معاون اس سے راضی ہوتے وہ بھی سب گناہ گار اور گناہ سے راضی رہنے والے اور گناہ کی مجلس میں شریک ہونے والے گناہ میں معاون شمار ہوتے:

﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾(۲) ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله، إن الله شديد العقاب﴾ الآية(۳)۔

اگر غیر مقلدوں پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ فلاں شخص غیر مقلدوں کا مذہب حق سمجھ کر نہیں بلکہ محض ایک عورت کی وجہ سے غیر مقلد ہو تو وہ بھی غالباً اپنی برادری میں لینا گوارہ نہیں کریں گے، کیونکہ یہ ان کے لئے

= واحدة، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: "إن الناس قد استعجلوا في أمر كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم" وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين رحمهم الله تعالى إلى أنه يقع ثلاث". (رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، سعيد)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق، بيروت)

(۱) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون رحمهم الله تعالى على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۳۲۹، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) (سورة الأنعام: ۶۸)

(۳) (سورة المائدة: ۲)

سخت توہین کی چیز ہے، مہاجرام قیس کے واقعہ کو شاید وہ لوگ استدلال میں پیش کرکے اس کی غیر مقلدیت کو ناقابلِ قبول قرار دیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تین طلاق ایک مجلس میں

سوال[۶۱۹]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، طلاق دیتے ہوئے ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ گذرے ہیں۔ کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کرسکتا ہے؟

الجواب:

منجانب غیر مقلدین

قال اللہ تعالیٰ ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان ...... حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورۂ بقرۃ)(۱)۔

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن﴾ (سورۂ طلاق)(۲)۔

ان آیاتِ کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک جلسہ کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں زید اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وصدراً من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة". ۱/۴۷۷(۳)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور شروع زمانۂ خلافتِ عمرؓ میں تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی، یہی مذہب ہزار ہا صحابہؓ کا تھا جیسا کے تعلیق المغنی شرح دار قطنی میں ہے:

"فمن ذهب إلى كل صحابي من عهد الصديق إلى ثلاث سنين من خلافة عمر رضي

---

(۱) (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) (سورۃ طلاق: ۱)

(۳) (الصحيح لمسلم: ۱/۴۷۷، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلث، قديمي)

بربعون علی "الألف".۱٤٤(۱)۔

یعنی حضرت ابوبکر کے زمانہ سے حضرت عمر کی خلافت کے تین سال تک برابر صحابہ کا یہی فتویٰ رہا کہ یک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدھے تین کو تین کردیا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں:

"ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم الخ"(۲)۔

یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کردی جس میں ان کو دیر کرنا چاہیے تھا، لہٰذا ہم تینوں ان پر جاری کردیں گے، چنانچہ جاری کردیا، لیکن جب اس ترکیب سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پچھتائے اور اس سے رجوع فرمایا جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسمٰعیل میں ہے:

قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما ندمت علی شیء ندامتی علی ثلاث: ان لا اکون حرمت الطلاق، الخ، (کذا فی اغاثۃ اللہفان مصری، ص: ۱۸۱، ۱۸۲)(۳)۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں میں بڑی ندامت ہوئی، ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن مسعود وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم وابو موسیٰ اشعری وزبیر ودیگر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی فرماتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ التعلیق المغنی(٤)، وفتح الباری شرح بخاری(۵) اور نیل الاوطار میں صاف صاف مذکور ہے(٦)۔

---

(۱) (التعلیق المغنی: ۳/٤۷، کتاب الطلاق، دار نشر الکتب الإسلامیۃ لاہور)

(۲) (الصحیح لمسلم مع شرحہ الکامل للنووی: ۱/٤۷۷، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلث، قدیمی)

(۳) (إغاثۃ اللہفان: ۱/۳۳٦، ندم عمر علی أمر جعلہ أن لا یکون رد الطلاق إلی الأمر الأول، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(٤) (التعلیق المغنی: ۳/٤۹، کتاب الطلاق والخلع، دار نشر الکتب الإسلامیۃ لاہور)

(۵) "وأجیب بأنہ نقل عن علی وابن مسعود وعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم أجمعین مثلہ". (فتح الباری: ۹/۳٦۵، کتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلث، دار الفکر بیروت)

(٦) "وذہبت طائفۃ من أہل العلم إلی أن الطلاق لا یتبع الطلاق، بل یقع واحدۃ فقط ... وحکاہ =

خود حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے:

"قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، قال طاؤس رحمه الله تعالى: أشهد ما كان ابن عباس رضي الله تعالى عنهما يراهن إلا واحدة". التعليق المغني، ص: ۴۴۹(۱)۔

یعنی جب کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ایک طلاق کہتے ہیں۔

تابعین کا یہی مذہب ہے: جابر بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ وعطاء رحمہ اللہ تعالیٰ و عمر بن دینار و احمد بن منیع و عبداللہ بن موسیٰ و عکرمہ و محمد ابن اسحٰق کا۔ اور یہی مذہب اہلِ بیت کا ہے، بڑے بڑے علمائے محدثین جیسے محمد ابن تقی مخلد و احمد ابن عبدالسلام قرطبی و امام رازی، دیکھو تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر (۲)۔

نیز یہی مذہب ہے امام ابن تیمیہ و ابن قیم و قاضی شوکانی وغیرہ کا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک وہی جو مشہور ہے، دوسری یہ کہ جلسۂ واحدہ کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے جیسا کہ محمد بن حسن نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، دیکھو: اغاثۃ مصری، ص: ۱۵۷ (۳)،

□ "من صنف أيضاً في ذلك الكتاب عن علي رضي الله تعالى عنه وابن مسعود و عبد الرحمن بن عوف والزبير رضي الله تعالى عنهم". (نيل الأوطار للشوكاني: ۶/۲۴۷، باب ما جاء في طلاق البتة، دار الباز مكة مكرمة)

(۱) (التعليق المغني: ۴/۴۹، كتاب الطلاق، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)

(۲) قال النيسابوري: "ثم من هؤلاء من قال: لو طلقها ثنتين أو ثلاثاً لايقع إلا واحدة، وهذا هو الأقيس، واختاره كثير من علماء أهل السنة". (تفسير النيسابوري على هامش تفسير ابن جرير: ۲/۲۴۹، بيان الطلاق وما يجوز وقوعه وما لا يجوز، دار المعرفة، بيروت)

(۳) "وممن ذكر الخلاف في ذلك داؤد وأصحابه، واختاروا أن الثلاث واحدة ... وحكاه من المتأخرين المازري في "كتاب المعلم" وحكاه عن محمد بن المقاتل من أصحاب أبي حنيفة، وهو من أجل أصحابهم من الطبقة الثالثة من أصحاب أبي حنيفة، فهو أحد القولين في مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (إغاثة اللهفان، كتاب الطلاق، القسم أن لفظ الثلاث لاتكون إلا واحدة والإجماع على ذلك: ۱/۲۸۹، ۲۹۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

دیکھئے المعلم شرح مسلم (۱)۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے بعض اصحاب احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وداؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے، دیکھو عمدۃ الرعایۃ (۲)۔

دوسری حدیث: "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: طلق ركانة ابن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كيف طلقتها؟" قال: طلقتها ثلاثاً، قال: "في مجلس واحد؟" قال: نعم، قال: "إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت". قال: فراجعها". مسند احمد، حنبل اول، مطبوعہ مصری (۳)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رکانہ صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا تین طلاق دی، آپ نے پوچھا کیا ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہٰذا اگر تمہارا دل چاہے تو رجوع کرلو، تو رکانہ نے رجوع کرلیا، یہ حدیث صحیح اور

---

(۱) قال الشيخ: طلاق الثلاث في مرة واحدة واقع عند كافة الفقهاء، وقد شذ الحجاج بن أرطاة ومحمد بن مقاتل فقالا: لا يقع، وتعلقا في ذلك بمثل هذا الخبر وبما وقع في بعض الطرق "أن ابن عمر طلقها ثلاثاً في الحيض وأنه لم يحتسب به" وبما وقع في حديث ركانة "أنه طلقها ثلاثاً وأمره صلى الله تعالى عليه وسلم برجعتها". (المعلم بفوائد مسلم، كتاب الطلاق، قول ابن عباس: كان الطلاق على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة: ۲/۲۶۱، دار الغرب الإسلامي)

(۲) "القول الثاني: إذا طلق ثلاثاً تقع واحدة رجعية، هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، وبه قال داود الظاهري وأتباعه، وأحد القولين لمالك، وبعض أصحاب أحمد، انتصر لهذا المذهب ابن تيمية الحنبلي". (عمدة الرعاية: ۲/۹۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(۳) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۲۳۸، (رقم الحديث: ۲۳۸۳)، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حسن دونوں طریق سے مروی ہے، اعلام الموقعین میں (۱) ابوکمل نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔ فتح الباری پارہ: ۲۲، ص: ۱۹۳ (۲)۔ واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ أتم۔

ہذا جواب صحیح: کتبہ حبیب اللہ انصاری، امان اللہ محمد اسحاق بنارسی۔

ہذا الجواب صحیح، والمجیب مصیب: نذیر احمد رحمانی عفا اللہ عنہ، مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ مدرس اول جامعہ رحمیہ بنارس، مطابق ۱۹/ مارچ ۱۹۵۳ء/ ۱۹/ رجب ۳۷۲ھ۔

جواب از حضرت فقیہ الامت زید مجدهم

الجواب حامداً ومصلیاً: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد: جب ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک دفعہ کہا کہ "میں نے تجھے طلاق دی" تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، جب دوسری دفعہ عدت ختم ہونے سے پہلے اس مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ "میں نے تجھے طلاق دی تو دوسری طلاق رجعی واقع ہوگی" ان دو طلاق کا حکم یہ ہے کہ اندرونِ عدت اس کو رجعت کا حق حاصل ہے (۳)۔

اگر اس نے ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دے کر رجعت نہیں کی اور عدت گزر گئی تو حق رجعت ختم ہو گیا، طرفین کی رضامندی سے تجدید نکاح کی اجازت ہے (۴)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب

(۱) (إعلام الموقعین: ۳/ ۳۱، ۳۲، حکم جمع الطلقات الثلاث بلفظ واحد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۲) (فتح الباری شرح البخاری: ۹/ ۳۶۳، کتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلث، دار الفکر بیروت)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض".
(الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/ ۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشیدیہ)
(وکذا في الهداية: ۲/ ۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مکتبہ شرکۃ علمیہ)
(وکذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۲۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۴) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع" (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/ ۴۷۲، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشیدیہ)
(وکذا في الفتاوی التاتارخانیۃ: ۳/ ۱۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون بمسائل المحلل، إدارۃ القرآن کراچی)

کہ اس طرح کہا ہو کہ "میں نے تجھے دو طلاق دی"، دو طلاق الگ الگ دیتے اور یک لفظ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اگر تیسری مرتبہ اسی مجلس میں یا بعد میں عدت ختم ہونے سے پہلے کہا کہ "میں نے تجھے طلاق دی" تو اب طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح میں کوئی گنجائش نہیں رہی (۱)۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اس طرح کہا ہو کہ "میں نے تجھے طلاق دی تین طلاق"۔ طلاق الگ الگ دینے اور یک لفظ دینے سے وقوع طلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اگرچہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً بہت مذموم ہے اور قبیح ہے جیسے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا مذموم وقبیح ہے، اس سے اجتناب لازم ہے، لیکن اگر اس طرح دے گا تب بھی بلاشبہ واقع ہوجائے گی (۲)۔

یہ مسئلہ قرآن کی آیت ﴿الطلاق مرتان ... فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (۳) سے ماخوذ ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ دو دفعہ طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل ہے، تیسری کے بعد حق نہیں، نکاح بالکل ختم ہوکر حرمت مغلظہ ہوجاتی ہے، ایک مجلس یا دو تین مجلس کی کوئی قید نہیں بلکہ مطلق ہے۔ جب مسئلہ کی دلیل قرآن حکیم میں موجود ہے تو پھر کسی اور دلیل پر اس کا ثبوت موقوف نہیں رہتا، حدیث بھی

= (وكذا في البحر الرائق: ۹۳/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۱) "وأما الطلقات الثلاث: فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً". (بدائع الصنائع: ۳۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وأما البدعي الذي يعود إلى العدد أن يطلقها ثلاثاً في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمات متفرقة ... فإذا فعل ذلك، وقع الطلاق، وكان عاصياً". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، فصل في ألفاظ طلاق البدعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰، پ: ۲)

چونکہ قرآن کریم کے لئے شرح اور تفسیر کے درجہ میں ہے اس لئے اس سے بھی مسئلہ کی تائید وتقویت پیش کرنا ضروری ہے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری ص ۸۰۱ میں ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں (۱)۔ صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث مذکور ہے (۲)۔

ابوداؤد شریف ۲/۲۸۲ کے الفاظ یہ ہیں: "فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" (۳)۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: "ورجاله رجال الصحيحين" (۴)۔

جمع الفوائد ۱/۲۲۶ میں بخاری ومسلم وابوداود ونسائی ابن ماجہ کے حوالہ سے مذکور ہے (۵)۔

---

(۱) "عن حديث سهل بن سعد أخي بني ساعدة أن رجلاً من الأنصار جاء إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله، أو كيف يفعل؟ فأنزل الله في شأنه ما ذكر في القرآن من أمر المتلاعنين، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "قد قضى الله فيك وفي امرأتك". قال: فتلاعنا في المسجد وأنا شاهد، فلما فرغا قال: كذبت عليها يا رسول الله إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". إلى آخر الحديث. (صحيح البخاري: ۲/۸۰۰، كتاب الطلاق، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، قديمي)

(۲) (الصحيح لمسلم، ۱/۴۸۹، كتاب اللعان، قديمي)

(۳) (سنن أبي داود: ۱/۳۰۹، كتاب الطلاق، باب اللعان، دار الحديث بوهڑ گیٹ ملتان)

(۴) (نيل الأوطار، ۶/۲۷۲، كتاب اللعان، باب لا يجتمع المتلاعنان أبداً، دار الباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

(۵) "إن عويمر العجلاني جاء إلى عاصم بن عدي الأنصاري فقال: أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً ... فسأل عن ذلك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "قد نزل فيك وفي صاحبتك فاذهب فأت بها". ... قال عويمر: كذبت عليها يا رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- إن أمسكتها، فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" ... للستة إلا الترمذي". (جمع الفوائد: ۱/۳۰۸، لعان، مكتبه اسلاميه لائل پور)

نسائی شریف میں عنوان قائم کیا ہے: "الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ" اس کے ذیل میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے تین طلاق ایک دم دی ہیں "ثلاث تطليقات جميعاً" تو آپ غضبناک ہوئے، اس لئے کہ تین طلاق ایک دم دینا معصیت ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوتی (۱)۔

پھر امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے: "باب الرخصة في ذلك" اس میں عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تین طلاق دینے کا واقعہ بیان کیا ہے (۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "باب من جوز طلاق الثلاث" منعقد کر کے عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں تین طلاق دینا مذکور ہے (۳)۔ اسی باب میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ لکھا ہے جس کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا (۴)۔

---

(۱) "أخبرنا سليمان بن داود ... قال: أُخبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضباناً، ثم قال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم؟" إلى آخر الحديث. (سنن النسائي: ۲/۹۹، كتاب الطلاق، قديمي)

(۲) "أن عويمر العجلاني جاء إلى عاصم بن عدي فقال: أرأيت يا عاصم لو أن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله؟ فيقتلونه أم كيف يفعل؟ سل لي يا عاصم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... فقال عويمر: والله لا أنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ... قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فلما فرغ عويمر، قال: كذبت عليها يا رسول الله إن أمسكتها، فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (سنن النسائي: ۲/۹۹، ۱۰۰، باب الرخصة في ذلك، قديمي)

(۳) (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۴) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته". (صحيح البخاري، المصدر السابق)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھیں، اس کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا(۱)۔

سنن دار قطنی ص:۴۳۳، میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعاً ہے "من طلق البتة ألزمناه ثلاثاً، لا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره"(۲)۔ جو شخص طلاق البتہ دیدے اس پر بھی تین طلاق کو لازم کر دیا گیا، حالانکہ اس نے نہ لفظ "طلاق" تین مرتبہ کہا، نہ لفظ "ثلاث" کہا۔ اس سے بھی صاف اور مفصل بطور ضابطہ کلیہ کے فرمایا گیا: "أيما رجل طلق امرأته ثلاثاً مبهمة أو ثلاثاً عند الأقراء لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره". دار قطنی(۳)۔

یعنی "جو شخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے خواہ تینوں مجموعی طور پر ہوں یعنی ایک وقت دے، خواہ تین طہر میں الگ الگ دے، وہ اس کے لئے جائز نہیں رہی جب تک کہ حلالہ نہ ہو جائے"۔

سلف کا اجماع بھی اسی پر ہے، چنانچہ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے احکام القرآن ۱:۴۵۹ میں لکھا ہے "فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كانت معصية"(۴)۔ پس یہ مسئلہ کتاب، سنت، اجماع سے اسی طرح ثابت ہے، ائمہ اربعہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب اس پر متفق ہیں(۵)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاري، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۲/۷۹۱، قديمي)

(۲) (سنن الدار قطني: ۴/۲۰، كتاب الطلاق، قديمي)

(۳) (سنن الدار قطني: ۴/۲۱، كتاب الطلاق، قديمي)

(۴) (أحكام القرآن: ۱/۳۸۹، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، قديمي)

(۵) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه ومالك وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثاً وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق =

صاحب استذکار فرماتے ہیں: "إن هذه الرواية وهمٌ وغلطٌ، لم يعرج عليها احدٌ من العلماء".

الجوهر النقی: ۲/۱۱۴ (۱)۔

یعنی یہ روایت وہم و غلط ہے، علماء میں سے کسی نے بھی اس کو قابل التفات نہیں سمجھا۔ اس سے زیادہ حضرت الحسین بن علی الکرابیسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب "ادب القضاء" میں روایت کیا ہے:

"أخبرنا علیّ بن عبد الله (وهو ابن المديني) عن عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن طاؤس أنه قال: من حدثك عن طاؤس أنه كان يروي طلاق الثلاث واحدةً، كذّبه" (۲)۔

یعنی "طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ طاؤس حدیث "طلاق الثلاث واحدة" کو روایت کرتے ہیں، تم اس کی تکذیب کرنا، اس کو جھوٹا سمجھنا، میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے"۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت اس منقولہ کے خلاف ہے اور وہ روایت قرآن کریم، متعدد احادیث، اجماعِ سلف کے موافق ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾

= التأكيد حمل عمر اللفظ على ظاهر التكرار، فأمضاه عليهم .... الجواب السادس: تأويل قوله: "واحدة" وهي أن معنى قوله: كان الثلث واحدة أن الناس في زمن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا يطلقون ثلاثاً .... الجواب السابع: دعوى وقفه، فقال بعضهم: ليس في هذا السياق أن ذلك بلغ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فيقرّه، والحجة إنما هي في تقريره .... الجواب الثامن: حمل قوله: "ثلاثاً" على أن المراد بها لفظ "البتة" كما تقدم في حديث ركانة سواء، وهو من رواية ابن عباس أيضاً، وهو قوي".

(بذل المجهود: ۳/۶۳، بيان الاختلاف في الطلقات الثلاث في مجلس واحد، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في فتح الباري: ۹/۳۶۲، ۳۶۴، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث، دار المعرفة)

(وعمدة القاري: ۲۰/۳۳۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الجوهر النقي على هامش السنن الكبرى، كتاب الخلع والطلاق، باب من جعل الثلاث واحدة: ۷/۳۳۷، ادارة تاليفات اشرفيه)

(۲) لم أقف عليه

ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في أرحامهن﴾ (الآية) فذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعتها، وإن طلقها ثلاثاً فنسخ ذلك، فقال: ﴿الطلاق مرتان﴾. الآية". أبو داؤد شريف، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث(۱)۔ بذل ۲/۲۶۹(۲)۔

یعنی تین طلاق کے بعد بھی رجعت کی اجازت تھی اس کو اس آیت نے منسوخ کردیا۔ ﴿الطلاق مرتان﴾ (الآیۃ)۔ ایسا نہیں تھا کہ تین طلاق دینے پر بھی ایک ہی ہوتی، البتہ تین کے بعد بھی رجعت کا حق تھا، نزولِ آیت کے بعد وہ حق ختم ہوگیا۔

اگر بالفرض شراح کے پیش کردہ اشکالات کے باوجود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کردہ مقولہ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ایک بہت ہی ظاہر اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ تین الفاظ سے تین طلاق دے کر اگر کوئی شخص کہتا کہ میری نیت دوسرے اور تیسرے لفظ سے تاکید کی تھی تجدید طلاق کی نہیں تھی تو غلبۂ صدق اور سلامتِ صدر کی بناء پر اس کا قول تسلیم کرلیا جاتا تھا اور ایک ہی طلاق کا حکم کیا جاتا تھا۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں طلاقِ ثلاث کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے اور صدق میں کمی ہوئی تو انہوں نے تین لفظ سے تین ہی طلاق کا حکم فرمادیا اور نیت اور تاکید کو نہ مانا، اصل بھی یہی ہے کہ تین طلاق سے تین کا حکم ہو غلبۂ صدق کی بناء پر اصل کے خلاف ہونے کے باوجود نیت کا اعتبار کرنے کی جو وجہ تھی وہ ختم ہوگئی اور کلام کا اصل مطلب جو تھا وہی متعین کردیا(۳)، یہ نہیں تھا کہ تین کو ایک تسلیم کیا جاتا تھا، تین کا ایک ہونا تو کسی طرح بھی درست نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا صریح فتویٰ بھی یہی ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے بھی تین ہی واقع ہوتی ہیں، جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن الحارث، عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ یہی نقل کیا ہے:

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كلهم قالوا في الطلاق الثلث: إنه

---

(۱) (سنن أبي داؤد، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۱/۳۰۴، إمدادیه ملتان)

(۲) (بذل المجهود: ۳/۶۷، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث، إمدادیه ملتان)

(۳) (راجع، ص: ۳۱۳، الحاشية: ۱، الجواب الخامس في تلك العبارة)

أجازه". بذل: ۳/۱۷۰(۱)۔

اس لئے بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس مقولے کے ذریعہ تین طلاق کو ایک قرار دینا صحیح نہیں۔

شبہ کی دوسری وجہ رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، اس پر محدثین نے کلام کیا ہے، یہ واقعہ رکانہ کا ہے یا ابو رکانہ کا؟ نیز اس کی سند میں بعض راوی ایسے ہیں جن کی روایت ضعیف اور معلول ہے (۲)۔

پھر ان سب سے قطع نظر اس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃً تین طلاق نہیں دی بلکہ "طلاق البتہ" دی تھی چونکہ طلاق البتہ بھی بعض دفعہ تین طلاق کی جگہ استعمال ہوتی تھی، اس لئے ان سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف دے کر پوچھا کہ تمہاری نیت ایک ہی طلاق کی تھی انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں، ایک ہی طلاق کی نیت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ایک قرار دیا۔ ترمذی شریف میں ہے:

"عن عبد الله بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله! إني طلقت امرأتي ألبتة، فقال: "ما أردت بها"؟ فقلت: واحدة، قال: "والله"؟ قال: والله، قال: "فهو ما أردت"(۳)۔

اسی کو امام ابو داؤد نے "اصح" کہا ہے، بذل (۴)۔

جس روایت میں "طلقها ثلاثاً" ہے، وہ روایت بالمعنی ہے اس لئے کہ "البتۃ" بھی "ثلاث" کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا، اسی سے اس "البتۃ" میں اختلاف ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ایک قرار دیتے

---

(۱) (سنن أبي داود: ۱/۲۹۹، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، امدادیہ ملتان)

(۲) "وقد أجيبوا عنه بأربعة أشياء: أحدها: أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما ... والثاني معارضته بفتوى ابن عباس بوقوع الثلاث كما تقدم ... الثالث: أن أبا داود رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة، كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة ... الرابع: أنه مذهب شاذ فلا يعمل به". (فتح الباري: ۹/۳۶۲، ۳۶۳، كتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، قديمي)

(۳) (جامع الترمذي: ۱/۲۲۲، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في الرجل طلق امرأته البتة، سعيد)

(۴) قال أبو داود: "وهذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثاً؛ لأنهم أهل بيته وهم أعلم به". (سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب في ألبتة: ۱/۳۰۷، ۳۰۸، إمدادیہ ملتان)

(وكذا في بذل المجهود: ۳/۲۷۰، كتاب الطلاق، باب في ألبتة، امدادیہ ملتان)

مخالف ہیں حتیٰ کہ علامہ ابن رجب نے مستقل کتاب اس پر تصنیف کی ہے جس میں اغاثۃ اللہفان کے پیش کردہ دلائل کو پوری طرح رد کردیا ہے اور ہر چیز کا جواب شافی دیا ہے، اس کا نام ہے: "بيان مشكل الأحاديث الواردة في أن الطلاق الثلث طلاق واحدة"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مجلسِ واحد کی تین طلاق کا حکم

سوال [۶۱۲۰]: زید نے اپنی بیوی کی سخت کلامی پر برہم ہوکر حالتِ غضب میں اس کی غیر موجودگی میں ایک دوسری عورت کے سامنے تین طلاقیں بیک وقت دیں اور اس کا اظہار دوبارہ دوسرے شخص سے کیا کہ میں نے اس طرح طلاق دی، پھر تیسرے شخص نے سوال کیا کہ تم نے کس طرح طلاق دیا؟ زید نے انہیں بھی بتلایا، بعد میں معلوم ہوا کہ زید کی بیوی حاملہ ہے، بکر نے مشورہ دیا اور مسلکِ اہلِ حدیث نے فتویٰ دیا کہ تم رجعت کرلو، حالانکہ زید حنفی مسلک ہے، زید نے رجعت کرلی پانچویں دن، اور اس کے ہمراہ بیس یوم گزارے۔

اس کے بعد لڑکی کے والدین آئے اور لڑکی کو یہ کہہ کر گھر لے گئے کہ طلاق ہوگئی اور لڑکی تمہارے لئے حرام ہے۔ اس کو تقریباً تین ماہ ہوگئے، زید چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو پھر زوجیت میں لے آئے۔ از روئے شرع کوئی شکل ہے؟

حکیم محمد عطا مصطفیٰ بمبئی۔

= قالت أشهد بالله أربع شهادات انه كاذب، كانت شهادةً واحدةً ولم تكن أربعاً، فكيف يكون قوله: "أنت طالق ثلاثاً" ثلاث تطليقات؟ وأي قياس أصح من هذا؟ وهكذا كل مايعتبر فيه العدد من الإقرار ونحوه .... وأما أقوال الصحابة فيكفي كون ذلك على عهد الصديق ومعه جميع الصحابة ولم يختلف عليه منهم أحد ولايحكى في زمانه القولان حتى قال بعض أهل العلم: إن ذلك إجماع قديم .... فهذه الوجوه ونحوها مما بيّن بها الجمهور أن جمع الثلاث غير مشروع هي بعينها تبيّن عدم الوقوع وأنه إنما يقع المشروع وحده وهي الواحدة". (إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، كتاب الطلاق، فصل: من اتقى الله في طلاقه استغنى عن كل هذه الحيل الملعونة، ص: ۲۸۳ – ۲۸۸، ۲۸۹ – ۳۰۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(إغاثة اللهفان: ۲۸۳، ۳۲۵، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

فتویٰ کی نقل

مختار احمد ندوی خطیب جامع مسجد اہل حدیث بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- صورتِ مسئولہ میں زید کو حق حاصل ہے کہ اندرونِ عدت بیوی سے رجعت کرلے اور انقضائے عدت کے بعد نکاحِ جدید کے ذریعہ اپنی زوجیت میں لے آئے، کیونکہ اس کی دی ہوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں حکم میں ایک رجعی طلاق کے ہیں۔

۲- ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید، سورۂ بقرۃ: رکوع نمبر: ۲۰، آیت نمبر: ۲۲۹، ۲۳۰ میں ہے: ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ الآیۃ۔ یعنی طلاق دو مرتبہ ہے، پھر (ان دو مرتبہ) دستور کے مطابق روکے رکھنا ہے یا بھلائی کے ساتھ رخصت کردینا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دو بار الگ الگ مہینوں میں دی جائے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿يٰأيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن وأحصوا العدة﴾ (۱)۔

۳- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک کچھ ایسا ہی ہے، مسند احمد، ص: ۲۶۵، میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں: حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں اور بعد میں اس پر انہیں بڑا غم ہوا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح طلاق دی؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک ہی مجلس میں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تب یہ سب تینوں ایک ہی طلاق ہوئیں، آپ جائیں تو بیوی سے رجعت کرلیں، چنانچہ انہوں نے رجعت کرلی (۲)۔

---

(۱) (سورۃ الطلاق: ۱)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: طلق ركانة بن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كيف طلقتها"؟ قال: طلقتها ثلاثاً، قال: "في مجلس واحد"؟ قال: نعم، قال: "إنما تلك واحدة فارجعها إن شئت" قال: فراجعها". (مسند أحمد: ۱/۳۳۸، رقم الحديث: ۲۳۸۳، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما، دار إحياء التراث العربي بيروت) ▬

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے عہدِ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک مسلمان ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں (مسند احمد: ۱/۳۱۴، صحیح مسلم: ۱/۴۷۷، ۴۷۸، مستدرک حاکم: ۲/۱۹۶) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں(۱)۔

۳- حوالہ مستدرک حاکم ۲/۱۹۶، میں ہے: یعنی ابوالجوزاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کیا ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں؟ آپ نے فرمایا بے شک(۲)۔

محمد احمد ندوی، ۷/ربیع الاول/۱۳۸۷ھ۔

نوٹ: یہ فتویٰ کی نقل ہے، جس کے اس فتویٰ کے مطابق اپنی بیوی سے رجعت کرنی ہے۔

= (وكذا في الصحيح لمسلم: ۱/۴۷۷، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وسنتين من خلافة عمر بن الخطاب طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر: إن الناس قد استعجلوا في أمر كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم". (مسند أحمد بن حنبل: ۱/۴۱۵، (رقم الحديث: ۲۸۷۵)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(والصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱/۴۷۷، قديمي)

(۲) "أخبرني أبو الحسين محمد بن أحمد .... عن ابن أبي مليكة أن أبا الجوزاء أتى ابن عباس رضي الله عنهما فقال: أتعلم أن ثلاثاً كن يرددن على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى واحدة؟ قال: نعم". هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه". (المستدرك للحاكم مع التلخيص للحافظ الذهبي: ۲/۱۹۶، كتاب الطلاق، دار الفكر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یک وقت تین طلاق دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہوجاتی ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے(۱)، نیز حدیث شریف میں ہے، اسی پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہوا، یہی ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے(۲)، خواہش نفسانی کی خاطر اس کو ترک کرکے دوسرا راستہ اختیار کرنا گمراہی اور حرام ہے۔ حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے(۳)، اس کی عدت وضع حمل ہے(۴)، بچہ پیدا ہونے پر عورت کو چاہیے کہ دوسری جگہ نکاح کرلے۔

بعض اہل حدیث نے حدیث رکانہ سے استدلال کرتے ہوئے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کو

---

(۱) ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان ..... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ منتظم لمعان: منها تحريمها على المطلق ثلاثاً حتى تنكح زوجاً غيره". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۵۲۳، قديمي)

(۲) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث". (رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثاً وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، مطبع أمين دمج بيروت)

(۳) "وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۳۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۱۸۷، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "وعدة الحامل أن تضع حملها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۸، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۱۱، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۲۶، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

ایک قرار دیکر رجعت کا اختیار دیا ہے، مگر وہ استدلال تام نہیں، دوسرے قوی دلائل کے بھی خلاف ہے، چنانچہ اس روایت پر بذل المجہود فی شرح ابی داؤد: ۳/ ۷۰، نیز عمدۃ القاری و فتح الباری و بعض دیگر شروح بخاری میں پ ۹/۱۰۶، میں مفصل کلام کر کے استدلال کا ناتمام ہونا بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ تین طلاق سے تین ہی واقع ہوتی ہیں (۱)۔

فتح القدیر: ۳/ ۱۷۵ (۲)، بدائع الصنائع میں بھی اس پر مفصل بحث مذکور ہے (۳)۔ اعلاه

---

(۱) "حديث ركانة نص في المسألة، وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء: الأول: أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما ..... والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس بوقوع الثلاث كما تقدم ..... والثالث: أن أبا داود رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة، كما أخرجه هو من طريق أهل بيت ركانة ..... والرابع: أنه مذهب شاذ". (بذل المجهود: ۳/ ۶۲، ۶۳، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، امدادیہ ملتان)

(وكذا في عمدة القاري للعيني، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث: ۲۰/ ۲۳۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وفتح الباري لابن حجر العسقلاني، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۹/ ۴۶۲-۴۶۳، دار المعرفة)

(۲) "ومن الأدلة في ذلك ما في مصنف ابن أبي شيبة والدارقطني في حديث ابن عمر المتقدم: "قلت: يا رسول الله! أرأيت لو طلقتها ثلاثاً؟ فقال: "إذاً قد عصيت ربك، وبانت منك امرأتك" ..... وفي الموطأ أيضاً: بلغه أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود فقال: إني طلقت امرأتي ثماني تطليقات، فقال: ما قيل لك؟ فقال: قيل لي: بانت منك، قال: "صدقوا، هو مثل ما يقولون" فظاهره الإجماع على هذا الجواب". (فتح القدير: ۳/ ۴۶۹، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "وأما حكم طلاق البدعة فهو أنه واقع عند العلماء ..... ولنا ما روي عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه أن بعض آبائه طلق امرأته ألفاً، فذكر ذلك للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "بانت بالثلاث في معصية، وتسع مائة وسبعة وتسعون فيما لا يملك". وروي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه قال: أحدكم يركب الأحموقة، فيطلق امرأته ألفاً، ثم يأتي، فيقول: يا ابن عباس! يا ابن عباس! إن الله تعالى قال: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾، وإنك لم تتق الله، فلا أجد لك مخرجاً، بانت امرأتك، وعصيت ربك". (بدائع الصنائع: ۴/ ۲۰۶، ۲۰۷، كتاب الطلاق، فصل في ألفاظ طلاق البدعة، دار الكتب العلمية بيروت)

السنن: ۱/۳۰۲، اس پر مستقل رسالہ میں صفحات میں پھیلا ہوا موجود ہے، جس میں اس روایت پر بحث سے بحث کر کے بتایا ہے کہ قرآن پاک وحدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ تین طلاق تین ہی ہے ایک نہیں، "الإنقاذ من الشبہات فی إنفاذ المکرر من الطلقات" اس رسالہ کا نام ہے(۱)۔ اسی طرح "الإشفاق" اور "إقامۃ القیامۃ" یہ دونوں رسالے بھی اسی مسئلہ پر لکھے گئے ہیں۔ کتب فقہ البحرالرائق: ۳/۲۵۹(۲)، زیلعی: ۲/۱۵۷(۳)، شامی: ۲/۷۰۵ وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ

---

(۱) "وروی عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: إذا طلق امرأتہ ثلاثاً فلا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ ... عن طارق بن عبد الرحمن سمعت قیس بن أبی حازم قال: سأل رجل المغیرۃ وأنا شاہد عن رجل طلق امرأتہ مائۃ، فقال: "ثلاثۃ تحرم، وسبع وتسعون فضل" ... عن ربیع أن عمران بن حصین سئل عن رجل طلق ثلاثاً فی مجلس فقال: "أثم بربہ وحرمت علیہ امرأتہ".

"فہذہ الروایات تدل أن عمر وعثمان وعلیاً وابن عباس وابن عمر وابن مسعود وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وأبا ہریرۃ والمغیرۃ بن شعبۃ وعمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کلہم متفقون علی وقوع الطلقات الثلاث جملۃ، ولا یثبت عن واحد من الصحابۃ خلافہم". (إعلاء السنن: ۱۱/۶۲۴، الإنقاذ من الشبہات فی إنفاذ المکرر من الطلقات، إدارۃ القرآن کراچی)

(۲) "وقد صرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما للسائل الذی جاء یسألہ عن الذی طلق ثلاثاً بفرقۃ: "عصیت ربک". وروی عبد الرزاق مرفوعاً عنہ علیہ السلام "بانت بثلاث فی معصیۃ اللہ تعالیٰ". فقد أفاد الوقوع والعصیان". (البحر الرائق: ۳/۲۰۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۳) "وقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: أخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأتہ ثلاث تطلیقات جمیعاً، فقام غضبان، ثم قال: "أیلعب بکتاب اللہ وأنا بین أظہرکم"". (تبیین الحقائق: ۳/۲۵، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۴) "وذہب جمہور الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم من أئمۃ المسلمین إلی أنہ یقع ثلاث. ... وأما إمضاء عمر الثلاث علیہم مع عدم مخالفۃ الصحابۃ لہ، وعلمہ بأنہا کانت واحدۃ، فلا یمکن إلا وقد اطلعوا فی الزمان المتأخر علی وجود ناسخ، أو لعلمہم بانتہاء الحکم لذلک لعلمہم بإناطتہ بمعان علموا انتفاءہا فی الزمن المتأخر". (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور: ۳/۲۳۳، سعید)

تین طلاق کا حکم

سوال[۶۱۲۱]: زید نے اپنی بیوی کو مجمع عام میں تین بار طلاق کے الفاظ اس طرح ادا کئے کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، طلاق دی، طلاق دی"۔ اور مجمع کے لوگوں سے کہا کہ جا کر ہماری بیوی کو اطلاع طلاق کی دے دو۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، یا بیوی کا خود اپنے کان سے سننا ضروری ہے؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کا سننا ضروری نہیں، بلاشبہ طلاق مغلظہ واقع ہوگئی(۱)، اب بلا حلالہ کے تعلق زوجیت حرام ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غصہ میں تین طلاق

سوال[۶۱۲۲]: زید نے اپنی منکوحہ مدخول بہا زینب کو ایک طلاق دیا، اس کے بعد زینب کا باپ

---

(۱) "إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً".

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۶۲، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۶۰۲، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن كراچی)

ہوگئی، طلاق ہوگئی، اب اپنے گھر جاؤ، میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے"۔ اس کے بعد بیوی چیخ چیخ کر رونے لگی، شوہر کو بھی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً اپنی بیوی سے معافی مانگی، لیکن بیوی کا روتے روتے برا حال تھا۔ زید کے دو سال کی بچی بھی ہے، لڑکی کی ماں دل کی مریض ہے، ان کو اس حالت سے مطلع نہیں کیا گیا، ویسے بیوی میکہ جا چکی ہے، اس لئے کہ اب شوہر کے ساتھ رہنا ناجائز ہے، اب دونوں رجوع ہونا چاہتے ہیں۔ اب شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق عامۃً غصہ ہی میں دی جاتی ہے، خوشنودی میں اس کی نوبت کم آتی ہے۔ جب آدمی غصہ میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کا نتیجہ خراب نکلے تو وہ سمجھتا ہے اور معذرت کرتا ہے کہ میں قابو میں نہیں تھا، تو از خود بیٹھا تھا وغیرہ وغیرہ، حالانکہ ایسی بات نہیں، اس کی عقل ختم نہیں ہو جاتی کہ اس کو یہ خبر نہ رہے کہ ان الفاظ (طلاق) کا کیا مطلب ہے، یا وہ آسمان اور زمین میں فرق نہ کرتا ہو، یا اس کو پاگل قرار دے کر پاگل خانہ بھیج دیا جائے، بلکہ وہ جانتا ہے کہ طلاق سے بیوی کو بہت تکلیف ہوگی اور تعلق ختم ہو جائے گا جیسے کہ بیوی کے علاوہ کسی اور سے ناراض ہو تو اس کو بھی چن کر ایسا لفظ کہتا ہے جس سے اس کو بہت تکلیف ہو اور شدتِ ناراضگی کے اظہار کے لئے تعلق ختم کر دیا جاتا ہے: "ویقع طلاق من غضب، خلافاً لابن القیم، وھذا الموافق عندنا لما مر". شامی نعمانیہ: ۲/۴۲۷(۱)۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب اس کو رجوع کا اختیار نہیں رہا اور بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں ہے(۲)۔ قرآن پاک میں ہے:

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

"وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۵۳، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيدية)

(۲) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملة واحدة". (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق) =

﴿الطلاق مرتان ...... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾ الآية(۱)۔

کتب صحاح بخاری شریف ومسلم شریف وغیرہ میں امراۃ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے جس میں شوہر اول سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرحمت نہیں فرمائی تھی (۲)۔ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا مسلک یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں تصریح ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کا حکم

سوال [۶۱۲۴]: زید نے اپنی بیوی کی حرکات سے تنگ آکر ایک مجلس میں تین طلاق دے دیا اور اخبار میں طلاق کا اعلان بھی کرا دیا، اب شوہر اور بیوی دونوں دوبارہ ملنا چاہتے ہیں، لہذا اس بارے میں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں؟ کیا وقت واحد میں تین بار طلاق از روئے قرآن ایک مرتبہ سمجھ کر رجوع کرلیا جائے، یا حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی حدیث کی روشنی پر عمل کرلیا جائے، جب کہ بوقت طلاق اب بھی کوئی گواہ موجود نہیں ہے، بیوی نے قبول بھی نہیں کیا؟ لہذا اس بات کی صراحت فرمائیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو کون سی؟ وہ اگر دوبارہ ملنا چاہیں تو اس کی شریعت میں کیا راہ ہے؟

للعمل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبدالرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته" (صحيح البخاري: ۲/ ۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمي)

(۳) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث". (فتح القدير: ۳/ ۴۶۹، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق کا اختیار مرد کو ہے، عورت کے قبول کرنے نہ کرنے کو اس میں کوئی دخل نہیں، وہ قبول نہ کرے تب بھی ہوجاتی ہے(۱)۔ طلاق کا جب شوہر کو اقرار ہے تو گواہوں کی ضرورت نہیں، جب شوہر نے طلاق لکھ کر بیوی کے پاس بھیج دی ہو، یا اخبار میں شائع کردی ہو اور شوہر کو اپنی تحریر کا اقرار ہو تب بھی ہوجاتی ہے(۲)۔ محبت ورضامندی میں طلاق کی نوبت کم آتی ہے، جب صریح اور صاف لفظوں میں طلاق دے تو اس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، بغیر نیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے(۳)۔

---

(۱) "وأهله (أی الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ". (الدر المختار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۳، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفي من لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۲۳، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ولو استكتب من آخر كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به إليها، فأتاها، وقع إن أقر الزوج أنه كتابه". (رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۳) "وصريح الطلاق لا يحتاج إلى نية؛ لأنه موضوع له شرعاً، فكان حقيقة، والحقيقة لا تحتاج إلى نية". (الاختيار لتعليل المختار: ۲/۱۹۳، كتاب الطلاق، فصل في صريح الطلاق، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۹، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۷، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

ایک دفعہ اور دو دفعہ کہنے کے بعد طلاق سے رجعت کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے، یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لینے سے نکاح بدستور قائم رہتا ہے، خواہ وقتِ واحد اور مجلسِ واحد میں ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دی ہو، یا الگ الگ وقت الگ الگ مجلس میں دی ہو، سب کا یہی حکم ہے(۱)، یہ مسئلہ قرآن کے دوسرے پارے میں ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾(۲) سے ثابت ہے۔

تین طلاق دینے کے بعد واپسی کا حق نہیں رہتا، جب تک حلالہ نہ ہو جائے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا(۳)، خواہ تین طلاق ایک لفظ سے دی ہوں جیسے کوئی کہے کہ "میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی" یا تین لفظ سے دی ہوں جیسے کوئی کہے: "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی" پھر خواہ مجلسِ واحد میں ایسا کیا ہو یا الگ مجلس اور الگ الگ وقت میں، سب کا ایک حکم ہے، کوئی فرق نہیں۔ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ غرض ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے(۴)، یہی جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علمية ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۲۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۳) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ سواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملة واحدة". (بدائع الصنائع: ۴/۳۰۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة، وآخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالى: ... ، مطبع محمد أمين دمج بيروت)

مذہب ہے(۱)، یہی احادیث سے ثابت ہے، یہی کتب فقہ میں بصراحت موجود ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے۔

چنانچہ دوسرے پارے میں دو طلاق کے بعد تیسری طلاق کا تذکرہ ہے اور اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية(۲) یعنی دو طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل تھا لیکن تیسری طلاق بھی دیدی تو اب رجوع کرنے کا حق بھی نہیں رہا، جب تک دوسرے شخص سے نکاح نہ ہو جائے تو ہرگز پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی(۳)۔

حدیث شریف میں امراۂ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے جس کی تفصیل بخاری شریف میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی تھی پھر بعد عدت دوسرے شخص حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کیا مگر وہ چاہتی تھیں کہ پہلے شوہر کے پاس لوٹ جائیں، حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک حلالہ نہ ہو جائے پہلے شوہر کے پاس جانے کا حق نہیں(۴)۔

جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان صحابی نے لفظ طلاق تین دفعہ کہا، پہلے سے طلاق کی نیت کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی، بلکہ محض تاکید کے لئے یہ لفظ کہا، جیسے آپ سے کوئی پوچھے آپ نے آج فجر کی نماز پڑھی؟ آپ جواب میں کہیں، میں نے آج فجر کی نماز پڑھ لی، پڑھ لی، پڑھ لی، مطلب صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر آج تو ایک ہی دفعہ پڑھی مگر دوسری اور تیسری دفعہ جو لفظ کہا

---

(۱) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث".

(رد المحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) (البقرة: ۲۳۰)

(۳) (راجع ص: ۴۳۰، رقم الحاشية: ۳)

(۴) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك و تذوقي عسيلته".

(صحيح البخاري: ۷۹۱/۲، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمي)

ہے اس سے محض تاکید مقصود ہے، یہ مطلب نہیں کہ آج نماز فجر تین دفعہ پڑھی۔

اسی طرح انہوں نے لفظ طلاق تین دفعہ کہا مگر چونکہ طلاق ایک ہوتی ہے، دو بھی ہوتی ہے، تین بھی ہوتی ہے اور لفظ طلاق تاکید کے لئے بھی کہا جاتا ہے اور استیناف مقصود بھی ہوتا ہے، نیز تاکید کے لئے بولنا خلاف ظاہر بھی ہے، کیونکہ طلاق تین بھی ہوتی ہے، اس لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم دیکر دریافت فرمایا کہ ایک ہی طلاق کی نیت تھی؟ دوسری اور تیسری لفظ تاکید کے لئے بولا ہے، طلاق کی نیت سے نہیں بولا، جب انہوں نے قسم کھا کر ایک طلاق کا ارادہ بتلایا تو رجعت کا حق دیدیا (۱)۔

پھر رفتہ رفتہ طلاق کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑی جماعت کے سامنے اس کو ظاہر فرمایا کہ ہمیں جو سہولت دی گئی تھی، لوگوں نے اس سے غلط فائدہ اٹھانا شروع کردیا، اس لئے اگر کوئی شخص تین دفعہ طلاق دے گا تو وہ تین ہی شمار ہوں گی اور اس کو رجعت کا حق نہیں ہوگا (۲) اس پر سب کا اجماع ہوگیا، یہی مطلب ہے اس روایت کا جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم

---

(۱) "عن نافع بن عجير بن عبد يزيد بن ركانة أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة البتة فأخبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بذلك، وقال: والله ما أردت إلا واحدة، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: والله ما أردت إلا واحدة؟ فقال ركانة: والله ما أردت إلا واحدة. فردها إليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فطلقها الثانية في زمان عمر، والثالثة في زمان عثمان". (سنن أبي داود: ۱/۳۰۲، كتاب الطلاق، باب في البتة، دار الحديث ملتان)

(۲) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب إيقاع الثلاث مجموعة معصية وإن وقعن كلهن، إدارة القرآن كراچي)

"وإن حمل الحديث على خلاف ظاهره دفعاً لمعارضة إجماع الصحابة رضي الله تعالى عليهم على ما أوجد ما كان من النقل شيء واحد واحد، وعدم مخالفة الحكم في بعضها، وظاهر حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه. فتأويله أن قول الرجل: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق كان واحدة في الزمن الأول لقصدهم التأكيد في ذلك الزمان، ثم صاروا يقصدون التجديد، فألزمهم عمر رضي الله تعالى عنه ذلك لعلمه بقصدهم". (فتح القدير: ۳/۴۷۰، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی دورِ خلافت میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی یعنی جو شخص تین طلاق دیتا تھا اور قسم کھا کر کہتا تھا کہ میں نے پہلا لفظ طلاق کی نیت سے بولا ہے اور دوسرا اور تیسرا لفظ تاکید کے لئے بولا ہے۔

اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے ایک طلاق کا قضاءً فیصلہ ہوتا تھا(۱)، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تین طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تھی، اگر یہ مطلب لیا جائے گا تو قرآن پاک کے بھی خلاف ہوگا (اور اس حدیث کے بھی خلاف ہوگا) جس میں امرأۃ رفاعہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلالہ کا حکم دیا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے(۲)۔

لہذا صورتِ مسئولہ میں کوئی گنجائش رجعت کرنے کی یا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنے کی باقی نہیں رہی، شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دیگر کتب فقہیہ، کنز، تبیین، درمختار، عالمگیری، مجمع الأنهر، بدائع وغیرہ میں اس پر مفصل کلام موجود ہے(۳)۔

---

(۱) قال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "فالأصح أن معناه أنه كان في أول الأمر إذا قال لها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ولم ينو تاكيداً ولا استئنافاً، يحكم بوقوع طلقة لقلة إرادتهم الاستئناف بذلك، فحمل على الغالب الذي هو إرادة التاكيد، فلما كان في زمن عمر رضي الله تعالى عنه وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم إرادة الاستئناف بها، حملت عند الإطلاق على الثلث عملاً بالغالب السابق إلى الفهم منها في ذلك العصر. وقيل: المراد أن المعتاد في الزمن الأول كان طلقة واحدة، وصار الناس في زمن عمر يوقعون ثلاثاً دفعةً، فنفذه عمر، فعلى هذا يكون إخباراً عن اختلاف عادة الناس لا عن تغير حكم في مسئلة واحدة". (شرح مسلم للإمام النووي [illegible]، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلث، قديمي)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله، إن رفاعة طلقني فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته"". (صحيح البخاري [illegible]، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمي)

(۳) "وأما حكم طلاق البدعة فهو أنه واقع عند عامة العلماء ... ولنا ما روي عن عبادة بن الصامت ...

شروحِ حدیث عینی، بذل، اوجز، اعلاء السنن میں روایاتِ فقہیہ کے علاوہ حدیث کا بھی ذخیرہ ہے(۱)۔ اس مسئلے پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= رضي الله عنه أن بعض أبنائه طلق امرأته ألفاً، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال صلى الله عليه وسلم: "بانت بالثلاث في معصية، وتسعمائة وسبعة وتسعون فيما لا يملك". (بدائع الصنائع: ۴/۲۰۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم طلاق البدعة، دار الكتب العلمية بيروت)

"وروي أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود رضي الله تعالى عنه فقال: إني طلقت امرأتي ثماني تطليقات، فقال: "ماذا قيل لك؟" فقال: قيل لي: بانت منك، قال: "صدقوا، هو مثل ما يقولون". وقول ابن مسعود: "صدقوا" دليل على إجماعهم على ذلك. ... والجواب عن الحديث الأول (أي حديث ابن عباس) من وجهين: أحدهما أنه إنكار على من يخرج عن سنة الطلاق بإيقاع الثلاث وإخبار عن تساهل الناس في مخالفة السنة في الزمان المتأخر عن العصرين، كأنه قال: الطلاق الموقع الآن ثلاثاً كان في ذينك العصرين واحدة، كما يقال: كان الشجاع الآن جباناً في عصر الصحابة رضي الله عنهم أجمعين. والثاني: أن قول الزوج: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، كانت طلقة واحدة في العصرين لقصدهم التأكيد والإخبار، وصار الناس بعدهم يقصدون به التجديد والإنشاء، فألزمهم عمر ذلك لعلمه بقصدهم، يدل عليه قول عمر رضي الله عنه: "قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة". والجواب عن الثاني (حديث الركانة) أنه منكر، قاله أبو جعفر". (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق: ۳/۲۳، ۲۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

"وأما إمضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنها كانت واحدة، فلا يمكن إلا وقد اطلعوا في الزمان المتأخر على وجود ناسخ أو لعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفاءها في الزمن المتأخر". (رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"وأما البدعي الذي يعود إلى العدد أن يطلقها ثلاثاً في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمات متفرقة، أو يجمع بين التطليقتين في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمتين متفرقتين، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب الطلاق، رشيدية)

"وبدعيه: أي بدعي الطلاق عدداً تطليقها ثلاثاً أو ثنتين بكلمة واحدة، مثل أن يقول: أنت طالق ثلاثاً أو ثنتين، وهو حرام حرمة غليظة ... واعلم أن في صدر الأول إذا أرسل الثلاث جملة لم يحكم إلا بوقوع واحدة إلى زمن عمر رضي الله عنه، ثم حكم بوقوع الثلاث لكثرته بين الناس تهديداً". (مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، بيروت)

(۱) "عن جعفر بن برقان عن معاوية بن أبي يحيى قال: جاء رجل إلى عثمان بن عفان فقال: طلقت =

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امرأتي ألفاً، فقال: "بانت منك بثلاث". وروى وكيع عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت، قال: جاء رجل إلى علي ابن أبي طالب، فقال: إني طلقت امرأتي ألفاً. فقال: "بانت منك بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك". عن طارق بن عبدالرحمن سمعت قيس بن أبي حازم قال: سأل رجل المغيرة وأنا شاهد عن رجل طلق امرأته مائة فقال: "ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل"". (إعلاء السنن ١١/١٦٣، وقوع الطلقات الثلاث جملة، إدارة القرآن كراچی)

"وذهب كثير منهم إلى وقوعه (أي الثلاث) مع منع جوازه، واحتج له بعضهم بحديث محمود بن لبيد عند النسائي قال: أخبر النبي صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام مغضباً فقال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم"؟ ...... عن مجاهد قال: كنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال: إنه طلق امرأته ثلاثاً. فسكت حتى ظننت أنه سيردها إليه فقال: "ينطلق أحدكم فيركب الأحموقة، ثم يقول: يا ابن عباس! يا ابن عباس! إن الله قال: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾ وإنك لم تتق الله، فلا أجد لك مخرجاً، عصيت ربك، وبانت منك امرأتك". (بذل المجهود: ٣/١٤، باب في نسخ المراجعة، امدادیہ ملتان)

"إن الطحاوي قد روى أحاديث عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما تشهد بانتساخ ما قاله من ذلك: منها ما رواه من حديث الأعمش عن مالك بن الحارث قال: جاء رجل إلى ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فقال: إن عمي طلق امرأته ثلاثاً، فقال: "إن عمك عصى الله، فأثمه الله، وأطاع الشيطان، فلم يجعل له مخرجاً"، فقلت: فكيف ترى في رجل يحللها له؟ فقال: "من يخادع الله يخادعه"".

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول" .... فإنه ظاهر في كونها مجموعة". (عمدة القاري للحافظ العيني: ٢٠/٣٣٣، ٣٣٤، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه جاءه رجل، فقال: إني طلقت امرأتي ألفاً، وفي لفظ: مائة، قال: "ثلاث تحرمها عليك، وبقيتها وزراً، اتخذت آيات الله هزواً". (أوجز المسالك: ٤/٣٣٠، كتاب الطلاق، مطبع سهارنفور)

تین طلاق

سوال[۵۷۴۰]: زید نے بیماری کی حالت میں بلانیت طلاق کے غصہ اور جھنجھلاہٹ میں اپنی بیوی کو کسی بات کے باعث یا جنگ وجدل کے باعث یہ لفظ کہا کہ "تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے"۔ لوگوں میں شور وغل ہوا کہ طلاق ہوگئی، لیکن زید نے شرح وقایہ ہدایہ کی عبارتیں پڑھ کر سنائی جس سے لوگوں میں قدرے سکون ہوا، دونوں کتابوں کی عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- نیت کے بارے میں یہ ہے کہ: اگر کسی نے تین بار طلاق دی اور تینوں بار کچھ نیت نہیں کی تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اہل علم کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ کل کام کا مدار نیت پر ہے، ہدایہ۔

۲- لیکن اگر کسی نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، تو ایک طلاق ہوگی اور عورت اول طلاق سے بائن ہوگی اور دوسری تیسری طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ وہ محل طلاق کی نہیں رہی۔

۳- جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہے کہ اس عورت سے عدت میں یا بعد میں نکاح کرے یعنی برضا اس کے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی، اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟ نیز دونوں کتابوں کی عبارتیں جو مذکور ہیں ان سے عدمِ طلاق کا حکم ثابت ہوتا ہے تو اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟ اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا اور دھمکانا ہے۔

۲... اور زید کی بیوی کے ایک لڑکی شیر خوار اور ایک لڑکا ہے، ان دونوں کا کیا حکم ہے؟

۳..... طلاق واقع ہوجانے کے بعد پھر زید اس سے کس طرح نکاح کرسکتا ہے؟ اس کی صورت مفصل تحریر فرماویں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام۔

حامد رسول عفی عنہ، ۱۲/اکتوبر/۱۹۵۴ء

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید اپنے ہوش میں تھا اور جو کچھ کہہ رہا تھا، سمجھ کر کہہ رہا تھا، جیسا کہ الفاظ "اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا دھمکانا ہے" سے ظاہر ہے تو صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی، اب بلا حلالہ کے اس کو رکھنا حرام ہے، حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدتِ طلاق گزار کر کسی دوسرے شخص

سے نکاح کرے ورنہ اس سے صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا وہ مر جائے، پھر گزارنے عدت گزار کر زید سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر زید ہوش میں نہیں تھا بلکہ بے ہوش تھا اسی بے ہوشی کی حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہیں ہوئی "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل". تنویر(۱)۔ "ولا یقع طلاق الصبی وإن کان یعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی علیه والمدهوش". عالمگیری(۲)۔

عبارت نمبر ۲ ... اگرچہ ہدایہ کی یہ عبارت نہیں، تاہم جواب یہ ہے کہ جو الفاظ صریح ہیں وہ محتاج نیت نہیں، اگر بلا نیت بھی صریح الفاظ طلاق کے کوئی شخص کہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ ثانی باب إیقاع الطلاق میں ہے: "الطلاق علی ضربین: صریح وکنایة، فالصریح قوله: أنت طالق ومطلقة وطلقتك، فهذا یقع به الطلاق الرجعی؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیره، فکان صریحاً، وأنه یعقب الرجعة بالنص، ولا یفتقر إلی النیة؛ لأنه صریح فیه لغلبة الاستعمال، اهـ"(۳)۔

البتہ الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت یا دلالت حال کی ضرورت پیش آتی ہے:

"وأما الضرب الثانی وهو الکنایات، لا یقع به الطلاق إلا بالنیة أو بدلالة الحال، الخ". ہدایہ(۴)۔ اور الفاظ مذکورہ فی السوال صریح ہیں محتاج نیت نہیں۔

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۳۵/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳۲/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۴۲/۳، ۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۲۵۵/۳، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه الخ، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (الهدایة: ۳۵۹/۲، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق، مکتبه شرکت علمیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۴۹/۳، باب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۴) (الهدایة: ۳۷۳/۲، فصل فی طلاق غیر المدخول بها، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

عبارت نمبر ۲ : غیر مدخولہ کے بارے میں ہے کہ اگر کوئی شخص قبل الدخول طلاق دے اور ایک لفظ سے تین طلاق دے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک لفظ سے تین طلاق نہ دے بلکہ تین لفظ سے تین طلاق دے تو وہ چونکہ پہلی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اور آئندہ طلاق کا محل نہیں رہتی اس لئے دوسری اور تیسری طلاق بیکار ہوتی ہے اور مدخولہ کے اوپر تینوں طلاقیں صریح الفاظ میں واقع ہو سکتی ہیں۔ فصل في الطلاق قبل الدخول میں ہے:

"وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن عليها ... فإن فرق الطلاق بانت بالأولى ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق طالق طالق؛ لأن كل واحدة إيقاع على حدة" الخ. هدايه (۱)۔

صورت مسئولہ میں عورت مدخولہ ہے لہذا تینوں طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی: "وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً، وإن كانت غير مدخولة طلقت واحدة ... متى كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو يتعدد الطلاق" عالمگیری (۲)۔

عبارت نمبر ۳ : طلاق بائنہ کا حکم ہے اور صریح الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور ایک

— (وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۶، ۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۵، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الهداية: ۲/۳۷۲، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۹۸، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۸۶، ۲۸۷، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۳، في باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۹، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

صریح کے بعد دوسری اور تیسری واقع ہو سکتی ہے جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے اور بائنہ کے بعد بائنہ واقع نہیں ہو سکتی "الصریح یلحق الصریح و" البائن یلحق الصریح لا البائن" تنویر (۱)۔ جب کہ تینوں طلاقیں صریح ہیں اور مغلظہ واقع ہو گئیں تو اب بدون حلالہ کے کسی طرح نکاح درست نہیں۔

۲... ماں ان دونوں کی پرورش کی مستحق اور باپ نفقہ دے گا "إذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم أحق بالولد، والنفقة على الأب" ہدایہ (۲)۔ اگر ان کے پاس مال ہے تو نفقہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا "إنما تجب النفقة على الأب إذا لم يكن للصغير مال، أما إذا كان، فالأصل أن نفقة الإنسان في مال نفسه صغيراً كان أو كبيراً" ہدایہ (۳)۔

۳... عدت کے بعد کر سکتی ہے جس کی صورت جواب نمبر ا میں لکھ دی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/صفر/۵۳ھ۔

جوابات صحیح ہیں اور جو عبارات سوال میں نقل کی گئی ہیں وہ محض ترجمہ ہیں اور اس کے کسی صفحہ کا حوالہ نہیں دیا اس لئے وہ قابل اعتبار نہیں۔ سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۵۳۴، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

(۲) (الهداية: ۲/۴۳۳، باب حضانة الولد ومن أحق به، مكتبه شركة علمية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۶۹، ۳۲۵، باب الحضانة، باب النفقة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۴/۱۴، ۲۲، فصل نفقة الأولاد وفصل في الحضانة، مكتبه حقانية پشاور)

(۳) (الهداية: ۲/۴۴۵، باب النفقات، مكتبه شركة علمية، ملتان)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۳/۳۳۵، باب النفقة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۶۲، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشيديه)

غصہ میں تین طلاق

سوال [۶۱۲۶]: ایک شخص اپنی ساس سے لڑائی کے درمیان اپنی بیوی بے قصور کو تین چار دفعہ طلاق کہدی، طلاق غصہ کی حالت میں کہی، بعدہ نادم ہوا۔ حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟ ایک عالم اہل حدیث نے عدمِ حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے، مدلل تحریر فرماویں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے جائز نہیں، یہ مسئلہ قرآن کریم، حدیث سے ثابت ہے، جمہور صحابہ وتابعین کا مذہب بھی یہی ہے (بجز ایک دو کے)۔ "والبدعي ثلاث متفرقة، الخ". در مختار (۱)۔

"وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث .... وقول بعض الحنابلة: توفي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن مائة ألف عين رآه، فهل صح لكم عنهم أو عن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث؟ باطلٌ، أما أولاً فإجماعهم ظاهر، لأنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضي الله تعالى عنه حين أمضى الثلاث، ولا يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مائة ألف تسمية كل في مجلد كبير، لحكم واحد على أنه إجماع سكوتي. وأما ثانياً، فالعبرة في نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين، الخ" (۲)۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، روایات کی تفصیل مطلوب ہو تو "ریسمی، شرح

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۴۶، الفصل الأول في أنواع الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۱۶۰، كتاب الطلاق، حقانيه پشاور)

(۲) (رد المحتار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، مطلب في طلاق الدور، سعيد)

القدیر، اعلاء السنن، ''الأزهار المربوعة'' کا مطالعہ کیجئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ جمادی الثانیہ/ ۶۶ھ۔

تین طلاق بلا نیت

سوال [۶۱۲۷]: زید نے اپنی بیوی کو غصہ میں کسی بات پر یہ الفاظ کہے ''آپ نے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی، میں تم کو طلاق دیتا ہوں اور تم کو بھی دو یک بار جو تکلیف ہوئی، اس کو تم گوارہ نہیں کرسکتی،

---

(۱) "قال ابن عباس رضي الله عنهما: أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبان، ثم قال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم" .... وقال ابن عباس لرجل طلق امرأته ثلاثاً: "يطلق أحدكم، ثم يركب الحموقة، ثم يقول: يا ابن عباس قال الله: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾ .... وإنك لم تتق الله، فلم أجد لك مخرجاً، عصيت ربك، وبانت منك امرأتك". (تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۵۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

"عن جعفر ابن برقان عن معاوية بن أبي يحيى قال: جاء رجل إلى عثمان بن عفان، فقال: طلقت امرأتي ألفاً، فقال: "بانت منك بثلاث". وروى وكيع عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت قال: جاء رجل إلى علي ابن أبي طالب فقال: إني طلقت امرأتي ألفاً، فقال: "بانت منك بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك". عن طارق بن عبدالرحمن سمعت قيس بن أبي حازم قال: سأل رجل المغيرة - وأنا شاهد - عن رجل طلق امرأته مائة فقال: "ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل". (إعلاء السنن ۱۱/۱۶۴، ۱۶۲، وقوع الطلقات الثلاث جملة، إدارة القرآن كراچی)

"وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث، ومن الأدلة في ذلك ما في مصنف ابن أبي شيبة والدارقطني في حديث ابن عمر - رضي الله تعالى عنهما - المتقدم "قلت: يا رسول الله أرأيت لو طلقتها ثلاثاً؟ فقال: "إذا قد عصيت ربك، وبانت منك امرأتك". وفي الموطأ أيضاً عنه أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود رضي الله تعالى عنه فقال: إني طلقت امرأتي ثماني تطليقات، فقال: "ماذا قيل لك؟" فقال: قيل لي: بانت منك، قال: "صدقوا، هو مثل ما يقولون". وظاهره الإجماع على هذا الجواب". (فتح القدير: ۳/۴۶۰، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

بغیر نیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں (۱)۔ زید کا یہ قول کہ میری نیت دو طلاقوں کی تھی معتبر ہوگا، اگر بلانیت بھی یہ الفاظ کہے ہیں تب بھی طلاق مغلظہ ہوگئی۔ اگر پہلے لفظ کی تاکید کے لئے دوسرا اور تیسرا لفظ کہا ہے مستقل طلاق کے لئے نہیں کہا ہے تب بھی قضاءً حکم یہی طلاقِ مغلظہ کا ہوگا، لیکن دیانۃً یہ نیت معتبر ہے۔

"كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التأكيد دين" أي ووقع الكل قضاءً، وكذا إن أطلق أشباه. أي بأن لم ينو استئنافاً ولا تأكيداً؛ لأن الأصل عدم التأكيد". در مختار وشامی (۲)۔

کسی دوسری جگہ کے عرف کے لحاظ سے اگر تیجی کے لفظ کو طلاق صریح قرار نہ دیا جائے بلکہ کنایہ ہی مانا جائے تب بھی چونکہ دو طلاق صریح لفظ سے دے چکا ہے اس لئے اس تیسرے لفظ کو بھی طلاق ہی پر محمول کیا جائے گا اور عدمِ نیتِ طلاق کا قول ناقابلِ قبول ہوگا:

"ولو قال في حال مذاكرة الطلاق: بائنت، أو أبنتك، أو أنت مني بائن، أو لا سلطان لي عليك، أو سرحتك، أو وهبتك لنفسك، أو خليت سبيلك، أو أنت سائبة، أو أنت حرة، أو أنت

= الصريح: فإذا قال: "رها كردم" أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذلك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق" (رد المحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۶/۱، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

(۱) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾، وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدة". (بدائع الصنائع: ۳۰۳/۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، قبيل باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۵/۱، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳۸۹/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

أعلم بذلك، فقالت: اخترت نفسي، يقع الطلاق. وإن قال: لم أنو الطلاق، لا يصدق قضاءً
اھ". عالمگیری: ۳۶۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

مطلق طلاق دے کر تین طلاق کا اقرار، مع فتویٰ امارتِ شرعیہ بہار

سوال [۶۰۴۸]: زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے کہا کہ "میں نے تجھے طلاق دیا"، اس تھوڑی دیر میں یہ خیال بھی تھا کہ اب اس کو تھیں نہ رکھوں گا، بروقت زید کے دوست پہونچے، انہوں نے صورتِ حال دریافت کی تو چونکہ زید کی نیت اس کو نہ رکھنے کی تھی، اس لئے اس نے کہا کہ "میں نے اس کو تین طلاق دیدی ہے، اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے"۔ زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے ایک ہی دفعہ زبان سے یہ کہا تھا کہ "میں نے تجھے طلاق دیا"، یہ نہیں کہا تھا کہ "میں نے تجھے تین طلاق دیا"، یا "طلاق دیا، دیا، دیا"۔ ایسی صورت میں کون سی طلاق ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح درست ہے؟ صورتِ مسئولہ کا امارتِ شرعیہ بہار نے یہ جواب دیا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً: (من جانب امارتِ شرعیہ بہار)

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی زید نے اپنی بیوی کو ایک ہی طلاق دی تھی اور تین کا اقرار اس نے جھوٹا کرلیا ہے تو زید کی بیوی پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی، اس کو حق ہے کہ طلاق کے بعد زبیدہ کو تین ماہواری پورا ہونے سے پہلے رجعت کرلے اور اگر عدت گزر جائے تو زبیدہ کی رضامندی سے نکاح جدید جائز ہے۔ درمختار میں ہے: "ويقع بها، واحدة رجعية وإن نوى خلافها". درمختار مع شامی (۲)۔ "ولو أقر

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۴۶۸/۱، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴۱۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۴۸/۳، ۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

الطلاق كاذباً أو هزلاً، وقع قضاءً، لا ديانةً". شامي (۱)۔

الجواب حامداً و مصلیاً: (من جانب دار العلوم دیوبند)

زید کا پہلا لفظ اپنی بیوی کے حق میں صریح ہے جس کا ثمرہ طلاق رجعی ہے اگرچہ اس نے رجعی کے خلاف کی نیت کی ہو، کما فی الدر المختار: "صريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك، وأنت طالق، ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها. وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها من البائن أو أكثر أو لم ينو شيئاً، الخ"(۲)۔

پھر اس کے بعد دوست کے دریافت کرنے پر جب یہ کہا کہ "میں نے تین طلاقیں دیدی ہیں، اب اس سے دوبارہ کوئی واسطہ نہیں"، اس سے اگر پہلی دی ہوئی طلاق کی خبر دینا مقصود تھا، اور اپنے ذہن میں یہی سمجھتا تھا کہ نیت کی وجہ سے تین طلاقیں ہوگئیں گو کہ تین طلاق کا لفظ نہ کہا ہو اور اس کا یہ سمجھنا کسی مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے نہیں تھا جس کو وکیل کی طرف منسوب کیا جا سکے تو اس کو جھوٹا اقرار نہیں کیا جائے، بلکہ اس کی وجہ سے طلاق مغلظہ ہو جائے گی (۳)۔ اگر کسی مفتی کے غلط فتوے کی وجہ سے اس کو تین طلاق سمجھ کر اقرار کرتا تو اس اقرار کی وجہ سے دیانۃً تین طلاق کا حکم نہ پایا جاتا:

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وفي الحاوي الزاهدي: ظن أنه وقع الثلاث على امرأته بإفتاء من لم يكن أهلاً للفتوى، وكلف الحاكم كتابتها في الصك، فكتب، ثم استفتى ممن هو أهل للفتوى، فأفتى بأنه لا تقع، والتطليقات الثلاث مكتوبة في الصك بالظن، فله أن يعود إليها

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۳۶، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۸ - ۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۳، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "سئل كم طلقتها؟ فقال: ثلاثاً، ثم زعم أنه كان كاذباً، لا يصدق في القضاء". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۹، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۸، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

دیانۃً، ولکن لا یصدق فی الحکم، الخ"۔ شامی نعمانی: ۲/۴۲۵(۱)۔

فقہاء کا ضابطہ ہے کہ جس کلام کو ماضی میں انشاء قرار نہ دیا جاسکے اس کو حال میں انشاء قرار دیدیا جائے:

"کذا أنت طالق قبل أن أتزوجک أو أمس وقد نکحہا الیوم، ولو نکحہا قبل أمس، وقع الآن؛ لأن الإنشاء فی الماضی إنشاء فی الحال، الخ"۔ درمختار۔ "لأنہ ما أسندہ إلی حالۃ منافیۃ، ولا یمکن تصحیحہ إخبارا لکذبہ و عدم قدرتہ علی الإسناد، فکان إنشاء فی الحال، الخ"۔ شامی(۲)۔

لہٰذا اگر تین طلاق کو ماضی میں درست نہیں کیا جاسکتا تو اس لئے کہ اس نے ایک طلاق دی (اور اس کو تین تصور کیا تھا) تو اس کو فی الحال تین طلاق قرار دینے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر اس تین طلاق کو کلامِ سابق کی حکایت نہ کہا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اس نے اب تین طلاق دیدی ہے تو پھر بات بالکل ہی صاف ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲۴۲/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۱۸۹/۴، کتاب الطلاق، الأول فی صریح الطلاق، نوع آخر فی ألفاظہ، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۵۱/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار: ۲۶۶/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی إضافۃ الطلاق إلی الزمان، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۵۹/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی فتح القدیر: ۳۰۹/۳، باب إیقاع الطلاق، فصل فی إضافۃ الطلاق إلی الزمان، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۳) "کرر لفظ الطلاق، وقع الکل، وإن نوی التاکید دین"۔ (الدرالمختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

طلاق مغلظہ

سوال[۶۱۲۹]: ما قولکم رحمکم اللہ وکثر فضلکم اس صورت میں کہ مثلاً زید کی موجودگی میں اس کی عورت اور اس کی ماں کا کسی خانگی معاملہ میں تنازع ہوا اور زید کے منع کرنے سے وہ تکرار سے باز نہ آئیں، زید اس موقع سے چلا گیا اور اپنے باپ کو جا کر واقعۂ حال سے اطلاع دی اور اپنی ماں کی طرف سے زیادتی اور قصور مند ہونا بیان کیا تو اس پر اس کے باپ کو غصہ اور طیش بڑھا، عدمِ موجودگی اپنی عورت کے، کہا: "میڈی اس کو طلاق، میڈی اس کو طلاق مطلاق ہے"۔ الفاظ ہندیہ کا ترجمہ یہ ہے: "میری اس کو طلاق، میری اس کو طلاق"۔

اب علمائے کرام وفضلائے عظام سے قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بشرط وقوعِ طلاق دو واقع ہوں گی یا سہ؟ بینوا بالکتاب وتوجروا عند الوہاب۔

المستفتی: غلام محمد ساکن ریاست بہاولپور، معرفت مقیم میانوالی۔

المرسل: مولوی محمد کامل پوری من طلبۃ المدرسۃ العربیۃ المسماۃ بمظاہر علوم الواقعۃ فی بلدۃ سہارنپور، المدرس بالمدرسۃ العربیۃ الواقعۃ فی جامع المسجد میانوالی، ضلع ملتان، پنجاب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں تینوں طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی(۱)۔ "کرر لفظ الطلاق وقع الکل، وإن نوى التأكيد دِين". در مختار(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۴/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الثانی ۵۷ھ۔

---

(۱) "وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۹، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۹، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچي)

بیوی کو تین طلاق دے کر سالی کو رکھنا

سوال[۲۱۳۰]: ایک شخص نے اپنی عورت کو بار بار غصہ میں کہا کہ "تو کہیں بھی چلی جا جہاں تیری مرضی ہو، میں نے تم کو چھوڑ دیا اور میں تجھ کو نہیں رکھتا"، اور پھر سالی کو گھر رکھا اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کی۔ اس شخص کی عورت کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی(۱)، اگر عدت ختم ہونے پر سالی سے نکاح کیا ہے اور کوئی بھی چیز نکاح سے مانع نہیں تو نکاح درست ہے۔ اگر مطلقہ کی عدت کے اندر سالی سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح ناجائز ہے(۲)، مطلقہ کی عدت ختم ہونے پر (اس سالی) سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیے۔ اور اگر بغیر نکاح کے رکھ لیا ہے تو زنا ہے جو قطعاً حرام ہے، اس کو علیحدہ کرنا لازم ہے۔ مطلقہ کا حکم یہ ہے کہ عدت گزار کر اس کو نکاح کرنا دوسری جگہ درست ہے، تین طلاق دینے والے شخص سے بغیر حلالہ درست نہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۱۰/ ۶۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ شوال/ ۶۵ھ۔

---

(۱) "وأما الضرب الثاني: وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال ... بائنك ... وهبتك لأهلك، سرحتك، فارقتك". (الهداية: ۲/ ۳۷۳، ۳۷۴، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۲۳۲، ۲۳۳، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۴، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(۲) (الهداية: ۲/ ۳۰۹، ۳۱۰، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۷۷، كتاب النكاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۳۸، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، سعيد)

(۳) (الهداية: ۲/ ۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۱۸۷، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)

الفاظ متعددہ سے طلاق

سوال [۶۱۲۱]: ایک عورت نے اپنی ساس کو گالی دی اور اپنی ساس سے بدتمیزی کی، اس بات پر اس عورت کے خاوند نے خفا ہو کر عورت سے کہا کہ "میں نے تم کو طلاق دی، تم میرے گھر سے نکل جاؤ"۔ اس پر عورت نے کہا کہ میں ہرگز گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی، دیکھیں کون نکال سکتا ہے؟ مرد کو سخت غصہ آ رہا تھا، اس نے پھر دوبارہ کہا "میں نے تم کو طلاق دے دیا، دے دیا، دے دیا"۔ پھر عورت نے کہا کہ تمہارے طلاق دینے سے کیا ہوتا ہے، میں ہرگز نہ جاؤں گی، مرد نے پھر اصرار کیا کہ میرے گھر سے اسی وقت نکل جا، عورت نے کہا اس وقت رات کو میں کہاں جاؤں، صبح چلی جاؤں گی۔

صبح ہونے پر لوگوں نے مرد سے صلح کرا دی، عورت نے کھانا پکایا اور اپنی ساس اور خاوند کو کھلایا اور اب راضی خوشی سے اپنے گھر میں رہتی ہے اور گھر چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی اور مرد بھی اس سے راضی ہے، کیونکہ صاحب سخت غصہ میں الفاظ منہ سے نکال دیئے تھے، بعد کو غصہ اتر جانے پر سخت افسوس کیا، کیونکہ مرد نے اپنی دل کی طرف سے اپنی عورت پر غصہ کیا تھا اور کوئی بات نہ تھی۔ کیا ایسی حالت میں نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟

المستفتی: محمد خان، صاحب مدرسہ عربیہ معراج العلوم، محلہ [illegible] ضلع گونڈہ۔

اس سوال پر قاری صاحب نے تنقیح طلب کی تھی، تنقیح آنے پر اس کا جواب تحریر کیا ہے، تنقیح کا جواب یہ ہے:

سوال میں جو چار الفاظ ہیں ان کی توضیح حسب ذیل ہے:

۱- "میں نے تم کو طلاق دی" صرف ایک طلاق کی نیت تھی۔

۲- "تم میرے گھر سے چلے جاؤ" طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ یہ نیت تھی کہ جب تم کو طلاق دے چکا تو گھر سے نکل جاؤ، دوسری مرتبہ عورت نے سوال کیا کہ تم نے طلاق دے دیا اور مرد نے سخت غصہ کی حالت میں کہا:

۳- "طلاق دے دیا، دے دیا، دے دیا" اس سے کچھ مراد و تین طلاق کا دل میں تصور نہ کیا تھا۔

۴- "میرے گھر سے اسی وقت نکل جا" اس سے طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ شق نمبر ۲ کی یہ نیت تھی کہ جب تم کو طلاق دے چکا تو اب رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی وقت نکل جا۔

براہِ کرم نوازش اس کا مفصل جواب تحریر فرمایئے۔

ظاہر خان، نائب مدرس مدرسہ محمود بن، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۶۳ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں، وہ مغلظہ ہوگئی بشرطیکہ مدخول بہا ہو، اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق سے بائنہ ہوگی:

"وفي أنت الطلاق، أو طلاق، أو طالق الطلاق، أو أنت طالق الطلاق، يقع واحدة رجعية، إن لم ينو شيئاً، أو نوى: يعني بالمصدر؛ لأنه لو نوى بطالق واحدة، وبالطلاق أخرى، وقعتا رجعيتين لو مدخولاً بها، كقوله: أنت طالق، أنت طالق، زيلعي. واحدة أو ثنتين؛ لأنه صريح مصدر، لا يحتمل العدد، فإن نوى ثلاثاً، فثلاث، لأنه فرد حكمي، ولذا كان الثنتان في الأمة، وكذا في حرة تقدمها واحدة، جوهرة. لكن جزم في البحر: أنه سهو بمنزلة الثلاث في الحرة، اهـ". در مختار. قال الشامي في (قوله: لو مدخولاً بها): "وإلا بانت بالأول، فيلغو الثاني، (قوله: لأنه فرد حكمي)؛ لأن الثلاث كل الطلاق، فهي الفرد الكامل منه، فإرادتها لا تكون إرادة العدد"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

"صاف طلاق" سے تین طلاق مراد لینا

سوال [۶۱۴۲]: ہمارے یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو بایں لفظ طلاق دی کہ "تو صاف طلاق

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، ۳/ ۲۵۱، ۲۵۲، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، ۱/ ۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۲۶۰، كتاب الطلاق، الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

ہے "ہمارے یہاں کے عوام کے عرف میں" صاف طلاق" سے مراد اور مطلب تین طلاق ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر طلاق دینے والے سے بھی صاف طلاق کا مطلب پوچھا جائے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ صاف طلاق سے میرا مطلب تین طلاق ہے۔ بنا بریں بعض علماء کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ "صاف طلاق" دیدے گا اور کوئی عدد بیان نہیں کرے گا تب بھی تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائیگی، وہ دلیل دیتے ہیں کہ "المعروف کالمشروط"۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ فقط لفظ "صاف طلاق" سے طلاقِ مغلظہ واقع نہیں ہوگی، کیونکہ لفظاً صریح نہیں، نیت، مراد، مطلب اور عرف کا اعتبار نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ تو "صاف طلاق" ہے، ہمارے محاورہ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ گول مول لفظ ہے جس میں طلاق کا مطلب بھی نکل سکتا ہے اور دوسرا مطلب بھی نکل سکتا ہے، بلکہ قطعی طور پر صرف طلاق کا مطلب ہے، اس لفظ سے تین طلاق مراد لینا یہاں کا محاورہ نہیں، جس علاقہ میں اس سے تین طلاق مراد ہوتی ہے وہاں کے علماء اہلِ فتویٰ سے رجوع کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۱/۸ھ۔

زوجہ کو خطاب کئے بغیر تین طلاق کہنا

سوال [۱۰۳۳]: زید باہر سے اپنے مکان میں آیا اور اپنی زوجہ سے ہمکلام ہوا جس کا جواب اس کی زوجہ نے تلخ کلامی سے دیا، زید گھر میں آکر پلنگ پر لیٹ گیا اور اس کی زوجہ اسی طرح بدزبانی کرتی رہی۔ زید کی طلاق دینے کی نیت پہلے سے ہرگز نہ تھی، یکایک زید کو بھی زوجہ کی بدزبانی پر غصہ آگیا وہ لیٹے سے بیٹھ گیا اور اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "تین طلاق، تین طلاق، تین طلاق"۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی تو کس قسم کی؟ اور زید کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں؟

محمد خیر، تنہور، بجنور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صریح الفاظ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی حاجت نہیں (۱) بلانیت ہی طلاق ہوجاتی ہے، البتہ زوجہ کی طرف خطاب یا نام، اشارہ وغیرہ سے طلاق کی نسبت ضروری ہوتی ہے، یہاں ظاہر یہ ہے کہ اس نے اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، گو صراحۃً اس کی طرف نسبت نہیں کی، لیکن زوجہ کی بدزبانی پر اس کی طرف متوجہ ہوکر تین طلاق دینا اس کا قرینہ ہے کہ اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، لہٰذا طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں رہا، صراحۃً زوجہ کی طرف نسبت نہ ہونے کی وجہ سے اگر وہ یہ کہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی نیت سے یہ الفاظ نہیں کہے تھے، نہ اس کو خطاب کیا بلکہ کسی اور کو طلاق دی ہے تو شرعی قسم کے ساتھ

---

(۱) "إن الصريح لا يحتاج إلى النية، ولكن لا بد في وقوعه قضاءً وديانةً من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالماً بمعناه، ولم يصرفه إلى ما يحتمله، كما أفاده في الفتح". (رد المحتار: ۳/۲۵۰، كتاب الطلاق، مطلب: الصريح نوعان رجعي وبائن، سعيد)

"ولا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه لما في البحر: لو قال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته. ويؤيده ما في البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

"رجل قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن به امرأتي، يصدق". (الفتاوى قاضي خان: ۱/۴۶۵، كتاب الطلاق، رشيدية)

(۲) "وأما حكمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعي وبدونه في البائن ... وزوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيدية)

قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان ... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾

قال الجصاص رحمه الله تعالى: "منتظم لمعان: منها تحريمها على المطلق ثلاثاً حتى تنكح زوجاً غيره وقوله تعالى: ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾ غاية التحريم الموقع بالثلاث، فإذا وطئها الزوج الثاني ارتفع ذلك التحريم الموقع، وبقي التحريم من جهة أنها تحت زوج كسائر الأجنبيات، فمتى فارقها الثاني وانقضت عدتها، حلت للأول". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۴۷۵، قديمي)

زید کا قول معتبر ہے، دل کا حال خدا جانتا ہے اور حقیقی معاملہ بھی اسی کے ساتھ ہے۔

یہ سوال واقعہ کی کچھ تفصیل کے ساتھ گزشتہ سال بھی آیا تھا، اس کا جواب جب ہی لکھ دیا گیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/صفر/۵۸ھ۔

تکرار طلاق بنیت تاکید

سوال [۶۱۲۴]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور پھر عدت کے اندر رجوع کرلیا، تقریباً آٹھ ماہ کے بعد پھر کسی وجہ سے دوسری طلاق دینے جاتی تھیں اس مرتبہ اس نے تین طلاق دیدی اور نیت بالکل یہی رکھی کہ ایک طلاق دیتا ہوں اور باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی اور تاکید کے لئے۔ تو یہ طلاق رجعی ہے یا بائن یا مغلظہ؟ اور زوج اول کی طرف رجعت کے لئے کیا صورت ممکن ہے؟ زوج اول سے بغیر نکاح کے رجوع ہوسکتا ہے یا نہیں، یا عدت کے اندر رجوع کر کے رجوع کرنا پڑے گا؟ اور کیا زوج ثانی سے نکاح تو نہ کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو صرف تین طلاق کا اختیار ہوتا ہے، پہلی طلاق دے کر رجعت کرنے کے بعد تین طلاق کا اختیار نہیں رہا تھا، صرف دو طلاق کا اختیار رہ گیا تھا، جب دوبارہ تین طلاق دیں تو ان میں سے دو واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اور تیسری جو کہ دراصل چوتھی ہے بیکار گئی۔ اور شوہر کی یہ نیت کہ ایک طلاق دیتا ہوں، باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی کے لئے ہیں قضاءً معتبر نہیں، البتہ دیانۃً اس کی نیت کا اعتبار ہوگا "کرر لفظ الطلاق، وقع الکل، وإن نوی التاکید دُیّن: أی وقع الکل قضاءً، اھ". در مختار و شامی: ۲/۷۶۲(۱)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۹۸، کتاب الطلاق، نوع فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

جب طلاقِ مغلظہ ہوگئی تو اب نہ رجعت جائز ہے نہ نکاح جائز ہے، بلکہ عدت پوری ہونے پر کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شرع کے مطابق نکاح کرے، وہ پھر اگر وہ مرجائے یا طلاق دیدے تو زوجِ اول سے بعد عدت نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ جمادی الثانیہ/۵۹ھ۔

لفظ "طلاق، طلاق، طلاق" کا حکم

سوال[۵۲۱۹]: ۱۔۔۔ ایک بیوہ کا عقدِ نکاح ان لوگوں نے – جو عرصہ دراز سے اس بیوہ کے کھانے پینے کے ذمہ دار رہے – ایک شخص سے ساتھ اس کے باپ کی مسماۃ بیوہ کے خسر کی بغیر رضامندی کردیا تھا جس کو عرصہ تقریباً ۳ سال گزر گیا۔ بیوہ کا خسر مذکور اسی روز سے ناخوش رہا، اور اس کے لڑکے و دیگر لوگ اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے، اس پر باپ بیٹیوں میں جھگڑا ہوتا رہا۔ ایک روز لڑکے اپنے باپ کو راضی کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ مسماۃ بیوہ کا شوہر بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے اپنی زوجہ کے خسر کو رنجیدہ دیکھ کر اس کو دھمکانے کے خیال سے یوں کہا کہ "اگر تم راضی نہیں ہوتے تو میں قصہ ہی ختم کئے دیتا ہوں"، اور لفظ "طلاق، طلاق، طلاق" تین بار کہا، پھر فوراً پشیمان ہوا، اس لئے کہ میری زوجہ مجھ سے خوش تھی اور میں بھی خوش تھا، لیکن غصہ میں غلطی سے کہہ دیا۔

۲۔۔۔ اب گزارش ہے کہ صورتِ مذکورہ میں نکاح دیا ہی تعلق زوجیت باقی رہا یا نہیں اور کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے جس سے عقدِ نکاح قائم رہے؟ اور مذکورہ بالا الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوئی، وہ نکاح بحال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کس صورت سے؟ اب اس کا خسر بھی راضی ہوگیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مسماۃ مذکورہ عدت گزار کر باقاعدہ نکاح کرے اور وہ شخص صحبت کرے، پھر بقضائے الٰہی مرجائے یا طلاق دیدے تو پھر بعد عدت دوبارہ نکاح درست ہوگا، اس سے پہلے درست نہیں

"وإن كرر لفظ الطلاق وقع الكل" در مختار: ۲/۷۱۱ (۱)۔ "وينكح مبانته بما دون الثلث في العدة وبعدها بالإجماع، ولا مطلقة بها: أي بالثلاث حتى يطأها غيره بنكاح نافذ وتمضي عدته"۔ تنویر، درمختار: ۲/۸۲۹ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۶۱ھ۔

اگر تنہائی ہوچکی تھی تو حسب تصریح مفتی صاحب طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور حلالہ ضروری ہوگا، اگر تنہائی نہیں ہوئی تھی تو پھر طلاق مغلظہ ان الفاظ سے نہیں ہوئی، حلالہ کی ضرورت نہیں، دوبارہ نکاح کرنا کافی ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، ۲/جمادی الثانیہ ۶۱ھ۔

تین لفظوں سے تین طلاق

سوال [۱۰۳۶]: زید نے اپنی بیوی کو پہلے ایک طلاق بائن دے کر تھوڑی دیر کے بعد کہا "میری

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۵۳، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيديه)

(۲) (تنوير مع الدر المختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۶، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "طلق غير الموطوءة ثلاثاً وقعن، وإن فرق، بانت بواحدة: أي إن فرق الطلاق بانت بطلقة واحدة" (تبيين الحقائق: ۳/۷۰، كتاب الطلاق، طلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۹۸، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۳/۱۴۱، كتاب الطلاق، فصل حكم من طلق امرأته قبل الدخول ثلاثاً، حقانيه پشاور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

فلاں بیوی کو ایک دو تین طلاق دیا، بائن طلاق دیا" کیا اب وہ بغیر تحلیل عورت مذکورہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا طلاق واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت مدخولہ ہے تو صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے:

"الصریح یلحق الصریح والبائن، والبائن یلحق الصریح. الصریح ما لا یحتاج إلی نیة، بائناً کان الواقع به أو رجعیاً. اهـ". در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

"طلاق دیا، دیا، دیا" سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟

سوال [۷۳۰۱]: زید نے غصہ میں کہا کہ "میرے معاملے سے کہدو کہ چلی جائیں گھر کو، میں نے طلاق دیا، دیا، دیا" اس کے بعد یہ دوسرے مکان میں گیا، وہاں بھی عورتوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ "ہاں میں نے طلاق دیدیا"۔ تو اس صورت میں کون سی طلاق ہوگی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا جائز نہیں (۳)، ہاں اگر

---

(۱) (رد المحتار: ۳۰۶/۳، باب الکنایات، کتاب الطلاق، مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمگیریة: ۳۷۷/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، رشیدیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۸۳/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم یعلقه بالشرط، إن کانت مدخولة، طلقت ثلاثاً"

(الفتاوی العالمگیریة: ۳۵۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة: ۲۸۹/۳، کتاب الطلاق، نوع آخر في تکرار الطلاق وإیقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(۳) "وإن کان الطلاق ثلاثاً، فحکمها الأصلي هو زوال الملک وزوال حل المحلیة أیضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح﴾

زید یہ کہے کہ میں نے طلاق دیا کے بعد جو دوسری اور تیسری مرتبہ لفظ ''دیا، دیا'' کہا ہے اس سے محض خبر یا تاکید مقصود ہے تو زید کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور ایک طلاق رجعی کا حکم لگایا جائیگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

''طلاق دیدی، دیدی، دیدی'' کا حکم، دیوبند وغیرہ کے فتاوی

سوال[۶۱۳۸]: ۱.....زید نے اپنی زوجہ کو حسب ذیل کلمات کہے: ''میں نے طلاق دیا، دیا، دیا''۔ ان کلمات سے کتنی طلاقیں اور کس نوع کی طلاق ہوئی؟

۲.....زید کی زوجہ نے کہا کہ مجھے فارغ طلاق دیدو، زید نے کہا کہ: ''اچھا تجھیں (تجھے) اتنی طلاق دیدی، دیدی، دیدی''۔ اب دریافت یہ ہے کہ کتنی طلاقیں ہوئیں؟

ضروری عرض: جواب میں جن مآخذ سے اخذ کیا جاوے ان سے بھی مطلع فرمایا جاوے تاکہ بوقت ضرورت اصل کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ جواب سے جلد سرفراز فرمایا جاوے۔

= زوجاً غيره، وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً". (بدائع الصنائع: ۳/۲۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانةً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۶، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۸، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، الخ، إدارة القرآن كراچی)

"وفي كل موضع يصدق الزوج على نفي النية يصدق مع اليمين". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۰، كتاب الطلاق، نوع آخر في بيان حكم الكنايات، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۷۳، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے اس صورت میں تین طلاق کا حکم دیا، تتمہ امدادالفتاویٰ (۱)۔ لفظ "طلاق" اگرچہ ایک مرتبہ مذکور ہے لیکن اس کے ساتھ جو لفظ "دیا" تین مرتبہ مذکور ہے وہ متعدی ہے جو مفعول کو چاہتا ہے، جس طرح فاعل کو ہر فعل کے ساتھ ماننا ضروری ہے مفعول کو بھی اس صورت میں ماننا ضروری ہے، کسی فقہ کی کتاب میں اس کے خلاف نہیں دیکھا، اس حالت میں تتمہ امدادالفتاویٰ پر قناعت اور اعتماد کافی ہے۔

۲... یہ بھی نمبر: اکی طرح ہے، اگر صرف ۃ ریخ غلطی کا لفظ کلام زوج میں ہوتا ہے تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے، کذا فی عزیز الفتاویٰ: ۱/۲۹۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۷/۸/۶۱ھ۔

جواب منجانب فرنگی محل لکھنؤ عبد القادر صاحب.

هو المصوب: عالمگیری میں ہے: "زن را گفت: ترا طلاق دادم، مردمان ملامت کردند، گفت: دیگر دادم، بہ گفت: ویرا، ونہ گفت: طلاق، قال: "یقع إذا كان في العدة" (۳)۔

اور اسی کتاب میں ہے:

"ولو قالت: "مرا طلاق کن، مرا طلاق کن، مرا طلاق کن" فقال: "کردم، کردم،

---

(۱) حکیم الامت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ زبان سے کہا ہے کہ "میں نے طلاق دے دی، دے دی، دے دی، کردی میرا پاک کرلی ہو دلیجئے" دیکھا جائے کہ اس کا کیا مطلب تھا کہ اب تک نہ دی تھی مگر اب ... دی، جب تو تین طلاق واقع ہوگئی بدون حلالہ تجدید نکاح درست نہیں"۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الطلاق، عنوان: "طلاق دیدی، دیدی، دیدی، کرا میرا پاک کرلی ہو" کا حکم، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) قال الشیخ عزیز الرحمن: "وہ ذرکی بھی صحیح ہوگئی اور طلاق بائنہ اس کی زوجہ پر واقع ہوگئی"۔ (عزیز الفتاویٰ: ۱/۲۹۴، کتاب الطلاق، فصل فی الرجعۃ، دار الاشاعت کراچی)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی وقوع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیۃ: ۱/۳۸۴، رشیدیہ)

کردم"۔ تطلق ثلاثاً، وهو الأصح(۱)۔ "ولو قالت: "مرا طلاق ده، مرا طلاق ده، مرا طلاق ده"، فقال: "دادم، يقع واحدة"(۲)۔

پس صورتِ مسئولہ میں جبکہ شوہر نے اپنی زوجہ کے طلاق مانگنے پر تین مرتبہ کہا کہ طلاق دیدی تو طلاق مغلظہ ہوجائیگی، اسی طرح اگر اس نے زوجہ سے از خود یہ کہا کہ طلاق دی، دی، دی، تو اس سے طلاق مغلظہ ہو جائیگی۔ واللہ اعلم۔

میر عبدالقادر

نقل جواب از مولانا اعزاز علی صاحب، مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند:

تحریرِ جواب کے وقت تحفۂ ثانیہ اور الفتاویٰ بھی میرے سامنے تھا، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ سمجھ کر عرض کیا ہے، اطلاق ہوتا تو مفصل عرض کرتا ظاہر ہے کہ "دیدی" میں دینے کو بار بار کہہ رہا ہے، طلاق کا اعادہ نہیں کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایقاع کی تاکید کر رہا ہے، نہ کہ واقع (طلاق) کی تکرار، پس اس صورت میں چند طلاقیں کیونکر واقع ہونگی؟

رہی یہ بات کہ دیدینا فعل متعدی ہے اس کا مفعول محذوف ثلاثاً ہے تو فقہ اور اصول فقہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ "إن أكلت" اور "إن أكلت طعاماً" کے احکام میں فرق ہے، حالانکہ "أكلت" متعدی اور اس کا مفعول بہ "طعاماً" ہی ہوسکتا ہے، اسی طرح "أنت طالق" اور "أنت طالق طلاقاً" میں فرق ہے، پس محذوف کو ملفوظ پر قیاس کرنا دشوار ہے، ہاں! اگر اصحابِ فتویٰ کی کوئی روایت اس میں ہو تو بلا کسی تاخیر کے عرض کردوں گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، مگر تتبع کے باوجود مجھ کو اس بارہ میں روایت نہیں ملی۔

اعزاز علی عفی عنہ، ۳/شعبان/ ۶۷ھ۔ مسعود احمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۳۸۳، ۳۸۴، كتاب الطلاق، الباب الثاني في وقوع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۳۸۳، كتاب الطلاق، الباب الثاني في وقوع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

اگرچہ کلیۃً بدلی نہیں، مگر حضرت کی رائے کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت نہیں ہوئی، جب کہ نص نہ ہو، مدار صرف رائے پر ہو۔ کانپور کا فتویٰ بھی دیوبند کے فتویٰ کے خلاف تھا۔ دیوبند کے اس فتویٰ میں رجعی کی تصریح نہیں، آپ نے کہاں سے سمجھا کہ رجعی کا حکم دیا ہے، کیا آپ نے نقل میں اختصار کیا ہے یا چند طلاق کی نفی سے سمجھا ہے۔ فقط۔ والسلام۔

ان سب تحریرات کی نقل مجھے بھی درکار ہے۔

محمود حسن غفرلہ، ۱۵/۹/۶۷ھ۔

"ایک طلاق دی، ایک طلاق دی، ایک طلاق دی" سے کتنی طلاق ہوئی؟

سوال[۱۱۲۱]: ایک شخص نے اپنی بیوی کی نااتفاقی کی وجہ سے چند مرد وعورتوں کے مجمع میں اسے یوں کہا کہ "میں تجھ کو ایک طلاق دی، میں تجھ کو ایک طلاق دی، میں تجھ کو ایک طلاق دی"۔ اس قسم سے تین چار دفعہ کہا، فوراً اس نے اس محلے کے ایک مولوی شبیر صاحب سے یہ واقعہ اس مجمع میں بیان کیا، مولوی صاحب نے گواہ وغیرہ سے تحقیق کرکے ایک طلاق رجعی کا حکم دیا، پھر اس نے پردیسی دو عالم معتبر کے پاس جاکر اس واقعہ کو بیان کیا، مگر وہ دونوں مولوی صاحب نے تین طلاق بائن مغلظہ کا فتویٰ دیا۔

پھر اس نے اس مسئلہ کو فیصلہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ کرکے ایک ثالث مولوی صاحب امین کو فیصل (جج) بنایا، امین صاحب نے مولوی شبیر سے پوچھا: بھائی! آپ نے طلاق رجعی کا حکم کیوں دیا؟ اس نے اپنی دلیل پیش کی، پھر امین صاحب نے ان دونوں معتبر عالم صاحبوں سے پوچھا: بھائی! آپ حضرات نے تین طلاق مغلظہ کا حکم وفتویٰ کس طرح دیا؟ ان دونوں مولوی صاحبوں نے جواب دیا کہ اس نے تو ہمارے پاس تین طلاق کا بیان کیا، لہٰذا ہم نے وہ حکم دیا، لیکن طالق اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے عدد واقعی بھی تین دفعہ تجھ کو میں ایک طلاق دی یا چار دفعہ کہا، اور آپ حضرات کے نزدیک بھی اسی طرح کہا اور بیان کیا ہے عدد واقعہ بھی، اور آپ حضرات کے پاس بھی تین طلاق نہیں کہا، فقط "ایک طلاق دی، ایک طلاق دی" کہا۔

امین صاحب دو معتبر مولوی صاحب کا بیان سنتے ہی حیران وپریشان ہوا، کیونکہ ادھر کے عالم معتبر حقانی ادھر ایک جاہل جاہل ہے، تاہم امین صاحب نے شبیر کے قول اور فتویٰ کو ترجیح دیا اور بہت دعائے خیر دی، کیونکہ اس کا جواب واقعہ کے مطابق ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولوی شبیر صاحب اور امین صاحب حق

یہ تینوں یا دو یا ایک معتبر ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں قضاءً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اگر شوہر کی نیت یہی تھی کہ پہلے لفظ سے طلاق دے رہا ہوں اور دوسرے تیسرے لفظ کو فقط تاکید و تفہیم کے لئے ذکر کیا اور طلاق کی نیت ہرگز نہیں تھی تو دیانۃً اس کی نیت معتبر ہے مگر قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی:

"رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنیت بالأولی الطلاق، وبالثانیة والثالثة إفهامها، صدق دیانةً، وفی القضاء طلقت ثلاثاً، كذا فی فتاوی قاضیخان، متی كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغیر حرف الواو یتعدد الطلاق، وإن عنی بالثانی الأول لم یصدق فی القضاء". الفتاوی العالمگیریة: ۱/۳۰۰(۱)۔ "كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوی التأكید دین، أی ووقع الكل قضاءً، وكذا إذا أطلق - أشباه - أی بأن لم ینو استئنافاً ولا تأكیداً؛ لأن الأصل عدم التأكید". در مختار و شامی: ۲/۶۷۷(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۶۰ھ۔　صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

بیوی کو "ایک، دو، تین" کہنا

سوال [۶۱۳۰]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے جھگڑا ہونے پر اس کی مار پیٹ کی، بعدہ یہ کہا کہ "ایک، دو، تین"۔ اس کے تھوڑی دیر بعد زید اپنی ماں سے کہنے لگا کہ اس کو اس کے میکے پہونچا دو، اس کی ماں نے کہا کہ اچھا کل پہونچا دوں گی۔ اس واقعہ کے تین روز گزرنے کے بعد ہندہ کا والد کسی ضرورت سے ہندہ کے گاؤں میں پہونچا تو اس کو وہاں کسی آدمی کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی، ہندہ کے والد نے زید کو تنہائی میں بلا کر گفتگو

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، قبیل باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۸۹، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

کی اور پوچھا کہ تم نے ہندہ کو طلاق دیدی تو زید خاموش ہو گیا، پھر اصرار کرنے پر زید نے "ہاں" کہا "بات کلیر ہے"۔ تو اب حکمِ شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

لفظ "ایک، دو، تین" اسمائے طلاق کے لئے موضوع نہیں بلکہ گنتی کے لیے موضوع ہے جس سے طلاق کی گنتی بھی مراد ہوتی ہے اور غیر طلاق کی بھی اور عامۃً تو اس کا معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی قرینۂ مقام کے لحاظ سے صرف ذکرِ عدد پر کفایت کی جاتی ہے، معدود کو مخاطب بغیر ذکر کئے سمجھ جاتا ہے۔ اور کبھی یہ کسی کام کو پختہ کرنے اور انتہا تک پہونچانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے، مثلاً نیلام کی جب بولی ختم کرتا ہو تو ایک دو تین بول دیتے ہیں، یوں کسی کام کو شروع کرنے کے لئے ایک دو تین بول دیتے ہیں۔

پس اگر زید نے اس لفظ ایک دو تین سے یہ مراد لیا ہے کہ میں نے بیوی کو ایک دو تین طلاق دیدی تو طلاق مغلظہ ہو گئی اور ایسا کہنے کے بعد بیوی کو میکہ بھجوا دیا، اور خسر کے اصرار و دریافت کرنے پر کہ کیا تم نے ہندہ کو طلاق دیدی الخ، یہ کہنا کہ "ہاں، بات صاف کلیر ہے" یہ قرینہ ہے کہ زید کی مراد طلاق ہی ہے بلکہ خسر کو جو یہ جواب دیکر اقرار کیا اس سے تو مراد واضح ہو گئی۔

"لو قال لامرأته: أنت مني ثلاثاً، قال ابن الفضل: إذا نوى، يقع. ولو قال: أنت مني ثلاث، طلقت إن نوى، أو كان في مذاكرة الطلاق (قوله: ثلاث) أي هي عدد طلاق مقدر نواه المتكلم اهـ". شامی: ۲/۴۸۴، قبیل طلاق غیر مدخول بہا بثلاثہ نوراق (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/ ۲۴۵، ۲۴۶، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۲۷۸، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترك الإضافة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق: ۳/ ۲۲۲، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

مطلقہ سے دوبارہ نکاح درست ہوگا(۱)۔ طلاق واپس لینے کی بہترین صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے یہ کہدے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم شعبان/ ۸۸ھ۔

"طلاق، طلاق، طلاق" کا حکم

سوال [۱۱۰۶۲]: زید وہندہ دونوں میاں بیوی ہیں، دونوں کے درمیان خانگی معاملہ میں جھگڑا ہوتا رہا، زید کو بے حد غصہ آگیا جو جنون کی حد سے گذر گیا، یہاں تک کہ اچھے برے کی تمیز باقی نہ رہی اور زید نے کہا "تو پھر جا طلاق، طلاق، طلاق"۔ زید نے نہ اپنی بیوی کو مخاطب کیا، نہ بیوی کا نام لے کر کہا اور "دیا" کا لفظ کہا، لیکن طلاق تین بار کہا، زید کی بیوی عمر کی دور کے رشتہ کی بھتیجی ہوتی ہے۔ مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحیح ہے کہ شوہر نے نہ بیوی کا نام لے کر کہا، نہ "دیا" کا لفظ کہا، مگر تین مرتبہ کہا ہے، لیکن طلاق اپنی

= (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، باب الرجعة، شركة علمية ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "والثاني: الطلقة الواحدة البائنة، والثنتان البائنتان، ويختلف حكم كل واحد من النوعين في كتاب حربي، فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً حتى لا يحل له وطؤها، ولا ينكح بعده" (بدائع الصنائع: ۴/۳۰۲، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "فالسني أن يراجعها بالقول، ويشهد على رجعتها شاهدين، ويعلمها بذلك" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴/۹۳، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۵۰، ۱۵۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۹۱، كتاب الطلاق، فصل في بيان ماهية الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آدمی طلاق اپنی بیوی کو ہی دیا کرتا ہے، کبھی صراحتاً اس کی طرف نسبت کردیتا ہے مثلاً: یہ کہ میں نے اپنی بیوی ہی کو طلاق دی ہے، کبھی نہ بیوی کی طرف صراحتاً نسبت کرتا ہے، نہ اپنی طرف طلاق دینے کو منسوب کرتا ہے، بلکہ صرف "طلاق دی، یا طلاق" کہہ دیتا ہے اور تصور یہی ہوتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیوی کو طلاق کہہ کر پکارتا ہے تو اس سے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص یہ لفظ کہے کہ "طلاق دیدی" اور اس کا تصور یہ نہ ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو دیدی بلکہ تصور یہ ہو کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو شرعاً اس کی نیت معتبر ہوگی (۱)۔ اور اس کا قول قسم کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا (۲)۔

"صریحہ ما لم یستعمل إلا فیه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة، قيد بخطابها؛ لأنه لو قال: إن خرجت يقع طلاقي، أو: لا تخرجي إلا بإذني، فإني حلفت بالطلاق، فخرجت، لم يقع لتركه الإضافة إليها، اهـ". درمختار. "(قوله: لتركه الإضافة): أي المعنوية، فإنها الشرط والخطاب من الإضافة المعنوية، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، وكذا نحو: هذه طالق، وكذا نحو: امرأتي طالق وزينب طالق، اهـ.

ولا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه لما في البحر: لو قال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته. لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما

(۱) "رجل قال: طلقت امرأة، أو قال: امرأة طالق، ثم قال: لم أعن امرأتي، يصدق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۸، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۹۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۰، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترك الإضافة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وفي كل موضع يصدق الزوج على نفي النية يصدق مع اليمين" (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۳۵، نوع آخر في بيان حكم الكناية، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۴۷، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

بحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، الخ". رد المحتار: ۲/ ۵۹۰(۱)۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بیوی نے کھانا سامنے لاکر رکھا، سوال کی صورت دیکھ کر شوہر کو غصہ آیا، ظاہر ہے کہ وہ غصہ بیوی ہی پر تھا کسی اور پر نہیں، اسی غصہ سے متاثر ہوکر تین مرتبہ طلاق کہا ہے، وہ بھی ظاہر ہے کہ بیوی ہی کو کہا، نہ کسی اور کو طلاق دی ہے، نہ دے سکتا ہے، نہ کسی کی طلاق کا واقعہ نقل کر رہا ہے، لہٰذا بیوی پر تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۹/ ۸۵ھ۔

جواب صحیح ہے، اگر واقعہ ٹھیک ایسا ہی ہے جیسا سوال میں مذکور ہے تو تین طلاقیں واقع ہونے میں شبہ نہیں۔

بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۹/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۹/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن، نائب مفتی۔

"جیسے ایک مرتبہ کہا، ویسے ہی تین مرتبہ، ہزار مرتبہ" سے طلاق کا حکم

سوال [۱۰۴۴]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کسی بات پر جھگڑتے ہوئے یہ کہا کہ "میں نے تم کو طلاق دی، تم جاؤ اپنے گھر"۔ اس کے جواب میں ہندہ نے یہ کہا کہ جب تک چار پانچ خدا آ جائیں گے، میں نہ جاؤں گی۔ اس پر زید اپنی ایک عزیزہ کے گھر گیا اور اپنی عزیزہ کو مخاطب کرکے یہ کہا کہ "میرے مکان پر چلو اور میری بیوی کو میرے گھر سے بھیج دو، میں اس کو طلاق دے آیا ہوں اور قصہ ختم کر آیا ہوں"۔ اس پر زید سے پوچھا کہ تو نے کیا کہا؟ اس پر زید نے کہا کہ "میں نے یہ کہا: تجھ کو طلاق دیا"۔ جس پر اس کی عزیزہ نے کہا کہ ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوتی، جا اپنے گھر۔

اب اس کا جواب جو زید دیتا ہے اس میں اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ میں نے اپنی عزیزہ کے اس فقرہ پر "ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوتی جا اپنے گھر بیٹھ" یہ کہا کہ "تین چار دفعہ کی ضرورت ہے"۔ بس صرف اتنا کہا اور ہندہ اور ورثاء ہندہ یہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی عزیزہ سے یہ کہا کہ "جیسے ایک مرتبہ کہا، ویسے ہی تین

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۴۸، ۲۴۹، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: سن بوش، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۴۴۲، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

مرتبہ، دیسے ہی ہزار مرتبہ"۔ اس اختلاف بیان پر خاندان عزیزہ کے دو مردوں نے اپنی عزیزہ سے جا کر دریافت کیا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ اس پر اس عزیزہ نے وہ تائے ہندہ کی تائید کی اس پر ان عزیزہ ان نے زید کو اس عزیزہ کے مکان پر بلایا اور عزیزہ کے بیان کو زید کی موجودگی میں دہرایا۔

دریافت کیا کہ تین اشخاص جو وہاں پر موجود تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے انہی الفاظوں میں کہنے کا اقرار کیا جو عزیزہ نے نقل کیا ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ زید کی بیوی کو طلاق واحد رجعی واقع ہوگی یا بائنہ یا طلاق مغلظہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی تو بالیقین واقع ہوگئی بلفظ صریح (۱) اور بلفظ "تم جاؤ اپنے گھر" سے اگر طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر نیت نہ کی تو واقع نہیں ہوئی (۲)۔ ہندہ جن الفاظ کو زید کی طرف منسوب کرتی ہے اور زید اس کا منکر ہے وہ اس امر میں صریح نہیں کہ زید نے تین مرتبہ

---

(۱) "(صريحه مالم يستعمل إلا فيه) ولو بالفارسية (كطلقتك، وأنت طالق، ومطلقة، يقع بها) واحدة رجعية". (الدر المختار، ۳/۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، ۳/۳۴، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۶۰، كتاب الطلاق، الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وفي شرح الطحاوي: وأما مذكرات الطلاق فهي مثل قوله: اذهبي ... والحقي بأهلك، وحبلك على غاربك، لا سبيل لي عليك ... إذا نوى الطلاق بهذه الألفاظ يقع بائناً، وإن نوى الثلاث كان ثلاثاً　　وإن قال: لم أرد به الطلاق، أو لم تحضره النية، لا يكون طلاقاً". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۱۶، الكنايات، إدارة القرآن)

"وروي أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تزوج امرأة، فرأى في كشحها بياضاً، فقال لها: "الحقي بأهلك" وهذا من ألفاظ الكنايات". (بدائع الصنائع: ۴/۲۲۹، كتاب الطلاق، فصل في ألفاظ الكناية، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۰۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيدية)

طلاق دی ہے یا تین کا اقرار کیا ہے، لہٰذا اگر ان الفاظ کے کہنے کا شرعی ثبوت ہو یا کم از کم دو عادل مرد یا ایک مرد دو
عورتیں گواہ موجود ہوں جن کے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں تب بھی ان الفاظ سے تین طلاق واقع ہونے کے لئے
نیت کی ضرورت ہے اور زید جب کہ ان الفاظ ہی کا منکر ہے تو نیت کا درجہ بہت مؤخر ہے، اس کا علم زید ہی کے
ذریعہ ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۲/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ رمضان/۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ رمضان/۶۲ھ۔

سو طلاق

سوال [۶۲۰۱]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ "دنیا تو ایک دفعہ طلاق دیتی ہے اور میں سو دفعہ طلاق دیتا ہوں"۔ ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کیسی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

محمد صدیق قریشی مغل، خانم حجاب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان الفاظ سے بیوی کو طلاق دینے کے لئے خطاب کیا ہے اور یہ الفاظ حال کے لئے مستعمل ہوتے ہیں تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

---

(۱) "قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ويقع بها": أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح، أي مثل ما سيذكره من نحو "كوني طالقاً، واطلقي، ويا مطلقة" بالتشديد، وكذا المضارع إذا غلب في الحال مثل "أطلقك"". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۳۵۶، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"لأن المضارع حقيقة في الحال مجاز في الاستقبال كما هو أحد المذاهب، وقيل: بالقلب، =

نے اپنی زوجہ ہندہ کو سات طلاق"۔ کہا اب نادم اور مستفتی ہے کہ کیا ہندہ واقعی مجھ پر حرام ہوگئی؟ اب دوبارہ رجوع کی بھی کوئی صورت ہے؟ بینوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں زید کی زوجہ ہندہ پر شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب رجوع یا تجدیدِ نکاح کافی نہیں، اگر دوبارہ ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے حلالہ ضروری ہے، یعنی عدت گزار کر ہندہ کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شریعت کے موافق نکاح کرلے اور وہ شخص ہندہ سے جماع کرنے کے بعد اگر طلاق دیدے یا مرجائے تو پھر بعد عدت ہندہ کا نکاح زید سے درست ہوگا، بغیر اس کے درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایک طلاق کے بعد پھر تین طلاق

سوال [۶۱۲۸]: زید آوارہ وبدمعاش ہے، ہندہ زوجہ کو مارتا پیٹتا ہے، ایک مرتبہ غصہ میں کہا کہ "تو رنڈی ہے، رنڈی میں نے تجھے طلاق دیدی ہے"۔ اس کے بعد چاقو لے کر دوڑا، ہندہ جان بچا کر اپنے باپ کے گھر آگئی، عرصہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ میں اچھی طرح رکھوں گا، اس کے بعد گالی گلوچ کرنے لگا اور پھر کہا کہ "میں تجھے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں"۔ یہ تین بار کہہ کر چلا گیا، لہٰذا اب میں دوسری شادی کرسکتی ہوں یا نہیں؟

---

(۱) "رجل قال لامرأته: "ترا طلاق ہزار یکی کردم" قالوا: یقع الثلاث، کأنه قال: طلقتک ثلاثاً بدفعة واحدة".

(فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیرية: ۱/۴۵۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانية: ۳/۲۷۵، کتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في الفتاوی العالمکيرية: ۱/۳۸۰، کتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسألة السابقة)

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی دفعہ ایک طلاق دی تھی تو اسی وقت واقع ہوگئی تھی، پھر اگر رجوع نہیں کیا تو اس وقت سے تین حیض ختم ہونے پر عدت ختم ہوگئی، اگر پہلی طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کرلیا تھا یعنی زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی یا کوئی ایسا کام کرلیا تھا جو شوہر بیوی کیا کرتے ہیں تو رجعت صحیح ہوگئی (۱)، اس کے بعد جب دوسری دفعہ تین طلاق دیدی تو تعلق زوجیت بالکل ختم ہوگیا، اس کے بعد تین حیض گزرنے پر آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا شرعاً حق حاصل ہوگیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مدخولہ کو تین طلاق

مع جواب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

سوال [۶۲۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

---

(۱) "هي استدامة الملك القائم في العدة، وتصح في العدة إن لم يطلق ثلاثاً ولو لم ترض، براجعتك أو راجعت امرأتي، وبما يوجب حرمة المصاهرة". (البحر الرائق: ۴/۸۴، ۸۵، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

"إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض. والرجعة إما أن تكون بالقول مثل: أن يقول: راجعتك، أو بالفعل مثل أن يطأها أو يلمسها أو يقبلها بشهوة". (اللباب في شرح الكتاب: ۲/۱۸۰، كتاب الطلاق، كتاب الرجعة، ايج ايم سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۹۵، كتاب الطلاق، فصل في ركن الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۹۸، ۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "وأما حكمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعي، وبدونه في البائن ... وزوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً. كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۲۰، ۳۲۱، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، امداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۵، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

ایک شخص محمد تسنیم کا نکاح بیوی عمرانہ نابالغہ سے ہوا تھا، اب عمرانہ خاتون موصوفہ بالغہ ہے، اس کی رخصتی کی تیاری ہو رہی تھی، اس اثناء میں محمد تسلیم کا نکاح جو کہ معمولی پڑھا لکھا ہے اسی گاؤں کے ایک آدمی مسمی عبد السلام نے خفیہ طور سے رات کے ۱۲/۱ بجے چار آدمی جمع ہو کر چپکے ایک رشتہ دار عورت مسماۃ عمہ خاتون سے بغیر قاضی پر لڑکی کی عدم موجودگی میں کرادیا اور یہ آپس میں طے کیا کہ اس نکاح کا اعلان جب تک پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کی رخصتی نہ ہو جائے نہ کیا جائے۔ یہ چاروں نوجوان تھے، ان ہی چاروں میں ایک قاضی بن گیا، دو گواہ اور ایک نوشاہ۔

اس نکاح کے بعد محمد تسنیم اور اس کی اس نئی منکوحہ بیوی کے درمیان یکجائی (خلوت صحیحہ) بھی ہوئی، تین چار روز کے بعد یہ بات ظاہر ہوگئی، ظاہر ہونے پر محمد تسلیم کے والد اور ان کے رشتہ دار اور پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کے والدین پر بہت اثر پڑا، بالخصوص تسلیم کے والد تسلیم سے بہت ناراض تھے، اس بات کی تحقیق شروع ہوئی۔ اس ثانی نکاح کے بعد جب بات ظاہر ہوئی تو عبد السلام مذکور کو جس نے یہ سازش کرکے یہ نکاح کرایا تھا پریشانی لاحق ہوئی، جب اس نے ایک شرط نامہ لکھ کر جس میں نکاح کی تاریخ ڈلوا کر محمد تسلیم سے دستخط کرالیا، اس کے بعد ان تمام حالات کی بنا پر محمد تسلیم کو احساس ہوا، تب اپنے والد کو اور چند گھر دار رشتہ داروں کو بلا کر دوسرے گاؤں میں ایک رشتہ دار کے یہاں جمع ہوئے۔ محمد تسلیم اپنے والد کے سامنے اور تمام رشتہ داروں کے سامنے بہت نادم تھا، اس لئے کہ عمہ خاتون کے متعلق محمد تسلیم کو یہ بات تحقیقی طور پر معلوم ہوئی کہ وہ بدچلن ہے۔

اب محمد تسنیم کو اصرار تھا کہ پہلی بیوی عمرانہ خاتون نکاح میں رہ جائے اور دوسری بیوی عمہ خاتون پر طلاق پڑ جائے، چنانچہ محمد تسنیم کو یہ بھی کہا گیا کہ اس شرط نامہ کی رو سے جس پر تم نے دستخط کیا ہے پہلی بیوی عمرانہ خاتون کا زوجیت میں رہنا مشکل ہے، اس لئے اگر دوسری بیوی عمہ خاتون ہی تم کو پسند ہے تو پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو طلاق دیدو اور دوسری کو اپنی زوجیت میں رکھ لو، اس پر محمد تسلیم دو تین آدمیوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک تحریر لکھ کر چند گواہوں کے دستخط کے ساتھ اپنے والد اور چند دوسرے رشتہ دار جو دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے بھجوادیا، جس میں عمہ خاتون کو طلاق دیا تھا، دونوں تحریری شرط نامہ اور طلاق استفتاء ہذا کے ساتھ منسلک ہیں۔

(الف) اب سوال یہ ہے کہ دوسری بیوی عمرہ خاتون کے طلاق نامہ منسلک ہذا سے کیا پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو جس کی رخصتی یا کسی قسم کی یکجائی اپنے شوہر سے نہیں ہوئی ہے، طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کس قسم کی طلاق پڑی؟

(ب) پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو کوئی صورت زوجیت میں رکھنے کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد طیب، ساکن موضع چلمل، پوسٹ برہنجر، ضلع بھاگلپور۔ ۲۱/ مارچ/ ۱۹۶۸ء۔

الجواب نمبر: ۲۴۷۴ تحریری طلاق نامہ کے بموجب عمرہ خاتون بنت عبدالرشید پر تین طلاق ہوگئی ہیں، اب بلا حلالہ محمد تسنیم کا اس سے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، اور شرائط نامہ نکاح ثانی کے بموجب حاجی انیس احمد کی چھوٹی صاحبزادی کو ایک طلاق ہوئی، اس سے نکاح ہوسکتا ہے، بلا نکاح رجعت نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد الفقیر محمد میاں۔

۱۷/ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ، ۱۶/ اپریل ۱۹۶۸ء۔ | مہر

نقل شرائط نامہ نکاح ثانی

"میں محمد تسنیم پسر شیخ اسعد علی ساکن پورائین، تھانہ بیگنا، ضلع بھاگلپور اقرار کرتا ہوں کہ حسب ذیل شرائط پر عمل کروں گا: میری دوسری شادی جو عمرہ خاتون بنت شیخ عبدالرشید عظمت پور کے ساتھ ہوئی، اگر ہم دوسری بیوی کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی سے پیش آؤں یا بے حرمتی کروں، مثلاً کسی کے ورغلانے بہکانے سے یا راضی خوشی سے بھی طلاق دوں تو پہلی بیوی یعنی حاجی انیس احمد صاحب کی چھوٹی صاحبزادی کو طلاق مغلظہ ہو جائے اوپر لکھے ہوئے شرطوں کو میں اقرار کرتا ہوں یہ مضمون پڑھ کر سمجھ بوجھ لیا"۔

محمد تسلیم احمد، ساکن پورائین، بقلم خاص، ۸/۳/۶۸ء۔

نقل طلاق نامہ

"میں محمد تسنیم احمد ولد شیخ اسعد علی، پورائین، تھانہ بیگنا، ضلع بھاگلپور اس بات کو تحریر میں لانے کیلئے مجبور ہوں کہ بی بی عمرہ خاتون بنت عبدالرشید، ساکن عظمت پور، تھانہ بیگنا، ضلع بھاگلپور جس کی شادی میرے ساتھ

علیہ السلام سر کی چوبائی والے نے بہت ہی چالبازی دھوکا دہی سے مجھ کو غفلت میں رکھ کر میرے ساتھ کرایا اب جب کہ ہم پر یہ راز کھلتا ہے کہ شادی سے قبل لڑکی موصوفہ کا چال چلن نہایت خراب ہے اور ناقابلِ برداشت ہے اور شادی کے بعد بھی اس کے خراب چال چلن کی جانکاری و ثبوت ہم کو ملے ہیں، ایسی حالت میں نہایت ہی لاچار و مجبور ہو کر اس کے چال چلن خراب ہونے کی بنا پر تین طلاق مغلظہ دیا"۔

محمد تسلیم، محمد ۲۰/فروری/۷۸ء۔

"محمد تسلیم نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے"۔ دستخط گواہ: محمد مظہر حسین، محمد صدیق حسن، محمد طیب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر دو مطبوعہ طلاق نامے دیکھے، ایک مجمل ہے دوسرے میں تفصیل ہے اور دونوں میں طلاق مغلظہ کا لفظ مذکور ہے، لہٰذا دونوں پر طلاق مغلظہ ہوگئی، طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے، بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اس مسئلہ کے لئے فقہاء کی عبارت پیش کرتا ہوں، یہ فتویٰ بھیج دیں جہاں سے اس کے خلاف آپ کے پاس جواب آیا ہے، پھر جو کچھ وہ تحریر فرمائیں اس سے مطلع کریں۔

"قال لزوجته غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، لما تقرر أنه متى ذكر العدد كان الوقوع به، وما قيل من أنه لا يقع لنزول الآية في الموطوءة فقط محض عناد، منشأه الغفلة عند تقرر أن العبرة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب، ومحله في غرر الأذكار على كونها متفرقة فلا يقع إلا الأولى، وإن فرق بانت بالأولى ولم تقع الثانية، بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل". در مختار بحذف يسير۔

"(قوله: وما قيل) رد على ما نقله في شرح المجمع عن كتاب المشكلات وأقره عليه حيث قال: وفي المشكلات: من طلق امرأته الغير المدخول بها ثلاثاً فله أن يتزوجها بلا تحليل، وأما قوله تعالى: {فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره} ففي حق المدخول بها اهـ. ووجه الرد أنه مخالف للمذاهب؛ لأنه إن أراد عدم وقوع الثلاث عليها بل تقع واحدة كما هو قول الحسن وغيره، فقد علمت رده، أو يريد أنه لا يقع شيء أصلاً، فعارضه الشارح بأنه محمل العهد، ويكون كلام الدرر، فتعين الأول أو يريد وقوع الثلاث مع عدم

اشتراط المحلل.

وقد بالغ المحقق ابن الهمام في رده حيث قال في باب آخر الرجعة: لا فرق في ذلك: أي اشتراط المحلل بين كون المطلقة مدخولاً بها أو لا، لصريح إطلاق النص، وقد وقع في بعض الكتب أن غير المدخول بها تحل بلا زوج، وهو زلة عظيمة مصادمة للنص والإجماع، لا يحل لمسلم رآه أن ينقله فضلاً عن أن يعتبره؛ لأن في نقله إشاعته، وعند ذلك ينفتح باب الشيطان في تخفيف الأمر فيه، ولا يخفى أن مثله مما لا يسوغ الاجتهاد فيه لفوات شرطه من عدم مخالفة الكتاب والإجماع -نعوذ بالله من الزيغ والضلال- والأمر فيه من ضروريات الدين لا يبعد إكفار مخالفه". كذا في رد المحتار: ۲/۲۲۶(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۸۸ھ۔

غیر مدخولہ پر تین طلاق

سوال[۶۱۵۰]: ایک شخص نے اپنی زوجہ صغیرہ غیر مدخول بہا کو کہا کہ "میں تجھے ایک، دو، تین طلاق مغلظہ دیتا ہوں" یا اپنی زوجہ مذکورہ سے یوں کہا کہ "میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں"، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں مذکورہ بالا صورتوں میں تینوں طلاق یکساں واقع ہوں گی یا نہیں؟ اگر ہوں گی تو بدون تحلیل کے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یا صغیرہ وکبیرہ، مدخول بہا وغیر مدخول بہا کے درمیان تین طلاق کے بعد تحلیل وعدم تحلیل میں کوئی فرق نہیں ہے؟ نیز یہ امر بھی واضح ہو کہ صورتِ اولیٰ میں اعداد کا ذکر مقدم ہے اور طلاق کا ذکر بعد کو ہے، یہ صورت تفریق کی ہے یا اجماع کی؟ بینوا بالدلیل توجروا بالأجر الجزیل۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ واقع ہوگی: پہلی صورت میں اس لئے کہ طلاق صرف ایک، دو، تین سے

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۸۶، ۲۸۵، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية بيروت)

واقع نہیں ہوگی جب تک کہ اس کے ساتھ لفظ "طلاق" ذکر نہ کیا ہو اور جب لفظ طلاق ذکر کیا تو اس کا تعلق مجموعہ ایک دو تین سے ہوگا اور لفظ "مطلقہ" اس کے لئے صفت کا فقرہ بنے گی۔ "فإن قال: "اگر فلانہ بزنی کنم، از من یک طلاق، و دو طلاق، و سہ طلاق". فتزوجها تطلق واحدة. ولو قال: "یکے، ودو، وسہ طلاق" ثم تزوجها يقع الثلاث". خلاصة الفتاوي (۱)۔

اس عبارت میں دو مسئلے ہیں: اول میں ہر عدد کے ساتھ معدود کو ذکر کیا ہے، لہٰذا نکاح کے بعد فوراً ایک طلاق واقع ہوگئی اور غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے دوسری اور تیسری کے لئے محل نہیں رہی۔ دوسرے مسئلہ میں عدد کو پہلے ذکر کیا ہے اور طلاق کو بعد میں، لہٰذا وقوعِ طلاق کے وقت تمام اعداد اپنے معدود کے ساتھ منضم ہو کر مجموعۃً تین طلاقیں واقع ہوں گی اور دوسری صورت میں تین طلاق کا واقع ہونا بالکل ظاہر ہے:

"طلق غير المدخول بها ثلاثاً، وقعن، سواء قال: أوقعت عليك ثلاث تطليقات، أو أنت طالق ثلاثاً". البحر: ۳/ ۲۹۰ (۲)۔

مطلقۂ ثلاثہ کے بلا تحلیل حلال نہ ہونے میں صغیرہ وکبیرہ مدخولہ وغیر مدخولہ میں کوئی فرق نہیں:

"لا ينكح مبانة بالبينونة الغليظة، أطلقه فشمل ما إذا كان قبل الدخول أو بعده، كما صرح به في الأصل، وشمل ما إذا طلقها أزواج: كل زوج ثلاثاً قبل الدخول، فتزوجت بآخر، فدخل بها، تحل للكل. وأشار بوطء إلى أن المرأة لابد أن يوطأ مثلها، أما إذا كانت صغيرة

---

(۱) (خلاصة الفتاوى: ۲/ ۸۶، كتاب الطلاق، الجنس الخامس في العدد، امجد اکیڈمی لاہور)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۲۹۰، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد الخ، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۷۰، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول: ۳/ ۵۰۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۷، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/ ۱۲۶، ۱۲۷، كتاب الطلاق، حكم من طلق امرأته قبل الدخول ثلاثاً، مكتبه حقانيه پشاور)

ولا یوطأ مثلها، لا تحل للأول بهذا (الوطء)". بحر محذف کثیر (۱)۔

"والشرط التيقن بوقوع الوطء في المحل المتيقن به، فلو كانت صغيرة لا يوطأ مثلها، لم تحل للأول، والإحاصل: أى بأن كانت صغيرة يوطأ مثلها، حلت للأول بوجود الشرط، وهو الوطء في محله المتيقن الموجب للغسل". در مختار و شامی: ۲/۸۳۳ (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۸/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/شعبان/۵۶ھ۔

رخصتی سے پہلے تین طلاق کا حکم

استفتاء [۶۱۵۱]: یہ کہ ایک مسلمان مسمی عبدالکریم کا نکاح ہوا موضع واہ میں، ابھی رخصتی نہیں ہوئی، عرصہ ایک سال کا گزر گیا ہے، اس کے بعد بوجہ ناراضگی کے وہ رشتہ چھوڑ کر دوسری جگہ وہ رشتہ کے واسطے گیا، آگے لڑکی والوں نے سوال کیا کہ تمہارا نکاح آگے موضع واہ میں ہوا ہے جب تک تم ان کو طلاق نہ دو، ہم تم کو رشتہ کیسے دے سکتے ہیں؟ اس پر عبدالکریم نے دوسری شادی کی خاطر کہا کہ "کہ الٰہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے، عرصہ ایک سال کا ہوا ہے جس کے ساتھ میں آباد نہیں ہوا، اس کو میں طلاق کرتا ہوں، روبرو گواہوں کے اپنی خوشی سے طلاق کرتا ہوں"۔

اس کے بعد دوسری شادی ہوئی اور کچھ عرصہ بعد اس کے ساتھ بھی نا چاقی ہوئی اور پھر عرصہ نو ماہ کے بعد وہاں موضع واہ میں الٰہی بخش کے پاس گیا کہ مجھے رشتہ دو، انھوں نے کہا تم ہماری لڑکی فیروز جہاں کو طلاق دے چکے ہو، اس پر وہ انکاری ہوا، لڑکی کے باپ نے گواہوں کو بلوایا، مدعی بھی موجود تھا، قاضی مولوی صاحب کے روبرو گواہوں نے قسمیں کھائیں اور گواہی دی کہ عبدالکریم نے الٰہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں کو ہمارے روبرو تین بار طلاق کی ہے، اس پر قاضی مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ صحیح طلاق ہوگئی ہے۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۳/۹۳، ۹۵، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۱۳، باب الرجعة، مطلب في حيلة إسقاط عدة المحلل، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۱۰۳، فصل فيما لو كان النكاح الثاني صحيحاً، دار الكتب العلمية بيروت)

اس کے بعد پھر اسی مولوی صاحب نے دوسرا نکاح پڑھوا دیا ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے نکاح کی طلاق ہوگئی ہے، دوسرا نکاح اس وجہ سے کیا ہے، اگر آبادی نہ ہوئی ہو اور فریقین راضی ہوں تو دوسرا نکاح ہو سکتا ہے، اب وہ عبدالکریم اور فیروز جہاں آباد ہیں۔ کیا فتویٰ دیتے ہیں کہ بغیر حلالہ جائز ہے کہ نہیں؟ یہاں کے مولوی صاحب دیانت دار نہیں ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے صحبت نہ کی ہو، اگر اس کو تین لفظوں سے طلاق دے تو اس کو ایک ہی طلاق ہوتی ہے، دوسری و تیسری نہیں ہوتی، مثلاً اس طرح کہے کہ "میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی" تو اس طرح کہنے سے صرف ایک ہی طلاق ہوگی اور دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر ایک لفظ سے تین طلاق دی، مثلاً اس طرح کہے کہ "میں نے تین طلاق دیں" تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوگا:

"إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق، طالق، طالق، اهـ". عالمگیری: ۱/۳۷۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۲۰/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

غیر مدخولہ کو تین طلاق کا حکم

سوال [۱۰۵۴]: کن کن لفظوں کے تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے؟

ظاہر خان، نائب مدرس مدرسہ معدن، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۰ء۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار: ۳/۲۸۵، ۲۸۶، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص غیر مدخولہ کو طلاق تین لفظ سے دے تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی "فصل غير الموطوءة ثلاثاً وقعن، وإن فرق بانت بواحدة". زیلعی: ۲/۲۱۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

تین طلاق کو ایک تصور کرنا

سوال [۶۱۵۳]: زید کے پاس ایک تحریر لائی گئی جس میں طلاق نامہ لکھا تھا، زید نے طلاق نامہ کی اس عبارت: "اپنے اوپر حرام کیا، حرام کیا، حرام کیا" کو طلاق کے بعد پڑھ کر دستخط کردیے مگر اس کے معنی اور انجام سے قطعاً ناواقف تھا، زید کی عزت آوری ہے، موجودہ صورت میں اسے جانی خطرہ ہے، عورت کو جدا کردینے میں اسے زندگانی معیشت کے درپیش ہونے کا یقین ہے جس سے اسے تمام زندگی تشویش ہوکر رہے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سعادت میں بھی اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم طلاق ثلاثہ بیک الفاظ واقع کرکے اس سے مراد ایک طلاق لیتے تھے اور شریعت مطہرہ کا فرمان بھی ایسا تھا، جس کا عملدرآمد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو سال اول خلافت تک رہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی نیت کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے طلاق ثلاثہ بیک الفاظ ہونے پر تین طلاق واقع ہوجانے کا فتویٰ دے دیا، جس پر آج تک امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمل کررہی ہے اور تا قیامت کرتی رہے گی۔

موجودہ صورت میں زید اپنی عزت کی پاسداری اور آنے والی مصیبت کے دفعیہ کی خاطر ابتدائے سنت پر عمل کرتے ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول پر عمل کرنا چاہتا ہے اور طلاق ثلاثہ کو بیک الفاظ سے دی ہوئی ایک طلاق مراد لے کر عورت کو حلال جانے تو کیا عند اللہ اس سے مؤاخذہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

بندہ لطیف اللہ مدرس مدرسہ قاسمیہ محمود گنج محلہ بوڑھیا دار العلوم، یوپی۔

---

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان: ۲/۲۱۲، إمدادية ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجماعِ امت کے خلاف کرنا قطعاً حرام ہے(۱)، اگر زید مقلد ہے تو اس کو اپنے امام کے خلاف کرنا درست نہیں، مگر وہ خود مجتہد ہے کہ احادیث سے مسائل کا استنباط کرسکتا ہے تو پھر کسی مقلد سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چونکہ سائل نے نفسِ مسئلہ کا حکم دریافت نہیں کیا کہ اس صورت میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوئی ہے یا نہیں، بلکہ اس کو اپنے ذہن میں طلاقِ مغلظہ قرار دے کر (جس کی ذمہ داری خود سائل پر ہے) یہ دریافت کیا ہے کہ اجماعِ امت کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے اسی کا جواب دے دیا گیا اور نفسِ مسئلہ کا جواب نہیں دیا گیا کہ طلاقِ مغلظہ واقع ہوئی بھی یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

تین طلاق کا ایک ہونا

سوال[۶۳۰۱]: ایک حدیث میری نظر سے گزری جس کا ترجمہ لکھتا ہوں جس سے اصل حدیث کا پتہ آپ کو معلوم ہو جائے گا: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دو سال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں شریعت کی طرف سے ان کے لئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کر دیں تو مناسب ہے، چنانچہ انہوں نے جاری کر دیا" (مسلم)(۲)۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کا وقوع بلفظ واحد ایک ہی ہے۔ میں سمجھ نہیں پاتا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم﴾ (سورۃ النساء: ۱۱۵)

"وهذه الآية دليل على حرمة مخالفة الإجماع، لأنه رتب الوعيد على المشاقة واتباع غير سبيل المؤمنين ... فظهر أن كل واحد منهما سبب للوعيد، فثبت أن اتباع غير سبيلهم محرم، فثبت أن اتباع سبيلهم واجب". (التفسير المظهري: ۲/ ۲۳۴، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱/ ۴۷۷، قديمي)

نہیں ہوتا تھا بلکہ تین طلاقیں ایک دفعہ دینے سے تو ایک ہی گنی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس حکم میں اپنے زمانہ میں تبدیلی کردی، مگر حکم نبوی برقرار رہنا چاہیے: کیوں کہ اسلام میں سوائے پیغمبر علیہ السلام کے کسی کو منصب شریعت نہیں، مگر اب عمل اس پر ہوتا ہے کہ تین طلاق ایک جلسہ میں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ اس واقعہ پر روشنی ڈالیے۔

۲..... اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے یا لکھے کہ "میں نے تجھ کو طلاق مغلظہ دی" اور بعد کو یہ کہے کہ میرے نزدیک تین طلاقیں یکدم واقع نہیں ہوتیں، بلکہ الگ الگ طہر میں دینے سے واقع ہوتی ہے، میں نے مغلظہ بہ نیت واحدہ کہا تھا، مجھے رجعت کرنے کا حق حاصل ہے۔ تو اس کا یہ کہنا صحیح ہے اور رجعت ہوسکتی ہے یا یہ کہ صرف مغلظہ کہنے سے تینوں طلاقوں کا وقوع ہوگا، رجعت ناممکن ہے؟

نواب سیتا پوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲..... طلاق کی حنفیہ کے نزدیک تین قسمیں ہیں:

اول: رجعی، جس میں عدت کے اندر رجعت کا حق رہتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے(۱)۔

ثانی: بائن، جس میں رجعت کا حق نہیں رہتا، البتہ خواہ عدت میں خواہ بعد عدت نکاح درست ہے(۲)۔

ثالث: مغلظہ، جس میں نہ رجعت کا حق رہتا ہے نہ نکاح درست ہوتا ہے، بلکہ اگر نکاح کرنا چاہے تو

---

(۱) "أما الطلاق الرجعي، فالحكم الأصلي له هو نقصان العدد، فأما زوال الملك وحل الوطء، فليس بحكم أصلي له لازم، حتى لا يثبت للحال، وإنما يثبت في الثاني بعد انقضاء العدة، فإن طلقها ولم يراجعها بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت". (بدائع الصنائع: ۲۸۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وينكح مبانة بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (تنوير الأبصار: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۲/۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

بے باک نہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس واقعہ کو چھ سات ماہ ہوچکے ہیں، اب وہ عورت نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غالب گمان یہی ہے کہ صرف دو طلاقیں دی ہیں، تیسری طلاق کا ذہب گمان نہیں، شک کے درجہ میں ہے، اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کے سامنے طلاق دی ہو تو اب دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، لیکن اگر غالب گمان تیسری کا بھی ہے تو اب بغیر حلالہ کے نکاح سے پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۹۵ھ۔

تین طلاق ایک نہیں، بلکہ تین ہیں

سوال [۱۱۵۷]: ایک آدمی نے جس نے رات کو بوجہ مجبوری یعنی بیوی کی بیماری کی وجہ سے اختلاط کیا ہو، صبح کو بیوی نے کچھ سخت جملے کہہ دیئے ہوں اور غصہ میں آکر اتنے کی جنون میں شوہر سے بغیر ارادہ نکل گیا ہو کہ ''میں نے طلاق دی، تین طلاق دی، طلاق دی'' اور بعد میں کہا ہو ''نہیں دی''۔ غصہ اترتے ہی قرآن میں سورۂ طلاق دیکھ کر رجعت بھی کرلی ہو جس میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کرکے دو دو گواہ بنا لو، تین طہر میں ہو، اور ایک دفعہ میں تین بار کہا تو وہ ایک کے حکم میں ہوگی۔ ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

۱...جب کہ ان کے دولڑکی ہیں جن کو نہ کیا باپ پال سکتا ہے نہ ماں۔

---

(۱) ''ولو شک أطلق واحدۃ أو أکثر، بنی علی الأقل''. (الدرالمختار).

وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالٰی: ''(قولہ: بنی علی الأقل) أی کما ذکرہ الإسبیجابی، إلا أن یستیقن بالأکثر أو یکون أکبر ظنہ. وعن الإمام الثانی: إذا کان لایدری أثلاث أم أقل، یتحری وإن استویا عمل بأشد ذلک علیہ''. (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۳/۲۸۳، سعید)

''وإن کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الأمۃ، لم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً، ویدخل بہا ثم یطلقہا أو یموت عنہا، کذا فی الہدایۃ''. (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعۃ وفیما تحل بہ المطلقۃ ومایتصل بہ: ۱/۴۷۳، رشیدیہ)

۲..... جب کہ میاں بیوی الگ نہ رہنا چاہتے ہوں۔

۳..... شوہر قرآن کی قسم کھا کر کہتا ہو کہ یہ جملہ بلا ارادہ نکل گیا ہے۔

۴..... جب کہ شوہر نے ناپاک حالت میں تین بار کہا ہو۔

۵..... جب کہ ایک مرد اور ایک عورت نے سنا ہو اور بیوی کو صبح کو حیض شروع ہو گیا۔

۶..... جب کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے ہی مسئلہ پر فرمایا تھا کہ رجعت کرلے اور لوگوں کے ٹوکنے پر فرمایا تھا کہ کیا میرے ہوتے ہوئے بھی دین کے ٹکڑے کر دو گے۔ اوپر کی باتوں سے پتہ سمجھا جائے کہ رشتہ رکھا یا جا رہا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کہنا کہ "قرآن پاک میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کر کے دو دو گواہ بناؤ، تین طہر میں دو، اور اگر ایک دفعہ میں تین بار کہا ہو تو وہ ایک طلاق کے حکم میں ہوگی"۔ اگر یہ لاعلمی اور کم فہمی کی وجہ سے ہے تو نہایت جسارت ہے، بے علم اور کم فہم آدمی کو ہرگز ہرگز اس کا حق نہیں ہے کہ قرآن پاک کا خود مطالعہ کر کے اس سے مسائل نکالے، اس سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوگا، اس کو توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر علم وفہم کے باوجود اس بات کو قرآن پاک کی طرف منسوب کیا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اوپر افتراء اور بہتان ہے: ﴿ومن اظلم ممن افترىٰ على الله كذباً﴾ الآية(۱)۔

قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ صاف الفاظ سے طلاق دینے سے طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے۔

۱-۶..... لڑکیاں ہوں یا لڑکے زیادہ ہوں یا کم، پرورش کرنے والا اکیلا باپ ہو یا کئی افراد ہوں، میاں بیوی الگ رہنا چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں، شوہر قسم کھا کر کہے یا بغیر قسم کے کہے، بیوی جواب دے یا نہ دے، شوہر ناپاک ہو یا پاک ہو، صبح کو بیوی کا حیض شروع ہو جاوے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے، بچوں کی پرورش یکجائیت پر منحصر ہو یا نہ ہو۔

(۱) (سورۃ العنکبوت: ۶۸)

ان جملہ امور سے تین طلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ان سب کے باوجود واقع ہونے والی طلاق واقع ہو کر رہتی ہے، یہ طلاق واقع ہونے سے مانع نہیں، جب کہ شوہر کو خود یاد نہیں کہ تین مرتبہ لفظ "طلاق" دی کہا ہے اور ایک مرد اور ایک عورت نے تین مرتبہ یہ لفظ سنا ہے اور بیوی نے خود بھی سنا ہے(۱) تو بیوی کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ شوہر کو اپنے اوپر قابو دے، بلکہ اس سے بچنے اور علیحدہ رہنے کی ہر ممکن تدبیر کا اختیار کرے ورنہ وہ حرام کاری میں گرفتار ہوگی۔

قرآن پاک میں اتنا مذکور ہے کہ دو طلاق دینے کے بعد روکنے (رجعت کرنے) کا اختیار حاصل ہے، تیسری طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ حلال نہیں ہو سکتی(۲)۔ بخاری شریف میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کو شوہر اول کی طرف دوبارہ لوٹنے کی اجازت نہیں عطا فرمائی گئی ہے، جب تک شوہر ثانی سے ہمبستر نہ ہو جائے(۳)۔

تین طلاق کو ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے تین ہی قرار دیا

---

(۱) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل له تمكينه". (رد المحتار: ۳/۲۵۱، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب الصريح نوعان: رجعي وبائن، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۸، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

قال الجصاص: "قد ذكرت في معناه وجوه: أحدها أنه بيان للطلاق الذي تثبت معه الرجعة ... الآية تدل على وقوع الثلاث معاً مع كونه منهياً عنها" (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۴۹۰، ۵۲۷، قديمي)

(۳) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، الخ، قديمي)

ہے، کسی کے نزدیک بھی وہ ایک طلاق نہیں ہے، اس پر تمام اہل حق کا اجماع ہے(۱)۔ البتہ روافض کے نزدیک تین طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جب کہ شوہر نے ایسی حالت میں تین مرتبہ طلاق دی ہے کہ اس کا ارادہ بھی نہیں تھا اور اس کو یاد بھی نہیں کہ غصہ میں کتنی مرتبہ طلاق دی ہے تو یہ بحث بھی پیدا نہیں ہوئی، ایک مرتبہ طلاق کی نیت سے کہا اور دوسری تیسری مرتبہ کہنے سے محض تاکید کی نیت تھی۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، ان میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں، اگر کسی روایت سے تین طلاق کے بعد حق رجعت باقی رہنے کا شبہ بھی ہو سکتا ہے تو اس کو بھی حل کر کے سد باب کر دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱/۸۸ھ۔

تین طلاق دے کر معافی مانگنا

سوال[۱۰۹۱]: زید اور اس کے والد اور بیوی میں تکرار ہو رہی تھی، زید نے اپنے والد سے کہا کہ آپ خاموش رہیں ورنہ پچھتاؤ گے، بات بڑھتی ہی گئی، زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ تین آواز سے طلاق دے دی، اس کے بعد زید کا کہنا ہے کہ اب بیوی سے معافی چاہتا ہے اور اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے۔ ایسی صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں طلاق مغلظہ ہو گئی(۲)، اب معافی مانگنے سے وہ حلال نہیں ہوگی، بغیر حلالہ کے تعلق

---

(۱) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث". (رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيد وآخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثاً وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري شرح البخاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالى الخ، مطبع أمين دمج بيروت)

(۲) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً". =

زوجیت قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

– (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۵، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۸، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد وما يتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۹۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية، بيروت)

باب الطلاق بألفاظ الكناية

(الفاظِ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان)

''مجھ پر برخواست'' یا ''نکاح سے برخواست'' کہنے کا حکم

سوال[۶۱۵۹]: ایک شخص اپنی بیوی سے اپنے گھر چلنے کو کہتا ہے کہ چلو، بیوی کہتی ہے بہتر ہے وہ چلنے کا سامان کرتی ہے، مگر اس کا باپ روکتا ہے کہ میری لڑکی کی طبیعت اچھی نہیں ہے دو تین روز نہیں جا سکتی، جس وقت طبیعت اچھی ہو جائے گی لے جانا۔ اس پر یہ دوسرے شخص سے یہ کہتا ہے کہ میری بیوی سے کہہ دو کہ ''وہ مجھ پر برخواست'' یا ''نکاح سے برخواست، لڑکی والوں سے کہہ دو کہ وہ اس لڑکی کا نکاح کہیں اور کرلیں''۔ اس واقعہ سے تقریباً دو ماہ گزرتے ہیں۔ اب آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر اپنی غلطی پر نادم ہو تو کیا حکم ہے اور اگر غلطی کا اقرار نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر یہ لفظ: ''لڑکی والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح کہیں اور کرلیں'' اگر شوہر نے بہ نیت طلاق کہا ہے تو طلاق واقع ہوگئی، اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک ہوئی، اگر تین کی نیت کی ہے تو تین ہوگئیں۔ اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی: "ولو قال: تزوجي و نوى الطلاق أو الثلاث، صح، وإن لم ينو شيئاً لا يقع، كذا في الغياثية اهـ". فتاویٰ عالمگیری: ۱/۳۷۶(۱)۔ اور یہ لفظ کہ ''میری بیوی سے کہہ دو کہ وہ مجھ سے برخاست یا نکاح سے برخواست'' اگر اسی طرح شک اور تردید کے ساتھ کہا ہے اور طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، اگر بلا تردد کے یہ لفظ کہا ہے یعنی ''مجھ سے برخاست'' تو اس

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۳۰۱، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

وإن نوى بها واحدة تقع واحدة، وإن نوى بها ظهاراً كان ظهاراً، وإن إيلاءً كان إيلاءً.

"قال لامرأته: أنت عليّ حرام ونحو ذلك كأنت معي في الحرام إيلاء إن نوى التحريم أو لم ينو شيئاً، وظهاراً إن نواه، وهدراً إن نوى الكذب ديانة. وأما قضاءً فإيلاء، قهستاني. وتطليقة بائنة إن نوى الطلاق، وثلاث إن نواه. ويفتى بأنه طلاق بائن وإن لم ينوه لغلبة العرف، ولذا لا يحلفه إلا الرجال" اهـ. درمختار: ۲/۴۸۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

میں نے فائنل (یعنی آخری فیصلہ دے دیا) کر دیا کہنا

سوال[۶۱۱۰]: زید کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زید کی بیوی اپنے میکے میں چلی گئی، عورت کے اولیاء نے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کل کیا دیتا، آج دیدے، اس کہنے پر زید نے تحت غیظ وغضب میں کہلا بھیجا کہ "ایسی بیوی میرے کوئی کام کی نہیں" اور اس قسم کی بہت سی باتیں جھگڑے کی ہوئیں اور معاملہ الجھن میں پڑ گیا، تاہم زید کے احباء نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور اس کا غصہ فرو کرنے کی تدبیریں کیں، لیکن غصہ بجائے کم ہونے کے زور پکڑتا گیا اور یہاں تک لکھ دیا کہ "میں کسی طرح بھی اس عورت کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں، اپنی خواہشات نفسانی تو ہر جگہ پوری کرسکتا ہوں، اس سے اچھی تو بازاری عورتیں ہوتی ہیں، کیونکہ میرے گھر سے چلی گئی، اب میں نہیں رکھ سکتا"۔

= (وكذا في البحر الرائق: ٣/٥٢٣، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيدية)

"ولا يلحق البائن البائن". (الدر المختار: ٣/٣٠٩، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٣٧٧، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٣/٨٢، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ٣/٥٣١، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيدية)

(١) (الدر المختار: ٣/٤٣٢، ٤٣٣، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٤٨٥، كتاب الطلاق، الباب السابع في الإيلاء، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير: ٤/٢٠٧، ٢٠٨، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مصطفى البابي الحلبي مصر)

ان تمام باتوں کے بعد زید اس غصّہ کی حالت میں طلاق نامہ لکھوانے کے واسطے وثیقہ نویس کے پاس پہونچ گیا، مگر وہاں سے اس کے دوست سمجھا بجھا کر واپس لے آئے۔ ایک شخص کے یہ دریافت کرنے پر کہ وثیقہ نویس کے پاس گئے تھے کیا ہوا، جواب دیا کہ "میں نے فائنل کردیا" (یعنی آخری فیصلہ کردیا)۔ اسی طرح ہر دوست کے الگ الگ سمجھانے پر بھی ہر دوست کو ہر بار یہی جواب دیتا رہا کہ "مجھ کو کسی حالت میں نہیں چاہیے، اب سونے کی بھی بن کر آئے یا ہیرے کی، نہیں رکھوں گا"۔

جب کہ یہ سب باتیں ہورہی تھیں تو زید کی بیوی حاملہ تھی، ان حرکات کے بعد اس کے بچہ ہوا، اب عورت کے ماں باپ اس کے شوہر کے گھر بھیجنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں اور عورت کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کیسی؟ براہِ کرم ذرا صاف صاف مع حوالہ کتب فقہیہ مفصل تشریح فرمائیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس تمام بیان میں زید کی جانب سے طلاق کا صریح لفظ کوئی بھی نقل کیا گیا۔ اگر زید نے وثیقہ نویس سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے نام لکھدو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، اگرچہ تحریرِ طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو: "ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی کان إقراراً بالطلاق وإن لم یکتب" - الدر المختار (۱)۔

اگر طلاق کی کوئی صفت بائنہ یا مغلظہ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ "آخری فیصلہ کردیا" کا اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق مغلظہ دیدی تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق بائنہ دے دی تو طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ میں اس کو اب کبھی نہیں بلاؤں گا (اگرچہ طلاق بھی نہیں دی) تو اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا (۲)۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارۃ القرآن، کراچی)

(۲) "وتقع بباقیھا أی باقی ألفاظ الکنایات المذکورۃ البائن إن نواھا، أو الثنتین وثلاث إن نواہ" (الدر المختار: ۳/۳۰۳، ۳۰۴، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

اگر قاضی کے پاس جا کر طلاق نامہ لکھنے کو نہیں کہا بلکہ اس سے پہلے ہی دوست اس کو واپس لے آئے تو پھر محض طلاق نامہ لکھوانے کی نیت سے قاضی کے پاس جانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر رجعت درست ہوتی ہے(۱)، بعد عدت تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے(۲)۔ طلاق مغلظہ میں حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اگر پھر طرفین رضامند ہو جائیں تو عدت گزرنے کے بعد عورت کسی اور شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دے یا مرجائے تو پھر اس کی عدت ختم کر کے پہلے شوہر سے نکاح درست ہو جاتا ہے اس سے قبل درست نہیں ہوتا(۳)۔ اور جس عورت کو حالتِ حمل میں طلاق دی گئی ہو اس کی عدت وضع حمل ہے(۴)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۹۴/۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، شركة علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۲۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴۰۹/۳، سعيد)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، ۴۷۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۴۰۹/۳، ۴۱۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۰۳/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المحلقة بنكاح المحلل، إدارة القرآن كراچی)

(۴) "و[العدة] في حق الحامل وضع حملها". (الدر المختار: ۵۱۱/۳، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵۲۸/۱، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۵۵/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچی)

"اگر گھر سے نکل جائے گی تو فارغخطی دے دوں گا" اور پھر "فارغخطی فارغخطی فارغخطی" کہنا

سوال [۶۱۲۱]: زید اور اس کی بیوی میں جھگڑا ہوا، بیوی گھر سے نکل کر جانے لگی تو زید نے کہا کہ "اگر گھر سے نکل کر جائے گی تو میں تجھے فارغخطی دیدوں گا"۔ اس کے باوجود بیوی گھر سے نکل گئی۔ دوسرے دن وہ اپنے شوہر کے گھر آ گئی، زید نے کہا کہ تم چلی گئی تھیں، اب کیوں آئی ہو۔ اس بات پر بیوی نے کہا کہ تم نے فارغخطی کہاں دی تو زید نے کہا: "اچھا! جا، فارغخطی، فارغخطی، فارغخطی"۔ اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی کہ نہیں، اگر پڑی تو کونسی؟ اور کونسا ایسا طریقہ ہے کہ زید اور اس کی بیوی دونوں ازدواجی زندگی بسر کر سکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی طلاق ایسا کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، ایک طلاق بائن کے بعد دوسری طلاق بائن واقع نہیں ہوتی (۲)، درمختار میں اس کی تصریح موجود ہے، لہٰذا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا بعد عدت (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وما يصلح جواباً وشتماً: خلية، برية، بتة، بتلة، بائن، حرام ... ففي حالة الرضا لا يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۸، ۳۰۱، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، نوع في قوله: خلية: ۳/۲۱۳، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "ولا يلحق البائن البائن". (الدر المختار: ۳/۳۰۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها". (البحر الرائق: ۴/۹۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

بھی میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی تو تمام پرانی باتوں کو بھول کر اور صرف میری ہو کر رہو تو ابھی بتلا رہا ہوں۔ اب بھی میں تیار ہوں کہ میں آپ کو اپنا لوں مگر شرط یہ ہوگی کہ تمام پرانی چیزوں اور میری ناپسند چیزوں کو چھوڑنا ہوگا۔ اگر اپنی زبان سے مجھے قبول کرتی ہیں تب ہی یہ چیز ممکن ہے ورنہ نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ انشاء اللہ میرا ارادہ ایک اور شادی کرنے کا ہے، آپ کو اس میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہیے، اس کے ساتھ آپ کو بھی مل جل کر بہن بن کر زندگی گزارنا ہوگا۔ امید کہ آپ کو اس قسم کا اعتراض نہ ہوگا۔

اگر آپ اوپر لکھی ہوئی دونوں باتوں کو منظور کرتی ہیں یعنی اپنی زبان سے قبول کرتی ہیں کہ مجھے اپنا شوہر تسلیم کرنے کو تیار ہیں، اور میری دوسری شادی پر اعتراض نہیں تو مجھے سوچ کر ایک ہفتہ میں جواب دو، اطمینان سے آپ اچھی طرح سوچ لو بعد میں مجھے الزام نہیں، اس لئے کہ میں نے کھول کر لکھ دیا ہے، اگر آپ راضی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ خدا حافظ۔

میں آپ کے مہر کی رقم ایک سال کے اندر واپس کر دوں گا۔ ایک نشانی میری اور آپ کے پیار کی دنیا میں ہے جو میں لے کر آ جاؤں گا"۔

مذکورہ بالا تحریر اور زبانی طور پر الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر نے ایسا لکھا ہے اور طلاق کی نیت سے لکھا ہے تو جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)۔ نباہ نہیں ہوا، طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کا اختیار حاصل ہے عدت کی

---

(۱) "ولو قال: لا سک ح بینی و بینک وذکر الصدر الشهید في واقعاته أنه إذا نوى الطلاق يقع".
(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الكنايات: ۳/۲۱۲، إدارة القرآن كراچی)
"وفي الفتاوى: لم يبق بيني و بينك عمل، و نوى، يقع، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)
(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۱ھ۔

الفاظِ کنایہ کہنے سے طلاق

سوال [۱۱۶۴]: زید نے اپنی بیوی حمیدہ خاتون پر خانگی نزاعات کے زیرِ بحث چند ایسے فقرے استعمال کئے جس سے طلاق کا احتمال ہے۔ مثلاً زید نے کہا کہ میں تجھے رکھنا نہیں چاہتا، تو میری بیوی ہونے کے لائق نہیں، تو اپنے میکہ چلی جا، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں، یا مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں، بروقت حمیدہ باپ کے گھر ہے اور اپنے کو مطلقہ تصور کر رہی ہے۔ اب زید اپنے کہے ہوئے الفاظ واپس لے رہا ہے کہ میں نے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیا ہے کہ جس سے حمیدہ اپنے آپ کو مطلقہ تصور کر رہی ہے، کیونکہ مجمع عام میں مندرجہ الفاظ زید نے کہے ہیں جس کے شاہد خصوصاً لڑکی کے باپ کے علاوہ دو آدمی اور ہیں۔

زید سے چند مخصوص لوگوں نے کہا کہ حمیدہ کا اور تمہارا تعلق اچھا نہیں ہے لہٰذا تم قطع تعلق کر لو۔ زید نے قطعی اور آخری یہی جواب دیا کہ میں کسی قیمت پر طلاق نہ دوں گا اور قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ میں اپنی دوسری شادی کروں گا۔ اس کو اور اس کے گھر والوں کو پریشان کرتا رہوں گا۔ لڑکی کے باپ نے بذریعۂ عدالت یہ تصفیہ چاہا لیکن اس میں بھی کوئی کامیابی کی صورت نہیں آئی۔ یعنی زید نے شاید یہ کہا ہے کہ میں عدالتی سمن پر عدالت حاضر نہیں ہوں گا۔ مجھے خودکشی کرنی ہے۔

جواب طلب یہ ہے کہ پیراگراف نمبر ا کے مستعملہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ مع اقسام طلاق تحریر فرمائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر عدالتی کارروائی پر زید عدالت پر حاضر نہیں ہوتا تو اس کی عدم

---

(۱) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۲۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۶۰۴، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن كراچي)

موجودگی میں مجسٹریٹ یا منصف حمیدہ کے موافق فسخِ نکاح کا حکم دیدے تو ایسی صورت میں وہ طلاق از روئے مسئلہ جائز ہوگی یا نہیں؟ اور کیا حمیدہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ زید خلع پر بھی رضامند نہیں ہے، ان تمام صورتوں کے پیشِ نظر حمیدہ کو اپنے آپ کو مطلقہ تصور کرنا کیونکہ زید نے متعدد بار ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کیسا ہے؟ نیز حمیدہ کی رہائی کس قدر ممکن ہے؟ ان دونوں کے اوقات بسر کی کوئی اچھی صورت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے نقل کردہ جملوں میں صریح طلاق کا کوئی ذکر نہیں ہے البتہ طلاق کنائی کے الفاظ ضرور ہیں مگر وہ ایسے ہیں کہ اس سے طلاق واقع ہونے کا مدار زید کی نیت پر ہے۔ اگر زید نے بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ کہے ہیں تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہا، لیکن طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے (۲)۔

اگر بیوی رضامند ہو تو بعد عدت اس کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار ہے۔ اگر زید نے بہ نیت طلاق وہ الفاظ نہیں کہے تو ان سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے۔ نیت کے بارے میں شوہر ہی کا قول معتبر ہوگا (۳)۔

اگر زید حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتا اور بیوی پریشان ہے اور اس کے گزارے کی کوئی صورت نہیں تو مجبوراً حاکم مسلم با اختیار کی عدالت سے یا شرعی پنچایت سے تفریق حاصل کر سکتی ہے۔ حاکم کا مسلمان ہونا

(۱) "ولو قال لامرأته: لست لي بامرأة ... نوى به الطلاق، يقع الطلاق، وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى، يقع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۹۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۹۸، فصل في الكنايات والمدلولات)

(۲) (راجع ص: ۵۰۶، رقم الحاشية: ۱)

(۳) "ففي حالة الرضا لا يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، فصل في الكنايات)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۳۲۵، باب الكنايات)

ضروری ہے۔ اگر بیوی کی شکایت شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو جن کی بناء پر حقِ تفریق حاصل ہو اور عدالت کے طلب کرنے پر بھی شوہر حاضر نہ ہو تو ثبوتِ شرعی پر اس کی عدمِ حاضری کی صورت میں بھی تفریق کی جاسکتی ہے۔ اس کی پوری تفصیل "الحیلۃ الناجزۃ" میں درج ہے(۱)۔ اگر شوہر تو حقوقِ زوجیت ادا کرتا ہے مگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور طلاق لے کر دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ایسا کرنا شرعاً نہایت مذموم فعل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱/۸۸ھ۔

"تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو، ایسی عورتوں کو طلاق جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں، ایک، دو، تین" کہنا

سوال [۶۱۶۳]: بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ میرا نکاح مطابق شرع شریف ہمراہ مسماۃ خاتون دختر شیخ عبدالغنی سے عرصہ تقریباً ساتھ آٹھ سال ہوئے ہوا تھا اور اس وقت سے وہ آج تک بطور زوجہ میرے گھر میں آباد رہی، زوجین باہمی نفاق کے و دیگر معاملات بہ سے بدتر ہو کر نہ بر خوردائی و ایک دوسرے کے مارنے تک پہونچ گئے، پنچایت ہو کر میرے سسرال والوں کا میرے گھر اور میرا ان کے گھر جانا بند ہوگیا، لیکن میری بیوی میرے پاس رہی۔

اب کل بوقت شب میری عدم موجودگی میں میری اہلیہ بلا اجازت میری اپنے تایا زاد بھائی کے گھر کا بہانہ کر کے اپنے والدین کے گھر پہونچی، اتفاق سے میں بھی آٹھ نو بجے رات کو گھر آ گیا، میں نے جب ہر دو

---

(۱) "زوجہ متعنت کو تحت مجبوری کی وجہ سے تفریق کا حق ملتا ہے، مجبوری کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے اور نہ خود عورت حفظِ آبرو کے ساتھ کسبِ معاش پر قدرت رکھتی ہو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔ اور صورتِ تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضیِ اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے، اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ہو تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شرعاً اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے اور اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی بالاتفاق ضرورت نہیں ہے"۔ (الحیلۃ الناجزۃ، ص: ۷۳، حکم زوجہ متعنت، دار الاشاعت)

اہلیہ کو گھر پر موجود نہ پایا تو اپنی بیوی کے تایا کے گھر جا کر دریافت کیا کہ میرے گھر سے یہاں آئی ہیں، لیکن اس کے تایازاد بھائی مسمی محمد مطلوب اور اس کی تائی نے انکار کیا کہ یہاں پر کوئی نہیں آیا۔

راستہ میں میں نے اس کے باپ کے گھر سے جو میں نے اپنی بیوی کی آواز سنی تو نوکر کو جو اس کے ہمراہ تھا آواز دی، نوکر مع چھوٹی بچی کے باہر آیا، میں نے بچی کو لے لیا اور نوکر سے کہا کہ گھوڑی باندھو، عقب سے میرا لڑکا عمر چھ سات سال آیا، میں نے اس کو زبانی کہلا بھیجا کہ تم اپنی ہر دو والدہ کو کہہ دو کہ اس وقت میرے پاس نہ آنا، بجائے اس کے میری ہر دو اہلیہ مع میری خوش دامن مع اپنے لڑکے اور بھتیجے اور تین دیگر لڑکوں کے پہونچی۔

محمد مطلوب میری اہلیہ کا برادر تایازاد بھی ہمراہ تھا، اس طرح ان کا بطور جماعت ہمراہ آنے سے اس وقت مجھے رنج ہوا، کیونکہ میرے اور ان کے معاملے بدترین درجہ سے تجاوز کئے ہوئے تھے۔ ان کے پہونچنے پر میں نے پہلے دوسری بیوی کے دو تھپڑ بطور تنبیہ مارے اور کہا کہ تو ان کے ہمراہ کیوں گئی، وہ تیرے کیا لگتے ہیں جب کہ وہ میری جان کے دشمن ہیں، پھر مسماۃ خاتون دختر عبدالغنی کے دو تھپڑ مار کر کہا کہ ”تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو، خود تو گئی ہمراہ دوسری کو بھی لے گئی“ اور بحالت غصہ تخی سے کہا کہ ”ایسی عورتوں کو میری طرف سے طلاق ہے جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں اپنے گھر جاؤ“۔

اسی عرصہ میں دوسرے اعزہ آگئے، وہ سمجھانے لگے، میں نے کہہ دیا: ”میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک دفعہ تمین“۔ اس کے بعد قاضی صاحب کو بلالیا گیا، قاضی صاحب نے سب معاملہ سن کر کہا کہ چونکہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے طلاق ہو چکی، نہ تم اب اس کو رکھ سکتے ہو اور نہ ہم چھوڑ سکتے ہیں۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس صورت میں:

۱... کیا مسماۃ خاتون کو طلاق شرعی ہو چکی یا دیگر صورت ہوگی؟

۲... کیا اس صورت میں وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور وہ نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... تمام عبارت سوال میں ایک جگہ تو لفظ طلاق صراحۃً مذکور ہے کہ ”ایسی عورتوں کو میری طرف سے طلاق ہے کہ جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں“ شوہر کے کہنے کے خلاف کرنے سے شرعاً اس لفظ سے ایک

"وإمالان یلحق الصریح" - تنویر (۱)۔

آگے چل کر سوال میں درج ہے "میرا ان کو فیصلہ ہو چکا، ایک، دو، تین"۔ سوال کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بیوی کے لئے نہیں کہی گئی بلکہ بیوی کے رشتہ داروں کے لئے (جن سے کہ شوہر کو زیت پہونچی ہے) کہی گئی ہے، نیز یہاں لفظ طلاق بھی مذکور نہیں، اس لئے اس لفظ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ اگر شوہر کی نیت بیوی کو طلاق دینے کی ہے اور اسی نیت سے یہ لفظ کہا ہے اور مراد ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق ہے تو جس بیوی کو کہا ہے اس کو طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی ہے۔ ایک سوال اس کے خلاف بھی آیا ہے، اس سوال کے مطابق اس پر جواب تحریر کر دیا ہے۔ حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ الجواب صحیح: عبد اللطیف۔

"میں نے آزاد کی، میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں" کا حکم

سوال [۲۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دی، یا یہ کہا کہ "تجھ کو میں نے آزاد کی" یا یہ کہا کہ "میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں"۔ غرض کہ تینوں لفظوں میں سے کوئی سا لفظ اس نے کہا تو عورت کو طلاق پڑ گئی یا نہیں، اب عورت کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صریح لفظ سے طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہو گئی، نیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور لفظ "میں نے آزاد کی" ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح ہے اس سے بھی بلا نیت ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے (۲)۔ اس لفظ سے اور

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۹۳، باب الکنایات، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۵۲۳، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۲) "سرحتک وهو "رها کردم"؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري ..... فإن سرحتک كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في =

صریح لفظ سے ایک یا دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر رجعت جائز ہے(۱) اور بعد عدت تراضی طرفین سے نکاح درست ہے(۲) اور تین مرتبہ کہنے کے بعد بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں(۳)۔

اور لفظ "میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں" کنایات میں سے ہے، پس اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ تراضی طرفین سے نکاح درست ہے، بلا نکاح رکھنا درست نہیں اور حلالہ کی ضرورت نہیں، بعد عدت عورت دوسرے سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی: "وفي التفريق: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى، يقع، كذا في العتابية". عالمگیری: ۱/۳۹۴(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۵۴ھ۔

= الصريح، فإذا قال: "رها كردم" أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذلك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق". (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في العدة، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (البقرة: ۲۳۰)

(۴) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۸۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

"تم کو جہاں چاہے شادی کرلو، وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑ دے، مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں"

سوال [۶۱۱۶]: نظام الدین نے اپنی اہلیہ کا ایک سال سے نفقہ بند کر رکھا ہے اور اشرف دونوں بچے ساتھ خسر اور بیوی کے نام سے بہت ناراض ہو کر ایک تحریر کے ساتھ اس طرح خط لکھ دیا کہ "تم اور تمہاری لڑکی سمجھتی ہیں کہ وہ زلیخا سے زیادہ خوبصورت ہے، تم کو جہاں سے دل چاہے شادی کرلو، ایک سال کے اندر ہی شادی کرنے کی کوشش کریں کہ خوشحالی سے زندگی گزر جائے" وغیرہ ویسے الفاظ ہیں اور یہ خط آپ کے مولوی حامد صاحب کو دکھا دی ہیں، ایک مرتبہ نظام الدین اور مولوی صاحب موصوف سے اس لڑکی کے بارے میں کچھ بات چیت ہوئی تھی، نظام الدین نے تنہائی میں مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ آپ اس لڑکی سے یعنی بیوی سے کہہ دیں کہ "وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑ لیں، مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں ہے"۔

چوڑی پھوڑنے کا دستور بغیر شوہر کے رہنا ہے، فتاویٰ دارالعلوم جزء ۲، ۱۱ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند جو حوالہ کتب سے درج ہے کہ طلاق رجعی ہوگی نیت کرے یا نہ کرے (۱) فتاویٰ ہذا پڑھ کر جاہل لوگ بحث پیدا کرتے ہیں۔ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کی طرف سے کوئی صریح لفظ طلاق تحریر میں نقل نہیں کیا گیا، جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ کنایہ ہیں، اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، بعد عدت عورت کو دوسری جگہ نکاح کا حق

---

(۱) "**سوال**: ہندہ کے شوہر نے ہندہ کے ساتھ بدسلوکی کی، ہندہ کے دریافت کرنے پر کہا کہ "تم ہم کو مجھ سے کوئی مطلب نہیں، تم چوڑی توڑ دے" ہندہ نے چوڑی توڑ ڈالی، دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، شوہر اول طلاق سے منکر ہے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

"**الجواب**: اگر شوہر نے یہ لفظ کہ "جا تم کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں اب" بہ نیت طلاق کہا ہو تو اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ واقع ہوگئی، لیکن اگر شوہر بہ نیت طلاق کہنے سے انکار کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور بدون طلاق شوہر اول کے دوسرا نکاح ہندہ کا درست نہ ہوگا فقط"۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۹/ ، کتاب الطلاق، باب چہارم کنایات، سروکار نہیں کا جملہ طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں، مکتبہ امدادیہ ملتان)

حاصل ہے(۱)، درمختار وغیرہ میں ہے کہ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۳ھ۔

"اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ میں طلاق دے کر جا رہا ہوں"

سوال[۱۱۶۷]: صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید کی شادی ہندہ سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ہوئی، زید آزاد منش ثابت ہوا، شروع ہی سے رنجشیں شروع ہوگئیں۔ کچھ عرصہ قبل ہندہ اپنے میکے آئی ہوئی تھی، بغرضِ ملاقات زید آیا اور حسبِ سابق رنجش شروع ہوگئی، زید نے ہندہ کو ساتھ لے جانا چاہا مگر ہندہ ان حالات میں جانے کو تیار نہیں ہوئی کہ مار پٹائی تک نوبت آ گئی تھی، اس پر زید یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: "میں یہاں سے جا رہا ہوں، تو میرے لئے مرچکی، میں تمہارے لئے مرچکا، اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ، میں تیری کوئی خبر نہیں لوں گا، میں طلاق دے کر جا رہا ہوں، میرے جانے کے بعد تم عدت میں بیٹھ جانا"۔

جب تکرار ہوا، ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، خاوند کے جانے کے بعد غسل خانہ میں گر گئی اور خاوند کے جانے کے چھٹے روز اسپتال میں اسقاط ہو گیا۔

۱... مذکورہ بالا عبارت سے طلاق رجعی ہوئی یا بائن؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن، فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۳۲)

"فإذا انقضت العدة قبل الرجعة، فقد بطل حق الرجعة، وبانت المرأة منه، وهو خاطب من الخطاب يتزوجها برضاها إن اتفقا على ذلك". (المبسوط للسرخسي: ۱۹/۶، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه حبيبيه، كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۹۶/۳، فصل في شرائط جواز الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ويقع بباقيها أي باقي ألفاظ الكنايات المذكورة ... البائن إن نواها".

قال ابن عابدين رحمه الله: قوله: (البائن) بالرفع فاعل "يقع" في قوله: "ويقع بباقيها".

(رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: لا اعتبار بالإعراب هنا: ۳۰۲/۳، ۳۰۳، سعيد)

"تطلق واحدة رجعية في اعتدي واستبرئي رحمك وأنت واحدة فلا يقع في هذه الثلاثة إلا واحدة رجعية ولو نوى ثلاثاً أو ثنتين، وفي غيرها بائنة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الكنايات: ۳۷۵/۱، رشيديه)

اسقاط سے انقضائے عدت اور علامات جنین

سوال [۶۱۶۸]: ۱- زید کی شادی ہندہ سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ہوئی، زید آزاد منش ثابت ہوا، شروع ہی سے رنجشیں شروع ہو گئیں۔ ..... زید نے ہندہ کو ساتھ لے جانا چاہا، لیکن ہندہ اس حالت میں جانے کو تیار نہیں ہوئی کہ مار پٹائی تک نوبت آ گئی تھی، اس پر زید یہ کہتا ہوا وہیں چلا گیا: "میں یہاں سے جا رہا ہوں، تو میرے لئے مر چکی، میں تیرے لئے مر چکا، اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہنا، میں تیری کوئی خبر نہیں لوں گا، میں طلاق دے کر جا رہا ہوں، میرے جانے کے بعد تم عدت میں بیٹھ جانا"۔ جب تنازعہ ہوا ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، وہ خاوند کے جانے کے بعد مستقل ذہنی تکلیف میں رہی اور خاوند کے جانے کے پچیس روز اسپتال میں اسقاط ہو گیا۔ اس اسقاط سے عدت پوری ہوگی یا نہیں؟

۲- اگر عدت پوری نہیں ہوئی تو خاوند کو بغیر بیوی کی مرضی کے رجعت کا حق ہے یا نہیں؟

۳- تحریر میں ہے: ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ "پہلے ماہ میں یہ کیفیت ہوتی ہے، دوسرے ماہ میں جنین کی لمبائی تقریباً ۳ سم، ۲ گرام وزن، دیکھ کر سر، آنکھ، کان، ہاتھ، پیر کے نشانات اور پیٹ کے سرے الگ الگ نشانات ظاہر کرتے ہیں۔ تیسرے ماہ لمبائی ۹ سم، وزن ۳۰ گرام، انگلیوں کے نشان معلوم ہونے لگتے ہیں، چوتھے ماہ لمبائی ۱۶ سم، وزن ۱۰۰ گرام، اعضائے تناسل زنانہ مردانہ پہچانے جا سکتے ہیں، پانچویں ماہ جنین کی لمبائی ۲۰ سم، وزن ڈیڑھ پاؤ ( ) سر پر بال انگلیوں میں (ناخن) نکلنے لگتے ہیں اور اسی طرح نو ماہ تک تفصیل درج ہے۔ (مجموعہ روایات کنز العمال: ۱۱/۱۰۰ پر لکھی، احقر نے دیکھی جس کے نمونے اسپتال جے جے کے میوزیم میں ہر ماہ کے جنین شیشوں میں رکھے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں"۔ کتاب علم القابلات از حکیم محمد معین خان، ص: ۷۸۔

تو کیا ان اعضاء کی تحقیق جنین کے نشوونما میں قابلِ قبول ہے؟ یہ سب اس لئے لکھا ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ: ۳/۱۰۲، ۳/۵۴، اور فتاویٰ امدادیہ: ۲/۳، ۴۰۵ کی عبارت سے مجھے پورا اطمینان نہیں ہوا، تفصیل عرض کر دیں۔

نیز طلاق کے معاملہ کو سننے والے ہندہ کی والدہ کی بڑی بہن اور بڑی بہن کا خاوند ہے۔ بعجلت جواب ارسال کرنے کی درخواست ہے۔

محمد عمر، ۶/۲/۱۴۰۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... زید کے الفاظ "اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہو" یہ کنایاتِ طلاق ہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہے جائیں تو طلاق بائن ہوتی ہے(۱)۔ ان الفاظ کے بعد صریح طلاق کا بولنا یہ قرینہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کے لئے کہے گئے ہیں، لہذا ان سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی، پھر صریح لفظ طلاق بولا، اس میں نیت کی بھی حاجت نہیں، اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی، وہ بھی بائن ہی ہوئی، کیونکہ بائن کے بعد رجعی کا محل نہیں رہا:

"الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن" اهـ. در مختار. "(قوله: ويلحق البائن) كما لو قال لها: أنت بائن، أو خالعها على مال ثم قال: أنت طالق، أو هذه طالق، بحر عن البزازية. وإذا لحق الصريح البائن كان بائناً؛ لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة، كما في الخلاصة" اهـ. شامی: ۲/۶۶۹ مختصراً (۲)۔ اب رجعت کا حق نہیں رہا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۱۴۰۹ھ۔

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى الطلاق، يقع، كذا في العتابية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۶۸، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۲۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۰۶، كتاب الطلاق، مطلب: الصريح يلحق الصريح، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۸۷، كتاب الطلاق، جنس آخر في البائن والرجعي، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۴۳، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق على المبانة، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "هي استدامة الملك القائم في العدة ..... إن لم يطلق بائناً". (الدر المختار). "هذا بيان لشروط الرجعة، ولها شروط خمس ..... ولا كناية يقع بها بائن" (رد المحتار: ۳/۳۹۷، ۴۰۰، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۳۰۲، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

"میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی کرلو"

سوال[۱۱۶۹]: زید نے اپنی بیوی کو جلد رخصت کرنے کے لئے ایک پرچہ لکھا تاکہ میکہ والے رخصت کرنے میں جلدی کریں، اس میں کچھ جملے ایسے استعمال کئے ہیں کہ بعض لوگ اس کو طلاق وتفویض اور بعض طلاق کنایہ کہتے ہیں، حالانکہ زید نے کوئی طلاق کی نیت نہیں کی ہے۔ جملے حسب ذیل ہیں:

۱......"تم دوسروں کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی کرلو"(۱)۔

"میری طرف دیکھنا حرام ہے"

سوال[۱۱۷۰]: ۲......"ایک مہینہ میں تمہیں میری طرف دیکھنا حرام ہے، کیونکہ میں تمہارا کون ہوں گا"۔

۳......"اب میں خود رکھنے کے لئے منظور کرتا ہوں"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- اگر عورت نے دوسرے سے شادی کرنے کی خواہش کی تو اس پر طلاق بائن ہوگئی ورنہ نہیں۔ جملہ نمبر ۲، ۳ سے نہ تفویض طلاق ہوئی نہ کنایہ طلاق ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۵/۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) "وفي القنية: اذهبي وتزوجي، تقع واحدة بلا نية". (الدر المختار) "لو قال: اذهبي فتزوجي، وقال: لم أنو الطلاق، لا يقع شيء". (رد المحتار: ۳/۳۱۳، قبیل باب التفویض، سعید)

"وإذا أضافه (أي الطلاق) إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. وإن كنت تحبيني بقلبك، فأنت طالق، فقالت: أحبك وهي كاذبة، طلقت قضاءً وديانةً عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، ۴۲۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة "إن" و"إذا" وغيرهما، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۳، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۲۹، كتاب الطلاق، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

تمہاری مرضی، میری وہی بات ہے کہ یہ مجھ سے آزاد ہے اور میں اسے آباد کرنا نہیں چاہتا اس کے بعد یہ تمام سامان گھر اٹھا کر چلا گیا"۔

یہ بیانات شہزادہ اور زوجہ الٰہی بخش کے ہیں۔

بیان غلام حسین:

"آپ کوشش کریں کیوں کہ آپ کا شاگرد ہے، آپ کی بات مان لے گا، میں نے چند آدمی کے سامنے اس سے کہا کہ چلو صلح کرادوں، اس نے کہا کہ استاد چاہے مجھے قتل کردو، یا بازار میں فروخت کردو، مگر اس سے صلح نہیں کروں گا، میں نے تو اس سے قطع تعلق کرلیا ہے"۔

یہ الفاظ زوجہ اور شاہد کے بیان ہیں۔ کیا یہ الفاظ طلاق کنایہ کے ہیں یا نہیں، کیا اس سے فرقت واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر الٰہی بخش کو ان الفاظ کا اقرار ہے، یا یہ کہ دو آدمیوں کے سامنے یہ الفاظ کہے ہیں جو شرعاً معتبر اور ثقہ ہیں تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عدت کے بعد عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۱۷/ربیع الثانی/۵۶ھ۔

---

(۱) "ولو قال لامرأته: لست لي بامرأة ... قال: نويت الطلاق، يقع الطلاق. وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى، يقع. إذا قال الرجل لامرأته: أنت علي حرام -ذلك في غير حال مذاكرة الطلاق- إن نوى به الطلاق كان طلاقاً بائناً، وإن نوى ثلاثاً فثلاث" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، ۳۷۶، ۳۸۳، باب الكنايات، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۹۸، ۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

"عورت کو آزاد کر چکا ہوں، قطع کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے"

سوال [۶۱۷۲]: گواہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے شوہر سے کہا کہ تم اپنی عورت کو کیوں آباد نہیں کرتے اور بچوں کا خرچ کیوں نہیں دیتے؟ اس نے گواہوں کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ "میں عورت کو آزاد کر چکا ہوں، قطع کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے"۔ اب قابلِ دریافت یہ ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں؟

پھر تحقیقی فیصلہ دینے کے لئے پیش ہوئے، خاوند نے جب فیصلہ دینے کے لئے ان گواہوں کے بیان سے تو منکر ہو گیا، ان الفاظ کے صادر ہونے کا بھی منکر ہے اور عورت پر طلاق واقع ہونے کا انکار ان لفظوں سے کرتا ہے، فقط انکار کرتا ہے اور ان الفاظ سے نیت بھی کچھ بیان نہیں کرتا، اور الفاظ کی اطلاع گواہوں کو دینے سے بھی انکار کرتا ہے، ان میں سے دو گواہ تو مستور الحال قابلِ سماعت ہیں اور مشہور الفسق ہیں ثبت نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک عورت کا ماموں ہے۔

کتاب مجمع شرح کنز تیسری جلد مطبوعہ نول کشور، کتاب الشہادات، باب اختلاف الشہود میں: ۲۴۴(۱) میں جو مسئلہ تحریر ہے کہ نکاح کے دعویٰ میں اگر عورت کے شہود اختلاف کریں تو دعویٰ رد ہے کیونکہ اس کا دعویٰ مہر ہے، نکاح کے دعویٰ میں اگر خاوند کے گواہ آپس میں اختلاف کریں تو خاوند کا دعویٰ رد ہے۔ اب واقع طلاق بائن بالفاظ مذکورہ بالا گواہوں نے بیان کئے ہیں، کیا یہ مترادف المعنی ہیں، ان سے طلاق بائن واقع

---

(۱) "ولو قال لامرأته: لست لي بامرأة ... فإن نوى الطلاق، يقع الطلاق. وفي الفتاوى: لم يكن بيني وبينك عمل، ونوى، يقع. إذا قال الرجل لامرأته: أنت علي حرام - وذلك في غير حال مذاكرة الطلاق - إن نوى به الطلاق، كان طلاقاً بائناً، وإن نوى ثلاثاً فثلاث". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۵/۱، ۳۷۶، ۳۵۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، باب الإيلاء، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۲۹۸/۳، ۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۴۶۸/۱، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيدية)

"وأما النكاح، فإن كان الزوج يدعي والمرأة منكرة، واختلف الشاهدان في المهر، لا تقبل الشهادة. وإن كانت المرأة هي المدعية، فهذا دعوى المال عند أبي حنيفة رحمه الله حتى لو ادعت النكاح بألف وخمسمائة واختلف الشاهدان، فالنكاح جائز بألف عند أبي حنيفة رحمه الله". (رمز الحقائق على كنز الدقائق: ۱۰۸/۲، باب الاختلاف في الشهادة، إدارة القرآن كراچی)

"وتقبل شهادة الفاسق وينفذ قضاء به" مجمع الأنهر: ۲/۱۸۸ (۱)۔

اسی طرح نابینا کی شہادت پر حکم کرنے سے بھی نافذ ہو جائے گا: "لو قضى بشهادة الأعمى أو المحدود في القذف بعد التوبة، أو بشهادة أحد الزوجين مع آخر لصاحبه، أو بشهادة الوالد لولده وعكسه، نفذ حتى لا يجوز للثاني إبطاله" مجمع الأنهر: ۲/۱۹۵ (۲)۔

پس اگر قاضی نے شہادت مذکورہ پر وقوع طلاق کا حکم نافذ کر دیا تو وہ حکم نافذ ہو گیا، اگر حاکم نے حکم نہیں کیا اور شوہر نے کوئی لفظ صریح یا غیر صریح نہیں کہا، نہ صریح کوئی کنایہ معہ نیت یا قرینہ مذاکرہ کے نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اگر عورت نے خود صریح لفظ یا مثل صریح سنا یا اس کو کسی ثقہ آدمی نے اس کی خبر دی ہے اور عورت کو اس کا یقین ہو گیا تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قدرت دے تا وقتیکہ شرعی طریق پر معاملہ ہو جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

"ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق"

سوال [۶۰۳۱]: صورت: ۱- ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق دی۔

۲- "ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق، بغیر لفظ "دیا"۔

۳- [illegible] الطلاق بالفاظ [illegible] ولا تعلق [illegible]

---

(۱) مجمع الأنهر: ۲/۱۸۸، كتاب الشهادات، دار احياء التراث العربي بيروت

وكذا في اللباب في شرح الكتاب: ۴/۵۲، كتاب الشهادة، قديمي

(۲) مجمع الأنهر: ۲/۱۹۵، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، دار احياء التراث العربي بيروت

(۳) "والمرأة كالقاضي، لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها." (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۴، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۵۱، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب الصريح نوعان رجعي وبائن، سعيد)

فيهما مطلقاً؟ كما تدل عليه العبارات الفقهية، وظاهر كلام المطلق، فحينئذ تكون الصورة:
"ایک طلاق بائن دو طلاق بائن، تین طلاق بائن، یا تین طلاق بائن" مع هذا هو الظاهر المطلق لفظ:
"دیا" (النسبة المحكية) أو أخفى؛ لأنها باقية في نيته، ولأن النية المعنوية كافية في باب الطلاق
في بعض الصور دون اللفظية. وهذا في فهمي، فكيف التحقيق عند حضرتكم في الصورتين
المذكورتين"؟

۳. ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بائن دیا۔

۴. ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بائن بحذف لفظ "دیا"۔

هاتان الصورتان أيضاً كالصورتين المذكورتين في وقوع الطلاق المغلظ، ويتعلق لفظ
"بائن" في كلتي الصورتين بكل لفظ طلاق المذكور فيهما بعد بيان الزوج أو قبله، وقضاءً و
ديانةً، كيف الحكم؟

۵. ایک طلاق، دو طلاق، بائن طلاق دیا۔

۶. ایک طلاق، دو طلاق، بائن طلاق بحذف لفظ "دیا"۔

۷. ایک، دو، تین طلاق بائن طلاق دیا۔

۸. ایک، دو، تین طلاق، بائن طلاق بحذفہ۔

۹. ایک، دو، تین بائن طلاق دیا۔

۱۰. ایک، دو، تین بائن طلاق بحذفہ۔

۱۱. ایک، دو، تین بائن دیا۔

۱۲. ایک، دو، تین بائن بحذفہ۔

وجهوا حكم هذه المحورة مرقومة الصور هل يقع طلاقان بائنان عند بيان الزوج
توصيفي لفظ "بائن" للطلاقين المذكورين قبله ديانة، والحال أنه أعاد لفظ الطلاق بعد لفظ
"بائن" وهو يشير أنه طلاق ثالث على حدة، وإلا لما كرره ثانياً، وهذا كما فهمت. وما رأيكم
الشريف: هل تحملونه على التأكيد والبيان، ثم كيف الأمر في نفس الأمر؟ بينوا بالتفصيل

توجروا بالأجر الجزيل من عند ربكم الجليل. وما الحكم في بقية الصور، لا تبة بالدليل؟ اكتبوا ما بالدلائل مع الجواب الفاصل:

۱۳... ایک طلاق، دو طلاق بائن دیا۔

۱۴... ایک طلاق، دو طلاق بائن بحذف لفظ "دیا"۔

۱۵... ایک طلاق بائن طلاق دیا۔

۱۶... ایک طلاق بائن بحذفہ۔

۱۷... ایک، دو بائن دیا۔

۱۸... ایک، دو، بائن بحذفہ۔

صاف طلاق

سوال [۱۱۴۳]: صورت نمبر ۱: ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، صاف طلاق دیا۔

۲... ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، صاف بحذف الصیغۃ۔

۳... ایک طلاق، دو طلاق، صاف طلاق دیا۔

۴... ایک، دو، صاف طلاق دیا۔

۵... ایک، دو، صاف طلاق بحذفہ۔

۶... ایک، دو، تین صاف طلاق دیا۔

۷... ایک، دو، تین صاف طلاق بحذفہ۔

۸... صاف طلاق دیا۔

۹... صاف طلاق۔

۱۰... صاف صاف کردیا۔

فما فتواكم في مسئلة "صاف طلاق" هو مرادف صريح أم داخل تحت أذيال الكنايات؟ كما هي القاعدة الفقهية، ولقد غلب في عرف لفظ "صاف" عند الطلاق بين العوام، وهم يستعملونه موضع ثلاث، وتدل عليه القرائن والأمور. أفلا تذكر ههنا القاعدة المشهورة

الفقهية: "العرف قاض" عند بعض الفتوى أم لا؟ بينوا بالتشريح مع الحكم الصريح۔

(اردو)۔

"تو طلاق بغیر طلاق" (عربی) أنت طالق بغير طلاق، أو أنت مطلقة بغير طلاق. ما حكمه يا أصحاب الإفتاء في هذه الصورة المشهورة في عرفنا ورواجنا بغية الاستعمال؟ ألا يقع الطلاق بالنظر إلى تركيب الجملة هنا؛ لأن فيها إثبات الحقيقة وإبطالها بنفي لفظ "طلاق" ظاهراً أم كيف يدور الحكم؟ قد ترددت في هذه المسئلة ووقعت في الشبهات اللفظية والمعنوية.

حرروا جواب هذه المسئلة بالبيان الشافي مع تدليل الكافي، وانطباقها على كلمات الكتب المعتبرة المتداولة، وقياسها على الأمثال والنظائر مع وفور الدلائل والاجتناب عن تطويل، والتوجه إلى سؤال السائل! توجروا بمعاجل۔ فقط والسلام۔

مستفتی: ابراہیم خلیل غفرلہ الرب الجلیل، سرگودہا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ تقع المغلظة(۱)۔ ۲۔۔۔ تقع المغلظة كما كتب۔ ۳۔۔۔ تقع المخففة۔

۴۔۔۔ تقع مغلظة كما في الصورتين الأوليين، لأن تعلق الباقي بكل من الطلقات الثلاث أو بالمجموع(۲)۔ ۵۔۔۔ تقع المغلظة، إلا أن يقول الزوج: إني أردت أن أجعل الرجعيين بلفظ "بائن طلاق دی" بائنين، فيعتبر قوله بالحلف(۳)۔ ۶۔۔۔ حكمه حكم الخامس۔ ۷۔۔۔ تقع

---

(۱) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۸۴، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۲، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إلخ، إدارة القرآن كراچی)

(۲) تقدم تخريجها في الحاشية السابقة

(۳) "طلقها واحدة بعد الدخول، فجعلها ثلاثاً، صح، كما لو طلقها رجعية فجعله قبل الرجعة بائناً أو ثلاثاً". (التنوير مع الدر المختار: ۳/۳۰۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

المغلظة(۱)، إلا أن يكون العرف أن يذكر قبل الطلاق لفظ "ایک، دو، تین" کے حسب سے الفاظ، فيفيد البائن۔

۸... حکمه حکم السابع۔ ۹... حکمه حکم السابع۔ ۱۰... حکمه حکم السابع۔ ۱۱... حکمه حکم السابع۔ ۱۲... حکمه حکم السابع۔ ۱۳... حکمه حکم الخامس۔ ۱۴... حکمه حکم الخامس۔ ۱۵... تقع الطلقتان البائنتان(۲)، إلا أن يقول: إني أردت أن أجعل الرجعي بائناً بلفظ "بائن طلاق دیا"(۳)۔ ۱۶... هذه طلقة واحدة بائنة(۴)۔ ۱۷... تقع الطلقتان البائنتان۔ ۱۸... حکمه حکم السابع عشر۔

۱... تقع المغلظة۔ ۲... تقع المغلظة(۵)۔ ۳... تقع المغلظة، إلا أن يقول: إني

---

(۱) "ولو قال: أنت بثلاث، وقعت ثلاث إن نوى. ولو قال: لم أنو، لا يصدق إذا كان في حال مذاكرة الطلاق، وإلا صدق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(۲) "والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بأن قال لها: أنت طالق، ثم قال لها: أنت بائن، تقع طلقة أخرى". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۰۶، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۳/۵۳۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيدية)

(۳) "طلقها واحدةً بعد الدخول، ثم جعلها ثلاثاً صح، كما لو طلقها رجعياً فجعله قبل الرجعة بائناً أو ثلاثاً". (التنوير مع الدر المختار: ۳/۳۰۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۴) "أنت طالق بائن أو ألبتة أو أفحش الطلاق أو طلاق الشيطان ... فهي واحدة بائنة إن لم ينو ثلاثاً". (البحر الرائق: ۳/۴۹۹، ۵۰۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۷۳، ۲۷۴، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۵) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۲، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد) =

زوجت بلفظ "صاف طلاق دیا" فإنه طلاق صريح ليس فيه كناية، فيصدق باليمين فتقع الطلقتان (۱)۔ ۴۔۔۔ تقع الطلقتان۔ ۵۔ تقع الطلقتان (۲)۔ ۶۔ تقع المغلظة۔ ۷۔ تقع المغلظة (۳)۔

۸۔ هذه طلقة واحدة۔ ۹۔ هذه طلقة واحدة۔ ۱۰۔ هذه طلقة واحدة (۴)۔

في عرف لفظ "صاف" لا يستعمل موقع الثلاث، بل يستعمل في مقابل الكناية، أما عرفكم فأنتم أعلم به، والعرف في الشرع له اعتبار لما عليه الحكم فيه يدار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ المفتی بجامعۃ الفلاح دارالعلوم دیوبند۔

"تو مجھ پر حرام ہے، میرے گھر سے نکل جاؤ"

سوال [۱۱۷۵۰]: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی خانگی معاملات کی تکرار پر غصہ کی حالت میں یوں کہہ

= انیج، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "رجل قال لامرأته بعد الدخول بها: أنت طالق، طالق، تقع ثنتان؛ لأنه لا يمكن أن يجعل تكراراً للأول؛ لأن الأول إيقاع شرعاً، فيجعل هذا عطفاً بإدراج حرف العطف". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۸۸، كتاب الطلاق، فصل في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۴، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۲)

(۴) "فالصريح قوله: أنت طالق ومطلقة وطلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعي، ولا يفتقر إلى النية" (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۱۰، كتاب الطلاق، الفصل الأول فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱/۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۴۷، ۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

دیا کہ "تو مجھ پر حرام ہے اور میرے گھر سے نکل جاؤ، اپنے باپ کے یہاں چلی جاؤ"۔ اس کے بعد زوجہ مذکورہ دو ماہ شوہر کے پاس رہی اور محبت بھی بدستور سابقہ ہوتی رہی۔ دو ماہ بعد زوجہ مذکورہ برضامندی شوہر اپنے باپ کے یہاں پہونچی، اس نے یہ واقعہ تکرار مع ان الفاظ کے جواوپر تحریر ہے اپنے والدین سے بیان کیا، یہ سن کر والدین نے لڑکی کو شوہر کے ہمراہ اب تک نہیں بھیجا اور کہتے ہیں طلاق پڑگئی، اس تکرار کو جو شوہر سے ہوئی تھی پانچ ماہ ہوگئے۔ پس شرعاً صورت مسئولہ میں کیا حکم ہے؟ اگر طلاق پڑگئی تو جواز کی کیا صورت ہے؟

عبدالغفور، عبدالعزیز سوداگران بزازہ مرتگب، مین بازار لاہور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں ایک طلاق پڑگئی اور وہ بائن پڑی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے: "وإن كان الحرام في الأصل كناية يقع بها البائن؛ لأنه لما غلب استعماله في الطلاق، لم يبق كناية، ولذا لم يتوقف على النية أو دلالة الحال، الخ". شامی: ۲/ ۶۱۷ (۱)۔

"والبائن يلحق الصريح لا البائن". تنویر (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ ۱۲/ ۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر، ۲۸/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔

"تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے" کا حکم

سوال [۶۱۷۶]: زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو بحالت غصہ بہ نیت طلاق تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ

---

(۱) (رد المحتار: ۳/ ۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وكذا في الفتاوى التتارخانية: ۳/ ۳۰۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، نوع في قوله: أنت حرام، بإدارة القرآن كراچي)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۵۲۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/ ۳۰۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۸۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

"تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے اور اپنا مہر لے اور جا"۔ تو طلاق بائن ہوئی یا مغلظہ؟ اور کیا کسی مفتی صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ پہلے لفظ سے بائنہ ہوکر محل طلاق نہیں رہی، اس لئے مغلظہ نہ ہوگی، صرف بائن ہوگی؟ بدلیل فتاویٰ عالمگیری کہ: "البائن لا یلحق البائن"(۱) اور بہشتی زیور کے یہ الفاظ کہ "طلاق صریح ہو یا بالکنایہ اگر تین ہوں تو تینوں ہی مغلظہ ہونے پر دال ہیں" ضعیف حوالہ ہے، تحقیق فرمایئے اگر مواقع کا اختلاف ہو تو تحریر فرمایئے۔

شمشیر خان تیلی، فیض باغ، لاہور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة، والبائن يلحق الصريح"(۲)۔

"الصريح ما لا يحتاج إلى نية بائناً كان الواقع به أو رجعياً، لا يلحق البائن البائن" اھ" درمختار(۳)۔ قال الشامي تحت (قوله: الصريح ما لا يحتاج إلى نية): "ولا يرد أنت علي حرام على المفتى به من عدم توقفه على النية مع أنه لا يلحق البائن ولا يلحقه البائن لكونه بائناً، لما أن عدم توقفه على النية أمر عرض له لا بحسب أصل وضعه" اھ" رد المحتار: ۲/۷۴۵، باب الكنايات(۴)۔

---

(۱) "ولا يلحق البائن البائن". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار: ۳/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (الدر المختار: ۳/۳۰۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) (رد المحتار: ۳/۳۰۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

عبارات منقولہ سے چند امور معلوم ہوئے: اول یہ کہ صریح وہ ہے جس میں نیت کی احتیاج نہ ہو، عام اس سے کہ طلاق اس سے رجعی واقع ہو یا بائن۔ دوم یہ کہ بائن کے بعد بائن واقع نہیں ہوتی۔ سوم یہ کہ "أنت علیّ حرام" (تو مجھ پر حرام ہے) سے بلا نیت مفتی بہ قول پر طلاق واقع ہو جاتی ہے تو گویا یہ لفظ صریح ہوا اور صریح سے صریح لاحق ہو جاتی ہے اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہو جاتی ہے، تو صورت مسئولہ میں مغلظہ ہو جانی چاہئے۔ "تو مجھ پر حرام ہے" سے نہ بائن کے بعد طلاق واقع ہوتی ہے نہ اس کے بعد بائن ہوتی ہے، کیونکہ اس کا نیت پر موقوف نہ رہنا بلا نیت طلاق واقع ہو جانا اصل وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ عارض کی وجہ سے ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ نہیں ہوئی، بائن ہی ہوئی ہے۔

بہشتی زیور کے جو الفاظ آپ نے نقل کئے ہیں، وہ مجھے نہیں ملے، کس باب میں ہیں؟ البتہ چوتھے حصہ کے ص: ۴۱، تیرہویں باب، تین طلاق دینے کا بیان، مسئلہ نمبر: ۱ کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں: "صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول لفظوں میں، سب کا ایک ہی حکم ہے" (۱)۔ اگر آپ کی مراد یہی الفاظ ہیں تو اس کا حاشیہ بھی دیکھئے لکھا ہے: "بشرطیکہ تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہوں، ایک مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کر لیا اس کے بعد دوسری مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کر لیا پھر تیسری مرتبہ طلاق بائن دی اب نکاح بھی جائز نہیں"۔ اختری بہشتی زیور (۲)۔ اب امید ہے کہ کوئی تردد باقی نہ رہے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۰/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ شوال المکرم/ ۵۸ھ۔

"فلانة بنت فلان علیّ حرام" کا حکم

سوال [۶۷۷۴]: ما قولكم أيها العلماء العظام والفضلاء الكرام في حق رجل قال لامرأته في حالة الغضب بغير نية الثلاثة وبغير حضورها "فلانة بنت فلان علي حرام" وبطرح ثلاثة مرار في المرة الأولى حتى يقرأ هذه الكلمة ثلاثة مرار، أوقعت الطلاق البائنة أم المغلظة؟ أو يجوز نكاح الرجل المذكور بالتحليل أو بغير تحليل؟ بينوا مع عبارات الكتب بالشرح.

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ چہارم، باب سیزدہم، ص: ۲۹۳، دار الإشاعت کراچی)

(۲) (بہشتی زیور، المصدر السابق)

لازم ہوگا۔ عورت نے چونکہ قسم کھا رکھی ہے تو جماع کی صورت میں تو اس کے ذمہ بھی مستقل کفارہ لازم ہوگا۔ اگر اس طرح کہتا: "میں نے عورت کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے" تو طلاق واقع ہوجاتی (۱)۔ "تحریم الحلال یمین: اھ". درمختار: ۳/۶۹۶ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۱/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲/۱/۶۳ھ۔

---

(۱) "ومن الألفاظ المستعملة: الطلاق یلزمني، والحرام یلزمني، وعلي الطلاق، وعلي الحرام، فیقع بلانیة للعرف" (الدر المختار) وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی: "کذلک فوجب اعتباره صریحاً کما أفتی المتأخرون في أنت علي حرام بأنه طلاق بائن للعرف بلانیة مع أن المنصوص عنه عند المتقدمین توقفه علی النیة". (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: في قول البحر: إن الصریح یحتاج في وقوعه دیانة إلی النیة: ۳/۲۵۲، سعید)

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالی: "کل حل علي حرام، أو أنت علي حرام، أو حلال الله علي حرام، حیث قال المتأخرون: وقع بائناً بلانیة لغلبة الاستعمال بالعرف". (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۳۰۰، رشیدیه)

(وکذا في المحیط البرهاني، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات: ۳/۲۴۰، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار، کتاب الأیمان: ۳/۷۳۰، سعید)

قال العلامة القرطبي رحمه الله تعالی تحت قوله تعالی: ﴿قد فرض الله لکم﴾ "وأبو حنیفة رحمه الله تعالی یراه یمیناً في کل شيء، ویعتبر الانتفاع المقصود فیما یحرمه، فإذا حرم طعاماً، فقد حلف علی أکله" (الجامع لأحکام القرآن للقرطبي (سورة التحریم: ۲) ۱۸/۱۳۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالی: "الحلال علي حرام ... قال أبوبکر وعمر وزید وابن مسعود وابن عباس وعائشة وابن المسیب وعطاء طاؤس وسلیمان بن یسار وابن جبیر وقتادة والحسن والأوزاعي وأبو ثور رضوان الله تعالی علیهم أجمعین وجماعة: هو یمین یکفرها" (تفسیر روح المعاني (سورة التحریم: ۲): ۲۸/۱۳۸، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

قال العلامة محمود بن أحمد رحمه الله تعالی: "وکذلک هذا الحکم في جانب المرأة إذا ■

"اگر ہمبستری کروں تو حرام کروں" کا حکم

سوال [۱۱۸]: ایک شخص کو ڈاکٹروں نے علاج کے سلسلہ میں ہمبستری کرنے سے منع کیا کہ کم از کم فائدہ ہونے کے لئے چالیس دن ہمبستر نہ ہو، اس شخص نے ہمبستری سے بچنے کے لئے اپنی بیوی سے کہا کہ "اگر میں تجھ سے ہمبستری چالیس دن سے پہلے کروں تو حرام کروں"۔ اور یہ الفاظ کئی بار کہے، لیکن وہ اپنے نفس پر قابو نہ پا کر چالیس دن کے اندر ہی جماع کر بیٹھا، اور جب ایک مرتبہ کر لیا تو اس نے سوچا کہ اب بار بار کرنے میں کیا حرج ہے، لہذا بار بار کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شخص پر کیا جرم عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ "اگر میں تجھ سے ہمبستری کروں، چالیس دن سے پہلے تو حرام کروں"۔ اس کے بعد چالیس دن سے پہلے ہم بستری کرلی تو اس کے ذمہ قسم کا کفارہ لازم ہوگا(۱)، وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر ہو کر کھانا کھلائے، یا ان کو پہننے کے کپڑے دے دے، اتنی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، ایک دفعہ ہمبستری کرنے کا یہ کفارہ ہے، اس کے بعد ہمبستری کرنے پر کوئی کفارہ نہیں، قسم ختم ہوگئی(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۹۲ھ۔

= قالت لزوجها: أنت علي حرام، أو قالت: أنا عليك حرام، كان يميناً، ولزمها الكفارة". (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۳/۴۶۲، رشيدية)

(۱) چونکہ حلال کو اپنے اوپر حرام کرنا یمین کے حکم میں ہے، اس لئے اس شخص پر بصورت عدم وفائے یمین قسم کا کفارہ لازم ہے:

"لأن تحريم الحلال يمين". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۱۹، كتاب الطلاق، باب التعليق، فصل في تحريم الحلال، رشيدية)

(۲) "(وكفارته: (تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين) ... (أو كسوتهم بما) يصلح للأوساط وينتفع به فوق ثلاثة أشهر، ويستر عامة البدن) ... (وإن عجز عنها) كلها (وقت الأداء) (صام ثلاثة أيام ولاءً)". (الدر المختار: ۳/۷۲۵ - ۷۲۷، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية: ۱/۲۹۵، كتاب الأيمان، نوع آخر في الكفارة، رشيدية)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۸۰، كتاب الأيمان، فصل في الكفارة، مكتبه شركت علميه ملتان)

"تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے" کہنے سے طلاق

سوال[۱۱۵۲]: زید نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ "تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے، کسی عالم سے پوچھ لے"۔ جس سے منکوحہ نے پردہ شروع کردیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ زید اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ طلاق دے چکا ہے، لیکن ایک صاحب کے سمجھانے سے اس کی منکوحہ نے اپنے تعلقات باقی رکھے۔ اب جملۂ قائل کہ "تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے کسی عالم سے پوچھ لے" طلاق بائن پر دلالت کرتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی؟ اور کیا اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کوئی ایسی صورت ہے جس سے تعلقات باقی رکھے جا سکیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس جملہ سے کہ "تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے" کوئی طلاق نہیں ہوئی، نہ یہ کسی قسم کی طلاق پر دلالت کرتا ہے، جب کہ اس پہلی طلاق کے بعد رجعت ہو کر تعلقِ زوجیت باقی رہا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کو نکاحِ ثانی کی اجازت سے طلاق کا حکم

سوال[۱۱۵۳]: محمد رضی کی شادی ۱۰/جنوری/۳۹ کو مسماۃ زہرہ بیگم بنت عبداللہ شاہ سے ہوئی تھی، مگر رخصت نہیں ہوئی تھی، اتفاق وقت محمد رضی مذکور کا اس کی ہمشیرہ و مادر سے کسی خانگی معاملہ پر باہم جھگڑا و فساد ہوا اور اسی فساد کے دوران میں جب کہ اس کو سخت غصہ آ رہا تھا اور بہت زیادہ بدحواسی تھا، اس نے اسی بدحواسی کے عالم میں مورخہ ۱۱/نومبر/۳۹ کو مضمون مندرجہ ذیل کا خط بذریعہ ڈاک اپنے خسر کے نام میرٹھ سے شہر لاہور روانہ کر دیا۔

---

(۱) "الرجعة استدامة الملك، ألا ترى أنه سمي إمساكاً وهو الإبقاء". (الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۳۹۴، شركة علمية)

"هي استدامة الملك القائم بلا عوض ما دامت في العدة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۳۹۷، ۳۹۸، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۹۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

اس کے بعد اس کے خسر نے پدر محمد رضی کے نام لاہور سے میری تحریر مضمون مندرجہ ذیل کا خط روانہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ تمہارے لڑکے نے میری لڑکی کو کس قصور پر بلاوجہ طلاق دیدی، اور یہ طلاق دینا تمہارے علم میں ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں پدر محمد رضی نے تحریر کردیا کہ جو کچھ معاملہ گزرا ہے، وہ میرے علم سے قطعی باہر ہے۔

مضمون کارڈ محمد رضی نسبت طلاق

"مسٹر عبد اللہ شاہ صاحب! تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو اور تمہارے تمام رشتہ داروں کو اس شادی کے معاملہ میں دیکھ لیا ہے، جو کام بھی ہوتے ہیں منجانب اللہ ہوا کرتے ہیں، اس لئے میں اپنی دنیا و آخرت نہیں خراب کرنا چاہتا، اب تم آئے، چاہے اس وقت راضی رہے، یہ تمہاری مرضی، تمہارا سب سامان میرے مکان پر رکھا ہے جس وقت تمہاری مرضی ہو سب سامان بخوشی لے جا سکتے ہو اور میں تمہارے خیال کے مطابق اور اپنے اوپر سے ان بزرگوں کو خیرباد کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں "جس جگہ تمہاری مرضی ہو اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کردو" اور اس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے، وہ شادی کر سکتی ہے، میری طرف سے اس کو قطعاً طور سے طلاق ہے"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کارڈ کا مضمون محمد رضی کا ہے اور وہ اس کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اس لئے کہ اس تحریر میں طلاق کے لئے تین الفاظ ہیں: ایک "جس جگہ تمہاری مرضی ہو اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کردو" دوسرا "اور اس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے وہ شادی کر سکتی ہے" یہ دونوں لفظ کنایات

---

(۱) "وإن استكتب من رجل الخط إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، نوع في الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة قبيل باب الصريح، سعيد)

طلاق سے ہیں اور طلاق ہی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں(۱)، تیسرا لفظ صریح طلاق کا ہے۔ پہلے لفظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی، چونکہ رخصت نہیں ہوئی اس لئے دوسرے تیسرے لفظ کا محل باقی نہیں رہا، یعنی دوسرا اور تیسرا لفظ بیکار گیا۔ اب طرفین اگر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے، رخصت سے قبل طلاق واقع ہونے کی وجہ سے عدت واجب نہیں:

"وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن عليها، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة، محيط". عالم گیری: ۲/ ۳۹۱(۲)۔ "أربع من النساء لا عدة عليهن: المطلقة قبل الدخول". عالم گیری: ۲/ ۱۰۵(۳)۔

ہاں! اگر پہلے لفظ سے تین طلاق کی نیت کی ہے تو تینوں واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے درست نہیں: "ولو قال: تزوجي، ونوى الطلاق أو الثلاث، صح، وإن لم ينو شيئاً لم يقع، كذا في العتابية، محيط". فتاوی عالم گیری: ۲/ ۳۹۵(۴)۔

---

(۱) "وفي الفتية: افلحي وتزوجي، تقع واحدة بلانية" (الدر المختار). "لو قال: افلحي فتزوجي، وقال: لم أنو الطلاق، لا يقع شيء". (رد المحتار: ۳/ ۳۱۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، قبيل التفويض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/ ۲۲۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۲۸۶، ۲۸۷، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۹۸، ۲۹، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۵۲۶، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۳۱۳، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۵۲۷، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچي)

(۴) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۳۱۳، باب الكنايات، قبيل التفويض، سعيد)

طلاق کی صورت یہ ہے کہ اب کسی اور شخص سے زہرہ بیگم کا نکاح کیا جائے اور وہ شخص صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا مر جائے تو پھر عدت گزر کر محمد رضی سے نکاح ہو سکے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۰/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/شوال/۵۸ھ۔

"آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا" سے طلاق

سوال[۱۱۰۴۱]: **نقل خط عظمت علی جو کہ ہندی میں ہے**

جناب صوفی صاحب!

السلام علیکم عرض ہے!

اور بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا وہ اچھا نہیں کیا اور میں بہت غلط آدمی نکلا، میں مجبور ہوں، اب میں کچھ نہیں کر سکتا، اور یہ خط میں نے بمبئی سے ڈالا ہے۔ میں کل کو بمبئی سے پانچ سال کے لئے امریکہ جا رہا ہوں، تاکہ میں یہاں کے طوفان سے بچ سکوں، اب اگر آپ کو پانچ سال رکنا ہو اور پیسوں کو بھی پانچ سال روکنا ہو تو رکنا ورنہ "میری طرف سے اجازت ہے، آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا" اور میرا خدا جانتا ہے میں نہیں چاہتا کہ کسی کی زندگی خراب کی جائے۔ آپ کی لڑکی شریف لڑکے کے لائق ہے، میں بہت غلط انسان ہوں۔ آپ گھر والوں سے لے لینا میرے نام سے، اگر آپ نے نالش کی تو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، میں کل یہاں سے روانہ ہی ہو جاؤں گا، آپ نالش کریں تو گھر والوں کے نام اور مجھ جیسے بے وقوف کی ہو سکے تو غلطی معاف کر دینا۔

عظمت علی۔

زبانی طلاق بھی بہ روجود گی لڑکی دے چکا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

شوہر کے خط کے ترجمہ میں یہ لفظ ہے "آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا" خط کے سیاق و سباق سے

تو اس سے بھی طلاق ہوگئی، کسی جدید فیصلہ کی ضرورت نہیں۔ اگر شوہر یوں کہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے یہ نہیں کہا تب کسی دوسری تدبیر کی ضرورت ہوگی (۱)، پھر اس وقت شرعی کمیٹی کے ذریعہ فیصلہ کرالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

''جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو'' سے طلاق

سوال [۶۱۸۶]: شوہر نے اپنے خسر کو خط میں لکھا ''آپ کی لڑکیوں کی کوئی قدر نہیں ہوگی خواہ میں، مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے خراب آدمی ہیں، حنیف تو کیسے ہوتا، نہ کام نہ کاج، اتنے دن کام چلا، ہمیشہ یہ سمجھ کر کہ میری عورت آپ کی تھی، میری حیثیت بالکل بھی ٹھیک نہیں''۔

دوسرے خط میں لکھا: ''اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو، آپ کی لڑکیوں کی یہاں پر قدر نہیں ہوگی''۔

ہماری برادری میں جب کسی کو طلاق کی نیت ہوتی ہے اور رشتہ داری کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ ایسے ہی الفاظ اور جملے بولتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ہماری رشتہ داری ختم ہوگئی۔ لہٰذا مذکورہ جملوں کی وجہ سے طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جملہ اخیرہ ''اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو'' کا مطلب اگر یہ ہے کہ جہاں ان کی قدر ہو وہاں ان کا نکاح کرو، اور بہ نیت طلاق یہ جملہ لکھا ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی (۲)، اگر طرفین رضامند

(۱) "وبانتفاء الأزواج تنفع واحدة بائنة إن نواها" (الفتاوى العالمكيرية: ١/٣٧٥، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ٣/٥٠٢، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية: ٤/١٩٤، كتاب الطلاق، نوع آخر الألفاظ وتزوجي، رشيدية)

(٢) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ بھی طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی، بقیہ کوئی جملہ ایسا نہیں جس سے طلاق کا حکم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

"دوسرا رشتہ قائم کرنے کی اجازت" سے طلاق

سوال [۶۱۹۱]: قمر جہاں کا عقد مسمی اضیر الدین سے ہوا تھا، اضیر الدین نے حسبِ ذیل ایک خط اپنے خسر کو لکھا ہے، اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

نقل خط

"جناب چچا صاحب! آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی بچی قمر جہاں کا گزر میرے ساتھ نہیں ہو سکتا، اس لئے آپ لوگوں سے عرض کرتا ہوں کہ" آپ لوگوں کو دوسرا رشتہ قائم کرنے میں شوق سے اجازت دیتا ہوں"۔

اور بہت سی گھریلو باتیں لکھی ہیں۔ مندرجہ بالا خط کے جملے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اضیر الدین سے دریافت کیا جائے اس نے یہ تحریر لکھی ہے یا نہیں، پھر اگر لکھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا تعلق نکاح قمر جہاں سے ختم کردیا اور دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیدی یا کچھ اور مطلب ہے؟ اگر وہ یہ کہے کہ ہاں میں نے یہ تحریر لکھی ہے(۱) میرا مطلب یہی ہے تو تحریر کے وقت قمر جہاں پر طلاقِ بائن

---

(۱) قال العلامة محمد أمين ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالیٰ: "وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق مالم يقر أنه كتابه" (ردالمحتار على الدر المختار: ۳/۲۴۷، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية) ■

واقع ہوگئی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے ورنہ بعد عدت قمر جہاں دوسرے شخص سے نکاح کی مجاز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/ ۸۸ھ۔

''اب تجھ کو اجازت ہے، میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کرلینا'' سے طلاق

سوال [۱۸۸۰]: مسماۃ زیب النساء بنت رحم الٰہی میرا نکاح بوجہ لاعلمی ایک شخص سے ہوگیا تھا کہ وہ ڈاکو تھا، اس سلسلہ میں اس کو تین سال کی سزا ہوگئی تھی جس کو عرصہ سات سال ہوگیا، جس وقت اس کو سزا ہوئی اس وقت اس نے مجھ سے یہ الفاظ کہے تھے کہ ''اب تجھ کو میری طرف سے اجازت ہے کہ میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کرلینا'' لہٰذا اس کے فرمان کے بموجب میں رہی مگر اس کے چھوٹے بھائی نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اپنا دوسری جگہ نکاح کرلیا۔ یہ میرا بیان حلفیہ ہے، اگر میں جھوٹ بولوں تو اس گناہ کی میں مرتکب ہوں گی۔ اس لئے درخواست ہے کہ میں اس وقت دو حادثوں کے درمیان مبتلا ہوں: ایک تو میں نوعمر خوف گناہ، دوسرے فاقہ مستی، لہٰذا اگر شریعت مطہرہ مجھ کو اجازت دیوے تو میں اپنا نکاح ثانی کرکے اطمینان سے زندگی بسر کروں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو آپ کو دوسری جگہ شرعاً نکاح کی اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/ ۹۵ھ۔

(وکذا فی فتاوی قاضی خان: ۱/ ۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکنایة، رشیدیه)

(۱) "ولو قال لها: اذهبي فتزوجي، تقع واحدة إذا نوى، فإن نوى الثلاث، تقع الثلاث". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/ ۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/ ۳۰، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۷۲، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة الخ، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/ ۳۴، ۳۸، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "وبانتهى الأزواج تقع واحدة بائنة إن نواها ... ولو قال لها: اذهبي فتزوجي، تقع واحدة إذا =

"تو میری ماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تُو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا"

سوال[۶۱۸۹]: ایک شخص نے اپنی بیوی کے سامنے سے قرآن شریف پڑھتے ہوئے اٹھا کر بہت بے ادبی سے دوسری جگہ ڈال دیا اور یہ کہہ کر ایسا قرآن اور نماز پڑھنے سے کیا فائدہ سب بیکار ہے اور پھر یہ کہا "تو میری ماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تُو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا"۔ اس کے بعد وہ شخص خود اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں چھوڑ گیا، عرصہ ایک سال کا ہوا کوئی خبر نہ لی، اب اس کے واسطے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن کریم کی بے ادبی سخت ترین گناہ ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے(۱)۔ جب اس نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ "مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا" تو اس سے طلاق کی نیت کی یا نہیں، اگر طلاق کی نیت سے یہ کہا تب تو طلاق واقع ہوگئی(۲) اور بعد عدت عورت کو نکاح ثانی درست ہے۔ اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق نہیں ہوئی، اب عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش

= نوى، فإن نوى الطلاق تقع الثلاث". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۱) "وفي الفتح: من هزل بلفظ كفر ارتد". (الدر المختار). "لأن التصديق وإن كان موجوداً حقيقة لكنه زائل حكماً، لأن الشارع جعل بعض المعاصي أمارةً على عدم وجوده كالهزل المذكور، وكما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً في قاذورة، فإنه يكفر". (رد المحتار: ۴/۲۲۲، باب المرتد، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۲، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد، رشيديه)

(۲) "إذهبي إلى جهنم، يقع إن نوى، خلاصة. وكذا إذهبي عني وافسخت النكاح". (الدر المختار: ۳/۳۰۳، باب الكنايات، قبيل تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات، رشيديه)

کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم مسلم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اس پر شوہر کوئی صورت اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم باختیار تفریق کردے، پھر بعد عدت عورت کو نکاحِ ثانی جائز ہے۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ شوہر سے کسی طرح طلاق حاصل کرلی جائے یا خلع کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/شعبان/۶۱ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۵/شعبان/۶۱ھ۔

لفظ "نکاح سے الگ کرنے" سے طلاق

سوال [۹۱۱۰]: ایک شخص اپنی بیوی کو اس کے ولی غیبت میں اپنے احباب کے سامنے یہ کہا کہ "میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے الگ کردی" اس شخص نے یہ الفاظ دو مرتبہ کہے۔ تو کیا ان جملوں سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور کیا فریقین باہمی رضامندی سے عدت کے اندر یا بعد عدت تجدید نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کرلیں تو یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اور اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح شرعاً درست ہے (۲) حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال. وهي: بائن، بتة، بتلة، حرام، خلية، برية، يحتمل النسبة إلى الشر، أي برية من حسن الخلق ويحتمل أن أنت برية من النكاح". (البحر الرائق: ۳/۵۱۸، ۵۲۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۷، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۸، باب الكنايات، سعيد)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، كتاب

عورت کو ایک عادل شخص خبر دے کہ تیرے شوہر نے طلاق دیدی ہے اور عورت کو اس کے صدق کا یقین یا ظن غالب ہے تو عورت کو یہی سمجھنا چاہئے کہ طلاق دیدی ہے، لیکن اگر شوہر انکار کردے تو قضاءً طلاق ثابت نہ ہوگی۔ صورتِ مسئولہ میں اگر زید نے عینیہ خالی بہ نیت طلاق بولا ہے اور اس کی خبر کرنے والی ہے تو یہ خبر غلط نہیں بلکہ صحیح ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ محرم/ ۵۸ھ۔

لفظ "میں نے الگ کردی" سے طلاق

سوال [۶۱۱۰]: ہندہ کا نکاح محمد احمد سے ہوا، مگر جب وہ نااتفاقی نکلا تو محمد احمد پر طلاق کے لئے زور دیا گیا، جب اس کو پنچ سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ "میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کردی، میں اپنے گھر چلا جاؤں گا"۔ پیچھے وقت اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، یہ بداتفاقی ہے۔ تو اس طرح طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

محمد احمد نے جو الفاظ کہے ہیں کہ "میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کردی" اگر یہ بہ نیت طلاق کہے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی(۲)، اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح بھی درست ہوسکتا ہے(۳)، اگر

---

(۱) "لو قال بالعربية: اطلق، لايكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

(۲) "لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال ... وهي بائن، بتة، بتلة، حرام، خلية، برية، يحتمل النسبة إلى الشر: أي برية من حسن الخلق ... ويحتمل أن أنت برية من النكاح". (البحر الرائق: ۳/۵۲۲، ۵۲۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۰، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۸، باب الكنايات، سعيد)

(۳) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

=

جب تک طلاق نہیں کہہ تو طلاق نہیں ہوئی بدستور نکاح قائم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، ۱۸/۱۱/۶/۸۷ھ۔

"زوجیت سے الگ کرتا ہوں" سے طلاق

سوال[۱۱۹۳]: نوٹس بنام محترمہ فرخندہ جہاں بیگم دختر اعجاز احمد شوہر میر محمود بذریعہ تحریر ہذا آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ سے شرعاً کی وجہ سے میرا اور آپ کا بطور شوہر اور بیوی کے رہنا ممکن نہیں ہے، لہذا بذریعہ تحریر ہذا میں آپ کو طلاق بائن کے ذریعہ اپنی زوجیت سے بتاریخ امروز میں الگ کرتا ہوں، آج سے میرا اور آپ کا تعلق شوہر اور بیوی کا نہیں رہا"۔ نیز آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ میں نے آپ کا دین مہر مبلغ دو ہزار پانچ سو روپیہ حساب ڈاکٹر ایس اے نقی زیدی صاحب کے پاس جمع کرادیا ہے، آپ ہمارے سب ہی زیورات جو آپ کے پاس ہیں واپس کردیں اور جب چاہیں ڈاکٹر صاحب موصوف سے اپنا دین مہر مذکورہ بذریعہ رسید وصول کرلیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کو اس تحریر کا اقرار ہے اور اس نے اس کو پڑھ کر یا سن کر اس پر دستخط کئے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی(۱)، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے خواہ عدت میں کیا جائے یا بعد

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۳۴، ۴۳۸، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) "إذا قال لها: أبرأتك عن الزوجية، يقع الطلاق من غير نية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، باب كنايات، رشيديه)

"رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل التفويض، سعيد)

عدت طلاق کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۷/۱۹ھ۔

"تو میرے نکاح سے باہر ہے" یہ کنائی طلاق ہے

الاستفتاء [۱۱۹۴]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تو میرے نکاح سے باہر ہے، اگر تو میرے گھر سے گئی تو تجھ کو بے نکاحی کہوں گا"۔ یہ الفاظ غصہ کی حالت میں کہے، بیوی کے الفاظ "میں نہیں رہنا چاہتی" کے جواب میں کہے گئے۔ کیا شوہر کے یہ الفاظ کنایہ میں شمار ہوں گے یا طلاق صریح میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! یہ الفاظ کنایات طلاق میں سے ہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۱/۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

"بیوی کو نہیں رکھتی" سے طلاق

سوال [۱۱۹۵]: بیوی کا والد لڑکے سے جا کر پوچھتا ہے کہ اگر تجھے ہماری لڑکی رکھنی نہیں ہے تو ہم اپنی لڑکی کو لے جائیں گے۔ اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ "نہیں رکھتی"۔ کچھ وقت کے بعد ایک دوسرا شخص لڑکے سے پوچھتا ہے کہ دیکھو اور سوچ سمجھ لو، اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ "میں نے تو کہہ دیا: رکھنی نہیں"۔ اس طرح کئی مرتبہ ہوا ہے۔ کیا مذکورہ الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ اگر ہو جائے گی تو کون سی واقع ہوگی، رجعی یا بائن؟ اور لڑکے کا قول "کہہ دیا، رکھنی نہیں" یہ پہلے کلام کی تقریر ہے یا اس سے دوسرا حکم ثابت ہوگا؟

---

(۱) (الفقہ تصریحہ تحت عنوان: "الفاظ میں نے الگ کردی سے طلاق"۔)

(۲) "لو قال: انا بریء من نکاحک، یقع الطلاق اذا نوی". (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار ۳/۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی (١)، پھر دوسری اور تیسری دفعہ کہنے سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی (٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢/٣/١٤٠٦ھ۔

"میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا" سے طلاق کا حکم

سوال [٦١٩٦]: زید اور بکر دونوں خاندانی بھائی ہیں، زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے سے کیا جب کہ لڑکی کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی اور لڑکے کی عمر آٹھ سال کی تھی، نکاح کو دس سال کا عرصہ ہوگیا۔ اب

---

(١) یہ الفاظ کنایات طلاق میں سے نہیں ہیں: "إذا قال: لا أريدك أو لا أحبك أو لا أشتهيك أو لا رغبة لي فيك، فإنه لا يقع وإن نوى في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (الفتاوى العالمكيرية: ١/٣٧٥، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ١/٤٦٨، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية بهامش الفتاوى العالمكيرية: ٤/١٩٨، الثاني في الكنايات وفيه اجناس، نوع آخر في المطرقة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ٣/٢٨٦، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(٢) "لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال، أي لا تطلق بالكنايات إلا بأحد هذين الأمرين، لأن ألفاظ الكنايات غير مختصة بالطلاق، بل محتملة له وغيره، فلا بد من المرجح". (تبيين الحقائق: ٣/٤٥، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ٣/٢٩٦، ٢٩٧، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ٣/٢٣٢، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات في الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

"البائن لا يلحق البائن". (الدر المختار: ٣/٣٠٨، سعيد)

"ولا يلحق البائن البائن بأن قال لها: أنت بائن ثم قال لها: أنت بائن لا يقع إلا طلقة واحدة". (الفتاوى العالمكيرية: ١/٣٧٧، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٣/٨٠، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

جب کہ لڑکی کی عمر ۱۱/سال کی ہوگئی اور لڑکے کی عمر ۱۸/سال کی ہوگئی تو لڑکے نے اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کردیا اور بکر یعنی لڑکے کے والد نے بھی زید یعنی لڑکی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی لڑکی کا عقد کسی دوسری جگہ کرلو۔ جب کہ لڑکی کے والد یعنی زید نے دوسری جگہ لڑکی کے عقد کے متعلق تقریباً طے کرلیا تو پھر لڑکا اور اس کا باپ یعنی بکر دونوں زید کی لڑکی کو زوجیت میں رکھنے کے متعلق کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ الفاظ جو اوپر مذکور ہیں نہیں کہے۔ اب شریعت مطہرہ کا فیصلہ درکار ہے۔

اکرام الحق، محلہ مولوی صاحبان، قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفر نگر، یوپی۔

التنقیح

لڑکے نے کیا الفاظ کہے، بعینہ وہ الفاظ لکھئے اور جو الفاظ بھی کہے ہیں ان پر شرعی شہادت موجود ہے یا نہیں۔ لڑکے کے والد کے کہے ہوئے الفاظ لکھنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر لڑکے نے اپنے والد کو اپنے حق زوجیت کے انقطاع کا وکیل بنادیا ہے تو پھر والد کے الفاظ کی ضرورت ہے۔ اس تنقیح پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

املاہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

جواب تنقیح

آپ نے لڑکے کے الفاظ دریافت کئے ہیں، لہٰذا وہ بعینہ نقل کئے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ "میں اس (لڑکی) کو اپنے یہاں نہیں رکھنا چاہتا، اگر والد بغیر میری منشا کے رخصتی کریں گے تو میں گھر چھوڑ کر کہیں دور چلا جاؤں گا"۔ ویسے تو یہ الفاظ تقریباً دس بارہ مسلمانوں کے سامنے کہے گئے جن میں سے دو آدمی صوم وصلوٰۃ کے بھی پابند ہیں، مزید اطمینان کے لئے ان دو شخصوں سے پھر دریافت کرلیا گیا کہ آیا یہ الفاظ اس لڑکے نے اس وقت کہے تھے یا نہیں؟ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے۔ فی الحال وہ لڑکا اپنے ان سابق الفاظ سے منحرف ہے اور اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے تیار ہے۔

اکرام الحق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا ان الفاظ کا اقرار بھی کرے تب بھی شرعاً ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی (۱) بلکہ بدستور نکاح قائم اور باقی ہے، لہٰذا جب تک لڑکا طلاق نہ دے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

"میں تجھے نہیں رکھتا" سے طلاق

سوال [۶۱۹۷]: ایک شخص اپنی بیوی کو بحالت غصہ دو مرتبہ یہ کہہ چکا ہے کہ "میں تجھے نہیں رکھتا" کیا اس پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اس عورت کو وہ مرد اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے امام صاحب نے بتایا ہے کہ اس عورت کا نکاح اسی مرد سے دوبارہ ہو جائے تب اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنا ہی کہا ہے تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، نکاح قائم ہے، اس عورت کو رکھنا درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) الفاظ مذکورہ کنایات طلاق نہیں ہیں (کما سیأتی تخریجہ تحت الحاشیۃ رقمہا: ۳)

(۲) "ورکنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيدية)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۳/۲۰۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "إذا قال: لا أريدك أو لا أحبك أو لا أشتهيك أو لا رغبة لي فيك، فإنه لا يقع وإن نوى، في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيدية)

"میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں" سے طلاق

سوال[۶۰۰۸]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مجلس میں یہ کہا کہ "میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں" اس بات کے پانچ گواہ ہیں، مگر پنچایت میں زید اس بات کا انکار کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے بیوی سے کہا ہو اور اس کا اقرار بھی ہو کہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ "میں تمہیں نہیں رکھنا چاہتا ہوں یا میں نہیں رکھوں گا" تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوئی کیونکہ یہ خبر جس کا اظہار ہے یا وعدہ ہے، اس سے طلاق نہیں ہوتی:

"قالت لزوجها: "من باتو نمی باشم"، فقال الزوج: "مباش" فقالت: طلاق بدست تواست، مرا طلاق کن" فقال الزوج: "طلاق می کنم، طلاق می کنم" وكرر ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: "كنم"، لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك. وفي المحيط: لو قال بالعربية: أطلق، لايكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً". فتاوى عالمگيرى: ۱/۳۸۴(۱)۔ "قال لامرأته: اذهبي إلى بيت أمك، فقالت: "طلاق ده، تا بروم" فقال: "تو برو، من طلاق دمادم فرستم" قال: لاتطلق؛ لأنه وعد، كذا في الخلاصة" عالمگیریہ: ۱/۳۸۴(۲)۔

=(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۱۸۹، الثاني في الكنايات وفيه أجناس، نوع آخر في المعرفة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۹۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۸۴، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، المصدر السابق)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۸۰، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، جنس آخر في ألفاظ الطلاق، امجد اكيڈمی لاہور)

(وكذا في الفتاوى البزازية بهامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۱۶۹، كتاب الطلاق، نوع آخر في ألفاظه، الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيديه)

جب صریح طلاق کا یہ حال ہے تو الفاظ مذکورہ تو نہ صریح طلاق کے ہیں نہ کنایہ طلاق کے، اس لئے کوئی

قرار دے کر یہ نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۹۰ھ۔

"اب ہم نہیں رکھیں گے" سے طلاق

سوال[۶۱۹۹]: میں اپنے اہل وعیال کا بہ خیال رکھتا ہوں، لیکن اس کے باوجود اپنی بیوی سے قطع تعلق کر بیٹھا ہوں اور میں نے اپنی زبان سے یوں بھی کہہ دیا کہ "میں اب بھی نہیں رکھوں گا"۔

ایسا ہوا کہ ہمارے گھر میں تھوڑی پریشانی چونکہ آ پڑی تھی، اسی اثناء میں ہمارے خسر صاحب آئے اور کہنے لگے کہ "ہم اپنی لڑکی رخصت کر کے لیجائیں گے"، مگر ہمارے والد صاحب کا کہنا تھا کہ ابھی تو ہم پر مصیبت آن پڑی ہے، مگر ہمارے خسر صاحب بضد تھے تو ہم نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ "اب ہم نہیں رکھیں گے"، مگر ہمارے والد صاحب رخصتی کرا کر لے آئے ہیں، ہم نے طلاق کا نام نہیں لیا تھا۔ تو کیا اس طرح طلاق واقع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آدمی دل میں سوچ لے کہ بیوی سے تعلق نہیں رکھوں گا اور کچھ مدت تک عملی طور پر اس سے الگ رہے اور زبان سے یا تحریر سے تفریق نہ کرے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی (۱)، الفاظ سے تحقق نہیں ہوتا۔ "اب ہم نہیں رکھیں گے" یہ طلاق کا لفظ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۳۹۰ھ۔

---

(۱) "لو أجرى الطلاق على قلبه وحرك لسانه من غير تلفظ يسمع، لا يقع". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۶، شروط الصلوة، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، كتاب الإيمان، قديمي)

(۲) "وركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (رد المحتار مع ■

"میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے" سے طلاق

سوال [۶۲۰۰]: مسماۃ ہندہ کو اس کے شوہر نے مارا پیٹا اور گھر سے باہر نکال دیا اور کہا کہ "میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے، تیری مرضی آئے سو کر"۔ اب ہندہ کا دوسری جگہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے کہ "میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں، تیری مرضی آئے سو کر" تو اس سے طلاق بائنہ ہوگئی (۱)، اس کے بعد عدت تین ماہواری گزار کر دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنا جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الدر المختار: ۳/۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، الباب الأول، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۰۶، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "ولو قال لها: لا نكاح بيني وبينك، أو قال: لم يبق بيني وبينك نكاح، يقع الطلاق إذا نوى" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۹۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۲۰۰، كتاب الطلاق، الثاني في الكنايات، نوع آخر في الكنايات، رشيدية)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۱۷، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۰۴، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

"مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکہ چلی جا" سے طلاق کا حکم

سوال[۷۲۰۱]: زید کا نکاح ہندہ سے ڈیڑھ سال ہوئے ہوا، میاں بیوی میں معمولی باتوں پر بحث ہو جاتی تھی، جو کچھ جھگڑے کی صورت اختیار کرتی تھی، زید سخت مزاج تھا، جلد غصہ آ جاتا تھا اور بسبب غصہ یہ الفاظ کہہ جاتا کہ "مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکے چلی جا"، میکہ اسی بستی اور اسی محلہ میں ہے۔ ایک دن کسی بات پر بات ہوئی اور اس کو یہی الفاظ کہہ کر میکے میں بھیج دیتا ہے۔ ایک مرتبہ ہندہ کے والد نے زید کو بھی سمجھایا مگر یہی کہا کہ "مجھے برداشت نہیں، لڑکی کو سمجھاؤ، مجھے ضرورت نہیں"۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے، ایک دو مرتبہ اپنے سسر سے بھی اس قسم کے الفاظ کہے۔ تو ان حالات پر یہ منکوحہ رہی یا نہیں، اگر نہیں رہی تو واپسی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ "مجھے تیری ضرورت نہیں" نہ صریح طلاق کا لفظ ہے اور نہ کنایہ کا، اس سے طلاق نہیں ہوتی: "ولو قال: لا حاجة لي فيك، ينوي الطلاق، فليس بطلاق" اھ. فتاویٰ عالمگیری: ۲/۳۹۴(۱)۔

لیکن اگر بیوی کو طلاق کی نیت سے یہ کہا ہے کہ "تو میکے چلی جا" تو اس سے طلاق ہوگئی، اور طلاق کی نیت سے اگر نہیں کہا تو طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان: ۱/۴۶۸، فصل في الکنایات والمدلولات، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۱۷، باب الکنایات، نوع في قوله حبلة ونظائرها، إدارة القرآن کراتشي)

(۲) "اذهبي إلی جهنم، يقع إن نوی، خلاصة، وکذا: اذهبي عني، وفسخت النکاح". (الدر المختار ۳/۳۰۱، باب الکنایات، قبیل تفویض الطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل في الکنایات والمدلولات، رشیدیه)

"ہمارے گھر سے نکل جا" سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۰۴]: ہندہ کا اپنے شوہر سے کسی امر میں جھگڑا ہوا، شوہر نے مارا پیٹا، گالی دی اور کہا کہ "ہمارے گھر سے نکل جاؤ"۔ ہندہ گھر چلی آئی شوہر نے کہلا بھیجا کہ "اب میرے یہاں نہ آئے" مگر دوسرے دن ہندہ کے والد ہندہ کو شوہر کے گھر پہنچانے گئے، شوہر نے پھر کہا "ہمارے گھر سے نکل جاؤ" اور باپ کے سامنے مارنے لگا اور کہا "حرامزادی تم کو نکل ہی گھر سے ڈال دیا، پھر کیوں آئی"؟ داماد نے سسر کو پھر گالی دی اور کہا کہ تمہارے یہاں میں لینے نہیں گیا تھا، یہ پھر کیوں آئی۔ صورت مسئولہ میں طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی ہوئی؟ اور دوبارہ شوہر کے گھر جانے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

چونکہ شوہر کے لفظ "ہمارے گھر سے نکل جاؤ" بولتے وقت مذاکرۂ طلاق موجود ہے، اس لئے ایک طلاق بائن ہوگئی، عدت کے بعد لڑکی دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے، پہلے شوہر کے پاس جانے کے لئے تجدید نکاح کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ سید ابو نصر نقا ئی ۱۲/۵/۸۷ھ۔

مہر امارت شرعیہ بہار دارالافتاء خانقاہ رحمانی مونگیر۔

دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے اور ہندہ کو طلاق بائن ہوگئی؟ جب کہ دیکھ رہے ہیں کہ استفتاء کے اندر کہیں طلاق کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ کسی طرح شوہر کی نیت کا حال معلوم ہو رہا ہے، بلکہ میرا تو اندازہ ہے کہ شوہر کا ہندہ کو دوسرے دن باپ کے ساتھ آنے پر دوبارہ مار پیٹ کرنا کچھ اور ہی ثابت کر رہا ہے یعنی لڑکا بیوی گردان کر زد و کوب کر رہا ہے اور لڑکی بھی تسلیم کر رہی ہے، اس لئے قوم کی طرف رجوع کر رہا ہوں، وضاحت سے فرمائیں۔ نیز مذاکرۂ طلاق سے کیا مراد ہے؟

نیاز مند اختر جمیل بہار۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

شوہر کا یہ لفظ کہ "ہمارے گھر سے نکل جاؤ" کنایات طلاق کی اس قسم کا لفظ ہے جس میں رضا، غضب،

غرض کہ طلاق تینوں حالتوں میں وقوعِ طلاق کے لئے نیت کی حاجت ہوتی ہے، بلا نیت طلاق نہیں ہوتی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے رد المحتار: ۳/۳۲۲(۱) میں نقشہ دیا ہے۔ نیز بحر: ۳/۳۰۲ میں ہے: "وحاصل ما في الخانية: أن من الكنايات ثلاثة عشر لا يعتبر فيها دلالة الحال ولا تقع إلا بالنية: حبلك على غاربك، تقنعي، تخمري، استتري، قومي، اخرجي، اذهبي، الخ"(۲)۔

پھر اگر شوہر نے بہ نیتِ طلاق ایسا کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے(۳)۔ اگر شوہر نے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۹/۸۷ھ۔

کنایۂ طلاق "جہاں جی چاہے بھیج دو" سے طلاق

سوال[۱۲۰۳]: ایک لڑکی کی شادی ہوئی، مگر بعد رخصتی کے اس کا خاوند لڑکی کو لے کر سسرال آیا اور رہنے لگا، چند دن بطور مہمان کے رکھا، مگر جب عرصہ کافی ہوگیا تو لڑکی کے والدین نے کہا کہ بھائی! یوں بیکار پڑنے سے کیا ہوتا ہے، کچھ کرنا بھی چاہئے، "خرچ کرنے کو کہاں سے آئے" لڑکے نے جواب دیا کہ "اگر

---

(۱) نقشہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (رد المحتار: ۳/۳۰۲، باب الکنایات، سعید)

(۲) (البحر الرائق: ۳/۵۲۹، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

"أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل في الطلاق ويستعمل في غيره نحو قوله: أنت بائن، أنت علي حرام .... أنت حرة، قومي، اخرجي ...... وإذا احتملت هذه الألفاظ الطلاق وغير الطلاق، فقد استتر المراد منها عند السامع، فافتقرت إلى النية لتعيين المراد". (بدائع الصنائع: ۳/۲۳۲، ۲۳۳، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس في الرجعة الخ، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۳۳۷، ۳۳۸، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

تم ہمارا دونوں کا خرچ برداشت کر سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے، میں تو تمہاری لڑکی کو جب ہی رکھ سکتا ہوں جب کہ تم ہم دونوں کا خرچ برداشت کرو'' لہٰذا وہ یہ سن کر چپ ہو گئے اس لئے کہ شاید کچھ سمجھ میں آ جائے، یہاں تک کہ چار سال تک کچھ نہیں کہا، بلکہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔

انہوں نے پھر کہا کہ بھائی! اب تو تم بچہ والے ہو گئے ہو، اب تو کچھ کام کرو، مگر پھر یہی جواب دیا کہ تم کھلانا میرے بس کا کام نہیں ہے ''تمہیں اپنی لڑکی کا اختیار ہے، جہاں چاہے بھیج دو میں کہہ چکا''۔ لہٰذا اس مسئلے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی (۱) جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، خواہ عدت میں کریں یا بعد عدت کے (۲)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکی رضامند نہ ہو تو وہ بعد عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

تنبیہ: نیت کے بارے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۴۰۰ھ۔

''ہم سے کوئی تعلق نہیں، جہاں چاہے جا'' سے طلاق

سوال [۶۲۰۴]: ایک شخص مسمی رسول میاں ولد ظہور میاں اپنی عورت مسماۃ نظیرا کو اپنے مکان سے

---

(۱) "رجل قال لامرأته: اربعة طرق علیک مفتوحة، لا یقع بهذا، وإن نوی، إلا إذا قال: خذی أی طریق شئت، لا یقع بدون النیة". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''ہمارے گھر سے نکل جا، تجھے طلاق''۔)

(۳) "والقول قول الزوج فی ترک النیة مع الیمین فی باب الکنایات". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۴۵، نوع آخر فی حکم الکنایات، إدارة القرآن کراچی)

غرض جب میاں چودھری رحیم بخش وغیرہم گواہان کے سامنے اس کا سارا زیور نکال کر اس کے میکے لے کر آیا اور کہلایا کہ "ہم سے اس سے کوئی مطلب نہیں، اس کی طبیعت جہاں چاہے جائے، ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے"۔ عرصہ دراز تک ہوا کہ شخص مذکور نے اپنی تو دوسری شادی کر لی، اب یہ مسماۃ اس سے طلاق چاہتی ہے کہ باقاعدہ ہم کو چھوڑ دو، وہ کہتا ہے کہ "چھوڑ تو دیا ہے، تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے اس کو پھر نہیں رکھ سکتے"۔ فقط۔

محمد سلیمان، موضع تاج الدین پور، ضلع فیض آباد۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

الفاظ مذکورہ کنایات طلاق سے ہیں، پس اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی:

"وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى، يقع، كذا في العتابية. ولو قال لها: اذهبي أي طريق شئت، لا يقع بدون النية وإن كان في حال مذاكرة الطلاق". عالمگیری: ۲/ ۲۹۴(۱)۔

اور مسماۃ کے سوال طلاق پر یہ کہنا کہ "چھوڑ تو دیا ہے، تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے اس کو ہم نہیں رکھ سکتے" یہ بظاہر قرینہ ہے اس بات کا کہ بہ نیت طلاق اول الفاظ مذکورہ فی السوال کہے ہیں(۲) اور اگر بہ نیت طلاق الفاظ "ہم سے اس سے کوئی مطلب نہیں" وغیرہ نہیں کہے اور سوال طلاق کے جواب میں "چھوڑ تو دیا ہے" وغیرہ سے اقرار و اخبار طلاق مقصود نہیں بلکہ انشاء طلاق مقصود ہے تو اس سے دو طلاق واقع ہوگئیں، ایک صریح، دوسری کنایہ اور پہلی صورت میں صرف کنایہ کی ہوئی، بہر کیف طلاق واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ۷/ ۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/ ۲۲۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيدية)

"ہمارے گھر سے چلی جاؤ" سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۰۵]: زید نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ "تم ہمارے گھر سے چلی جاؤ" اور وہ منکوحہ زید اپنے خاوند کے کہنے پر ماں باپ کے گھر چلی گئی، اس عرصہ کو تقریباً دس گیارہ سال گزر گئے۔ کیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، اگر واقع ہوگئی تو کونسی؟ کیونکہ زید نے مذکورہ مدت میں اپنی منکوحہ کو بالکل طلب نہیں کیا، اگر طلاق نہیں پڑی تو کیا وجہ؟ بینوا توجروا۔ مدلل مبرہن ہو۔

العارض: شاہنواز خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ مذکورہ کنایاتِ طلاق سے ہے، پس اگر بہ نیتِ طلاق یہ لفظ کہا ہے تو شرعاً ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اگر بہ نیتِ طلاق یہ لفظ نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

"ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا" سے طلاق

سوال[۶۲۰۶]: واقعہ یوں ہے کہ ہم اور ہماری جٹھانی اور دونوں نندیں بیٹھنے گئے تھے اور ساس گھر میں تھیں، ان سے پوچھ کر گئے تھے، جب ہمارے جیٹھ اور ہمارے شوہر دوکان پر سے گھر میں کوئی سامان وغیرہ لینے آئے تو ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں گئیں ہیں ساس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ بیٹھنے گئی ہیں تو ہمارے جیٹھ اپنی بیوی پر غصہ ہوئے، اور ہمارے شوہر ہمارے اوپر غصہ ہوئے، اسی غصہ میں ہمارے شوہر نے کہہ دیا کہ "اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے جاؤ، ہم نے طلاق دیدی" تو ہماری پھوپھی یعنی ساس ان کے اوپر بہت غصہ

---

(۱) "کنایته ما لم یوضع له واحتمله وغیره، فالکنایات لا تطلق بها إلا بنیة أو دلالة الحال .... فنحو: اخرجي واذهبي وقومي: أي من هذا المكان لينقطع الشر، فيكون رداً، أو لأنه طلقها، فيكون جواباً".

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۸، ۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳/۷۱، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، رشیدیة)

ہے "ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا" یہ صریح لفظ نہیں، بلکہ کنایہ ہے(۱)، شوہر سے دریافت کیا جائے، اگر یہ کہے کہ ہاں طلاق کی نیت سے کہا ہے، جیسا کہ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے تو اس لفظ سے تیسری طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی(۲)، اب شوہر سے پردہ میں رہ کر آپ اپنی عدت پوری کریں۔ عدت تین ماہواری ہے۔ اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہو گی(۳)۔ بعد عدت دوسری جگہ اپنا نکاح کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۱۳۹۰ھ۔

= أخرى". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/۳۷۷، رشيديه)

"الصريح فلا يحتاج إلى نية، بائناً كان الواقع به أو رجعياً". (الدر المختار: ۳/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۵۰۳، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۲۲، فصل في شرط النية في الكناية، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "أو قال: لم يبق بيني وبينك نكاح، يقع الطلاق إذا نوى". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۱۸، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۱۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات)

(۲) "والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بأن قال لها: أنت طالق، ثم قال لها: أنت بائن، تقع طلقة أخرى". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۶۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(۳) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية، كذا في السراج الوهاج ...... وعدة الحامل أن تضع حملها، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، ۵۲۸، الباب الثالث =

"میں نے کوئی شادی نہیں کی" سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۰۷]: مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ شوہر دوسری عورت سے شادی کر چکا تھا مگر مقدمہ کے دوران اس نے یہ تحریر لکھ دی کہ "میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت موجود نہیں ہے" اس بیان کی وجہ سے اس صورت میں عقد باقی رہا یا نہیں؟ دوسری بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کا یہ بیان کہ "میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت نہیں ہے" اگر خلافِ واقعہ ہے تو جھوٹ ہے، مگر اس سے طلاق نہیں ہوئی، نہ نکاح ٹوٹا، وہ بیوی اس کے لئے حلال ہے جو ایسا کہتے وقت اس کے نکاح میں تھی(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

انکارِ نکاح سے طلاق

سوال [۶۲۰۸]: زید منکوحہ تھا، مگر دوسری جگہ اس نے چند معتبر آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر یہ کہہ دیا کہ "میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا"۔ اور وہ اپنی بیوی کو اپنے یہاں بلاتا بھی نہیں، نہ اس سے کسی قسم کے تعلقات رکھتا ہے۔ آیا ایسی صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟

اختر علی، سہارنپوری۔

عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۵۰۵/۳، باب العدة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية بهامش الفتاوى العالمكيرية: ۲۵۶/۴-۲۵۷، الثامن في العدة، رشيديه)

(۱) "لست لك بزوج، أو لست لي بامرأة، أو قالت: لست لي بزوج، فقال: صدقت، طلاق إن نواه، خلافاً لهما ولو أكد بالقسم؛ فلو سئل ألك امرأة فقال: لا، طلق اتفاقاً إن نوى؛ لأن اليمين والسؤال قرينة إرادة النفي فيهما". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۲۸۲/۳-۲۸۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اتنا کہنے سے طلاق نہیں ہوئی: "وإن قال: لم أتزوجك، ونوى الطلاق، لا يقع الطلاق بالإجماع، كذا في البدائع. ولو قال: مالي امرأة، لا يقع وإن نوى. وكذا لو قال: عتق حجة إن كانت لي امرأة. وهذا بالإجماع ذكره الإمام فخر تمعى في شرحه، والشيخ الإمام نجم الدين في شرح الشافي، كذا في الخلاصة" اهـ. الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵ (۱)۔

صورتِ مسئولہ میں عورت کو چاہیئے کہ اگر شوہر حقوق ادا نہیں کرتا تو کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرے، خواہ مہر معاف کرکے خواہ کسی اور طرح (۲)۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم شوہر کو بلاکر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ پھر اگر شوہر کسی صورت کو اختیار کرے تو بہتر، ورنہ حاکم مسلم بااختیار خود تفریق کردے (۳)۔ اس کے بعد عدتِ طلاق گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

"وكذلك إذا قال: لم يكن بيننا نكاح، أو قال: لم أتزوجك، ونوى الطلاق، لا يقع بالإجماع". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۲۱، كتاب الطلاق، نوع آخر في قوله: لست لي بامرأة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها. وفي المزاد: وإذا فعل ذلك، وقع بالخلع تطليقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۴۵۳، فصل في الخلع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۸۲، باب الخلع، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "قال في غرر الأذكار: ثم اعلم أن مشائخنا استحسنوا أن ينصب القاضي الحنفي نائباً من مذهب ="

''یہ عورت بھنوئی کی ہے، مجھ سے کوئی مطلب نہیں'' سے طلاق

سوال[۶۲۰۹]: شوہر نے اپنی زوجہ کو بحیثیت تکرار کہا کہ ''یہ عورت بھنوئی کی ہے، میری نہیں، مجھ سے کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، یہ اپنے گھر جاوے، ہم اپنے گھر''۔ اب لڑکی شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی کہتی ہے کہ میں خودکشی کرلوں گی مگر جاؤں گی نہیں، لڑکا بہ معاش ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے جو الفاظ سوال میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں ہے، بلکہ کنایہ کے الفاظ ہیں، اگر شوہر نے کہتے وقت طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اور اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا، دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرلیا جائے (۲)۔ اگر طلاق کی نیت سے شوہر نے یہ الفاظ نہیں کہے تو کوئی طلاق نہیں ہوئی اس کے ساتھ رہنا چاہئے یا پھر اس سے مہر کے عوض طلاق لے لی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۱ھ۔

= للتفريق بينهما إذا كان الزوج حاضراً وأبى عن الطلاق؛ لأن دفع الحاجة الدائمة لايتيسر بالاستدانة، إذ الظاهر أنها لاتجد من يقرضها وغنى الزوج مآلاً أمر متوهم، فالتفريق ضروري إذا طلبته''. (رد المحتار: ۳/۵۹۰، باب النفقة، مطلب في فسخ النكاح بالعجز عن النفقة، سعيد)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

(۲) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة و ما يتصل به، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "إذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بالمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

''میرا تیرا تعلق ختم'' سے طلاق

سوال[۶۲۱۰]: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، ہندہ نے اپنی سسرال کا ماحول نہایت گندہ دیکھا، ہندہ کی سسرال میں پردہ وغیرہ کا طریقہ بالکل پسند نہیں ہے اور اسلامی طور وطریق تو بہت ہی کم دیکھنے میں آتے ہیں، نیز ہندہ کے شوہر اور ساس سسر ہندہ کو کھلی بے حیائی، بے شرمی اور بے پردگی پر آمادہ کرتے ہیں، بے شرمی اور بے حیائی کیساتھ ساتھ ہندہ سے اندرونی تعلقات کی تاک جھانک میں لگے رہتے ہیں۔ جب ہندہ اپنے شوہر سے ساس سسر کی اس کھلی بے حیائی اور بے شرمی کا ذکر کرتی ہے تو وہ ان باتوں پر بالکل برا نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے بابوجی (باپ) جس طرح تم سے خوش رہنا چاہیں تم ان کی بات مانو اور تم ان کے ماحول میں رہو۔

ہندہ ہر طرح گھر کیلئے خدمت انجام دے سکتی ہے مگر یہ بے شرمی، بے حیائی اور بے پردگی کی باتیں ہرگز نہیں مان سکتی، یہ خدمت صرف شوہر کے لئے مخصوص ہے، سسر اور غیر ان کے لئے نہیں ہے۔ چونکہ ہندہ کے سسر کی عادت نہایت خراب ہے اور مزاج میں چھچھوڑی اور بے شرمی بہت زیادہ ہے، اس لئے ہندہ کو ہر دم اپنی پاکدامنی اور عفت وعصمت کا خوف لگا رہتا ہے۔ ہندہ جب سسرال میں ایسی ویسی بے شرمی وبے حیائی کی باتیں نہیں مانتی تو ساس سسر لعن طعن کرتے ہیں، گالی گلوچ کرتے ہیں، بے وجہ منہ چڑھاتے ہیں، خاندان کو کوستے ہیں، طرح طرح کی تکلیفیں پہونچاتے ہیں، جہاں بد کلامی، بد اخلاقی سے پیش آتے ہیں، روتے دھوتے ہوئے دن بیت گئے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ہندہ کی والدہ جا کر ہندہ کو میکے لے آئی، چند دن بعد ہندہ کا شوہر ہندہ کے پاس آیا اور باہم باتوں باتوں میں نفرت کر کے ہندہ کو یہ کہہ دیا کہ ''جا آج سے میرا تیرا تعلق ختم، میں ابھی گھر جا کر تیرا مہر پانچ ہزار روپیہ بھیجتا ہوں اور تیرا نکاح بھی کہیں نہیں ہونے دوں گا''۔ پھر ہندہ کا سسر بھی ہندہ کے والد سے ملا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد کہا کہ ہندہ کو بھیجنا ہے تو فوراً بھیج دو ورنہ اپنی بیٹی کو طلاق میں بٹھا کر رکھو، ہم تحریری طلاق نہیں دیں گے، اور یاد رکھو! ہم ہندہ کو سزا اس طرح دیں گے اور ہم تم کو نیچا دکھا کر رہیں گے، اور ہندہ سے اور تم سے

= وكذا في تبيين الحقائق: ۱۸۳/۳، باب الخلع، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الهداية: ۳۷۳/۲، كتاب الطلاق، باب الصريح، مكتبه شركة علميه ملتان)

اپنے گھر پر ناک، رشتہ داری کے دو تین روز وغیرہ۔ ہندہ جو لڑکی اس گھر میں جانا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد ہندہ کے ساس سسر ہندہ پر چڑھایا ہوا اپنا زیور بھی لے گئے اور بڑی بدکلامی سے پیش آئے۔ اب ہندہ کے سسر ہندہ کو واپس لے جانا چاہتے ہیں، زیور نے کی فکر میں ہیں، بہت سے لوگوں نے میرے سسر وغیرہ کو پولیس تھانوں میں گھومتے پھرتے دیکھا ہے۔ تھانوں سے کئی دفعہ میرے والد کو بلانے کا ٹیلیفون بھی آچکا ہے۔ اب اس مضمون سے جو شرعی حکم ہندہ کے نکلتا ہے اس کا جواب فتویٰ چاہتی ہوں، اگر عدالت پڑتی ہے تو ہمارا ہندہ کے آزاد ہونے کی قانونی شرعی صورت مفصل، مع مہر المظلوم میں فرما دیجئے بڑی نوازش ہوگی۔

شاہدہ بیگم، شہر میرٹھ، ۲۳/ اگست ۱۹۶۹ء

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ کو اس کے شوہر نے بہ نیت طلاق یہ کہا کہ "جا آج سے میرا تیرا تعلق ختم" جیسا کہ سوال کے ذکر سے بھی معلوم ہوتا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) وقت طلاق سے تین حیض گزرنے پر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی (۲)، اگر حمل ہو تو وضع حمل سے عدت پوری ہو جائے گی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/ ۸/ ۸۹ھ۔

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل ونوى الطلاق يقع، كذا في العتابية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۰۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۰۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيدية)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة قروء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۰۴، ۵۰۵، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۶۸، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "و (العدة) في حق الحامل مطلقاً ... وضع حملها". (الدر المختار: ۳/۵۱۱، باب العدة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۸، الباب الثالث عشر في العدة، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۲۹، باب العدة، رشيدية)

''تعلق زوجیت نہیں'' سے طلاق کا حکم

سوال[۱۱۲۱]: عبداللہ نے ایک نابالغ لڑکی فاطمہ سے بغیر اب وجد کے دوسرے ولی کے ذریعہ سے نکاح کرلیا تھا، وہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد شوہر کی عادات واخلاق پسند نہ ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ صاحبہ کے گھر آگئی، تقریباً دو ہفتہ کے بعد عبداللہ نے فاطمہ کو بلایا، اس وقت فاطمہ بولی کہ ''تمہارے اخلاق وعادات مجھے پسند نہیں ہیں، میں تمہارے ہمراہ رہنے کو راضی نہیں ہوں، اس لئے مجھے طلاق دیدو''، عبداللہ نے کہا ''جس طرح تو مجھے پسند نہیں کرتی، میں بھی تجھے اسی طرح پسند نہیں کروں گا، تم اپنی ماں کے گھر رہو، میں دوسری شادی کرلیتا ہوں''، فاطمہ بولی ''بہرحال مجھے جدائی کردو''، اس وقت عبداللہ نے کہا کہ ''مجھے تو ضرورت نہیں ہے، تم اپنی والدہ کے گھر رہو، آج سے تمہارے اور ہمارے درمیان زوج زوجہ کا کوئی تعلق نہیں ہے''۔

اتنا کہہ کر عبداللہ واپس چلا گیا اور دوسری شادی بھی کرلی، اب پانچ سال ہوگئے۔ حنفی مذہب کے مطابق کیا عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ مرد سے مہر طلب کرسکتی ہے یا نہیں، اس کی عدت گزارنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغہ کا نکاح جب کہ ولی ابعد نے کیا تھا تو وہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف تھا، اگر ولی اقرب نے رد کردیا تھا تو وہ رد ہوگیا تھا، اگر رد نہیں کیا تھا بلکہ اجازت دیدی تھی تو وہ جائز ہوگیا تھا (۱)۔ جب کہ عبداللہ نے سوال طلاق کے جواب میں کہا کہ ''تم اپنی ماں کے گھر پر رہو، آج سے تمہارے اور میرے درمیان میں زوج وزوجہ کا کوئی علاقہ نہیں ہے'' تو ظاہر ہے کہ یہ بہ نیت طلاق ہی کہا ہے، تو شرعاً اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اگر خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت آچکی ہے تو عورت پورے مہر کی حقدار ہے، ورنہ نصف مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے، پورے کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

---

(۱) "وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب، فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته".

(التنوير مع الدر المختار: ۳/۸۱، کتاب النکاح، باب الولي)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۱۹، کتاب النکاح، باب في الأولياء والأكفاء)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۵، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

"لو قال: لم يبق بيني وبينك عمل"(۱)۔ "أو أنا بريء من نكاحك أو ابعدي عني، وتنوي الطلاق، يقع"(۲)۔ "ويجب نصفه بطلاق قبل وطيء أو خلوة"۔ درمختار(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ کم شعبان۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

"تعلق نہیں" سے طلاق

سوال[۶۶۹۲]: ایک جوان عورت جس کا شوہر عرصہ چھ سال سے گھر سے باہر رہتا ہے اور بیکار ہے بیوی کو میکہ چھوڑ رکھا ہے، نہ نان ونفقہ کی خبر لیتا ہے، نہ اپنے گھر لاتا ہے، نہ ہی شوہر کے والدین بلاتے ہیں۔ جب وہ کبھی گھر آتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو کیوں نہیں بلاتا؟ تو کہتا ہے کہ "میں اس کو نہیں رکھنا چاہتا اور نہ ساری عمر اس سے تعلق رکھوں گا، نہ میرے پاس اس کے لئے نان ونفقہ کا خرچ ہے"۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب تم اسے نہیں رکھ سکتے اور نہ تم خرچ دے سکتے ہو، نہ تمہارے والدین تو وہ اپنا کیسے گزارہ کرے؟ وہ کہتا ہے "جب مجھے اس سے مدت سے تعلق نہیں، نہ آئندہ رکھوں گا، میرے سے جہنم میں جائے"۔

اس پر لوگوں نے کہا تو پھر طلاق دیدے وہ کہیں اپنا نکاح کرلے گی تو کہتا ہے "اور طلاق کیسی ہو، میری طرف سے تو اس کو طلاق ہی ہی ہے"۔ عورت مذکورہ کے والدین غریب ہیں، اس کا خرچ نہیں اٹھا سکتے۔ اس صورت میں عورت مذکورہ اپنا نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار: ۳/۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا في حاشیة الشلبي علی تبیین الحقائق للزیلعي: ۳/۱۰۸، باب الکنایات، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) (الدر المختار: ۳/۱۰۲، ۱۰۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۰۳، ۳۰۴، الفصل الثاني فیما یتأکد به المهر والمتعة، رشیدیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳/۵۲۸، ۵۲۹، کتاب النکاح، باب المهر، دار الکتب العلمیة، بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حسب تحریر شوہر نے وہ الفاظ کہے ہیں جو کہ سوال میں مذکور ہیں جیسا کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے تو بعد عدت اس کی بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت ہے، اگر کچھ شک ہو تو مزید توثیق کے لئے دوبارہ اس سے دریافت کرلیا جائے کہ یہ دوسرا نکاح کرے یا نہیں، تمہاری بیوی تو نہیں رہی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

"مجھے لڑکی نہیں چاہئے" سے طلاق

سوال[۶۲۱۳]: ایک غریب شریف لڑکی کی شادی چار سال قبل ہوئی تھی، لڑکا بدچلن، جواری، شرابی نکلا، بلکہ جب تیسری بار لڑکی سسرال گئی تو کچھ غیر مردوں کے ساتھ اس کے شوہر نے اس کو تنہا جانے کے لئے کہا تو لڑکی نے منع کردیا، اس پر مار پیٹ کی، اس نے اس لڑکی کو بیچنا چاہا، جب اس کے والدین کو پتہ ہوا تو لڑکی کو اپنے گھر لے آئے، اب اپنے والدین کے یہاں ہے۔ زبانی اس کا شوہر چھوڑنے کے لئے کئی بار کہہ چکا ہے کہ "مجھ کو لڑکی نہیں چاہئے"۔ جب اس کے باپ نے تحریری طلاق مانگی تو ہزار روپیہ مانگتا ہے، باپ نہایت غریب آدمی ہے۔ اندیشہ ہے کہ کوئی خلاف شرع قدم نہ اٹھ جائے۔ ایسی حالت میں اس کا باپ نکاح ثانی کرسکتا ہے یا نہیں، جب کہ عدالت سے نکاح کرنے کا فیصلہ دیا ہے؟ مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف اس لفظ سے کہ "مجھے لڑکی نہیں چاہئے" کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)، اگر یہ لفظ کہا ہو کہ "میں نے

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى الطلاق يقع، كذا في العتابية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۹۸، فصل في الكنايات والمدلولات، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وركنه لفظ مخصوص خال عن الاستثناء". (الدر المختار). "(قوله: وركنه لفظ مخصوص) هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۱۰، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۱۰۰، فصل في ركن الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تو طلاق ہوگئی"(۱)، پھر اگر اس نے رجعت نہ کی ہو تو بعد عدت مکمل، ہماری لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کردینا درست ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۱۳۹۴ھ۔

خسر کو لکھا "دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے"

سوال[۶۲۱۴]: اگر کوئی داماد اپنے خسر صاحب کو یہ لکھ کر خط بھیجے کہ "آپ کی جو دولت ہے اس دولت کا نصف حصہ اپنی لڑکی کے نام لکھدیں، اگر نہ دیں تو ۲۲/۱ جیٹھ سے دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے۔" مگر یہ خط صرف خسر کو ہمت دلانے کے لئے لکھا، کوئی نیت نہیں کی۔ داماد کا خط پاکر خسر نے بھائی کے پاس ایک خط بھیجا کہ "میں کچھ نہیں دوں گا"۔ اس کے بعد شوہر نے بیوی کو سسرال بھیج دیا، مگر مذکورہ تاریخ سے پہلے شوہر نے خط بھی سے ایک نکاح پڑھایا اور بیوی کے ساتھ وطی بھی کی، اور وہ بیوی ابھی سسرال میں ہے، داماد وہاں چشم پوشی سے جا نہیں سکتا، اور خسر بھی لکھ کر نہیں دیتے، اس لئے داماد وہاں نہیں جاتا ہے۔

اس واقعہ کو ڈھائی مہینہ گزر گیا ہے۔ ایک دوسرا آدمی داماد کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آیا، بات میں تو یہ کرانی ہے داماد سے بیوی کے پاس محبت کا ایک خط بھی لکھوایا، لیکن داماد حصہ نہ دینے کی وجہ سے سسرال بھی

---

(۱) "ثم فرق بینه وبین سرحتک، فإن سرحتک کنایة، لکن فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح، فإذا قال: "رہا کردم" أی سرحتک، یقع به الرجعی مع أن أصله کنایة أیضاً، وما ذاک إلا لأنه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق". (رد المحتار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۳۷۹/۱، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۵۲۳/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیه)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق، وهی حرة ممن تحیض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء کانت الحرة مسلمة أو کتابیة". (الفتاوی العالمکیریة: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۵۰۴/۳، باب العدة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۴، باب العدة، رشیدیه)

نہیں ہوا؟ اور بیوی کو بھی نہیں دیتا، تو اس صورت میں شرعاً طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کتنی طلاق واقع ہوئی؟

حبیب اللہ ۲۴ پرگنہ بنگال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب داماد نے اپنے خسر کو لکھا کہ اگر اپنی بیٹی کو نصف دولت فلاں تاریخ تک نہ دیں تو دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرلیں اور اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، دوسری عورت سے نکاح کرلینے کی وجہ سے بھی پہلی بیوی کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے اگر یہ خط لکھا ہے تو طلاق ہوگئی(۱)، پھر جب تین ماہواری بھی گزرگئی تو نکاح بالکل ہی ختم ہوکر وہ عورت بالکل اجنبی بن گئی، جیسا اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۲ھ۔

"میری طرف سے بالکل ختم ہے" سے طلاق

سوال [۵۰۰۱]: زید نے چند مسلمانوں اور ایک پولیس کے سامنے یہ کہا کہ "میں اپنی بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں اور میری طرف سے بالکل ختم ہے"۔ ان چار میں سے ایک شخص نے پوچھا کیا تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، تب پر زید نے خاموشی اختیار کی، پولیس مین نے کہا کہ دیا تو اپنی طرف سے بالکل ختم کرچکا ہے؟ اس بات پر زید نے دل میں گردن ہلادی، اس پر سوال کیا گیا کہ میں اس کو لکھا کرلوں؟ تب زید نے کہا کوئی

---

(۱) "وتقع رجعية بقوله: اعتدي واستبرئي رحمك، وأنت واحدة وإن نوى أكثر ... فلا يرد وقوع الرجعي ببعض الكنايات". (الدر المختار). "(قوله: بقوله اعتدي) لأنه من باب الإضمار، أي: طلقتك فاعتدي، أو اعتدي لأني طلقتك". (رد المحتار: ۳/۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۱۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيدية)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شركة علميه)

گنجائش نہیں ہے، پھر سوال کیا گیا کہ پھر تو تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، یہ سن کر زید خاموش رہا، کسی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ اگر واقع ہوگئی تو کون سی رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ اور اس کے تصفیہ کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

زید سے دریافت کرایا جائے، اگر وہ کہے کہ میں نے رشتۂ نکاح کو ختم نہیں کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مکمل جواب کو بند کیا ہے طلاق نہیں دی، اسی وجہ سے جب اس سے طلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے خاموشی اختیار کی اور طلاق نہیں دی۔ اب فیصلہ کی صورت یہی ہے کہ زید سے ہی دریافت کیا جائے، جو کچھ وہ طلاق کے متعلق بتائے اس کو لکھ کر بھیج کر مسئلہ معلوم کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۱۳۹۹ھ۔

لفظ "فارغ کردیا" سے طلاق

سوال [۱۲۱۰۹]: زید کا اس کی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ زید کی بیوی اپنے میکے چلی گئی۔ عورت کے لواحقین نے اس کے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کل کیا دیتا آج دیدے، اس کہنے پر زید نے تحت غیظ و غضب میں آکر کہلا بھیجا کہ "ایسی بیوی میرے کوئی کام کی نہیں تھی" اور اس قسم کی بہت سی باتیں جھگڑے کی ہوئیں اور معاملہ الجھتا ہی چلا گیا ہم زید کے احباب نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور اس کا غصہ فرو کرنے کی تدبیریں کیں، لیکن غصہ بجائے کم ہونے کے زور پکڑتا رہا اور یہاں تک لکھ دیا کہ "میں کسی طرح بھی اس عورت کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں، اپنی خواہشات نفسانی تو ہر جگہ پوری کرسکتا ہوں، اس سے اچھی تو بازاری عورتیں ہوتی ہیں، کیونکہ میرے گھر سے نکل گئی، اب میں نہیں رکھتا"۔

ان تمام باتوں کے بعد زید اسی طیش کی حالت میں طلاق نامہ لکھوانے کے واسطے قاضی کے پاس پہونچ

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى الطلاق، يقع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۳۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۲۴، الفصل الخامس في الكنايات، إدارة القرآن كراچی)

گئے مگر وہاں سے اس کے دوست اس کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئے۔ ایک شخص کے دریافت کرنے پر کہ قاضی کے پاس گئے تھے کیا ہوا جواب دیا کہ "میں نے فائنل کر دیا" (یعنی آخری فیصلہ)۔ اسی طرح ہر دوست کے الگ الگ سمجھانے پر بھی ہر دوست کو ہر بار یہی جواب دیتا رہا کہ "مجھ کو کسی حالت میں نہیں چاہیے، اب سونے کی بھی بن کر آئے یا ہیرے کی تو نہیں رکھوں گا"۔

جب یہ سب باتیں ہو رہی تھیں تو زید کی بیوی حاملہ تھی، زید کے ان جوابات کے بعد اس کے بچہ ہوا، جو اب عورت کے ماں باپ اس کے شوہر کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں زید اس کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور عورت کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی؟ براہ کرم ذرا صاف صاف مع حوالہ کتب فقہیہ مفصل تشریح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تمام بیان میں زید کی جانب سے طلاق کا صریح لفظ کوئی نہیں نقل کیا گیا، مگر زید نے قاضی سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے لئے لکھ دو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، اگرچہ تحریر طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو:

"ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقراراً بالطلاق، وإن لم یکتب" اھ.

رد المحتار: ۲/۶۶۴(۱)۔

مگر طلاق کی کوئی صفت بائنہ یا مغلظہ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ "آخری فیصلہ کر دیا" کا اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق بائن دیدی تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق مغلظہ دیدی تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اگر یہ مطلب ہے کہ میں اس کو اب کبھی نہیں بلاؤں گا (اگرچہ طلاق بھی نہیں دی) تو اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا (۲)۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۲۴۶/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل التصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳۷۹/۳، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتابة، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۴۱/۳، باب الطلاق، رشيدية)

(۲) "ففي حالة الرضا لا يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

حمل میں طلاق دی گئی ہو اس کی عدت وضع حمل ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۳ھ۔

"فیصلہ کردیا" سے طلاق

سوال [۶۲۱۷]: زید نے اپنی بیوی کو بوجہ شک اور لوگوں کے کہنے سے بہتان لگایا اور کہا کہ "تو میں جا کر رہو، میں تم کو رکھنا نہیں چاہتا" اور نکال دیا، عورت دوسرے مکان پر شام تک بیٹھی رہی، مگر پھر مسلمانوں نے ملادیا، عورت پھر شوہر کے پاس رہنے لگی۔ چند روز کے بعد پھر جھگڑا ہوا اور شوہر نے کہا کہ "میرا اب تم سے رجوع نہیں اور میری جو میراث اور بچوں پر تمہارا کوئی حق نہیں، تم رہو یا نہ رہو"۔ تب عورت نے کہا کہ "مجھ پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں، تم میرا فیصلہ کردو"۔ اس وقت مرد کہتا ہے کہ "میری طرف سے فیصلہ ہے، اب تمہاری غرض ہو یا نہ ہو"۔

اسی وقت عورت نکل کر بکر کے یہاں چلی گئی اور عرصہ چھ سال سے اس کے یہاں رہتی ہے، زید شوہر صریح الفاظ کے ساتھ طلاق نہیں دیتا ہے۔ کیا مذکورہ لفظوں سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے مذکورہ الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس کی بیوی پر طلاق بائن پڑگئی اور زید کے نکاح سے بالکل نکل گئی، عدت کے گزرنے کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔

"کنایۃ ما لم یوضع لہ: أی الطلاق واحتملہ وغیرہ، فالکنایات لا تطلق بہا قضاءً إلا

---

(۱) "وعدۃ الحامل أن تضع حملہا، کذا فی الکافی" (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر فی العدۃ، رشیدیۃ)

(وکذا فی الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۵۰۲، ۵۱۱، باب العدۃ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۲۸، باب العدۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نیۃ أو دلالۃ الحال"۔ درمختار علی هامش شامی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ /۸۸ھ

"جا میں نے جھگڑا صاف کردیا" سے طلاق

سوال [۶۲۱۸]: زید اور اس کی بیوی میں تنازع ہوا اور غصہ میں بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ "میرا جھگڑا صاف کردو"، شوہر نے کہا کہ "جا میں نے جھگڑا صاف کردیا، تو اپنے باپ کے یہاں چلی جا" یہ لفظ دو مرتبہ کہے اور اپنے کام میں لگ گئی۔ لگے۔ بعد عورت کے ماں باپ اس کو اپنے گھر لے گئے، لیکن عورت کہتی رہی کہ مجھ کو کچھ نہیں کہا، لیکن مرد سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ طلاق یا آزادی کا لفظ نہیں آیا، بس یہ آیا کہ "میں نے جھگڑا صاف کردیا" دو مرتبہ کہا، اور عورت حمل سے ہے، دن پورے ہوگئے۔

اب فرمایئے کہ وہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟ یا کفارہ ہوا؟ اب اپنے ماں باپ کے یہاں سے عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تین دفعہ کہا اور دو گواہ کہتے ہیں کہ نہیں، دو مرتبہ کہا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شوہر نے جو لفظ کہا ہے وہ صریح طلاق نہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۲)، دو دفعہ کہا ہو یا تین دفعہ سب کا یہی حکم ہے (۳)۔ طلاق حالتِ حمل میں بھی ہوجاتی ہے (۴)، اب اگر

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۷، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۳۱۹، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایۃ: ۲/۳۷۳، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) "وبقیۃ الکنایات إذا نوی بها الطلاق کانت واحدۃ بائنۃ، وإن نوی ثلاثاً کان ثلاثاً وهذا مثل قوله واستتري واخرجي واذهبي وقومي" الخ. (الهدایۃ: ۲/۳۷۳، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، شرکۃ علمیۃ، ملتان)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۲۹۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(۳) "ولا یلحق البائن البائن". (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۰۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(۴) "وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع". (الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۳۴۹، الباب الأول، رشیدیہ)

طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو کوئی طلاق نہیں، نکاح بدستور قائم ہے، نیت کے بارے میں شوہر کا قول مع قسم معتبر ہوگا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۵ھ۔

لفظ "استعفی" سے طلاق

سوال [۶۲۲۱]: زید اپنی سسرال کو جاتا ہے، وہاں پر سالے کے بارے میں تنازعہ ہوتا ہے، بات بڑھ جاتی ہے، اس وقت بیوی موجود نہیں تھی، ساس نے کہا کہ تم کہاں کے شریف ہو؟ میری لڑکی کو تمہارے بھائی چند تکالیف دیتے ہیں تو اس پر زید نے کہا کہ "میں اگر اصل کا ہوتا تو تمہاری لڑکی کو بھیج جاؤں گا" اس کے بعد زید وہاں سے چلا گیا۔ بعدہ دو ایک آدمیوں نے طعنہ کے طور پر کہا کہ اگر تم اصل کے ہو تو دوسری شادی کر لینا، تو زید نے کہا کہ "اگر ہم اصل کے ہوں گے تو یہی کر جائیں گے اور دوسری شادی کریں گے" اور دو مرتبہ کہا کہ "استعفی استعفی"۔ لہٰذا ان الفاظ سے زید کی بیوی نکاح سے نکل گئی یا رہ گئی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے الفاظ منقولہ میں سے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی طلاق کے ہوں، یا طلاق کے لئے ہمارے عرف میں بولا جاتا ہو، یا طلاق کا اس میں ایسا احتمال ہو جو معتبر ہو(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۰/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

= (وکذا فی الدر المختار: ۲۳۲/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۱۸۷/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) "و فی کل موضع یصدق الزوج علی نفی النیۃ إنما یصدق مع الیمین، لأنہ أمین فی الإخبار عما فی ضمیرہ، والقول قول الأمین مع الیمین" (فتح القدیر: ۴۳/۴، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۲) "ورکنہ لفظ مخصوص هو ما جعل دلالۃ علی معنی الطلاق من صریح أو کنایۃ" (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۰/۳، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، سعید)

''میں اور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں، تمہارا باپ تم کو اور خصم کرادے'' کا حکم

سوال[۶۲۲۰]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ ''میں اور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں ہو، تم کو نہیں رکھتا، تمہارا باپ تم کو اور خصم کرادے''(۱) اور اسی وقت بوقت تکرار باہم زد وکوب کر کے اپنے برادر خورد کے ساتھ اس کے والد کے گھر بھیج دیا۔ از روئے شرع شریف اس عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی یا نہیں؟

محمد صدیق عفی عنہ دفتر اجلاس خاص ریاست، ۲۰/صفر/۱۳۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

الفاظ مذکورہ میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں اور ہمارے عرف میں کنایۃً بھی ان میں سے مستقلاً کوئی لفظ طلاق کے لئے مستعمل نہیں(۲)۔ البتہ مجموعہ الفاظ میں طلاق کا احتمال ضرور ہے، خاص کر پہلے دو لفظوں کے بعد تیسرے لفظ کا ذکر کرنا اور پھر اس پر چوتھے کو مرتب کرنا، پس اگر تیسرا یا چوتھا لفظ وہاں کے عرف میں طلاق کے لئے مستعمل ہے تو نیت کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہوگی اور جتنی نیت کی اتنی واقع ہوں گی، لہٰذا بعد عدت نکاح درست ہوگا۔

اگر عورت کو کہا جائے کہ ''تم اور خصم کرلو'' تو اس سے بصورتِ نیت وقوعِ طلاق کا حکم فقہاء نے بھی تحریر کیا ہے:

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۲۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۳/۲۰۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ''خصم کرنا: خاوند کرلینا، اپنا یار بنا لینا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۹۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية''. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۳/۲۰۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

''إذا قال: لا أريدك، أو لا أحبك، أو لا أشتهيك، أو لا رغبة لي فيك، فإنه لا يقع وإن نوى في قول أبي حنيفة رحمه الله''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

"وبالنفي الأزواج تقع واحدة بائنة إن نواها، وثنتين وثلث إن نواها اهـ". الفتاوى العالمكيرية: ص: ٢٦٩ (١)۔

صورتِ مسئولہ میں محصور کرنے کی نسبت باپ کی جانب ہے، اس کو فقہاء نے نہیں لکھا، مگر اس میں احتمالِ طلاق ضرور ہے کو صرف احتمال بھی کافی نہیں، كما صرح به الشامي في أول باب الكنايات:

"ما ذكروه في تعريف الكناية ليس على إطلاقه، بل هو مقيد بلفظ يصح خطابها به، ويصلح لإنشاء الطلاق الذي أضمره أو للإخبار بأنه أوقعه، كأنت حرام، إذ يحتمل: لأني طلقتك أو حرام الصحبة، وكذا بقية الألفاظ. وليس لفظ اليمين كذلك؛ إذ لا يصح بأن يخاطبها "بأنت يمين" فضلاً عن إرادة إنشاء الطلاق به، أو الإخبار بأنه أوقعه، حتى لو قال: أنت يمين؛ لأني طلقتك، لا يصح، فليس كل ما احتمل الطلاق من كناية، بل بهذين القيدين، ولا بد من ثالث، هو كون اللفظ مسبباً عن الطلاق، وناشئاً عنه كالحرمة في أنت حرام۔

ونقل في البحر: ٣/٣٠٢ (٢) عدم الوقوع بلا أحبك، لا أشتهيك، لا رغبة لي فيك، وإن نوى. ووجهه أن معاني هذه الألفاظ ليست ناشئة عن الطلاق؛ لأن الغالب الندم بعده، فتنشأ المحبة والاشتهاء والرغبة بخلاف الحرمة، فإذا لم يقع بهذه الألفاظ مع احتمال أن يكون المراد: لأني طلقتك، ففي لفظ اليمين بالأولى". رد المحتار: ٢/٦٧١ (٣)۔

بلکہ عورت کو خطاب کی صحت اور انشائے طلاق یا اخبارِ طلاق کی صلاحیت لفظ میں ضروری ہے، نیز اس لفظ کا ناشی عن الطلاق ہونا بھی ضروری ہے اور یہ سب چیزیں کو پہلے اور دوسرے لفظ میں موجود نہیں، مگر تیسرے اور چوتھے لفظ میں ضرور موجود ہیں، اس لئے ان دونوں میں طلاق کا احتمال بہ نسبت پہلے دونوں کے زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/صفر/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۳۰/صفر/۱۳۵۷ھ۔

---

(١) (الفتاوى العالمكيرية: ١/٣٧٥، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(٢) (البحر الرائق: ٣/٥٢٨، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(٣) (رد المحتار: ٣/٢٩٦، باب الكنايات، سعيد)

لفظ ''جواب'' سے طلاق

سوال[۶۲۲۱]: شوہر اپنی بیوی کو بہت مار پیٹ لگاتا تھا، لڑکی کی والدہ نے داماد سے کہا کیوں مارتے ہو؟ تو لڑکا بولا (گالی دیکر) ''کیا آپ جواب چاہتے ہیں'' لڑکی کی والدہ بولی جو آپ کی طبیعت ہے کر دیجئے تو لڑکا گالی دے کر چند مرتبہ بولا: ''لو جواب، لو جواب، لو جواب، لو جواب'' لڑکی وہاں موجود نہیں تھی۔ امید ہے کہ شرعی حکم سے جلد آگاہ کریں گے۔

پھلواری شریف کا جواب

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اگر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہوں تو دوبارہ نکاح کرکے ساتھ رہ سکتے ہیں خواہ عدت کے اندر ہو یا بعد عدت۔ فقط واللہ اعلم۔

دار الافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ بہار، ۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۶ھ۔

سوال: ایک استفتاء کا جواب جو امارت شرعیہ بہار نے دیا ہے کیا سوال کے مطابق جواب درست ہے؟ جواب میں منسلک ہے؟ چونکہ آپس کے لوگوں میں شدید اختلاف ہو رہا ہے لہٰذا جلد جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اختلاف کی تفصیل معلوم ہوتی تو اس کے متعلق بھی لکھا جاتا، اگر یہ لفظ ''لو جواب'' طلاق کے لئے بھی مستعمل ہے اور اسی نیت سے شوہر نے یہ لفظ کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، کیونکہ لفظ کنایہ سے طلاق

---

(۱) ''كناية ما لم يوضع له واحتمله وغيره، فلا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال ... ويقع بباقيها أي بباقي ألفاظ الكنايات المذكورة البائن إن نوى''. (الدر المختار: ۳/۳۰۲، ۳۰۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۵، ۷۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۳۲، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق، سعيد)

بائن ہوتی ہے اور اس کو مکرر بولنے سے دوسری طلاق نہیں ہوتی: "البائن لا یلحق البائن". درمختار (۱)۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ لفظ بیوی کے حق میں بولا ہو یعنی بیوی کو طلاق دینا ہی مقصود ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۹۶ھ۔

"جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا" سے طلاق کا حکم

سوال [۱۲۲۲]: زید نے بحالتِ غضب اپنی زوجہ سے کہا کہ "میں نے تجھ کو جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا"۔ یہ لفظ تین چار بار کہا۔ تو کیا اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی؟ یا کون سی طلاق ہوگی؟

الجواب: صورتِ مسئولہ میں اس کی بیوی پر ایک بائن طلاق واقع ہوگئی، اگر بیوی رضامند ہو تو دوبارہ نکاح درست ہے۔

احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند۔

اس جواب میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا جس سے ہم لوگوں کو اطمینان ہوتا، فتاوی امدادیہ کی اس عبارت کو مدنظر رکھتے ہوئے تین طلاق متعین ہیں اور یہاں تین نہیں۔

سوال: میرے شوہر زید نے بحالتِ غضب مجھ کو یہ لفظ کہا کہ "اگر شام تک میرے گھر نہ آئی تو میری طرف سے جواب ہے الخ"۔ اس سوال کے جواب میں حضرت تھانوی نے فتاوی امدادیہ میں لکھا ہے کہ: "یہ لفظ کہ "میری طرف سے جواب ہے" عرفاً کنایہ ہے طلاق سے، جیسا کہ اہلِ زبان سے تحقیق ہوا اور یہ کنایہ کے اقسام میں سے اس قسم سے ہے جس میں رد وسب کا احتمال نہیں، بلکہ محض جواب ہی مستعمل ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ صرف حالتِ رضا میں نیت شرط ہے، دلالتِ حال یعنی غضب اور مذاکرہ میں شرط نہیں، کما صرح به الفقهاء۔

اور صورتِ مسئولہ میں دلالتِ حال متحقق ہے، یعنی غصہ، اور واقعہ اسی طرح ہے تو حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگئی اور چونکہ اس لفظ کو اہلِ عرف قطعی فیصلے کے حق میں مستعمل کرتے ہیں اور قطعی فیصلہ کا اثر ہے تحریم، اور

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۳۰۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۶۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیة بیروت)

مخصوص ہے بائن کے ساتھ، اس لئے طلاق بائن ہوگی، کما حققہ العلامۃ الشامی تحت قول الدر المختار (۱)۔

پس اگر یہ بیان واقع میں صحیح ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، اور تم کو شوہر کے ساتھ رہنا جائز نہیں، باقی اگر برضامندی تجدید نکاح کرلو تو جائز ہے کیونکہ طلاق تین نہیں ہیں۔ فقط" (۲)۔

کیا تین بار "جواب دے، جواب دیا" کہنے سے بھی طلاق بائن ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہاں کے جواب میں اختصار تھا، حضرت تھانویؒ کے جواب میں تفصیل ہے، خلاصہ ہر دو جواب کا ایک ہی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ لفظ عرفاً کنایۂ طلاق ہے، جب کہ بیوی کے حق میں بولا جائے، اس سے طلاق بائن ہوگی (۳)۔ اب رہ گئی یہ بات کہ اس لفظ کے تین دفعہ بولنے پر بھی تین طلاق کیوں نہیں ہوئی تو اس کی وجہ در مختار میں موجود ہے: "البائن لا یلحق البائن اھ" (۴)، جب ایک طلاق بائن واقع ہو جائے تو اس کے بعد طلاق بائن لاحق نہیں ہوتی، لفظ "کنایہ" کو مکرر کہنے سے بھی ایک ہی طلاق رہتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۱۳۹۲ھ۔

---

(۱) "والحاصل أنه لما تعورف به الطلاق، صار معناه تحريم الزوجة، وتحريمها لا يكون إلا بالبائن".

(رد المحتار: ۳/۳۰۰، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(۲) (امداد الفتاویٰ: ۲/۴۴۳، کتاب الطلاق، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۳) "والکنايات لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال، وهي حالة مذاكرة الطلاق والغضب" (الدر المختار: ۳/۲۹۷، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۱۰۲، فصل في شرط النية في الكناية، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۱۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۴) (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ۳/۳۰۸، سعید)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۷۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۵۳۴، رشيديه)

"اپنا مہر لے لے" سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۲۳]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے جھگڑا کرنے کے بعد یہ کہا کہ "تو اپنا مہر لے لے"، عورت نے کہا کہ میں مہر تو نہیں لیتی، میری اس میں کیا خطا ہے اور چل کھانا کھالے، مرد نے کہا کہ میں نہیں کھاتا، اتنے میں چند لوگ آئے اور پکڑ کر اس کے مکان پر لے گئے اور کھانا کھلا دیا اور پھر دونوں آپس میں رضامند ہوگئے، آیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر صرف یہی الفاظ کہے ہیں، اور کوئی دوسرا لفظ ایسا نہیں کہا جس سے طلاق واقع ہوسکے تو شرعاً ان الفاظ کے کہنے سے جو سوال میں مذکور ہیں طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ نہ صریح ہیں نہ کنایہ(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، جواب صحیح ہے: سعید احمد، ۳/۳/۱۲/۵۵ھ۔

زیور اتار کر واپس کرنے سے آزاد سمجھنا

سوال[۶۲۲۴]: محمد یوسف کی اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگئی، عرصہ دو سال کے بعد بارخصتی کی حالت میں جو زیورات دولہا کی طرف سے لڑکی کو دیئے گئے تھے، شوہر اپنی بیوی کے تن سے اتروا کر سسر کو دینے لگا کہ "اپنا زیور سنبھالو، میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں، کب ڈھول باجا ہوا اور کب گیت گال ہوئی"۔ لہٰذا اس کہنے سے محمد یوسف کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ رواج ہے کہ تاج رنگ نہ ہوا گر شادی میں، تو زیور اتار کر واپس کرنے سے بیوی کو شوہر سے آزاد سمجھتے ہیں۔ لہٰذا جناب والا شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

---

(۱) "وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية ... وأراد اللفظ ولو حكماً ليدخل الكتابة المستبينة ... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

باب الطلاق بالکتابۃ

(تحریری طلاق کا بیان)

تحریری طلاق کا حکم

سوال [۶۲۲۵]: ایک شخص نے طلاق نامہ اپنی بیوی کو لکھ دیا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہا، تو کیا یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

واقع ہو جائے گی "كتب الطلاق، وإن مستبيناً على نحو لوح، وقع إن نوى، وقيل مطلقاً" در مختار. "(قوله: مستبيناً) بأن كان على وجه يمكن فهمه وقراءته، وإلا فلا يقع. (قوله: وقع إن نوى) هذا في المكتوب على غير وجه الرسم والرسالة. (قوله: مطلقاً) سواء نوى أم لم ينو." طحطاوي على الدر: ۲/۱۱۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق بالکتابت

سوال [۶۲۲۶]: ایک شخص کا نکاح ہوا ہے، رخصتی نہیں ہوئی، کچھ عرصہ گذرنے کے بعد وہ شخص اپنی منکوحہ کو [illegible] دیتا ہے جس کو ایک سال کے قریب ہوتا ہے، جب کہ لڑکی کے ورثاء اس کی شادی دوسری جگہ

(۱) حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/۱۱۱، كتاب الطلاق، دار المعرفة بيروت)

"الكتابة على نوعين ... وإن كانت مرسومة يقع الطلاق، نوى أو لم ينو" (الفتاوى العالمكيرية: [illegible]، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: [illegible]، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

کرنے کو تیار ہے، تو وہ شخص کہتا ہے کہ مجھ سے زبردستی آزاد کردیا ہے، حالانکہ طلاق نامہ باقاعدہ لکھا ہوا ہے اور محرر کے رجسٹر پر باقاعدہ نشان انگوٹھا اور دستخط ہے، اب یہ فرمایئے کہ وہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اصلی طلاق نامہ ہمراہ بھی ہے، نیز ایک آنہ کا برائے جواب ارسال ہے۔

پتہ یہ ہے: محمد اختر، ایجنٹ محلہ مولویان، قصبہ سیوہارہ، ضلع بجنور۔

نقل اصل طلاق نامہ

"من کہ عبدالرشید ولد حاجی نتھے قوم شیخ، ساکن موضع قوضی پورا، تحصیل امروہہ ضلع مرادآباد کا ہوں، جو کہ مسماۃ فاطمہ دختر عبدالمجید قوم شیخ، ساکن سیوہارہ ضلع بجنور سے میرا نکاح ہوا تھا، اور ہنوز رخصتی نہیں ہوئی تھی اور اس درمیان میں باہم کچھ مناقشات پیچیدہ پڑ گئے جس کی وجہ سے یہ رشتہ قائم رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے، اور نیز میرے رشتہ دار بھی اس رشتے کو قائم رکھنا نہیں چاہتے۔

بغرض رفع تنازع روبرو گواہان ذیل میں اپنی منکوحہ کو تین طلاق مسنون طریقہ پر رہا کرکے آزاد کرتا ہوں اور بعد انقضائے عدت کے اختیار رہے گا کہ جہاں چاہے وہ اپنا نکاح کرے یا اس کے وارثان کرادیں، آئندہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں رہا، اور یہ طلاق نامہ لکھوادیا کہ سند ہو"۔

المرقوم: ۱۰/ دسمبر ۱۹۴۳ء، بقلم اشتیاق حسین وثیقہ نویس تحریر ہوکر ورق رجسٹر ۲۸۰ ہوا۔ گواہ: العبد (....) گواہ: العبد (....)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو الفاظ طلاق نامہ میں لکھے ہیں اگر ان کو زبان سے بھی ادا کیا ہے تو طلاق بہرصورت واقع ہوگئی خواہ خوشی سے کہے ہو خواہ زبردستی کہلائے گئے ہوں(۱)۔ اور اگر زبان سے ادا نہیں کئے بلکہ صرف لکھ کردیئے ہیں یا

---

(۱) "ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرھاً وسکران واخرس باشارتہ". (تبیین الحقائق: ۳/۲۴۲، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لایقع طلاقہ، رشیدیہ)

خود لکھ کر بھی نہیں دیئے بلکہ دوسرے کے لکھے ہوئے طلاق نامہ پر دستخط کیے ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ طلاق نامہ ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خوشی سے یعنی بغیر کسی کے جبر واکراہ کے لکھ کر دیئے ہیں یا دستخط کئے ہیں تو طلاق واقع ہوگی (۱)۔ اور اگر دوسرے کے جبر واکراہ سے لکھ کر دیئے ہیں یا دستخط کیے ہیں تو طلاق واقع نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف غفرلہ

طلاق نامہ امانت رکھوا دیا

سوال[۱۲۲۷]: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ: چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ: شخصے گفت: من زوجۂ خود بلفظ ہیچ نوع طلاق نہ دادہ ام، مگر در طلاق نامہ بالالتزام زوجہ سہ طلاق نوشتہ، نیز شخصے امانت دادہ بودم۔ بعدہ آں شخص طلاق نامہ را نزد پدر زوجہ ارسال نمایند، پس مطلق اقرار می نماید کہ حق است کہ من برائے نرسانیدن آں کتابت دادہ ام نہ بسبب طلاق، و در کتابت لفظ "نرسانیدن" و آگاہی نمودن

= (وكذا في الدر المختار: ۳/۲۴۵، كتاب الطلاق، سعيد)

(۱) "وإن كانت مرسومة، يقع الطلاق نوى أو لم ينو. ثم المرسومة لا تخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق". (رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۱، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(۲) "رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة ههنا". (فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، كراچی)

مذکور نیست، فقط زبانی گفت پس بصورت مذکورہ زوجہ او مطلقہ مغلظہ گردیدہ یا نہ؟

بینوا توجروا۔

طلاق نامہ کا ترجمہ:

"کاتب محمد عصمت علی پسر پٹھان علی، ساکن خود یار لیک، باشندہ خود یار لیک کے محمد روشن علی صاحب کی لڑکی مسماۃ اطالین خاتون سے میں نے نکاح کیا تھا اب میرے ساتھ مخالفت ہونے کی وجہ سے زیور مہر بابت کل دو سو دس تولہ میں نے نصف ادا کر کے اور نصف رعایت لے کر موجودگی چند شاہدین طلاق دیتا ہوں، اب تم کو دوسری جگہ جا کر دوسرا شوہر اختیار کرنے میں مجھ کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ اس زوجہ سے میری ایک لڑکی ہوئی، اس لڑکی کیلئے خورد ونوش بابت ایک سال کا خرچہ دے دیا گیا۔ اس اقرار پر میں نے طلاق نامہ لکھ دیا فقط۔

کاتب محمد عصمت علی پسر پٹھان علی ساکن خود یار لیک۔

شوہر کا بیان:

زوجہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کے مکان جاتے وقت زوج کے گھر سے روپیہ پیسہ چوری کر کے لے جایا کرتی تھی، چند مرتبہ پکڑی گئی تو زوج نے زوجہ کو کہا کہ تم اپنے نامناسب حرکت سے باز آؤ، اور آئندہ کیلئے اپنا اخلاق درست کرو، اس طرح نقد وا سباب چوری مت کرو۔ باوجود اس کے وہ زوجہ بار بار چوری کیا کرتی تھی، کئی دفعہ لوگوں کے سامنے بھی پکڑی گئی، پھر بھی زوجہ مخالفت کرتے ہوئے بلا اجازت زوج اپنے باپ کے یہاں چلی گئی تھی۔

زوج نے منع کرنے میں بہت کوشش کی تب بھی باز نہیں آئی، اس لئے اس کو ڈرانے کی غرض سے زوج نے زوجہ کا نام لے کر ایک کاغذ میں تین طلاق لکھ کر ایک شخص کے پاس رکھ دیا، لیکن یہ طلاق نامہ زوج نے زوجہ کے والد کو بھی نہیں دیا بلکہ دوسرے شخص کے پاس بطور تنبیہ رکھ دیا اور کہا کہ اگر میری زوجہ میری بات کی مخالفت یا چوری کرے تو

طلاق بالکتابت

سوال [۵۸۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ:

زید نے اپنے بھتیجے خالد سے کہا کہ میری بھانجی ہندہ کا نکاح عمرو اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں تیری زبردستی اور جبر سے ہوا تو تین طلاق پڑے گی اور اس مضمون کی ایک تحریر بھی تم کو لکھنی پڑے گی، اس پر خالد نے کہا کہ میں ایسی تحریر لکھ دوں گا۔ اس کے بعد زید نے ایک تحریر کسی شخص سے اس مضمون کی لکھوائی کہ "میں اپنی بہن کا نکاح زبردستی سے یا خوشی سے عمرو اور بکر کے قبیلوں میں کروں تب بھی میری بیوی کو تین طلاق ہوگی"۔ اور اس تحریر کو لکھوا کر بھتیجے مذکور خالد سے کہا کہ اس پر دستخط کر دے، خالد نے بھی بغیر تحریر مذکور کو پڑھے اس پر دستخط کر دیئے، اب صورت مذکورہ بالا میں امور مستفسرہ حسب ذیل ہیں:

۱... اس قسم کی تحریر کے بعد اگر ہندہ خود اپنی خوشی سے عمرو اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ سے نکاح کرے تو خالد کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

۲... اس قسم کی تحریر پر دستخط کرنے سے جس کو دستخط کرنے والے نے پڑھا بھی نہ ہو طلاق واقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۳... اگر واقع ہو جاتی ہے اور ایسی تحریر شرعاً معتبر ہو تو کیا ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ہندہ عمرو و بکر کے قبیلوں میں نکاح کرے تو اس کی بھاوج پر طلاق واقع نہ ہو؟

۴... اس قسم کی تحریر لکھوا کر اور بغیر پڑھائے دستخط کرا لینا اور مخصوص قبیلوں میں شادی کر دینے سے روک دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

قاضی محمد اسمٰعیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(۱) اگر خالد نے مضمون تحریر پر اطلاع پا کر دستخط کیے ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے تب تو یہ تحریر شرعاً معتبر ہے، یعنی وقوع شرط کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی:

"رجل استکتب من رجل آخر إلى امرأته کتاباً بطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه

۔ [illegible] دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وطواہ وختم وکتب فی عنوانہ وبعث بہ إلی امرأتہ، فأتاھا الکتاب وأقر الزوج أنہ کتابہ، فإن الطلاق یقع علیھا". عالمگیری: ۲/۳۷۹(۱)۔

اگر خالد کو اس مضمون پر اطلاع نہیں ہوئی بلکہ کوئی دوسری تحریر سمجھ کر دھوکہ سے اس پر دستخط کردیئے اور اس کے مضمون کا اقرار کرتا ہے تو یہ تحریر کالعدم ہے، جیسا کہ کسی دوسرے کی تحریر سے اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوتی اسی طرح اس تحریر سے بھی نہ ہوگی:

"وکذلک کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ، لایقع بہ الطلاق إذا لم یقر أنہ کتابہ، کذا فی المحیط، اھ"(۲)۔

اسی طرح اگر مضمون پر مطلع ہو کر مجبور کرا کر شرعی دستخط کیے ہیں تب بھی طلاق نہ ہوگی۔

"رجل أکرہ بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان، فکتب: امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان طالق، لاتطلق امرأتہ". قاضی خان: ۱/۴۷۳(۳)۔

۳۔۔۔ ۲،۱ سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ تحریر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر ہے تو پھر اس کی صورت جس سے ہندہ عمرو، بکر کے قبیلوں میں سے کسی میں نکاح کرنے تو اس کی معاوضے پر طلاق نہ پڑے یہ ہے کہ: ہندہ اور خالد کے علاوہ کوئی تیسرا شخص جو کہ فضولی ہوگا، ہندہ کا نکاح کردے اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو، پھر ہندہ اور

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳/۳۸۰، إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳/۳۸۱، إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارۃ القرآن کراچی)

(۳) (الفتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳/۳۸۰، إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارۃ القرآن کراچی)

تحریری طلاق

سوال [۱۰۲۲۱]: زید بعد نماز تراویح مکان پر آکر لیٹ گیا، بعد ازاں ہندہ لڑکے کو لے کر آئی، اور زید کے پلنگ پر لٹا دیا، لڑکا رونے لگا، زید نیند سے بیدار ہو گیا، زید نے ہندہ سے کہا کہ لڑکے کو دیکھو بہت پریشان کیے ہوئے ہے۔

زید نے لڑکے کو خاموش کرنے کی کوشش کی، لیکن لڑکا خاموش نہ ہوا، اس کے بعد زید نے ہندہ کو جگایا اور لڑکے کو لے جانے کیلئے کہا اور کہا کہ خاموش نہیں ہوتا، اس پر ہندہ نے کہا کہ آپ کو دیکھنا ہوگا، زید نے متعدد بار لے جانے کو کہا جس پر ہندہ نے یہی کہا کہ آپ ہی کو دیکھنا ہوگا، اس پر زید نے کہا لڑکے کو لے جاؤ، اس نے انکار کیا۔ زید نیند کے غلبہ کی وجہ سے غصہ ہوا اور طمانچہ مارا اور چارپائی سے اتار دیا، اس کے بعد ہندہ خوب روئی اور لڑکا سو گیا۔

جب صبح ہوئی یعنی تقریباً ۹ بجے زید بازار جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ہندہ نے زید کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ میری فرصت کرکے جاؤ، زید نے کہا کہ رات کے گزرے ہوئے واقعہ کو مت یاد کرو، یہ بے کار بات ہے، لیکن وہ نہ مانی۔ زید نے کہا اپنے والدین کو بلاؤ، ان کی موجودگی میں اچھی ہے، ہندہ نے کہا کہ بغیر فرصت جانا مشکل ہے، زید بازار جانا چاہتا ہے، ہندہ نے دامن نہیں چھوڑا اور فرصت کا تقاضا کرتی رہی اور کہا کہ مہر معاف کرتی ہوں، طلاق دیدو، زید نے پڑوسن عورت سے پوچھا کہ ہندہ کیا کہہ رہی ہے؟ پڑوسن عورت نے کہا کہ وہ ہندہ کہتی ہے کہ میں مہر معاف کرتی ہوں طلاق دیدو۔

اس کے بعد زید نے یہ مضمون لکھا "میں نے بغیر اپنے والدین کی اجازت اپنی بیوی کو طلاق دیا"۔ ۲/۹/۶۳ء، زید نے یہ مضمون ہندہ کو دیدیا۔ اس کے بعد ہندہ نے کہا کہ میں مہر رکھتی، میں چھڑا لیتی ہوں، اس نے دیدیا اور کہا کہ تمہاری چیز ہے لے لو، لینے کے بعد ہندہ نے کہا کہ لڑکے کیلئے کیا کہتے ہو؟ زید نے کہا تمہاری خوشی، تم لے جاؤ یا چھوڑ دو، ہندہ لڑکا لے گئی۔

(نوٹ) ہندہ حالت حمل میں ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی تو طلاق کی کونسی قسم؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے جو الفاظ لکھ دیے ہیں اگر وہ بیوی کے سامنے نہیں لکھے بلکہ لکھ کر بیوی کو دے دیے تو ان سے طلاق رجعی واقع ہوئی ہے(۱)۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں رجعت درست ہے(۲) اور بعد عدت باہمی رضامندی طرفین دوبارہ نکاح درست ہے(۳)۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے(۴)۔ اگر طلاق اس شرط پر دی کہ ہندہ مہر معاف کردے اور مہر کے معاف کو طلاق کا عوض قرار دیا ہے تو طلاق بائن ہوئی(۵)۔ اس صورت میں شوہر کو رجعت کا

---

(۱) "ثم إن كتب على الوجه المرسوم ولم يعلقه بشرط بأن كتب: أما بعد، يا فلانة! فأنت طالق، وقع الطلاق عقيب كتابة لفظ "الطلاق" بلا فصل، لما ذكرنا أن كتابة قوله: "أنت طالق" على طريق المخاطبة بمنزلة التلفظ به". (بدائع الصنائع: ۳/۲۰۲، فصل في النوع الثاني، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، فصل الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(۲) "وتصح الرجعة إن لم يطلق الزوج امرأته الحرة ثلاثاً بغير رضاها ... ومن شرطها ... أن تكون المرأة في العدة". (تبيين الحقائق: ۳/۱۰۳، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

"وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، باب الرجعة، رشيدية)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها، أي بعد انقضائها". (النهر الفائق: ۲/۴۲۴، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۳۰۲، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۴) "وأما عدة الحمل فهي بقية مدة الحمل، قلت أو كثرت ... لقوله تعالى: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾". (بدائع الصنائع: ۳/۳۰۳، ۳۳۰، فصل في مقادير العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۳۰۷، ۳۱۰، باب العدة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۵) "ابن سماعة عن أبي يوسف: إذا أبرأت المرأة زوجها عما لها عليه على أن يطلقها ففعل، جاز ذلك، وجازت البراءة، وكان الطلاق بائناً". (التاتارخانية: ۳/۴۵۳، إيقاع الطلاق بالمال، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۴۸، فصل في الخلع بلفظ البيع والشراء، رشيدية)

محتاج نہیں، البتہ اگر طرفین رضامند ہوجائیں تو دوبارہ نکاح صحیح ہے، خواہ عدت میں کرے یا بعد عدت۔ یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہو، اگر زید انکار کردے اور کہہ دے کہ یہ تحریر میں نے نہیں لکھی تو کسی قسم کی طلاق نہ ہوگی جب تک دو آدمی معتبر گواہ شرعی ثبوت نہ ہو کہ یہ تحریر زید ہی کی ہے۔ کذا فی الهندیة (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/شوال/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/شوال/۶۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۰/۱۳۶۲ھ

ایضاً

سوال [۶۲۳۰]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو بحیثیت طلاق لکھ کر یہ تحریر دی کہ: "اب میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں"۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اس سے طلاق بائن پڑ گئی اور دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، ان ہی مولوی صاحب نے ہندہ کی رضامندی سے زید کے باپ اور ماں اور بہن کی موجودگی میں زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح کردیا۔ اس پر ہندہ کے ماموں نے کہا کہ یہ نکاح نہیں ہوا، ہندہ بالغ ہے پہلے ہی سے، تو ہندہ کا نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی کے سامنے تحریر لکھ کر طلاق دی جائے اور زبان سے نہ کہا جائے تو طلاق ہی واقع نہیں ہوتی (۲)، بیوی کی عدم موجودگی میں لکھ کر بھیجنے سے طلاق ہوجاتی ہے، پہلا نکاح جس کے ساتھ ہوا تھا اس کے

---

(۱) "کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه، لا یقع الطلاق إذا لم یقر أنه کتابه". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، طلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۳/۳۸۰، فصل: إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) مذکورہ صورت میں زید کی تحریر مستبین غیر مرسوم کے قبیل سے ہے، جس میں نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے، زید نے چونکہ بحیثیت طلاق تحریر لکھ کر دی ہے، اس لئے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ باقی حضرت مفتی صاحب نے جو عدم وقوع طلاق کا فتویٰ دیا ہے، الاشباہ کی عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ الاشباہ میں ہے: "وظاهره أن المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر"۔ لیکن اس کے بارے میں علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قوله: "وظاهره أن المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر" لم یظهر وجه ظهوره من عبارة الأشباه". (تقریرات الرافعی: ۲/۲۵۵، سعید)

ساتھ دوسرا نکاح ہوا۔ اور لڑکی بالغہ ہے تو دوبارہ نکاح کیلئے باپ کی اجازت لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۱/۱۳۸۸ھ۔

دستخط کے بغیر تحریری طلاق

سوال [۶۶۴۳]: رحیم الدین کی لڑکی صفیہ ہے، رحیم الدین نے اپنی لڑکی صفیہ کی بکر کے لڑکے کریم کے ساتھ شادی کردی۔ چند روز کے بعد صفیہ اور کریم کے درمیان مخاصمت ہوئی، اس بنا پر رحیم الدین صفیہ کو گھر لایا، تھوڑے دنوں کے بعد رحیم الدین ایک طلاق نامہ لایا اور کہا میں صفیہ کا طلاق نامہ لایا ہوں۔ چند دنوں بعد مرض الموت میں رحیم الدین نے انتقال کیا۔ رحیم الدین جو طلاق نامہ لایا اس میں کریم کے تحریری دستخط نہیں تھے، بلکہ انگوٹھے کی سیاہی سے ٹیپ تھی۔ جب صفیہ کی عدت ختم ہوئی تو بکر نے کریم کو بلایا جو صفیہ کا شوہر تھا تو کریم نے کہا کہ میں نے واللہ! صفیہ کو طلاق نہیں دی، بلکہ میں اس روز گھر ہی میں نہ تھا، اگر طلاق نامہ صحیح ہوتا تو طلاق نامہ میں میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے دستخط ہوتے، اس لئے کہ میں لکھنا جانتا ہوں۔

تو اس بنا پر صفیہ کی ماں کریم سے طلاق لینے کیلئے اس کو اپنے گاؤں کے پریذیڈنٹ صاحب کے پاس لائی، پریذیڈنٹ نے طلاق نامہ مانگا اور دیکھ کر کریم سے پوچھا کہ کیا تم نے رحیم الدین کی لڑکی صفیہ سے شادی کی، اس نے کہا: ہاں، کہا: کیا تم نے اپنی زوجہ صفیہ کو طلاق دی؟ کریم نے کہا: نہیں، کہا: اگر تم نے طلاق نہیں دی تو طلاق نامہ میں یہ کس کا ٹیپ ہے؟ کریم نے کہا: حضور! میں لکھنا پڑھنا جانتا ہوں... کہا کیا تم لکھنا پڑھنا جانتے ہو، اگر جانتے ہو تو میرے سامنے لکھو، کریم نے فوراً ایک کاغذ پر اپنا نام پتہ سب کچھ لکھ دیا، اس کی مشاہدہ پر پریذیڈنٹ نے اس طلاق نامہ کو جھوٹا ثابت کیا، اور کریم سے طلاق لے لی، اب عدت کا کیا قصہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تحریر کی رو سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی۔ "کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لایقع الطلاق مالم یقر أنه کتابه اھ". رد المحتار: ۳/۵۸۹(۱)۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

ہوگی؟

۳.....اگر بیوی کو اس کی اطلاع فوری نہ کی جائے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.... وقوع طلاق کیلئے صراحۃً بیوی کا ذکر یا اس کا نام ہونا ضروری نہیں، اضافت معنویہ جس سے یہ معلوم ہوجائے کہ بیوی کو طلاق دے رہا ہے وہ کافی ہے اور یہ چیز اس تحریر میں صاف موجود ہے(۱)، اس لئے طلاق واقع ہوگئی۔ رہی یہ بات کہ کتنے طلاق ہوئیں، ایک طلاق تو بلاشبہ واقع ہوگئی، لیکن لفظ "طلاق" میں نیت تین کی کی جاسکتی ہے اس لئے محتمل تین کو ہے، اگر نیت تین کی نہیں کی ہے تو ایک طلاق رجعی ہوگئی، "میری طرف سے طلاق ہے" یہ لفظ صریح ہے اور صریح سے طلاق رجعی ہوتی ہے(۲)۔

اس کے بعد جو لکھا ہے اس سے بظاہر تفریع اور مشورہ مقصود ہے، انشائے طلاق مقصود نہیں ہے، لیکن "تمہاری کسی اچھی جگہ کردیں" کنایاتِ طلاق سے ہے، مگر کنایات طلاق کی اس قسم سے ہے جس میں نیت کی ضرورت ہے، صرف دلالتِ حال یا مذاکرہ کافی نہیں ہے، کما فی البحر: ۳/۳۰۲ (۳)۔

---

(۱) "ولا یلزم کون الإضافة صریحة فی کلامه لما فی البحر: لو قال: طالق، فقیل له: من عنیت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته ... لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها، لا بطلاق غیرها"

(رد المحتار: ۳/۲۴۸، باب الصریح، مطلب: سن بوش یقع به الرجعی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۴۴۳، باب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۸، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(۲) "صریحه ما لم یستعمل إلا فیه کطلقتک، وأنت طالق، ومطلقة، یقع بها أي بهذه الألفاظ واحدة رجعیة" (الدر المختار: ۳/۲۴۷، ۲۴۹، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۴، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۶۰، الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۳) "لا تطلق بها إلا بنیة أو دلالة الحال ... وفي غیرها تقع بائنة إن نوی ثنتین، وتصح نیة الثلاث وهي: یا بائن بتة بتلة ... فهي، قومي، ابتغي الأزواج: أي إن أمسکک وحل لک، تزوجي الأزواج؛ لأني طلقتک". (البحر الرائق: ۳/۵۰۱، ۵۲۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیه)

۲- تحریر سے معلوم ہوگیا کہ ایک طلاق تو قطعاً ہوگئی، باقی احتمال تین طلاق سے واقع ہونے کا بھی ہے، اس کے لئے فی الحال تو سوال کی ضرورت نہیں ہے، ہاں، اگر شوہر تجدید نکاح یا رجعت کا دعویٰ کرے تو اس وقت اس سے دریافت کرلیا جائے۔

۳- رجوع اپنی جگہ کرلینا کافی ہے، لیکن قضاءً ثبوت کیلئے دو گواہ ضروری ہیں، عورت کو اطلاع دینا ضروری نہیں، دیانۃً گواہ بھی ضروری نہیں ہیں، لیکن اطلاع دینا مستحسن ہے

"والرجعة على ضربين: سني وبدعي، فالسني أن يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها ويعلمها، ولو راجعها بالقول ولم يشهد أو أشهد ولم يعلمها، كان مخالفاً للسنة". البحر: ۴/۵۱ (۱)۔

۴- چونکہ یہ خط خسر کے نام ہے اور ظاہر الفاظ سے طلاق رجعی معلوم ہوتی ہے، اس لیے فوری اطلاع کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ معتدہ رجعی کیلئے حداد نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۲/۲ ۱۳۶۷ھ۔

استفتاء متعلقہ سوال بالا

سوال [۱۹۳۳]: زید نے اپنے خسر کو خط لکھا جس کی عبارت حسب ذیل ہے:

"میرا اقبال اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں امیر کو لے کر رہ سکوں، لہذا آج بروز جمعرات،

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۲۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۱) (البحر الرائق: ۴/۵۸، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱/۴۶۹، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۹۳، الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "لايجب الحداد على الصغيرة، والمجنونة الكبيرة، والكتابية، والمعتدة من نكاح فاسد، والمطلقة طلاقاً رجعياً". (الفتاوى العالمگيرية: ۱/۵۳۳، الباب الرابع عشر في الحداد، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۵۵۳، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۳۲، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

۲۲/اپریل کو میری طرف سے طلاق ہے، آپ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کردے جہاں وہ بقیہ زندگی سکون سے بسر کر سکے، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ آپ آئندہ ہونے والے داماد سے یہ شرط کر لے کہ اِنخ"۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبارت بالا میں ایک طلاق واقع ہوئی ہے یا زائد؟ منشائے سوال یہ ہے کہ لفظ نمبر: ۲ جو بمعنی "تزوجی" اور نمبر: ۳ جو بمعنی "ابتغی الأزواج" ہے کوئی عمل کریں گے یا نہیں، اگر کریں گے تو نیت کا محتاج ہے یا نہیں؟ فقہاء نے "تزوجی" کو ان کنایات میں شمار کیا ہے، جہاں مذاکرۂ طلاق کافی نہیں، بلکہ نیت کی ضرورت ہے، کما فی البحر: ۳/۳۰۲(۱)۔ لیکن یہاں مذاکرۂ طلاق نہیں ہے، بلکہ صریح لفظ طلاق پر مرتب ہے اور "اذهبی وتزوجی" کو صاحب درمختار نے "تقع واحدۃ بلانیۃ" لکھا ہے(۲)، شامی نے اس پر تعقب کیا ہے، لیکن وہ تعقب جو "لاسی طلقتک" کے احتمال سے پیدا کیا ہے یہاں طلاق کی تصریح سے مرتفع ہے اور "انت طالق اعتدی" میں دو طلاقیں واقع کی ہیں۔

۲... اگر الفاظ بالا سے ایک طلاق واقع ہوئی تو وہ رجعی ہوئی یا بائنہ؟ لفظ صریح ہے، لیکن علامہ شامی نے بدائع سے جو تحقیق نقل کی ہے اس میں صریح کو ان صورتوں میں بائن قرار دیا ہے:

"مقرونا بعدد الثلاث نصاً أو إشارۃ، أو موصوفاً بصفۃ تنبئ عن البینونۃ، أو تدل علیها من غیر حرف العطف، أو شبهاً بعدد، أو صفۃ تدل علیها، اھ"(۳)۔

پس عبارت بالا میں لفظ نمبر ۲ اور نمبر: ۳ کا اقتران بینونت پر دال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

احقر محمود الحسن غفرلہ، از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم، یکشنبہ ۲۱/۶/۱۳۶۷ھ۔

الجواب: زید کے اس خط سے اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن کا حکم ہوگا، نہ تین طلاقوں یا طلاق رجعی کا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ دہلی۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۳/۵۰۳، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۳۰۱، باب الکنایات، قبیل تفویض الطلاق، سعید)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۰۵، باب الصریح، مطلب الصریح نوعان رجعی وبائن، سعید)

کما صرح بہ فی الہندیۃ: ۲/٤٤٦(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۷/۱۳٦٧ھ۔

جواب: منجانب دار الافتاء دار العلوم دیوبند

طلاق تو بلفظ صریح واقع کی گئی ہے، مگر اس کے بعد کوئی ایسا لفظ جس میں اضافت طلاق کی زوجہ کی طرف ہو، نہیں ہے، اگر ہے تو وکیل جرو تیج زوجہ ہے، کیونکہ اپنے خسر کو وکیل بالتزویج بنادیا ہے، کتب فقہ میں بھی کوئی نظیر نہیں ملی کہ جس میں توکیل بالتزویج کا کوئی حکم بیان کیا گیا ہو۔ "تزوجی، ابتغی الأزواج" وغیرہا الفاظ میں بصراحت خطاب زوجہ کو ہے، اس لئے ان الفاظ کے سلسلہ میں تتبع شاید مکمل نہ ہوا ہو، مثلاً: "اعتدی، تقنعی، استتری، تخمری" کنایات طلاق میں سے ہیں، عالمگیری: ۱/۳۷۵، فی ایقاع الطلاق (۲)۔ لیکن وکیل بقبول المرأة میں کسی جگہ طلاق کی بحث نہیں دیکھی، اگر کوئی شخص کسی سے کہہ دے کہ "میری بیوی کو وہ پیغام پہنچادے یا پردہ میں؟ دے" ان الفاظ کو کہیں طلاق میں نہیں دیکھا، مگر میرا خیال ہے کہ ان الفاظ سے طلاق میں کتنا اثر پڑا ہو کیف۔

ہاں چند ہی روز کے بعد جو اس شخص نے دوسرا خط لکھا ہے کہ "اب میرا اس سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا" یہ بے شک "لم یبق بینی وبینک عمل" کے معنی میں ہے، مگر یہ کوئی جدید چیز نہیں، بلکہ اس سے پہلی عبارت "تعلق ختم کر چکا" پر متفرع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں تعلق ختم کر چکا ہوں اس لئے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ "تعلق ختم کر چکا" بحیثیت سابقہ کی خبر ہے نہ کہ انشاء، گویا بحیثیت ماضیہ کی خبر دے رہا ہے، جو ماضیہ بندہ کے خیال میں ایک طلاق صریح واقع ہوئی تھی، مگر بحیثیت کی اس خبر سے ایک بائنہ بھی واقع

---

(۱) "وفی مذاکرة الطلاق یتوقف الأول فقط، ویقع بالأخیرین وإن لم ینو" (الدر المختار). "بخلاف الأخیرین، فإنہما وإن احتملا الطلاق لکنہما لا تحتملہ المذاکرة من الرد والتبعید، فترجح جانب الطلاق". (رد المحتار: ۳/۳۰۱، ۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیۃ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/٤٨١، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیۃ)

ہوئی یعنی دو بائنہ واقع ہوگئیں (۱)۔

مجھ کو روایات فقہیہ سے اس کی تصریح کہیں نہیں ملی، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ فقہی روایات سے سمجھا ہے، اگر آپ کی تحقیق میں اس سے زیادہ کوئی چیز ہو تو بندہ کو بھی مطلع فرمائیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ، ۱۳/ شعبان/ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح: مسعود احمد عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: فقط، والنور أحق بالقاضي، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ شعبان/ ۱۳۶۷ھ۔

ایضاً

بخدمت علمائے کرام اشفر اللہ مساعیکم

سوال [۱۲۲۴]: زید کے چند خطوط اپنے خسر کے نام حضرات کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے، جن میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی محمود حسن صاحب نے تو پہلے ہی خط پر طلاق بائنہ قرار دیا تھا اور مولانا اعزاز علی صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب نے دوسرے خط پر طلاق بائنہ قرار دیا تھا، فتاویٰ سابقہ ہمرشتہ ہیں۔

اس کے بعد (الف) زید کا تیسرا خط آیا جس میں لکھا کہ ”میں نے دنیا میں سب سے زیادہ محبت دو سے کی، ایک عمرو سے جو مر چکا، دوسرے (زوجہ کے نام کی طرف اشارہ کر کے) سے جواب میری تھیں“۔ اس کے بعد چوتھا خط آیا جس میں لکھا کہ ”نہ اپنے لئے شادی کی، نہ اپنے لئے چھوڑی، نہ اپنے لئے اختیار کروں گا، فقط“۔

اس کے متعلق یہ امر قابل دریافت ہے کہ یہ دونوں لفظ سابقہ طلاق میں کچھ اضافہ ہو سکتے یا نہیں؟

(ب) اس کے بعد زید کا پانچواں خط آیا جس میں اس نے لکھا کہ ”میں نے ۲۳/ جون کو (بیوی کے نام

---

(۱) "والبائن يلحق الصريح. الصريح ما لايحتاج إلى نية، بائنا كان الواقع به أو رجعياً". (الدر المختار: ۳/ ۳۰۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۸۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

کی طرف اشارہ کرکے) رجعت کرلی"۔ اس پر زید کے خسر نے اس کو لکھا کہ حسب فتاویٰ علمائے کرام تمہاری طلاق بائنہ تھی، رجعت کا حق نہیں رہا، اس پر زید کا مکتوب حسب ذیل آیا:

تفریق کی صورت حسب ذیل تھی

مثلاً زید خط لکھ رہا ہے کہ "آج بروز فلاں تاریخ فلاں میری طرف سے طلاق ہے" (یہ کہے فوراً متصل کہتا ہے رجعی اور مجھے حق واختیار باقی رہے گا، رجعت کا جس وقت چاہوں تو اپنی اہلیہ بنا کر رکھ سکتا ہوں) مگر یہ لفظ خط میں تحریر نہیں کرتا ہے یہ کہ صرف زبانی دہراتا ہے، بار بار اس کے بعد لکھتا ہے: "جس سے اور جہاں چاہے شادی کرو، خدا اس کو آئندہ کی زندگی میں خوش وخرم رکھے"۔ مگر یہ الفاظ لکھتے وقت بھی وہ اپنے الفاظ دہرا رہا ہے کہ "میری یہ طلاق رجعی ہے، مجھے حق واختیار باقی رہے گا، رجعت کا میں چاہوں تو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہوں اس کی نیت بھی رجعی کی ہے"۔

کیا ایسی صورت میں بائنہ ہوگی؟ جب کہ زید کی نیت اور قول دونوں رجعی پر مشتمل ہیں، کیا نیت اور قول کا اعتبار ہوگا، جبکہ مندرجہ ذیل صورت میں قول معتبر ہے، مثلاً: زید نے تین طلاق دی صریح اور تحریری ایک رجعی تو قول پر فتویٰ ہوگا طلاق مغلظہ ہوگی نہ رجعی۔ فقط"۔ یہ زید کے خط کی نقل ہے اس کے متعلق علماء کا کیا ارشاد ہے؟

(ب) اگر کوئی شخص بینونت کے الفاظ سے طلاق دے، مثلاً کہے: "أنت طالق البتۃ"، اور نیت رجعی کی کرے یا زبان سے یہ کہے کہ مجھے رجوع کا حق ہے تو یہ چیز ان الفاظ کو بینونت سے خارج کردے گی یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) نمبر ا سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ زید کے الفاظ طلاق کو بعض علماء نے اول ہی طلاق بائن کے الفاظ قرار دیئے اور بعض نے دوسرے خط کی بناء پر، لہذا طلاق بائن ہوگئی، تیسرے خط کے الفاظ "اب میری نہیں" طلاق سابقہ پر بلانیت اثر انداز نہ ہوں گے کیونکہ یہ الفاظ کنایات سے ہیں، ان میں نیت کا ہونا شرط ہے، مذاکرۂ طلاق کافی نہیں ہے، لہذا یہ الفاظ کہ "اب میری نہیں" بلانیت کے طلاق کیلئے کافی نہیں ہے:

"تطلق بلست لی امرأۃ، أو لست لک بزوج إن نوی طلاقاً"۔ کنز۔ "یعنی وکان النکاح

ظاهراً، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى؛ لأنها تصلح لنفي الطلاق كما تصلح لإنكاره، فيتعين الأول بالنية، فتحقق وإن نوى لكذبه، ودخل في كلامه: ما أنت لي بامرأة، وما أنا لك بزوج، ولا نكاح بيني وبينك" البحر الرائق: ۳/ ۳۰۵ (۱)۔

(ب) نیت کی صورت میں بشرط بقائے عدت ایک طلاق رجعی مزید ہو جائے گی (۲)۔ صریح الفاظ میں تو زید کا یہ قول معتبر ہے، لیکن جس وقت طلاق کو الفاظِ بینونت کے ساتھ موصوف کیا جائے، یا الفاظِ کنایہ سے طلاق دی جائے اور دلالتِ حال یا مذاکرۂ طلاق موجود ہو تو قضاءً اس کا قول معتبر نہ ہوگا (۳)۔ اسی واسطے احقر نے دارالعلوم دیوبند کے فتوی کی تصدیق میں قضاء کی قید لگائی تھی۔ زید نے جو مثال ذکر کی ہے وہ متعلق نہیں ہے، زید کے الفاظ بینونت کے ہیں اور مثال رجعی کا ہے، مثال مفروضہ میں اس کا عکس ہے۔ اگر زید تین طلاق تحریر کرے اور ایک کا دعوی کرے تو پھر زید کا قول ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ کنایات میں اگر زوج عدمِ نیت کا دعوی کرے تو یہ دعوی قضاءً معتبر نہ ہوگا، ہاں اگر قسم کے ساتھ عدمِ نیت کا اظہار کرے تو معتبر ہوگا:

"والقول له بيمينه في عدم النية، ويكفي تحليفها له في منزله، فإن أبى رفعته إلى

---

(۱) (البحر الرائق: ۳/ ۵۲۹، ۵۳۰، باب الكنايات في الطلاق، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۸۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة". (الدر المختار: ۳/ ۳۰۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۸۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وفي حالة مذاكرة الطلاق يقع الطلاق في سائر الأقسام قضاءً، إلا فيما يصلح جواباً ورداً؛ لأنه لا يحتمل طلاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۲/ ۳۷۳، شركت علميه)

الحاکم، فإن نکل فرق بینهما". درمختار(۱)۔

(ج) "وإذا وصف الطلاق بضرب من الزیادة والشدة کان بائناً، مثل: أن یقول: أنت طالق بائن ألبتة". ہدایہ: ۲/۳۴۹(۲)۔

زید نے الفاظ شدت سے طلاق کو مذکور کردیا تو خود اس نے احد المحتملین کو متعین کردیا، اب اس کا یہ قول خلاف ظاہر ہے، اس لئے معتبر نہ ہوگا۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۱۲/شوال/۶۷ھ

"اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت طلاق، طلاق، طلاق" تحریر کرنا

سوال[۶۲۳۵]: ازراہ کرم وعنایت قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

"آج میں اپنے قلم سے بری کرتا ہوں، دونوں درمیان میں جو مجھ سے غلطی ہوئی اس کو معاف کردیں، اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت، طلاق، طلاق، طلاق"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر سے دریافت کرلیا جائے، اگر وہ اقرار کرے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کیلئے یہ تحریر لکھی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ ہوگئی(۳) اور اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہ رہی(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) (الدرالمختار: ۳/۳۰۰-۳۰۱، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: لا اعتبار بالإعراب هنا، سعید)

(۲) (الهدایة: ۲/۳۶۹، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق، شرکة علمیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۲، الفصل الثالث في تشبیه الطلاق، ووصفه، رشیدیه)

(۳) "وکتب الطلاق، إن مستبیناً علی نحو لوح، وقع إن نوی، وقیل: مطلقاً. ولو علی نحو الماء، فلا مطلقاً". (الدرالمختار). "وإن کانت مرسومةً یقع الطلاق نوی أو لم ینو. وثم المرسومة لا تخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن کتب: أما بعد! فأنت طالق، فکلما کتب هذا، یقع الطلاق". (ردالمحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۷۷، الفصل السادس في إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۴) "وإن کان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتین في الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً —

تحریری طلاق، لعنت اور مہر

سوال[۱۲۳۹]: زید نے ہندہ کو پانچ روپیہ کے سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر بذریعۂ ڈاک خانہ روانہ کردیا جب کہ ہندہ طلاق لینے پر راضی نہ تھی۔ ہندہ کی شخصیت پر لعنت کرتے ہوئے طلاقِ مغلظہ دیدی، ہندہ مجبور ہوگئی۔ کیا لعنت کرنا کسی پر جائز ہے جبکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو؟ اگر جائز نہ ہو تو کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا؟ سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر دینے سے مہر میں ترمیم تلافی ہوسکتی ہے؟ خلاصہ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے طلاقِ مغلظہ لکھ کر بھیجی ہے اور وہ اس تحریر کا مقر بھی ہے تو شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اس پر جو لعنت لکھی ہے، وہ کسی طرح بھی ہندہ پر نہیں پڑی، بلکہ ہندہ اگر اس کی مستحق نہیں تو وہ لعنت لوٹ کر زید ہی پر پڑی (۲)۔ اور مہر میں اس طلاق کی وجہ سے ہرگز کمی نہ آئے گی، بلکہ مہر پختہ ہوجائے گا، اگر زوجہ معاف

= صحیحاً، ویدخل بھا، ثم یطلقھا أو یموت عنھا". (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۴۷۳، الباب السادس فی الرجعۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی الھدایۃ: ۲/۳۹۹، باب الرجعۃ، فصل فیما تحل بہ المطلقۃ، شرکۃ علمیۃ)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعۃ، سعید)

(۱) "رجل استکتب من رجل آخر إلی امرأتہ کتاباً بطلاقھا وقرأہ علی الزوج، فأخذہ وطواہ وختم وکتب فی عنوانہ وبعث بہ إلی امرأتہ، فأتاھا الکتاب وأقر الزوج أنہ کتابہ، فإن الطلاق یقع علیھا" (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ قبیل باب الصریح، سعید)

(۲) "عن أبی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "إن العبد إذا لعن شیئاً، صعدت اللعنۃ إلی السماء، فتغلق أبواب السماء دونھا، ثم تھبط إلی الأرض، فتغلق أبوابھا دونھا، ثم تأخذ یمیناً وشمالاً، فإذا لم تجد مساغاً رجعت إلی الذی لعن، فإن کان لذلک أھلاً، وإلا رجعت إلی قائلھا. رواہ أبوداود". (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۴۱۳، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، قدیمی)

کردے گی تو معاف ہوگا ورنہ بدستور باقی رہے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، 　　صحیح: عبداللطیف، ۲۳/محرم/۶۰ھ۔

تحریری طلاق

سوال[۶۰۲۶]: میاں بیوی میں تنازع ہوکر بڑھ گیا اور بیوی کو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا اور اپنے خاوند کے یہاں بوجہ خطرۂ جان کے نہیں جاتی اور اس کا خاوند اس کو طلاق نہیں دیتا اور نہ خرچ۔ اس قصہ میں پانچ چھ سال گذر گئے اور لڑکی نوجوان ہے، بغیر نکاح کے گذران مشکل ہے۔ اس صورت میں شریعت شریف کیا فیصلہ دیتی ہے کہ جس سے میاں بیوی میں تفریق ہوجائے اور لڑکی کا نکاح کردیا جائے۔ ایک خط اس کے خاوند نے بنام طلاق بھیجا تھا اور اس نے خود اپنی زبان سے اقرار کیا کہ یہ خط میں نے بھیجا تھا، مگر جب اس پر مہر کا دعویٰ کیا گیا عدالت میں، خط سے منکر ہوگیا۔ نقل خط مع جواب مدرسہ دارالعلوم دیوبند ہمراہ سوال ہذا منسلک ہے، جواب باصواب سے مطلع فرماویں۔ فقط والسلام۔

مرسلہ: بابر اللہ جگادری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خاوند اس تحریر کا اقرار کرتا ہے، یا اس بات کے اوپر کم از کم دو عادل گواہ ہیں کہ یہ تحریر اسی کی ہے، یا اس بات پر گواہ موجود ہیں کہ اس نے اس تحریر کا اقرار کیا ہے تو عورت پر طلاق واقع ہوگئی، اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو قضاءً طلاق واقع نہ ہوگی(۲)۔ اگر عورت کے سامنے اقرار کیا ہے، یا کم از کم ایک عادل شخص نے

---

(۱) "وصح حطها لکلہ أو بعضہ عنہ". (الدر المختار: ۳/۱۱۳، کتاب النکاح، باب المہر، سعید)

"وللمرأة أن تهب مهرها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أو لم يدخل". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۱۶، كتاب النكاح، الفصل العاشر في الهبة، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۶۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيدية)

(۲) "قال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى: لا بد أن يسأل عنهم في السر والعلانية في سائر الحقوق؛ لأن القضاء مبناه على الحجة، وهي شهادة العدول، فيتعرف عن العدالة، وفيه صون قضائه عن البطلان، "

طلاق کا واقع ہونا شوہر کے اقرار یا دو گواہوں پر موقوف ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۴/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

کیا تحریر سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

سوال[۳۰۳۸]: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بذریعہ تحریر طلاق دیدے تو ہو جاتی ہے یا نہیں، اور اس میں کیا کچھ اختلاف ہے؟ یہ مسئلہ کس کتاب میں ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر سے بھی طلاق ہو جاتی ہے مگر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے:

"الكتابة على نوعين: مرسومة وغير مرسومة، ونعني بالمرسومة أن يكون مصدراً ومعنوناً مثل ما يكتب إلى الغائب. وغير المرسومة أن لا يكون مصدراً ومعنوناً، وهو على وجهين: مستبينة وغير مستبينة، فالمستبينة ما يكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقراءته، وغير المستبينة ما يكتب على الهواء والماء والشيء لا يمكن فهمه وقراءته، ففي غير المستبينة لا يقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة، إن نوى الطلاق يقع، وإلا لا. وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو اهـ" فتاوی قاضی خان مصری: ۱/ ۶۶۳(۲)، نیز دیگر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۷/۱۳۹۱ھ۔

---

(۱) "والطريق فيما يرجع إلى حقوق العباد المحضة عبارة عن الدعوى والحجة، وهي إما البينة أو الإقرار". (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الحكم الفعلي: ۵/ ۳۵۴، سعيد)

"وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية ونحو ذلك". (الهداية، كتاب الشهادات: ۳/ ۱۵۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (فتاوى قاضي خان: ۱/ ۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

بددلی سے تحریری طلاق

سوال[۶۲۳۹]: زید اور ہندہ میاں بیوی تھے دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ چند سال کے بعد دونوں کے سرپرستوں میں زبردست اختلاف پیدا ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ زید نے اپنے والدین کے مجبور کرنے سے نہایت بددلی کے ساتھ ہندہ کو طلاق تعلیق (تین طلاقیں) دیدی اور ہندہ نے بھی والدین کے جبر کرنے پر زید سے طلاق لے لی، نان نفقہ مہر معاف کردیا۔ یہ طلاق نامہ اور نان ونفقہ کی معافی باضابطہ سرکاری اسٹامپ پر تحریر ہوئے اور زید وہندہ نے اپنے اپنے نشان انگوٹھا لگادیئے، اس کے چار ماہ بعد زید اور ہندہ کہنے لگے: ہم سے زبردستی طلاق دلائی گئی، ہم میاں بیوی کی طرح رہیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوگئی، اگر نہیں ہوئی تو کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تین طلاق زبانی بھی دی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، حلالہ یہ ہے کہ اس تین طلاق کی عدت (تین حیض) ختم ہونے پر ہندہ دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے وہ ہمبستری کرنے کے بعد مرجائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد ہندہ کا زید سے دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے، اس سے پہلے کوئی صورت نہیں (۱)۔

= (وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۸، کتاب الطلاق، فصل الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۳۱، ۲۳۰، فصل في النوع الثاني، دار الکتب العلمية بیروت)

(۱) "وأما الطلقات الثلث، فحکمها الأصلي، هو زوال الملک وزوال حل المحلية أيضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (بدائع الصنائع: ۳/۴۰۳، فصل في حکم الطلاق البائن، دار الکتب العلمية، بیروت)

"ولا تحل الحرة بعد الطلقات الثلث لمطلقها، لقوله تعالی: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد﴾ الآیة، ولا بالإستمتاع بالیمین إلا بعد وطئ زوج آخر ومضي عدته". (مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر: ۱/۴۳۹، باب الرجعة، بیروت)

(وکذا في فتح القدیر: ۴/۱۷۷، فصل فیما تحل به المطلقة، دار الکتب العلمیة بیروت)

نہ تین طلاق زبانی نہیں دی، صرف بڑوں کے اصرار سے بددلی کے ساتھ ان کی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے دستخط کئے ہیں تب بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۹/۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۹/۱ھ۔

تحریری طلاق کی ایک صورت

سوال[۶۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین در بارۂ طلاق جو کہ بطریق مندرجہ ذیل بذریعہ تحریر مؤرخہ یکم اگست ۱۹۳۸ء کو دی گئی نقل تحریر:

"بنام فلاں دختر فلاں تمہارے برخلاف کوئی الزام نہیں ہے، چونکہ میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا ہوں کہ میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکتا اس لئے میں تمہیں بذریعہ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں، تم اور تمہارے والد راضی ہو گئے ہو کہ حق مہر میرے حق میں چھوڑ دیا گیا ہے"۔

مؤرخہ یکم اگست مندرجہ بالا خط کا جواب ۵/ اگست کو لڑکی کے باپ کی طرف سے بذریعہ تحریر ملا جو ذیل میں درج ہے:

"یہ صحیح ہے کہ میری لڑکی نے مہر معاف نہیں کیا ہے، تمہارا طلاق نامہ مؤرخہ یکم اگست موصول ہو چکا ہے"۔

نوٹ: یکم اگست والا خط اس وقت لکھا گیا کہ جب لڑکی خاوند کے پاس موجود نہیں تھی، وہ لڑکی کا خاوند اس کو خود بخوشی دختری بھیج کے اس کی والدہ کے پاس بغرض تبدیلی آب وہوا پہنچانے کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا، وہ لڑکی اب تک خاوند کے پاس واپس نہیں آئی۔

۱... آپ فرمائیں آیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی قسم آیا احسن، حسن یا بدعت، اگر طلاق احسن ہے تو خاوند اب طلاق کو واپس لے سکتا ہے؟ اور لڑکی اگر آنے سے انکار کرے بذریعہ عدالت اس کو اپنے مکان میں لانے کی چارہ جوئی کر سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

۲... لڑکی کا باپ کہاں تک حق بجانب ہے جب کہ وہ طلاق کو تسلیم کرتا ہے لیکن مہر کے چھوڑنے سے انکاری ہے، حالانکہ طلاق اور مہر کی معافی دونوں ایک ہی خط میں ایک ہی وقت میں لکھے گئے ہیں، دونوں باتوں کا

بیان ایک ہی خط میں اور ایک ہی وقت میں بالکل قرین قیاس ہے اور دونوں کا بیان یعنی طلاق، معافی مہر کا بیک وقت خاوند کی طرف سے حوالہ تحریر کرنا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یکم اگست کو جو خط لکھا گیا ہے وہ طرفین کے باہمی فیصلے اور طے شدہ امر کا نتیجہ ہے۔

تنقیحات

۱-لڑکی بالغہ ہے یا نابالغہ؟

۲-مدخولہ ہے یا غیر مدخولہ؟

۳-کیا لڑکی نے اپنے باپ کو طلاق لینے اور مہر معاف کرنے کا وکیل یا مختار بنایا ہے؟

۴-طرفین کے باہمی فیصلہ اور طے شدہ امر کو انہی کے الفاظ میں تحریر کیا جائے۔

۵-لفظ "طلاق دیتا ہوں" کا استعمال حال میں ہے یا مستقبل میں؟ اور اس سے شوہر کی نیت حال کی ہے یا بطور وعدہ استقبال کی؟

۶-لفظ مذکورہ سے شوہر نے ایک طلاق کی نیت کی ہے یا زیادہ یعنی دو یا تین کی؟ امور مذکورہ کے جواب پر اس سوال کا جواب موقوف ہے۔

از دار الافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب:

۱-لڑکی بالغہ ہے۔

۲-مدخولہ ہے۔

۳-معلوم نہیں ہے لیکن آپ برائے مہربانی (الف) باپ کو مختار اور وکیل کر دیتے اور (ب) باپ کو مختار اور وکیل نہ کر دیتے دونوں حالت میں جواب مرحمت فرمادیں۔

۴-طے شدہ امر ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا، ممکن ہے کہ لڑکی کا باپ اس قسم کے گواہ پیدا کرے کہ طلاق زبانی بھی دی گئی تھی اور مہر کو کوئی ذکر نہیں آیا تھا اور نہ لڑکی نے مہر معاف کیا تھا، یہ گواہ ضرور بناوٹی ہوں گے تحریری خط کو مع جھوٹے گواہوں پر آپ فرمادیں کہ کہاں تک فوقیت ہوگی؟

۵-اس سے دونوں شکلیں نکلتی ہیں یعنی حال اور مستقبل بھی، برائے مہربانی دونوں حالتوں میں

جواب دیا۔

۲- شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی۔

معرفت مولانا منظور احمد صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے یہ الفاظ "میں تمہیں بذریعہ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں" بظاہر موجب طلاق ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ حال ہی کیلئے مستعمل ہیں کیونکہ مہر چھوڑ دینے کا ذکر صیغہ ماضی سے کیا ہے، پس اگر حال ہی کا ارادہ کیا ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ یہاں استقبال کا احتمال بھی ضرور ہے، کیونکہ یہ الفاظ بطور وعدہ مستقبل کیلئے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور محض وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر واقعۃً شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی اور الفاظ مذکورہ سے نیت کرکے تین طلاق یک لفظ واقع کرچکا ہے تو یہ طلاق رجعی ہوئی یعنی اس میں عدت کے اندر رجعت جائز ہے، اس کی نیت کا شرعاً اعتبار نہیں اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اور بعد عدت نکاح درست ہے۔

مہر کی معافی کا قصہ سوال کیلئے شوہر کے پاس گواہ ہوں، یا عورت خود اقرار کرے، یا عورت کا باپ وغیرہ -جو کہ عورت کی طرف سے مہر معاف کرنے کا وکیل ہو- وہ اقرار کرے تب معاف ہوگا، صرف شوہر کی تحریر ۲۹ اگست ۱۹۴۸ء کے الفاظ سے معاف نہیں ہوسکتا، اس نے تنقیح میں نمبر ۲ کو دریافت کیا تھا۔ اگر عورت نے باپ کو مہر معاف کرنے کا وکیل یا اختیار نہیں دیا تو باپ کے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا۔

"وفي التنجيس: لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً إلا إذا غلب استعماله للحال فيكون طلاقاً". عالمگیری ۱/۳۸۴(۱)۔ "صريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها أو لم ينو شيئاً". در مختار ۲/۲۴۷(۲)۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۸۴، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۸، باب الصريح، مطلب: سن بوش يقع به الرجعي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۳، باب الطلاق، رشيدية)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۴۷، ۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

"الرجعة هي استدامة الملك في العدة، وتصح إن لم يطلق ثلاثاً ولو لم ترض، براجعتك، أو راجعت امرأتي، وبما يوجب الحرمة المصاهرة". تبيين الحقائق: ۲/۲۵۱ (۱)۔

"وينكح مبانته في العدة وبعدها، لا المبانة بالثلاث". زيلعي: ۲/۲۵۷ (۲)۔ "(وصح حطها) منه بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح، فإن كانت صغيرة فهو باطل، وإن كانت كبيرة توقف على إجازتها". بحر: ۳/۱۵۰ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۷/۱۳۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ رجب/ ۱۳۵۷ھ۔

طلاق معلق کی تحریر

سوال [۱۲۳۱]: اس تحریر کو عرصہ ایک سال سے زائد ہوچکا ہے، لیکن اس مدت میں طیب سب خاں ولد فیروزالدین قوم راجپوت نے تحریر کے مطابق خرچہ نہ دیا اور نہ کسی قسم کی خبر گیری کی، اس صورت میں اس تحریر کے مطابق طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ تحریر حسبِ ذیل ہے:

"منکہ طیب سب خاں ولد فیروزالدین قوم راجپوت جوکہ مبلغ دوسو روپیہ کہ نصف جس کے یکصد روپیہ ضرب سکہ گورنمنٹ ہوتے ہیں، بابت خرچہ دو سال سابقہ میری منکوحہ مسماۃ غلام فاطمہ کا دیندار ہے، آج کی تاریخ روبرو گواہان بقائمی ہوش وحواس یہ اقرار

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹ ، باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰ ، فصل في الرجعة وفيما تحل به المطلقة، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴ ، كتاب الطلاق، باب الرجعة، شركت علميه، ملتان)

(۲) (تبيين الحقائق: ۳/۱۲۲ ، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹ ، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۱۶۷ ، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۳) (البحر الرائق: ۳/۱۵۲ ، ۲۶۳ ، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۱۳ ، كتاب النكاح، الفصل السابع في المهر، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۱۱۳ ، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه، سعيد)

بیوی کی موجودگی میں تحریری طلاق

سوال[۶۲۰۰]: زید کی بیوی نے ایک تحریر لکھی کہ "میرے شوہر نے دی ہے اور کہا کہ "لے یہ تیرا طلاقنامہ ہے اور کل میں تجھ کو سب کے سامنے تیرا حساب دیدونگا"۔ اور اس تحریر میں یہ تھا کہ "میں نے اپنی زوجہ ہندہ بنت فلاں کو طلاق بائن دیتا ہوں بغیر کسی جبر واکراہ کے باہوش وحواس"۔ وہ دستخط کر کے دیا اور خود عورت باہر کی تھی۔ اپنی بیوی کو جواب کہہ کر دیا کہ "لے یہ تیرا طلاق نامہ ہے اور کل میں تجھے تیرا مہر وعدت خرچہ لوگوں کے سامنے دیدونگا"۔

بیوی کا بیان طلاق نامہ دینے سے قبل ایک یا آدھ گھنٹہ پیشتر یا وہ بیان کرتی تھی ایک عالم اور ایک غیر عالم کے سامنے کچھ بات ہوئی اور مجھ سے شوہر نے کہا کہ "تم گھر سے نکل جاؤ میں نے تجھ کو طلاق دیدی ہے" لیکن میں نے مذاق سمجھا، پھر دوبارہ کہا اور اسی طریقہ سے سہ بارہ کہا اور مجھ کو باہر نکال دیا۔ پھر میں دونوں عورتوں کے پاس آکر بیٹھ گئی اور میرا شوہر آیا اور کہنے لگا کہ "یہ تیرا طلاقنامہ ہے اور میں تجھ کو کل تیرا حساب پنچ کے سامنے دیدونگا"۔ پھر میں رونے لگی"۔ یہ اس کی بیوی کا بیان ہے۔

تھوڑے ہی وقفہ کے بعد اس کی لڑکی آئی اس سے اس کے والد نے کہا کہ بیٹی دیکھو جس طرح تمہاری خالہ کو طلاق ہوگئی اور وہ صبر ہوگیا اسی طرح تمہاری والدہ کو بھی طلاق دیدی، یہ بھی آہستہ آہستہ صبر ہوجائے گا، جو اس کے والد نے کہا تھا وہی چار پانچ عورتوں کے سامنے بتایا کہ والد صاحب یوں فرمارہے تھے۔

ان حالات کو دیکھ کر ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ طلاق ہوگئی، اور وہ شخص فقط اس تحریر پر فتویٰ منگا کر اپنے سے روکتا ہے، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ مفتی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ نیز اسے اپنے طلاقنامہ پر فتویٰ طلب کرنا اور اس کو لے کر روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز وہ شخص علماء اور مفتی پر لعن وطعن کرتا ہے، نیز وہ شخص اپنی بیوی کو واپس اور طلاق نہ لینے کیلئے غیر مقلد ہوا اور کہتا ہے کہ میں نے یہ حالت جنون میں کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتابت بمنزلۂ عبارت عند کی حجت ہے، اگر زید کسی غائب کیلئے لکھے تو وہ معتبر ہے، یا حاضر کیلئے مگر

— (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيدية)

ایسی حالت میں کہ بول نہ سکے مثلاً گونگا یا معتقل اللسان ہے تو وہ بھی معتبر ہے(۱)۔ اگر کہہ سکے تو وہ معتبر نہیں(۲)، اسی طرح حاضر کے حق میں معتبر نہیں جبکہ اخرس یا معتقل اللسان نہ ہو، اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیوی کی موجودگی میں محض لکھ کر دینے سے بغیر زبان سے کہے ہوئے طلاق نہ ہوگی (۳)۔ اگر طلاق لکھ کر بیوی کو دیدی اور زبان سے نہیں کہا اور آئندہ کہنے سے کوئی مانع نہیں تھا، پھر یہ سمجھ کر کہ اس سے طلاق ہوگئی، کسی سے کہا یا یہ میری بیوی کو طلاق ہوگئی تو اس کہنے سے بھی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ یہاں مقصود ایقاع طلاق نہیں بلکہ طلاق کا اخبار ہے، بلکہ غیر طلاق کو طلاق سمجھ کر اس کا اخبار ہے، البتہ اس اخبار سے خالی الذہن ہو کر کہے کہ میری بیوی کو طلاق ہوتی ہے تو اس سے ضرور طلاق ہو جاوے گی، تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہو جائے گی، اگر مذاق میں اقرار کرے یا طلاق کا جھوٹا اقرار کرے تو قضاءً واقع ہو جائے گی دیانۃً واقع نہ ہوگی۔

"فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا، كذا في الخانية"(٤)۔ "ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً وقع قضاءً لا ديانةً" الدر المختار: ٣/ ٢٣٦(٥)۔ وقال في المجلد الخامس (مسائل شتى) بعد تفصيل

---

(١) "(قوله: والأخرس بإشارته) أي: ولو كان الزوج أخرس، فإن الطلاق يقع بإشارته، لأنها صارت مفهومة، فكانت كالعبارة في الدلالة استحساناً...... وقال بعض مشايخنا: إن كان يحسن الكتابة لا يقع طلاقه بالإشارة لاندفاع الضرورة بما هو أدل على المراد من الإشارة...... وإنما ذكر إشارته دون كتابته، لما أنها لا تختص به، لأن غير الأخرس يقع طلاقه بها كما سيأتي". (البحر الرائق: ٣/ ٤٣٣، كتاب الطلاق، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار: ٣/ ٢٤١، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/ ٣٥٤، الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيدية)

(٢) (راجع الحاشية الآتية آنفاً)

(٣) واضح رہے کہ غیر مستبین کتابت سے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن صورت مسئولہ میں جو تحریر ہے وہ مستبین مرسوم کے قبیل سے ہے، اس لئے اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، مزید تفصیل کے لئے اسی جلد کا صفحہ نمبر ۳۹۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(٤) (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ١/ ٤٧٢، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/ ٣٧٩، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ٣/ ٢٣٦، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

(٥) (رد المحتار: ٣/ ٢٣٦، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد) =

الثوانی الکثیرۃ: "وظاھرہ أن المعنون من اشتطلق المعاصر غیر معتبر" الخ". شامی: ۵/۵۲۴(۱)۔

آپ نے جس فتویٰ کا حوالہ دیا ہے اس نمبر پر وہ نہیں ملا، اصل فتویٰ بھیجیں تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے، بقیہ امور مسئولہ کا جواب حاضر ہے۔ خود غرضی کے لئے واقعات کو بدل کر فتویٰ حاصل کرنا کسی دیانت دار آدمی کا کام نہیں، اور اس طرح حاصل شدہ فتویٰ سے کوئی حرام چیز حلال نہ ہوگی۔ محض بیوی کی خاطر مسلک تبدیل کرنا نہایت پست قسم کی ذہنیت ہے جس کو کوئی شریف آدمی اختیار نہیں کرسکتا، اس طرح تو دین کو کھلونا بنا لیا جائے گا۔ أعاذنا الله منه۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

لفظ کنایہ سے تحریری طلاق

سوال[۶۲۴۴]: ایک بوڑھے پشاوری حافظ جی نے مرضِ لاعلاج میں مبتلا ہوتے ہوئے کلکتہ کی ایک کمسن نوجوان عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا اور اس نکاح کی حالت میں چند سال کا عرصہ بھی گذرا، اس عرصہ میں حافظ جی اپنے مرضِ دائمی کے ازالہ کیلئے علاج کراتے رہے، مگر مرض کا ازالہ نہیں ہوا۔ بالآخر مرض سے مجبور اور تنگ آکر اور صحت یابی سے مایوس اور لاچار ہوکر حافظ صاحب حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوگئے، بمبئی پہنچ کر جہاز میں سوار ہوئے تو جوں ہی جہاز چلا ان کی صحت خراب ہوگئی، ڈاکٹر نے معائنہ کرکے ان کو جہاز سے کراچی بندرگاہ پر اتار دیا، وہاں ایک عرصہ رہ کر کلکتہ آگئے اور یہاں ایک مسجد میں امام مقرر ہوگئے۔

اس عرصہ تقریباً ڈیڑھ دو سال میں ان کی بیوی کو ان کے قیامِ کلکتہ کا علم ہوا، اس نے اپنی بے چینی اور جوانی کی تکالیف خطوط کے ذریعہ لکھیں، لیکن انہوں نے اس کے حسبِ منشاء جواب نہیں لکھا، آخر میں اس نے اپنی عصمت دری کا خوف ظاہر کرنے کیلئے ایک خط روانہ کیا اور اپنی عصمت اور حافظ جی کی پرہیزگاری کو بچائے رکھنے کیلئے اس نے ایک خط لکھا جس میں طلاق کی درخواست کی۔ اس خط کو دیکھ کر حافظ جی دہلی آگئے اور اس کی حرکات کو بچشم خود دیکھا اور اس کو سمجھایا، لیکن اس نے ایک نہ سنی اور مطالبہ طلاق کرتی رہی، حافظ صاحب

---

(۱) (وکذا في البحر الرائق: ۳/۲۸۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(وکذا في سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر: ۱/۳۸۶، کتاب الطلاق، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۲) (رد المحتار: ۶/۷۴۳، کتاب الخنثی، مسائل شتی، سعید)

رحمہ اللہ تعالیٰ مایوس ہوکر واپس کلکتہ روانہ ہوگئے، وہاں جاکر تقریباً ایک ہفتہ میں ایک خط بیوی کو لکھا، جس کی نقل یہ ہے کہ:

۱... "میری دردمند بیوی! خدا تم کو ہدایت کرے، میں نے تجھ کو علم سکھایا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر محرم کے ساتھ تجھ بذریعہ خطوط سازباز شروع کی، آخر یہاں تک نوبت ہوئی کہ میرا ناک کاٹنے کیلئے تیار ہوئی، کیونکہ میں بوڑھا اور مریض ہوں، یہ سب تمہاری شرارت ہے۔ اصل یہ ہے کہ میں خدا پرست ہوں اور تم شہوت پرست، اس لئے آگ اور پانی ایک ساتھ نہیں ہوسکتے۔ پہلے میں ان حرکات کو کمسنی پر محمول کرتا تھا اور خیال تھا کہ سن شعور کے بعد سب درست ہوجائے گی اس لئے ان باتوں کا خیال نہیں کیا، اب معمولی بات سے بھی مجھ کو صدمہ ہوتا ہے۔ جو جو تم نے کیا، تم کو خود معلوم ہے، دوسری بڑی بی بی نے جو کچھ کیا وہ بھی تمہارے سبب سے، کیونکہ جب تک سوکن کا خیال نہ ہو، میری طرف دونوں کی نظر سے نہیں دیکھ سکتی تھی، جو کچھ ہوا تمہاری وجہ سے ہوا"۔ حافظ صاحب ان تحریر کا خلاصہ فرماتے ہیں کہ:

۲... "حاصل کلام: جب تم نے مجھ کو مجبور کیا اور تمہاری چال چلن بھی خراب ہوئی یعنی شریعت کے خلاف چلتی ہے" اس لئے بندہ خدا کے خوف کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے تاکہ تم سے بہتر خصم تم کو ملے"۔ جو بھی بوڑھا کہ میرا وطن ہوگیا تھا اور بڑھاپے کا ٹھکانہ تھا، مگر وہ بھی تمہاری بدولت چھوٹ گیا۔ میں نے وہیں تم کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر غیرت نے مجھے اجازت نہیں دی، اب میں سچا دل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شریف آدمی تعلیم یافتہ پرہیزگار شخص تم کو نکاح کرے تو جو میں نے دیا ہے تم کو تو میں تم سے ایک پیسہ کی چیز نہ لوں گا اور دعا کرتا ہوں، ورنہ اگر کلکتہ میں فیروز کے ساتھ نکاح بیٹھ گئے تو میں ایک تنکا نہیں دوں گا۔ فیروز پر میرا شک ہے، کیونکہ اس کا لکھا ہوا اشتہار میں دیکھا ہوں، اس میں سب مضمون نا شائستہ ہے، وہ میرا دشمن کا لڑکا ہے، یہ میرا کب برداشت ہوسکتا ہے"۔

اس عبارت کو لکھنے کے بعد حافظ صاحب یوں رقمطراز ہیں:

۳ "یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا، اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا، چھوڑنے سے تم کو بڑی بی بی کو کچھ تکلیف نہیں ہوگی، کیونکہ ان کی مکان کے ذریعہ سے پرورش ہوگی۔ اور تمہاری جوانی کی برکت سے مشکل میرا ہے کہ ایک تو بوڑھا آدمی ہوں، دوسرا دائم المریض ہوں، بے وطن

ہوں۔ صاف بات یہ ہے کہ جب تمہاری پرورش مجھ پر ہے ایسے ہی میری فرمانبرداری تم پر واجب ہے، اگر تم تابعداری نہ کروگی تو مجھ پر بھی خرچ کی ذمہ داری نہیں ہے تابعداری یہ ہے کہ شریعت کے مطابق چلنا اور جہاں میں رہوں وہیں رہنا، میں ایک روز کو جدا رہنا پسند نہیں کرتا۔ اور جب تک تم اپنا تاریخ نہ بتلاؤ گی تب تک تین طلاق نہیں دوں گا، مگر میرے ساتھ زندگی کرنا منظور ہے تو دو ہفتہ میں اجازت دیتا ہوں، اس کے اندر سب ٹھیک کر کے معہ نور النساء اور دونوں بی بی چلے آنا، تاریخ"۔

اس خط کے جواب میں حافظ جی کی نوجوان بی بی نے اپنا تاریخ کا نام ظاہر کیا تو حافظ جی نے تین چار روز کے اندر ہی اس کے جواب میں نوجوان بی بی کو ایک طلاق صریح دے کر روانہ کیا، اس خط کو پاکر وہ بچے میکے چلی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ واقعہ مرقومہ بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے حافظ جی کی اس عبارت مکتوب سے "حاصل کلام: جب تم نے مجھ کو مجبور کیا اور تمہارا چال چلن بھی خراب ہوا یعنی شریعت کے برخلاف چلتی ہے، اس لئے بندہ خوف خدا کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے تاکہ ہم سے بہتر خصم تم کو مے، یہ میرا کب برداشت ہو سکتا ہے" ان کی نوجوان بی بی پر کے طلاق پڑے گی اور وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن اور اس کے بعد ایک طلاق صریح کا کیا اثر مرتب ہوگا؟ اور نیز حافظ صاحب کو بعد کی طلاق صریح کے بعد عدت کے اندر رجعت کا حق باقی اور حاصل ہے یا نہیں؟ اور حافظ جی کی یہ عبارت مزید دو "یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا، اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا" عبارت سابقہ سے طلاق واقع ہونے کو مانع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "بندہ تم کو آزاد کرتا ہے" ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح ہے اس لئے اس سے ایک طلاق رجعی بلانیت واقع ہو جاتی ہے(۱)، جہاں کا عرف اس کے خلاف ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا، بلکہ نیت پر طلاق موقوف رہے

(۱) "لو قال: أعتقتك، طلقت بالنية، كذا في معراج الدراية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۳۰۰، باب الكنايات، مطلب: لا اعتبار بالإعراب هنا، سعيد)

امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، لقوله تعالى: ﴿فأمسكوهن بمعروف﴾ من غير فصل، ولابد من قيام العدة؛ لأن الرجعة استدامة الملك، ألا ترى أنه سمي إمساكاً وهو الإبقاء، وإنما يتحقق الاستدامة في العدة؛ لأنه لاملك بعد انقضائها". هداية، ۲/۳۷۴(۱).

اگر پہلا لفظ صریح ہے تو عبارت مذکورہ "یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا الخ" کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ پہلی طلاق واقع ہوگی، اگر صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اور اس سے نیت طلاق کی ہے تب بھی طلاق بائن واقع ہوگی، عبارت مزبورہ کا کوئی اثر نہیں، اگر کنایہ ہونے کی حالت میں نیت نہیں کی تو اس عدمِ نیت کیلئے عبارت مزبورہ قرینہ بن جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

دوسرا لفظ "اپنے سے کنارہ کرتا ہے" یہ کنایہ ہے، نیت پر موقوف ہے، اگر نیت کی ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوگی ورنہ نہیں(۲)۔

خلاصہ تمام جواب کا یہ ہے کہ اگر پہلے دونوں لفظوں میں کسی سے طلاق بائن واقع ہوگئی ہے تو دوسرے لفظ کنایہ سے واقع نہ ہوگی(۳) طلاق صریح واقع ہو جائے گی(۴)۔ اگر پہلے لفظ سے صریح واقع ہوئی ہے اور

---

(۱) (الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۸۴، باب الرجعة، رشيديه)

(۲) "ففي حالة الرضا لايقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين ...... ولو قال في حال مذاكرة الطلاق: باينتك، أو أبنتك ...... فقالت: اخترت نفسي، يقع الطلاق وإن قال: لم أنو الطلاق، لايصدق قضاءً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(۳) "لايلحق البائن البائن المراد بالبائن: الذي لايلحق، هو ما كان بلفظ الكناية؛ لأنه هو الذي ليس ظاهراً في إنشاء الطلاق". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۰۸، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس في الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۴، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "الصريح يلحق الصريح والبائن". (الدر المختار: ۳/۳۰۶، باب الكنايات، سعيد) .... ▫

دوسرے سے بائن تو تیسری طلاق صریح بھی واقع ہوکر مغلظہ ہوجائے گی(۱)۔ اگر پہلے دونوں لفظوں سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی تو صرف تیسری طلاق صریح واقع ہوئی۔ اگر پہلے لفظ سے صریح واقع ہوئی، دوسرے سے کچھ نہیں تو تیسری بھی صریح واقع ہوجائے گی۔ صرف، غیر کی دونوں صورتوں میں عدت کے اندر رجعت کا حق حاصل ہے۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ زوجہ کے مطالبہ کے جواب میں یہ خط نہ ہو، اگر مطالبۂ زوجہ کے جواب میں یہ خط ہو تو پہلے لفظ سے صریح واقع ہوئی اگر وہاں کے عرف میں صریح ہے، اور دوسرے سے بائن، ورنہ پہلے ہی لفظ سے تنہا بائن ہوجائے گی نیت کی بھی ضرورت نہ ہوگی، کیونکہ مذاکرۂ طلاق کے وقت نیت کی ایسے الفاظ میں حاجت نہیں ہوتی۔

"ونحو: اعتدي واستبرئي رحمك، أنت واحدة، أنت حرة، اختاري، أمرك بيدك، سرحتك، فارقتك، لا يحتمل السب والرد ... وفي مذاكرة الطلاق يتوقف الأول فقط ويقع بالأخيرين وإن لم ينو". در مختار على رد المحتار: ۲/۴۶۵ (۲)۔ "وفي حال مذاكرة الطلاق لم يصدق فيما يصلح جوابا ولا يصلح ردا في القضاء". هدايه: ۲/۳۷۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

لفظ "آزاد" سے طلاق تحریری

سوال [۱۰۰۳۶]: ایک شخص کے ایک لڑکا اور دو لڑکی اور ایک بیوی ہے، چھوٹی لڑکی کو اس کی بیوی نے

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۳، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) (راجع، ص: ۶۲۱، رقم الحاشية ۳)

(۲) (الدر المختار: ۳/۳۰۰-۳۰۲، باب الكنايات، سعيد)

(۳) (الهداية: ۲/۳۷۴، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، شركت علمية، ملتان)

اپنی ہمشیرہ کو دو بیٹی کی لڑکی تھی جو بیوی تھی اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا آپ کے پاس موجود ہے، گھر کا کام وغیرہ مرد کے کہنے کے مطابق نہیں کرتے اور نہ اپنے گھر بسانے کا شوق، بلکہ دو دفعہ اپنی والدہ کے یہاں جاکر اپنا زیور دے آئی۔ ایک دفعہ تو اس کا شوہر جا کر اپنے پاس سے روپیہ دے کر چھڑا لایا اور دوبارہ کا زیور نہیں چھڑایا گیا ہے، کیونکہ اس کے بھائی نے اس کو فروخت کردیا۔ اسے شوہر نے ہر چند سمجھایا مگر اس کو بالکل اثر نہ ہوا۔

ساڑھے تین ماہ ہوئے جو وہ لڑکی کو ہمراہ لے کر اپنی والدہ کے پاس گئی، مگر جب مجبور ہو گئے سمجھا تو ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ کو ایک خط لکھا، دل میں تو یہ خیال کہ میں طلاق دے چکا ہوں اور عبارت میں تحریر کیا کہ "میں نے ہر چند سمجھایا مگر اس کو ایک کا بھی اثر نہ ہوا، اب میں خوشی سے اس کو تین دفعہ آزاد کر چکا ہوں" جہاں کی مرضی چاہے کرے، میرے ذمہ کوئی اس کا بوجھ بار نہ ہوگا اور نہ میرے ذمہ کوئی اس کا قرض باقی رہا اور لڑکی اگر آپ کی خوشی ہو تو یہاں بھیج دو، چاہے تم وہاں پر رکھ لو اور اگر لڑکی تم وہاں پر رکھو اور اس کی کار خیر کرو تو جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا میں بھی خدمت کروں گا۔" اور لڑکا مرد کے پاس ہے جو پڑھتا ہے۔ اب یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ علماء عظام سے اس مسئلہ کے جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط۔

محمد یٰسین غفرلہ فوقانی سرائے سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شخص اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، مطلب الطلاق بالكتابة قبيل باب الصريح: ۳/۲۴۶-۲۴۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۹۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراتشي)

"وإن كانت مرسومة يقع الطلاق، نوى أو لم ينو ... بأن كتب: أما بعد، فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق" (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

اگر راضی ہوجائیں تو موافق شرع ان کا نکاح صحیح ہے(۱)۔ اور اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں تحریر کی تھیں مثلاً یہ لکھا کہ "میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی" تو اب زید کا نکاح ہندہ سے بلا حلالہ صحیح نہیں۔ اور اگر تین طلاقیں تین لفظوں سے تحریر کی تھیں تب ایک طلاق ہوئی اور بلا حلالہ نکاح صحیح ہے۔

"إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول، وقعن عليها، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة". عالمگیری: ۱/۳۷۳(۲)۔

اور اگر زید کو تحریر سنائی نہیں گئی لیکن اس کی رضامندی سے لکھی گئی اور اس کو یہ معلوم ہے کہ اس میں طلاق ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کیسی طلاق ہے تب بھی ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف۔ بندہ عبد الرحمن غفی عنہ، ۱۹/محرم الحرام/۱۳۵۷ھ۔

سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگانے سے طلاق

سوال [۶۲۴۲]: کسی شخص کو طلاق دینے کے لیے چند مدت تک منت ماجرا کرتے رہے، آخر الامر بصد مشکل اقرار طلاق کا کرتے ہوئے انگوٹھا صرف کاغذ پر لگا دیا اور زبانی طلاق کوئی نہیں دی گئی اور بوجہ قلت وقت کے مضمون بالا طلاق وغیرہ کا نہیں تحریر کیا گیا، اس وجہ سے کہ اس خط میں عام شعور سے ناخواندہ لوگ ہیں، اور محرر صاحب طلاق اور گواہوں سے انگوٹھا لگوا کر چلے گئے۔ اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ نیز تا ہنوز محرر مذکور نے تحریری کارروائی نہیں کی اور اس نے اس وقت کہا تھا کہ میں تحریر کر دوں گا، اس وقت تک غیر مرقوم ہے۔ تفصیل سے بیان کیجئے، اور عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زبان سے نہ طلاق دی، نہ زبان سے طلاق کا اقرار کیا، بلکہ محض ایک سادے کاغذ پر انگوٹھا لگا دیا تو

(۱) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة، وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۳، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

مگر سادہ کاغذ پر تحریر کرے یا اسٹامپ پر، بہر صورت طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ پس اگر اس شخص نے زبان سے تین مرتبہ طلاق دی ہے یا کم از کم دو مرتبہ دی ہے یا سادہ کاغذ پر تین مرتبہ طلاق تحریر کردی ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہوگئیں اگرچہ اسٹامپ پر لکھ کر نہ دیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۱۲/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/۱۲/۱۳۵۹ھ۔

سادہ کاغذ پر دستخط بیکار ہیں

سوال [۶۲۴۸]: زید کی اپنے چچا زاد بھائی سے عرصہ دس سال سے مخالفت ہے، اس مخالف بھائی نے ایک روز زید کے مکان پر آکر زید کو مار اور چاقو دکھا کر حملہ کیا، تین شخص اور موجود ہیں، انہوں نے پکڑ کر چاقو چھین لیا۔ حملہ آور نے زید سے کہا کہ ہماری ناراضی تمہاری عورت کی وجہ سے ہے لہٰذا تم اپنی عورت کو طلاق دے دو۔ زید طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، عورت بھی اس پر ناراض تھی کہ اس کو طلاق دی جائے؛ بلکہ بے عزتی کی وجہ سے مکان میں بند تھی اور وہ کسی صورت سے طلاق نہیں چاہتی تھی۔

زید کے مخالف بھائی نے زید کو دہشت دلا کر جبریہ طور پر زید کو اسی وقت مجبور کرکے طلاق دلائی، زید نے بوجہ خوف کے طلاق دی اور جو تینوں کی تحریر سادے کاغذ پر لکھا کر اپنے پاس رکھ لیں، زید اور عورت کو نہیں دی۔ زید کو اور اس عورت کو اس واقعہ کا صدمہ ہے، اس وقت سے اب تک، وہ ہیں کہ اگر شریعت اجازت دے تو دو ایک جگہ ہوجائیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبردستی اور بلا نیت صریح الفاظ سے طلاق دلانے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، لہٰذا اگر زید نے زبان سے طلاق دی ہے، یا طلاق کے لکھنے کا حکم کیا ہے، یا اس کو پڑھ کر بلا جبر دستخط کردیے ہیں تو زید پر طلاق واقع ہوگئی، لیکن یہ بات کہ کتنی طلاق ہوئیں اور اب دونوں بلا نکاح ایک جگہ رہ سکتے ہیں یا نہیں، طلاق کی تحریر دیکھے

= (وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۴۲، كتاب الطلاق، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

کے بعد معلوم ہوسکتی ہے، وہ تحریر صحیح کر دریافت کرلیا جائے: "وطلاق المکرہ واقع". هدایہ: ۲/۳۲۹(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/۲/۶۲ھ۔

پرچہ پر تین طلاق لکھ کر جلا دیا یا پھاڑ دیا

سوال[۱۰۲۴۲]: زید کی لڑائی والدہ سے ہوئی، اس کی وجہ سے زید نے ایک کاغذ پر تین مرتبہ طلاق لکھ کر اپنی ماں کو دیا، ماں نے اس کو جلتے ہوئے چولھے میں ڈال دیا۔ مہینے دو مہینے کے بعد زید نے کانپور سے فتویٰ منگایا کہ "میں ایک کاغذ پر تین دفعہ اپنی بیوی کے بارے میں طلاق لکھ چکا ہوں" اس عبارت کا جواب کانپور سے ملا کہ طلاق ہوچکی ہے۔ زید کے خسر کو جب معلوم ہوا تو وہ لڑکی کو لینے کے لئے آئے، تب زید نے اپنے خسر صاحب سے رو رو کر دیوبند کے سامنے کہا کہ "ابا جان! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں" مگر میں سوچ رہا ہوں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ زید کے خسر صاحب واپس چلے گئے۔

زید کے باپ اور دوسرے کئی آدمیوں سے کہا کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کردو، چند دن بعد زید کا بھائی طلاق دیدے گا، پھر زید کے ساتھ نکاح کر دوں گا۔ اس عرصہ میں زید کا خسر لڑکی کو لینے کیلئے پھر آگیا،

---

(۱) (الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، فصل: ۲/۳۵۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

"ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو تقديراً بدائع، ليدخل السكران ولو عبداً أو مكرهاً، فإن طلاقه صحيح لا إقراره بالطلاق". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: فإن طلاقه صحيح): أي طلاق المكره". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب: في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ۳/۲۳۵، سعيد)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: "(قوله: ولو مكرهاً): أي ولو كان الزوج مكرهاً على إنشاء الطلاق لفظاً خلافاً للأئمة الثلاثة، لحديث: "رفع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه". ولنا ما أخرجه الحاكم وصححه: "ثلاث جدهن جد" كما قدمناه. وما رووه من باب المقتضي ولا عموم له، فلا يجوز تقدير الحكم الشامل لحكم الدنيا والآخرة وهو المؤاخذة مراداً، فلا يراد الآخرة معه وإلا يلزم عمومه". (البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۲۶۸، رشيديه)

اور چار معزز آدمیوں کے کہنے سے زید نے لڑکی کو باپ کے ساتھ بھیج دیا۔

چار دن کے بعد زید کے خسر نے برادری کی پنچایت کمیٹی میں اس مسئلہ کو دکھلایا کہ میں نے جو جہیز وغیرہ دیا تھا وہ ہمیں ملنا چاہئے، کمیٹی کے لوگوں نے زید اور زید کے والد بکر کو کمیٹی میں بلایا، جب زید اور بکر سے اس مسئلہ پر بات کی تو زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، میں نے جو پرچہ ماں کو دیا تھا اس میں یہ بات تحریر تھی کہ "ماں! اگر تم مجھ سے لڑوگی تو میں طلاق دیدونگا، طلاق دے دوں گا، طلاق دے دونگا اپنی بیوی کو"۔ پھر زید سے دریافت کیا گیا کہ وہ فتویٰ جو تم نے کانپور سے منگایا تھا وہ دکھلا دو تو زید جواب دیتا ہے کہ وہ فتویٰ جو میں نے کانپور سے منگایا تھا اس میں عبارت غلط تحریر ہوگئی تھی اس لئے اس کا جواب طلاق میں آگیا تھا، زید نے جب یہ کہ میں نے اسے پھاڑ کر پھینک دیا ہے، ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ اقرار ہے کہ "ماں! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں" اس میں یہ نہیں ہے کہ "میں طلاق دیدونگا" ادھر فتویٰ بھی آچکا ہے کہ طلاق ہوچکی۔ زید کے والد کا یہ کہنا کہ زید نے طلاق دیدی ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کردوں الخ اس سب کے بعد زید کا طلاق سے انکار کرنا شرعاً معتبر نہیں، اس کو لازم ہے کہ مطلقہ بیوی کا جہیز واپس کردے (۱)۔

بیوی عدت تین ماہواری گذار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی حقدار ہے (۲)، زید سے بغیر حلالہ کے

---

(۱) "قال أبو حنیفة رحمه الله تعالی ومحمد رحمه الله تعالی: إذا اختلف الزوجان في متاع موضوع في البیت الذي کانا یسکنان فیه حال قیام النکاح، أو بعد ما وقعت الفرقة بفعل من الزوج، أو من المرأة لما یکون للنساء عادةً کالدرع والخمار والمغازل والصندوق وما أشبه ذلک، فهو للمرأة، إلا أن یقیم الزوج البینة علی ذلک". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۴۴، باب المهر، الفصل السابع عشر في اختلاف الزوجین في متاع البیت، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۰۱، باب المهر، فصل في اختلاف الزوجین في متاع البیت، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار: ۳/۵۸۵، باب النفقة، مطلب فیما لو زفت إلیه بلا جهاز، سعید)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق، وهي حرة، –

نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)۔ اس پرچہ پر زید نے طلاق لکھ کر والدہ کی خدمت میں پیش کیا اس کو والدہ محترمہ نے چولہے میں جھونک دیا، تحریر کے جلنے سے طلاق نہیں ٹلی، وہ بیوی پر باقی رہی۔ دوسرے جس فتوے میں طلاق کا حکم آیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ بیوی حرام ہوگئی، اس کو والد بزرگوار نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا، مگر اس سے بھی طلاق کا حکم نہیں چھوٹتا، وہ باقی ہے، جیسے اگر نکاح نامہ کو پھاڑ دیا جائے یا جلا دیا جائے تو اس سے نکاح ختم نہیں ہو جاتا، باقی رہتا ہے، بیوی بیوی ہی رہتی ہے، وہ حلال رہتی ہے، غیر ہو کر حرام نہیں ہو جاتی، اسی طرح طلاق کی تحریر کو جلا دینے سے اور فتوے کو پھاڑ کر پھینک دینے سے طلاق ختم نہیں ہو جاتی، وہ طلاق کی وجہ سے بیوی اجنبی اور حرام ہو چکی تھی وہ حلال نہیں ہو جاتی اور طلاق یا نکاح کسی تحریر پر موقوف بھی نہیں، اس لئے تحریر کو باقی رہنا اور جلا دینا اس پر اثر انداز نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۱۳۹۰ھ۔

= مسمى تحيض، لعينها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيدية)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۲۲، باب العدة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۰۴، ۵۰۵، باب العدة، سعيد)

(۱) وقال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها" (الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيدية)

(۲) "ثم المرسومة لا تخلو: إما أن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الباب الثاني، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

تحریر سے بلا اقرار وشہادت طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۲۵۰]: **الاستفتاء**: مندرجہ سوال یہ ہے کہ مسمیٰ محمد عمر کی شادی عبدالستار کی لڑکی شکیلہ سے ہوئی تھی، مسماۃ شکیلہ محمد عمر کے یہاں راضی رہتی، ایک مرتبہ باپ کے گھر آئی تو عبدالستار نے بالکل روک لیا، اور یہ بات اڑادی کہ محمد عمر نے طلاق کا پرچہ روانہ کردیا ہے، پنچایت ہوئی سب کو بلایا، محمد عمر حاضر ہوا، لیکن عبدالستار حاضر نہیں ہوا، محمد عمر نے کہا کہ میں نے کوئی پرچہ طلاق کا نہیں روانہ کیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں، جبکہ پرچہ سامنے تک نہیں لایا گیا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک شکیلہ کے شوہر محمد عمر کو اپنی تحریر کا اقرار نہ ہو، یا اس پر شرعی شہادت موجود نہ ہو، عبدالستار کی اس بے بنیاد بات سے طلاق واقع نہیں ہوگی، نکاح بدستور قائم رہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

طلاق نامہ

سوال [۶۲۵۱]: مندرجہ ذیل طلاق نامہ سے کوئی طلاق ہوئی اور کتنی طلاق واقع ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ طلاق نامہ یہ ہے:

"میرے اور تمہارے درمیان بطور عقد کے دونوں کے ایک قبیل کے جو رشتہ مناکحت میرے اور تمہارے والدین نے اب سے چھتیس برس پہلے جبکہ میری عمر اکیس سال کی تھی اور تمہاری عمر ۱۲ سال کی تھی

= (وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۱۰۹، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، وما يتصل به من مسائل كتابة الطلاق، امجد اكيدمي لاهور)

(۱) "وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لا يقع الطلاق ما لم يقر أنه كتابه". (رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتابة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

طلاق نامہ میں "طلاج" لکھنے سے طلاق ہوئی یا نہیں

سوال [۶۲۵۱]: ایک عورت مرض میں مبتلا تھی اس کے شوہر نے دو تین ڈاکٹر سے علاج کرایا اور اس کا خرچہ بھی دیا، لیکن بیوی کا باپ اس کی تنگ دستی کی وجہ سے اپنے ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں جو رہا ہے کا ارادہ کر کے اہل جا کر مکان کیلئے دو سو روپے چٹھی بھی دی، بیوی کی ماں اور باپ نے اور بھائی نے یہ بات بھی کہی کہ کچھ روپیہ پیسہ کی تنگ جانے تو خاوند سے طلاق لے لینا چاہئے، ورنہ ہمارا دل پریشان رہے گا اور آمد و رفت کے خرچ میں بھی پریشانی رہے گی۔ ایک روز اتفاقاً خاوند خسر کے مکان پر بیوی کو دیکھنے کیلئے گیا تو اس کی بیوی کے بھائی نے بری بھی بات کہی، اس کے بعد خاوند واپس آگیا اور چند روز کے بعد خاوند نے اپنی زوجہ کے پاس خط لکھا جس میں یہ لکھا:

"البتہ میں کبھی تجھ کو نہ چھوڑوں گا جب تک زندہ رہوں گا، لیکن اس دن کی گفتگو سے دل بہت پریشان ہے، اس وقت اگر تیری طبیعت اچھی ہے تو چلی آ، ورنہ اسباب وغیرہ کون رکھے گا، بیچارگی" یہاں تک کی بارش نے طلاج دیا، لیکن کچھ نہیں ہوا، قصور بھی میرا جو کچھ قصور ہے تمہارا ہے۔"

یعنی "طلاج" سے مراد علاج مراد لیا اور "کچھ نہیں ہوا" کہ آرام نہیں ہوا، "قصور" سے مطلب "احتیاط نہیں کرتی، جو کچھ ملتی ہے کھاتی ہے"۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ لفظ "طلاج" اور اول آخر عبارت سے طلاق نہیں ہوتی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ طلاق ہوتی ہے اور یہ عبارت بھی خط میں لکھی ہے وہ خط لے کر زوجہ کے پاس گیا، اس نے مقدمہ شروع کر دیا اس میں بھی خاوند کا دو سو روپیہ خرچ ہوا اب شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد امیر الدین میاں از ڈھاکہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ "میں نے طلاج دیا" نہ صریح ہے نہ کنایہ لہٰذا اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)، مگر اصل

— (البحر الرائق: ۴/ ۳۷۴، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، رشیدیه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۹۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/ ۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(۱) "وركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (رد المحتار مع =

کی کوئی بات بھی اس سے واقف نہیں اور میرے اس گناہ میں شریک نہیں رہیں، اپنے پچھلے گناہ کا اقرار اور خدائے تعالیٰ سے معافی کا طالب ہوتے ہوئے حلفاً یہ بیان لکھ رہا ہوں"۔

۲۔۔۔ جو ہندہ کو دیگر زوج کے سلسلے میں بحالت غصہ طلاق بائن دے چکا ہے وہ اپنی حرکت پر شرمندہ ہے، بکر کے فرضی طلاق نامہ پر اگر نکاح درست نہیں ہوسکتا تو کیا طلاق واقع ہوسکتی ہے؟ اور کیا زید وہندہ اب تائب ہوکر جدید نکاح کرکے رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۳ واقعۂ طلاق زید کے بعد یہ حالات اور مرتب کنندہ طلاق نامہ اور اس کی طلاق کی فرضیت ظاہر کررہے ہیں، مگر کسی نے ذکر نہیں کیا، بلکہ سب لاعلمی وجہالت بتاتے ہیں، واقعہ طلاق نامہ کے فرضی ہونے کا دیگر ذرائع سے بھی اطمینان کرلیں کہ زید سے ہندہ کے عقد کے بعد ہندہ کا مطالبہ کرتے ہوئے جھگڑا کیا تھا اور اب بکر کا انتقال ہوکر بھی ۱۶ سال گذر چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرضی (جھوٹا) طلاق نامہ مرتب کرنا ایسا گناہ ہے جس کو سب جانتے ہیں، یہ لوگ نکاح ثانی کے وقت خاموش رہے بلکہ اس میں منہمک رہے، اب ان کا عذر جہالت ہرگز معتبر نہیں، اگر طلاق نامہ کو فرضی قرار دے کر نکاح ثانی کو ناجائز کہا جائے تو تین لڑکیاں جو اسی نکاح سے پیدا ہوچکی ہیں ان کو کیا کہا جائے گا۔ اب طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا (۱)، ہاں اگر طلاق مغلظہ نہ دی ہو بلکہ بائن غیر مغلظہ دی ہو تو طرفین کی اجازت سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (سورة البقرة: ۲۳۰)

"قال النبي صلى الله عليه وسلم لامرأة رفاعة القرظي رضي الله عنها: "لا، حتى تذوقي عسيلته، ويذوق عسيلتك". (صحيح البخاري: ۲/۸۰۱، كتاب الطلاق، باب إذا طلقها ثلاثاً ثم تزوجت بعد العدة زوجاً غيره، فلم يمسها، قديمي)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۶، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۰۱، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

طلاق نامہ شوہر نے خود رکھ لیا

سوال [۶۰۵۴]: سائلہ کا نکاح پاکر سے ہوا، چار سال ہوگئے نکاح کے بعد دستور کے مطابق جب میں اپنے شوہر کے گھر گئی تو پایا وہ میرے پاس نہیں آیا اور نہ مجھ سے ہم کلام ہوا۔ اس کے گھر میں تین چار مہینہ رہی، اس کی بے رخی دیکھ کر ایک روز شرم کو بالائے طاق رکھ کر میں نے اس سے کہا اگر آپ میں کسی قسم کی کمی ہو تو اپنا علاج کرا لیجئے، اس پر اس نے ظلم اور زیادتی شروع کردی، اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ پاکر عورت کے بالکل ناقابل تھا۔ میں باپ کے گھر آگئی اور ساڑھے تین سال آئے ہوئے ہوگئے، اس سے میں نے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے طلاق دیدی اور کاغذ بھی لکھ دیا، لیکن اس نے چالاکی سے طلاق نامہ کا کاغذ خود ہی رکھ لیا، اس سازش میں اس کے بھائی وغیرہ شریک ہیں۔

وہ کہتے ہیں تیرا نکاح ہم اپنی مرضی سے کریں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے روپیہ وصول کرنا چاہتے ہیں، میں اپنی مرضی کے مطابق شادی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا ایسی صورت میں مسئلۂ شرع کے ذریعہ کسی دوسری جگہ اپنا نکاح کرانے کی مجاز ہوسکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں آپ اپنے والدین کے مشورہ سے اپنا نکاح دوسری جگہ کرنے کا حق رکھتی ہیں(۱) مگر اس کا انتظام کرلیں کہ کوئی پاکر آپ کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کرسکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۹/۲۰ھ۔

جواب صحیح ہے: شرعاً آپ دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہیں۔ واللہ اعلم۔

سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۹/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وإن كانت مرسومة يقع الطلاق، نوى أو لم ينو" (الفتاوى العالمكيرية: [illegible]، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: [illegible]، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: [illegible]، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

طلاق نامہ وصول نہیں کیا

سوال [۶۲۲۵]: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق نامہ لکھ کر بھیجے اور وہ وصول نہ کرے تو کیا بغیر اس کے علم کے طلاق ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس طلاق نامہ میں یہ قید نہیں تھی کہ بیوی کو پہنچ جائے تب طلاق ہے، تو طلاق نامہ لکھتے ہی طلاق ہوگئی، بیوی کو علم ہو یا نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۱۳۹۱ھ۔

شوہر کی اطلاع کے بغیر طلاق نامہ اخبار میں شائع کرنا

سوال [۶۲۵۹]: مسمی محمد عثمان کی شادی کے کچھ دنوں بعد اختلافات شروع ہوگئے، لیکن یہ اختلاف اس درجہ نہیں تھے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا، لیکن میں اس کو تنبیہ کرنا چاہتا تھا، ایک روز میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق رجعی دینا چاہتا ہوں، اس پر میرے دوست نے میری اطلاع کے بغیر ایک مقامی اخبار میں یہ اعلان شائع کروایا:

"منجانب محمد عثمان، ۵۲ گوشت حیدرآباد، بنام حبیب بی بی بنت محمد صاحب مرحوم، دو سال قبل میری شادی تمہارے ساتھ ہوئی تھی، لیکن تمہاری غلط حرکات کی وجہ سے مجبوراً تنگ دل آ کر تم کو تین مرتبہ بہ ہوش

---

(۱) "(فروع) كتب الطلاق، إن مستبيناً على نحو لوح، وقع إن نوى، وقيل مطلقاً، ولو على نحو الماء فلا مطلقاً" (الدر المختار). "وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو، ثم المرسومة لا تخلو: إما أن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة. وإن علق طلاقها بمجيء الكتاب بأن كتب: إذا جاءك كتابي فأنت طالق، فجاءها الكتاب، فقرأته أو لم تقرأ، يقع الطلاق، كذا في الخلاصة" (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۴۷۷، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کاغذ میں کیا لکھا ہوا ہے، محض بیوی کے باپ کے کہنے سے اس پر دستخط کر دیئے اور معلوم ہونے پر کہہ دیا کہ میں طلاق والی تحریر نہیں جانتا کیسا طلاق اور زبان سے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

تحریر پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۵۸]: زید کی اپنی بیوی سے کچھ تو تو میں میں ہوئی، اس کے بعد بیوی اپنے میکے چلی گئی، اور بعد میں سسرال والوں نے زید کو اپنے گھر بلا کر ایک تحریر پر دستخط لئے جس میں تین طلاقیں زید کی طرف سے کسی نے زید کی عدم موجودگی میں تحریر کردی تھیں، اور تحریر کرتے وقت زید نے تحریر کو پڑھا تھا کہ اس میں میری طرف سے تین طلاقیں تحریر ہیں تو کیا طلاق پڑگئی، اور اگر پڑگئی تو کونسی طلاق پڑی ہے؟ تحریر پر دستخط کراتے وقت زوجین موجود تھے، تو کیا دونوں کی موجودگی میں تحریر کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی سامنے موجود ہو اور شوہر زبان سے بولنے کے قابل ہو، وہ زبانی طلاق دینے پر قادر ہے، اخرس یا معتقل اللسان نہیں ہے اور طلاق کی تحریر لکھ دے یا لکھی ہوئی تحریر پر دستخط کر دے تو اس سے طلاق نہیں ہوئی (۲)، درمختار میں کتاب الخنثیٰ کے بعد کتاب الفرائض سے پہلے مسائل شتیٰ کے ذیل میں لکھا ہے:

"إيماء الأخرس وكتابته كالبيان بخلاف معتقل اللسان في وصية ونكاح وطلاق" (۳)۔

---

(۱) "وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقر أنه كتابه". (رد المحتار: ۳/۲۴۷، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) واضح رہے کہ غیر مستبین تحریر سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، جس تحریر پر دستخط کئے ہیں وہ مستبین ہے، اس صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اسی جلد کا صفحہ ۶۴۲ ملاحظہ کیجئے۔

(۳) (رد المحتار: ۶/۷۳۷، مسائل شتى، قبيل كتاب الفرائض، سعيد)

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامی نے کتابت کی اقسام اور سب کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "وظاهره أن المعنون من الناطق غير معتبر اهـ". (رد المحتار: ۲/۴۵۶)۔

"غمز عیون البصائر فی شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، احکام کتابت میں ہے: "الکتابة من الغائب حجة كالنطق من الحاضر اهـ". (الأشباه، ص: ۳۲۸)(۱) اس کے متعدد جزئیات بیان کیے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

کیا طلاق نامہ کا پڑھنا ضروری ہے؟

سوال [۶۲۵۱]: فتاویٰ عالمگیری اور شامی میں یہ عبارت تحریر ہے: "وفيها أيضاً: رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم، وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها". فتاویٰ عالمگیری: مصری، ص: ۱/۴۰۰ (۲)۔

اس میں قرأت علی الزوج کی قید احترازی ہے یا اتفاقی؟ اگر کاتب نے طلاق نامہ لکھ کر طلاق لکھوانے والے کو نہیں سنایا اور اس کا انگوٹھا لگوا کر عورت کو کاغذ دے دیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں استفسار اور بھی عبارت تحریر فرمائیں تو سبب تشفی کا ہوگا جس سے یہ ثابت ہو کہ قید احترازی ہے اتفاقی نہیں۔

معرفت مولوی بشیر احمد یٰسین۔

الجواب وهو الموفق للصواب حامداً ومصلياً:

"قراءة على الزوج" کی قید تو سب کتابوں میں ہے لیکن عدم قراءة علی الزوج کا حکم صورت مسئولہ کے متعلق کسی کتاب میں مصرح نہیں ملا، جزئیات مختلفہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ قرأت سے مقصود علم زوج ہے کہ

(۱) (الأشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر، الفن الثالث، أحكام الكتابة: ۳/۲۴۳، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

زوج بے علم اور نیت کے اعتبار سے جس طرح طلاق دینا چاہتا ہے، اگر اسی طرح کاتب نے تحریر کیا ہے تب تو یہ طلاق نامہ معتبر ہے۔ اگر اس کے خلاف تحریر کیا ہے تو بغیر قراءت علی الزوج معتبر نہ ہوگا اور زوج کو حق ہوگا کہ اپنی نیت کے ماتحت جس قید کے ساتھ مقید کرنا چاہے، مقید کردے بفصل مانع من الالحاق القید نہ ہوگا، عبارات ملاحظہ ہوں، عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے:

"ولو قال لآخر: اکتب إلی امرأتي کتاباً إن خرجت من منزلك، فأنت طالق، فکتب، فخرجت المرأة بعد ما کتب قبل قراءته علیه، وبعث به إلی المرأة، لم تطلق بالخروج الأول. وکذا لو کتب الکتاب علی هذا، فلما قرأه علی الزوج قال للکاتب: قد شرطت إن خرجت إلی شهر أو بعد شهر، کان الطلاق عند الشرط من قراءة وذکره في الجامع، کذا في محیط السرخسي"(۱)۔

پہلے مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی حالانکہ خروج کتابت کے بعد ہوا ہے اور قبل القراءۃ علی الزوج ہوا ہے۔ اگر عدم وقوعِ طلاق عدمِ قراءت کی بناء پر ہے تو اس کی بھی تصریح نہیں کہ بعد میں قراءت ہوئی، پھر خروج کے ساتھ اول کی قید بھی نہیں، پس خروج سے بھی طلاق واقع نہ ہونی چاہیے۔ اگر عدم وقوعِ طلاق اس بناء پر ہے کہ خروج بعد کتابت ہوا ہے لیکن قبل البعث إلی المرأۃ ہوا ہے تو قبل قراءتہ علیہ کی قید تو ہوگی۔ غرض اس سے کوئی بات منقح نہیں ہوتی۔

دوسرے مسئلہ میں قراءۃ علی الزوج کے بعد زوج کو الحاق شرط کا اختیار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود علم اور نیت کے ساتھ کتابت کی مطابقت ہے، جس کا طریقہ قراءت ہے۔ اگر محض قراءت مقصود ہوتی تو صرف قراءۃ سے الزام ہو جاتا، قراءۃ کے بعد کسی اضافہ کا اختیار نہ رہتا، حالانکہ عدمِ مطابقت کی وجہ سے اضافہ کا اختیار دیا ہے، اگر محض کتابت مقصود ہوتی تو شرط قراءۃ کی ضرورت نہ تھی۔

الحاصل مقصود یہ ہے کہ کاتب نے نیتِ زوج کے مطابق ہی کتابت کی ہے یا نہیں؟ پس اگر زوج نے تصریح کر دی تھی یا کہہ دیا تھا کہ یہ لکھو اور کاتب نے اسی طرح لکھ دیا اور زوج کو کوئی بدگمانی کاتب کی طرف سے نہیں ہوئی، بلکہ

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

احتمال ہی ہے کہ میرے بتانے کے موافق لکھا ہے اور اس پر بغیر سنے انگوٹھا لگا دیا اور بعد میں بھی اقرار کرتا ہے کہ یہ طلاق نامہ میری طرف سے ہے تو شرعاً وہ طلاق نامہ معتبر ہوگا۔ اور اگر زوج کو اعتبار ہی نہیں بلکہ بدگمانی ہے کہ میرے کہنے کے مطابق نہیں لکھا تو اس میں قرء ۃ علی الزوج ضروری ہے۔

عبارت مسئولہ کے بعد ہے: "قال لرجل: ابعث به إليها، أو قال له: اكتب نسخة وابعث بها إليها" (۱)۔ اس میں بھی قراءۃ کا ذکر نہیں۔ "ولو قال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق وإن لم يكتب". رد المحتار: ۲/۶۲۶(۲)۔

یہاں امر کتابت کو اقرار طلاق قرار دیا گیا ہے اور اس کیلئے کتابت کو شرط نہیں کہا گیا، چہ جائے کہ قراءۃ علی الزوج کو، اس سے بھی بیان بالا کی تائید ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بحقيقة الحال وإليه المرجع في المبدأ والمآل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۷/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/شعبان/۱۳۵۷ھ۔

طلاق نامہ پر بغیر پڑھے دستخط

سوال [۱۲۰۰]: ایک عورت کو طلاق دینے کیلئے ایک شخص بازار جا کر طلاق کا کاغذ خرید لاتا ہے، پھر اس کو وثیقہ نویس کو دے کر کہتا ہے کہ میری عورت کا طلاق نامہ لکھ دو، پھر وہ وثیقہ نویس طلاق نامہ لکھ دیتا ہے اور سائل نے دستخط کر دیا۔ ناخواندہ ہوتے ہوئے طلاق نامہ طلاق دہندہ کے سپرد کر دیتا ہے اور طلاق دہندہ کا بھی بیان ہے کہ اس نے طلاق نامہ نہیں پڑھا۔ کیا یہ طلاق ہوگئی؟

محمد عثمان ٹھیکیدار، بلند کرتے پور، معرفت مولوی رحمت اللہ، مدرسہ اسلامیہ تاسیس الدعیانہ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، قبیل باب الصریح، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۷۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراتشي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً ایک طلاق واقع ہوگئی

"ولو قال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق وإن لم يكتب" شامي: ۲/۲۴۶(۱)۔ اگر جماع کی نوبت آچکی ہے تو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے(۲)، ورنہ رجعت نہیں ہوگی، دوبارہ نکاح درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۰/۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/ شوال ۱۳۵۲ھ۔

ایضاً

سوال [۶۲۱۱]: زید کو بعد نکاح قبل از رخصت شرط پیش کی گئی کہ "اگر میں نے لڑکی کو نکاح میں رکھتے ہوئے یا طلاق دے کر دوسرا عقد کیا تو اس عقد ثانی والی منکوحہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی" زید نے محض اعتماد اور بھروسہ سے کام لیتے ہوئے بغیر پڑھے کاغذ پر دستخط کر دیئے۔ زید کا حلفیہ بیان ہے کہ اس شرط مذکورہ سے دستخط کرتے وقت بالکل بے خبر تھا، جب بعد میں زید کو اس کا علم ہوا تو اس کو بہت ہی غصہ آیا اور اس نے اسی وقت انکار بھی کر دیا اور کہا کہ میں ایسی کسی بھی شرط سے بالکل لاعلم تھا، میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔

اور وہ کہتا ہے کہ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ایسی شرط لگا کر ایک جائز چیز کو اپنے اوپر حرام کیا جائے، جب وہ کسی وقت میں اس شرط کو رکھتے ہوئے لڑکی کو لانے پر تیار نہیں۔ اور وہ یہی بار بار کہتا ہے کہ میرے واسطے یہ بہتر ہے کہ میں تجرد کی زندگی بسر کروں، لیکن میں اس طرح مقید ہو کر لڑکی کو نہیں

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتابة، إدارة القرآن)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، باب الرجعة، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۹۳، باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث، وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

الحشا۔ برہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے جس کی وجہ سے یہ شرط کالعدم قرار دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس نے اس تحریر کو نہیں پڑھا، نہ اس کو پڑھوا کر سنا، نہ اس کو بتایا گیا کہ اس میں یہ شرط لکھی ہے تو وہ تحریر بالکل بے کار ہے، اس کی پابندی لازم نہیں، دوسرا نکاح کرنے سے اس تحریر کی بناء پر کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

کاغذ کو پڑھے بغیر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۲۲]: میری ساس اور ان کے رشتہ داروں میں جھگڑا ہوگیا تو جھگڑا ہونے کی بناء پر میں گھر چھوڑ کر الگ ہوگیا اور میری بیوی، میری سسرال میں تھی، میری بیوی اور مجھ میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی، جھگڑے کے تیسرے دن ساس کا بیٹا میرے پاس پرچہ لے کر آیا اور مجھ سے کہا کہ اس پر دستخط کردو، اس وقت میں غصہ میں تھا، اسے دیکھ کر مجھے اور بھی غصہ آگیا اور میں نے دستخط کردیئے، پھر بعد میں اس نے پڑھ کر سنایا۔ اس پرچہ میں میری بیوی نے یہ لکھا تھا کہ "میں نے اپنی خوشی سے مہر بخش دیئے"۔ اس پرچہ میں طلاق کا کوئی نام نہیں تھا، میری زبان سے بھی طلاق کا نام نہیں نکلا، اس پرچہ کو دیکھ کر مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے چھین کر پھاڑ دیا۔ اس بارے میں آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

نثار احمد مکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ آپ نے زبان سے طلاق نہیں دی، اور پرچہ میں بھی طلاق کا ذکر نہیں تو پرچہ پر دستخط کرنے سے

---

(۱) "كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لا يقع به الطلاق إذا لم يقر أنه كتابه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۷، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتابة، إدارة القرآن كراچی)

کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)، اگر پرچہ میں طلاق کا ذکر ہوتا اور اس کو پڑھ کر یا سن کر دستخط کرتے تب طلاق ہوتی (۲)، بغیر پڑھے اور بغیر سنے لاعلمی میں دستخط کردیئے تب بھی طلاق نہ ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن

بغیر کاغذ پڑھے اس پر دستخط کرنے سے طلاق

سوال[۶۲۶۳]: زید کی شادی ہندہ سے قریب دو سال ہوئے کہ ہوئی تھی، روزِ اول سے ہی ہندہ زید کے ساتھ رہ کر حقوقِ زوجیت ادا کرتی رہی، قریب دو ماہ ہوئے ہندہ اپنی ماں کے یہاں ملنے گئی تھی حسب دستور جیسا کہ جایا کرتی ہیں، چند دن بعد جب ہندہ کو بلانے کو کہا گیا تو ہندہ کی ماں نے بہانہ بازی کی اور ہندہ کو اس کے شوہر زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کردیا اور کچھ شرائط منوانے کی نیت کا اظہار کیا۔ ہندہ کے ماں جائے بھائی نے ہندہ کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں اور شوہر کے گھر جانے سے باز رہنے کی تنبیہ شروع کرادی۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دستاویز دست برداری دین مہر بعوض خلع اور دوسری دستاویز طلاق دیئے جانے کی تحریر ہوگئی، ہندہ سے جب اس پر دستخط کرنے کو کہا تو اس نے تامل کیا اور روئی، بعد کو مل کے دستاویز دست برداری دین مہر بعوض خلع پر دستخط کرنے کے بعد جلد اسی جگہ ہندہ کے سوتیلے باپ اور دیگر شخص نے بحیثیت گواہ دستخط کئے۔

---

(۱) "كذلك كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع به الطلاق إذا لم يقر أنه كتابه، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(۲) "كتب غير الزوج كتاب الطلاق وقرأه على الزوج، فأخذه، وختم عنيه، أوقال للرجل: ابعث منه الكتاب إليها، فهذا بمنزلة كتابته بنفسه". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۱۸۵، كتاب الطلاق، نوع في التوكيل وكتابته، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

ہندہ کے دستخطوں کے بجائے شوہر زید کے مکان پر پہنچ کر ہندہ کے سوتیلے باپ اور گواہ مذکور کی موجودگی میں شوہر زید کے باپ نے زید کو بلایا اور ان الفاظ کے ساتھ کہ ”یہ تمہارا معاملہ ختم ہوگیا، اب تم اس پر دستخط کردو“ زید نے اس دوسری دستاویز پر دستخط کردیئے، لیکن اس نے دستاویز نہیں پڑھی، نہ اس کو پڑھ کر سنائی گئی اور نہ ہی زید نے کوئی غلط بیان دیا اور نہ اس سے کہلایا گیا۔ اس دستاویز پر زید کے باپ اور گواہ مذکور نے دستخط کئے۔ زید اور ہندہ کو یہ بات معلوم تھی کہ باہمی تعلقات منقطع کرانے کی کارروائیاں کی جارہی ہیں۔ کیا ان حالات میں طلاق ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نہ طلاق ہوئی، نہ مہر معاف ہوا، نکاح بدستور قائم ہے(۱)، مہر بھی باقی ہے۔ دونوں شوہر بیوی پر ظلم نہ کیا جائے اور جب یہ دونوں شوہر بیوی ایک ساتھ رہنے پر راضی ہیں تو ہرگز تفریق کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ اس کو شوہر کے پاس پہنچا دیا جائے ورنہ سخت گناہ اور وبال پڑے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۹/۱۳۸۹ھ۔

جھوٹی تحریر پر دستخط سے دیانۃً طلاق نہ ہوگی

سوال[۲۲۹۲]: میرے ایک عزیز حافظ نیاز احمد کے پاس ضلع بجنور میں کافی زمین ہے، ان کی بیوی زینب کی ضلع مظفر نگر میں سو بیگہ، ان کے والد مرحوم نے دی تھی، گورنمنٹ نے دونوں زمینوں کو یکجا کردیا ہے، سیلنگ کا مقدمہ شروع ہے، زمین زیادہ نکل رہی تھی۔ وکلاء نے ان کو رائے دی کہ آپ ایک تحریر پیش کردیں کہ میں نے زینب کو طلاق دیدیا ہے۔ ان کی جانب سے وکیل نے ایک تحریر لکھی ہے اور حافظ نیاز احمد سے دستخط کرائے، انہوں نے زبان سے طلاق دیا نہ طلاق دینے کی نیت تھی۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) ”وکذا کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ، لایقع الطلاق مالم یقر أنہ کتابہ“ (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس: الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ، کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی جھوٹی تحریر یا خبر سے دیانۃً طلاق نہیں ہوتی۔ اگر پہلے گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹی تحریر پر دستخط کرتا ہوں، میں نے طلاق نہیں دی، نہ دے رہا ہوں، تو قضاءً بھی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۹۷ھ۔

دھوکہ سے طلاق نامہ پر دستخط

سوال [۶۲۱۵]: عبدالحسین کی بیوی نے عبدالحسین سے کہا: "مجھے جن آتا ہے جو تیرے میرے تعلق میں آگیا ہے، اس نے حکم کیا ہے کہ عدالت میں طلاق نامہ لکھدے تاکہ جن کو طلاق ہوجائے، اس کے بعد بھی ہم اور تم میاں بیوی رہیں" اور ۵/۲/۲۰ء اس تحریر کے بعد بھی میاں بیوی ہی رہے۔ عبدالحسین سیدھا سادہ آدمی ہے، اس کو بیوی نے کچہری میں لے جاکر کچہری میں اقرار نامہ بنام طلاق نامہ لکھوا کر اس سے دستخط کرانے، تین کلیریں عرضی نویس نے اس کاغذ پر لگوائیں، طلاق نامہ پڑھ کر سنایا، اس کے باوجود عبدالحسین نے طلاق نامہ پر دستخط کردیئے۔ عبدالحسین کو چونکہ بیوی نے قرآن اٹھا کر کہا تھا کہ میں تیری ہی بیوی رہوں گی، اس بناء پر عبدالحسین عورت کی طرف سے دھوکہ کھا گیا۔ کیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

تنقیح: طلاق نامہ یا اس کی نقل بھیجئے اور یہ بھی صاف لکھئے کہ صرف طلاق نامہ پر دستخط کرائے ہیں یا زبان سے بھی طلاق کہلوائی ہے جو کاغذ پر لکھی ہے یا اس سے کم زیادہ؟ نیز عدالت کے حاکم نے فیصلہ دیا، اس کی بھی نقل بھیجئے، جب انشاء اللہ پوری بات سامنے آئے گی اور اس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۱۴۰۲ھ۔

---

(۱) "لو أراد به الخبر عن الماضي كذباً، لا يقع ديانةً، وإن أشهد قبل ذلك، لا يقع قضاءً". (رد المحتار: ۳/۲۳۶، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۹۲، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

کاتب سے طلاق لکھوانا

سوال [۶۲۶۶]: زید نے کاتب کو کہا کہ میرا طلاق نامہ لکھو، زید کا کاتب نے حسب حکم زید طلاق نامہ لکھا اور پڑھ کر زید کو سنادیا، بعدہٗ زید نے طلاق نامہ پر اپنا انگوٹھا چسپاں کر دیا اور زبان سے لفظ طلاق استعمال نہیں کیا۔ اس طلاق نامہ سے اس کی زوجہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید بھی اس طلاق نامہ کے لکھوانے کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی اگرچہ زبان سے طلاق نہیں دی: "ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقراراً بالطلاق وإن لم یکتب، ولو استکتب من آخر کتاباً بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به إليها، فأتاها، وقع إن أقر الزوج أنه کتابه". شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۹/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/رمضان/۱۳۵۵ھ۔

"طلاق نامہ لکھدو" سے طلاق

سوال [۶۲۶۷]: اپنی بیوی لڑکی کو پہار اور اپنی والدہ کے ہمراہ میکے چلی گئی، میں لینے گیا، اس نے آنے سے عذر کیا۔ میں محکمہ قضا میں پہنچا اور واقعہ سنایا اور کہا کہ طلاق دینا چاہتا ہوں، قاضی صاحب سے کہا کہ کیا روپیہ فیس داخل کرو اور دو گواہ لے کر مجھے طلاق نامہ دیا اور کہا کہ طلاق ہوگئی، جاؤ اور اس کی ایک کاپی تمہاری بیوی کو دیدی جائے گی۔ چند دن بعد میری بیوی گھر آگئی، میں نے کہا کہ تجھ کو طلاق دے چکا ہوں، کیا تجھ کو اس کا پتہ نہیں پہنچا؟ اس نے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں اور طلاق نہیں ہوئی۔ پھر میں نے لوگوں سے معلوم کیا کہ طلاق نہیں ہوئی، کفارہ ادا کردو؟ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا، بچہ بھی ہوا۔

اس کے بعد محکمہ قضا میں پھر گیا تو صدر قاضی نے کہا جو کہ دو بار طلاق اپنی بیوی کو دے چکا ہے اب

(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابة، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

رکھنا چاہتا اور بیوی بھی پاس رہنے کیلئے تیار ہے مگر اس کے والدین بھیجنے سے انکار کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ طلاق ہو چکی، ہمارا سامان واپس کر دو۔ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ چاربجو نے بیچے ہیں، ریخ نے کہا کہ فتوی منگالو جیسا حکم ہو، ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ نے قاضی صاحب سے کہا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ طلاق نامہ لکھ کر مکمل کر دیجئے، تو اتنا کہتے ہی ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی خواہ بیوی کے پاس طلاق نامہ پہنچا اور اس نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو(۱)، ایسی طلاق کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین حیض) گذرنے پر یا اگر حاملہ ہو تو وضع حمل پر بائنہ ہو جاتی ہے(۲)، پھر بغیر دوبارہ نکاح کیے تعلق زوجیت قائم کرنا درست نہیں ہوتا(۳)۔ اگر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرے خواہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا کوئی ایسا کام کرے جو شوہر بیوی کا

---

(۱) "وفي الظهيرية: لو قال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان هذا إقراراً بالطلاق، كتب أو لم يكتب".
(الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۷۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس الطلاق بالكتابة، رشيديه)
(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۱۸۵، نوع آخر في التوكيل وكتابه، رشيديه)

(۲) "فأما عدة الأقراء، فإن كانت المرأة حرة، فعدتها ثلاث قروء، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ ... الخ. وأما عدة الحبل، فمقدارها بقية مدة الحمل، قلت أو كثرت". (بدائع الصنائع: ۳/۳۲۳، ۳۳۰، فصل في مقادير العدة، دار الكتب العلمية بيروت)
(وكذا في فتح القدير: ۴/۳۰۷-۳۱۲، باب العدة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)
(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۶۸، ۲۵۲، باب العدة، رشيديه)
(وكذا في النهر الفائق: ۲/۴۷۵، ۴۷۸، باب العدة، رشيديه)

(۳) "فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة، والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد". (بدائع الصنائع: ۳/۳۰۳، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)
(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۱۹، باب الكنايات، رشيديه)

مخصوص ہوتا ہے تو پھر دوبارہ حسبِ دستور نکاح ہو جاتی ہے۔

اگر آپ مفتی صاحب نے طلاق نامہ لکھ کر آپ کو دیا ہے اور آپ نے اس کو منظور کر لیا ہے تو اس کو یہاں بھیج دیں تاکہ اس کے مطابق حکم لکھ دیا جائے۔ اگر تحریری طلاق کے علاوہ زبانی طلاق دی ہے تو جتنی طلاق دی ہے وہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۸۷ھ۔

سحر اور بدحواسی کی حالت میں تحریری طلاق

سوال[۶۰۶۹]: ایک شخص نے بیرونی ملک رہتے ہوئے اپنی بیوی کے نام متعدد خطوط لکھے جن کا زیادہ تر مضمون فحش کو بکواس پر مشتمل ہے، ساتھ ہی "طلاق طلاق طلاق" کے الفاظ بھی لکھے اور یہ بھی تحریر کیا کہ "میرا تیرا کوئی تعلق نہیں، میں نے تجھے چھوڑ دیا"۔ جب گاؤں کی کمیٹی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا تو طلاق کو جا کر دریافت کیا گیا تو اقرار کیا کہ: میں نے لکھا ہے، مگر میرے ہوش وحواس اس وقت قائم نہیں تھے۔ اس کمیٹی میں شریک بعض لوگوں نے وضاحۃً یہ کہا کہ اس پر سحر کیا گیا تھا، اس لئے اس حال میں لکھے ہوئے الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ بعضوں نے اس پر جنون کا خیال ظاہر کیا، بعض نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ اس نے طلاق کے الفاظ تین بار لکھے ہیں اور زبانی اقرار بھی کیا ہے، لہٰذا ظاہری الفاظ و اقرار کے پیشِ نظر طلاق واقع ہوگئی۔

سحر و جنون کی یہ تمام روایات وقتی ہیں، چونکہ طلاق دینے والا شوہر سارے امور انجام دیتا ہے اور بیرونِ ملک برسرِ روزگار ہے۔ اب حضرت والا سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں کمیٹی کو کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ شرعاً طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ میری مؤدبانہ درخواست ہے کہ ازراہِ کرم جواب سے نوازیں۔

نوٹ: یہ خطوط موصول ہونے کے بعد بیوی سخت برہم تھی اور اس کا شوہر بیرونِ ملک سے واپس آیا تو اس نے اس سے قطع تعلق کیا اور کسی قیمت پر اس سے ملنے پر راضی نہیں تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دونوں (سحر و جنون) کی وجہ سے ہوش وحواس قائم نہ تھے اور یہ معلوم نہ ہو کہ زبان سے کیا الفاظ نکلے

رہا ہے اور اس کا کیا نتیجہ ہوگا تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی، اگر یہ بات نہ ہو بلکہ الفاظ کے مطلب کو سمجھتا ہو پھر اس طرح کہے تو طلاق ہو جاتی ہے(۱)۔

طلاق دیتے وقت اس کے دوسرے احوال ومعاملات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہوش میں تھے یا نہیں، مگر شوہر کو اس تحریر کا اقرار ہے جس کا کہ سوال میں درج ہے اور اس نے یہ نہیں کہا کہ میرے حواس درست نہیں تھے، مجھ پر سحر تھا، جنون تھا، تو صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۲)، اب نہ رجعت کا اختیار رہا ورنہ بدون دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے، اس عورت کو چاہیے کہ اس سے الگ رہ کر عدت پوری کرے، پھر کسی اور شخص سے شرعی طور پر نکاح کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۴۰۲ھ۔

زبردستی تحریر سے طلاق

سوال[۱۲۰۵۱]: زید اور اس کی بیوی میں مارپیٹ کا مقدمہ چلا، زید پر عدالت سے بیس روپیہ جرمانہ ہو گیا، زید نے عدالت بالا میں اپیل کی، عدالت بالا نے زید سے خواہش کی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے، زید نے عذر کیا، زید کے عذر پر عدالت نے دھمکی دی کہ اگر دو منٹ کے اندر فیصلہ لکھ کر داخل نہ کیا تو تم کو جیل خانہ بھیج دیا جاوے گا، زید نے اس دھمکی سے مرعوب ہو کر فیصلہ لکھ کر دیدیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس نے مجھے مہر شرعی معاف کر دیا، تو کیا ایسی حالت میں طلاق شرعی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اگر زید نے زبان سے طلاق نہیں دی، بلکہ محض طلاق کی تحریر دی ہے تو شرعاً اس کی

---

(۱) "المدهوش: أن يبلغ الدهشة، فلا يعلم ما يقول ولا يريده، فهذا لاريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله". (رد المحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن: ۱۱/۱۸۱، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والموسوس، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(۳) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (البقرة: ۲۳۰)

بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی:

"رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا". فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۲(۱)۔

اگر زبان سے بھی یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی یا اپنی بیوی کو اپنی زوجیت سے آزاد کردیا تو شرعاً اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی:

"وطلاق المكره واقع". هدايه(۲)۔ "ولو قال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق وإن لم يكتب". شامي ۲/۳۰۷(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمن، صحیح: عبداللطیف، ۱۰/۳/۵۲ھ۔

مکرہ کی طلاق بالکتابت کا حکم

سوال [۶۲۰۰]: زید کو چند دوستوں کی ناراضگی کی وجہ سے اغوا کرکے قصبہ سے یا مدرسہ سے باہر لے گئے، وہاں لے جا کر کہا کہ تو کہہ دے کہ اگر اس مدرسہ میں یا قصبہ میں آئے گا تو تجھ پر طلاق اضافی واقع ہوگی اور زید کو مجبور کیا کہ تو کہہ دے کہ میں یہاں آئندہ نہ آؤں گا، اگر آؤں تو جب شادی کروں طلاق ہو جاوے، اگر زید

(۱) (فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب: الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) (الهداية: ۲/۳۵۸، باب طلاق السنة، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۷، من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراتشي)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب: الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۷۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراتشي)

خاموش رہا اور زید کو ان آدمیوں نے اسٹیشن پر سوار کردیا۔ اب زید نے دوسرے شہر سے ہوکر مدرسہ میں درخواست دی اور مقدمہ قوی کرنے کیلئے یہ بھی لکھدیا کہ مجھ سے ان لوگوں نے زبردستی طلاق اضافی بھی لی تھی، اور مجھے مارا بھی۔

اب زید پھر مدرسہ گیا اور مقدمہ چلانے کیلئے مفتی صاحب مدرسہ نے مدعی علیہ کو طلب کیا اور ان سے بیان لیا کہ واقعی تم لوگ زید کے ساتھ لڑے ہو اور زید کو مارا ہے اور اس سے طلاق اضافی لی ہے؟ تو مدعی علیہ انکار کرگئے اور انہوں نے کہا کہ نہ ہم لڑے ہیں اور نہ کوئی طلاق وغیرہ لی ہے اور پھر مفتی صاحب مدرسہ نے زید سے اپنے سامنے بیان لیا تو زید نے کہا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑے ہیں اور طلاق لینے کی بھی کوشش کی، مگر میں خاموش رہا۔ تو اس صورت میں کیا زید پر طلاق واقع ہوجاتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر واقع ہوجاتی ہے تو پھر کوئی صورت ہے کہ زید شادی کرسکے؟

ہمارے نوازش ہی مسئلہ کی تحقیق کے بعد جواب سے بندہ کو مشکور فرمائیں کیونکہ زید مذکور کی شادی کا تمام سامان تیار ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جبر واکراہ کرکے زید سے طلاق تحریر کرادی ہے اور زید اس نے اس طلاق اور تعلیق کا تلفظ نہیں کیا تو اس تحریر سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی۔ "رجل أکره بالضرب والحبس أن یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فکتب، لا تطلق امرأته؛ لأن الکتابة أقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة ههنا". فتاوی قاضیخان: ۱/۴۷۲ (۱)۔

خواہ اس تحریر میں وہ الفاظ لکھے ہوں جو کہ سوال میں مذکور ہیں خواہ کچھ اور۔ مگر زبان سے بھی ان الفاظ کو ادا کیا ہے تو ان کو لکھ کر حکم دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (فتاوی قاضی خان: ۱/۴۷۲، فصل فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۳۶، مطلب فی الإکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح، سعید)

طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگانے سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۷۱]: محمد حنیف کی شادی محمد صدیق کی لڑکی نور افشاں بیگم کے ساتھ چار سال ہوئے ہوئی، لڑکی کے والد کلکتہ میں کمپنی میں ملازم ہیں، داماد کو کمپنی میں جگہ دلوادی، بیوی میکے میں والدین کے پاس رہی، محمد حنیف خرچ وغیرہ دیتا رہا، سال میں چند روز کے لئے شوہر کے پاس چلی جاتی، محمد حنیف پورا خاندان خوش خوش رہتا رہا، ایک دن سسر اور داماد میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، رنجش بھی ہوئی، اس کے بعد صلح ہو گئی لیکن کشیدگی باقی رہی۔ ایک دن محمد حنیف نے خود سسر کے بارے میں لکھ دیا، سسر نے خود طلاق لینا چاہا۔

محمد صدیق کے بیان کے مطابق پیر صاحب غازی پور سے آئے ہوئے تھے، اس نے جا کر کہا، پیر صاحب نے اولاً محمد حنیف کو سمجھایا، مگر وہ نہیں مانا اور سادہ کاغذ پر طلاق نامہ لکھا گیا جو پیر صاحب نے لکھا اور دو مریدوں کے دستخط کرائے۔ چند دن بعد محمد صدیق بیوی کو لے کر بالی وطن کو چلے آگئے، دوسرے روز محمد حنیف بھی کلکتہ سے آگیا، آنے پر معلوم ہوا کہ حنیف نے نور افشاں بیگم کو طلاق دیدی، معلوم ہوتے ہی ایک درخواست انجمن میں دی کہ میں قطعی بالکل "ان پڑھ" ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے اور میرے سسر نے جبراً سادہ کاغذ پر مجھ سے انگوٹھا لگوایا ہے اور کہا کہ ایک ضرورت ہے، میں تم کو بتادوں گا، اب کہتے ہیں کہ بہ خوشی ورغبت طلاق دی ہے لہذا انجمن فیصلہ کرے۔

انجمن نے پیر صاحب کو بلایا، پیر صاحب بھی باشرع آدمی ہیں، قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس کو منع کیا مگر نہ مانا اور طلاق دے دی اور طلاق نامہ صحیح ہے۔ ادھر محمد حنیف بھی کلام پاک ہاتھ پر رکھ کر قسم کھاتا ہے کہ میں نے عورت کو طلاق نہیں دیا، دھوکے سے کاغذ پر انگوٹھا لگوا لیا ہے اور ان پڑھ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکا کاغذ پر کیا لکھا گیا، زبانی طلاق مجھ سے نہیں لی گئی۔ نیز خود میرے سسر صاحب پیر صاحب کے مرید ہیں اور گواہان جس کے دستخط ہیں ان میں سے ایک موجود نہ تھا، یہ سب ایک سازش کرتے میری عورت اور دوسری جگہ بٹھانا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں از روئے شرع کس کی قسم کا اعتبار ہوگا؟ طلاق نامہ کی نقل بھی ہمراہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو عادل متقی معتبر آدمی گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے محمد حنیف نے اپنی بیوی کو زبان سے طلاق مغلظہ دی ہے، یا طلاق نامہ میں تین طلاق لکھوائی، یا طلاق نامہ اس کو پڑھ کر سنایا گیا اور اس نے سن کر انگوٹھا

اس پر انگوٹھا لگایا ہے اور اس انگوٹھا لگانے میں اس پر جبر نہیں کیا گیا ہے تو اس کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اور بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح بھی درست نہیں (۲)۔ اگر دو عادل مقبول الشہادۃ گواہ موجود نہیں، یا موجود ہیں مگر وہ زبانی طلاق کے گواہ نہیں، بلکہ صرف اس بات پر گواہ ہیں کہ ہمارے سامنے کاغذ پر انگوٹھا لگایا ہے اور اس پر طلاق بعد میں لکھی گئی ہے، یا طلاق پہلے لکھی گئی تھی مگر اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ طلاق نامہ ہے اور اس کو پڑھ کر نہیں سنایا گیا، یا اس کو معلوم تھا مگر مارپیٹ کی دھمکی دے کر زبردستی جبراً اس سے انگوٹھا لگوایا گیا ہے تو طلاق نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وإذا شهد شاهدان علی رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلک، فرق بینهما، لأن المشهود به حرمتها علیه، والحل والحرمة حق اللہ تعالیٰ، فتقبل الشهادة علیه من غیر دعوی".

(المبسوط للسرخسي: ۳/۴۰۷، باب الشهادة في الطلاق، غفاریه)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۴۶۵، كتاب الشهادة، سعيد)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب: ۳/۱۴۲، كتاب الشهادة، قديمي)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتی تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علمية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

(۳) "رجل أكره بالضرب والحبس علی أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان طالق، لا تطلق امرأته". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۲، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچي)

دھمکی کے طور پر خط کے ذریعہ اعلانِ طلاق

سوال[۷۲۴۲]: زید نے اپنے خسر کو خط میں یہ الفاظ لکھے: "میرا یہ خط اعلانِ طلاق ہے" پھر "میں اس خط کے ذریعہ اعلانِ طلاق کرتا ہوں، ۲۰/فروری تک میری بیوی میرے گھر پہنچ جانی چاہیے، نہیں تو طلاق دیدی جائے گی"۔ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خط کے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ اس میں طلاق نہیں دی بلکہ آئندہ طلاق دینے کی دھمکی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۵ھ۔

دھمکانے کے لئے طلاق نامہ میں خسر کی دوسری لڑکی مراد لینا، تحریری طلاق جبکہ بیوی سامنے ہو

سوال[۷۲۴۳]: کرم علی کو اپنی بیوی سے اچھی محبت ہے اور اس کی بیوی بھی اپنے شوہر کو پیار کرتی ہے، دونوں اسی طرح ایک عرصہ سے پیار ومحبت سے دن گذارتے رہے اور آپس میں کبھی کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہوا اور کرم علی نے اس کو کبھی طلاق دینے کا اور جدا ہونے کا ارادہ نہیں کیا، مگر کرم علی کے لئے یہ بات بیحد تکلیف دہ رہی ہے کہ بیوی جب میکے چلی جاتی ہے تو سسرال والے واپس کرنے میں ہمیشہ ٹال مٹول کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ وہ خود لینے گیا تو ٹال مٹول کی اور کہا کہ بعد میں رخصت کریں گے، پھر ماں کو بھیجا، وہ اپنے ساتھ جا کر لائی تو بات ختم ہوگئی، مگر کرم علی کو سسرال والوں سے انتقام کی سوجھی، کسی کے بتانے سے یا اپنے دماغ سے یہ ترکیب ٹھہرائی کہ ایک فرضی طلاق نامہ سسرال والوں کے پاس بھیجدوں، وہ لوگ خوب پریشان ہوں گے

(۱) "وفي المحيط: لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية: ۱/۳۸۴، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، باب الصريح، مطلب: "سن بوش" يقع به الرجعي: ۳/۲۴۸، سعيد)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الطلاق ومطالبه: ۱/۳۸، قندهار)

اور آئندہ وبال منزل کی حرکت ترک کر دیں گے، اس تجویز کے تحت کرم علی نے اپنی سسرال والوں کو فرضی طلاق نامہ لکھا کہ: "میں نے عزیز کی لڑکی کو تین طلاق دیا اور دل و زبان سے عزیز کی لڑکی سے دوسری لڑکی کو مراد لیا، اپنی بیوی کا قصد و ارادہ نہیں کیا"۔ ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق اپنی بیوی کو دی جایا کرتی ہے غیر کو نہیں، جبکہ یہاں مقصود اپنے سسرال والوں کو پریشان کرنا ہے تو ان کی پریشانی اس صورت سے ہو سکتی ہے کہ ان کی لڑکی کو طلاق ہو جائے، اس سے کوئی پریشانی نہ ہوگی کہ ان کی لڑکی کو طلاق نہ ہو، اس لئے صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ کا حکم کیا جائے گا، اگر خسر کے کوئی دوسری لڑکی موجود ہے تو وہ اس شخص کی بیوی نہیں اس کو مراد لینا غلط ہے۔ پھر زبان سے مراد لینے کا مطلب کیا ہے؟ کیا زبان سے یہ کہا کہ عزیز کی وہ لڑکی جو میری بیوی نہیں وہ میری مراد ہے، میں نے اس کو طلاق دی ہے، ہاں اگر اس کی بیوی عزیز کی لڑکی نہ ہو تو یہ تحریر لغو اور بیکار رہے گی، ورنہ تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ ہوگئی:

"لو ذكر اسمها أو اسم أبيها أو أمها أو ولدها، فقال: عمرة طالق، أو بنت فلان، أو بنت فلانة، أو أم فلان، فقد صرحوا بأنها تطلق، وأنه لو قال: لم أعن امرأتي، لا يصدق قضاءً إذا كانت امرأته كما وصف" اهـ. رد المحتار: ٢/ ٤٩٦، ٤٣٠، نعمانیہ(١)۔

لیکن اگر یہ تحریر لکھتے وقت بیوی سامنے موجود تھی اور زبانی طلاق کا لفظ نہیں بولا، صرف تحریر لکھی ہے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی:

"وحاصله أن (الكتاب) المعنون من الغائب لحاضر غير معتبر" اهـ. شامی، ص: ٦٤٥"(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(١) (رد المحتار: ٣/ ٢٤٨، كتاب الطلاق، مطلب: سن بوش يقع به رجعي، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/ ٣٥٨، الفصل الأول في الطلاق الصريح، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ٣/ ٢٨٢، كتاب الطلاق، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار وفي ترك الإضافة وما أشبهها، إدارة القرآن كراتشي)

(٢) (رد المحتار: ٦/ ٧٤٦، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

تحریرِ طلاق اگر بیوی کے پاس نہ پہنچے

سوال [۵۹۴۳]: ۱۔ زید کا نکاح بارہ برس ہوئے ایک ہزار روپے مہر میں ہوا تھا۔

۲۔ زید کی بیوی اور اس کے والدین سے زید کا اور زید کے والدین کا باہمی تنازعہ شروع ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید کی بیوی کو بجز خاوند کے علاوہ اپنے والدین کے یہاں ہی اکثر رہنا پڑا۔

۳۔ نکاح سے چھ سال بعد زید دل و دماغ اور معدہ کی سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا۔

۴۔ نکاح کے آٹھ سال کے بعد جب کہ زید کی بیوی اپنے والدین کے یہاں تھی زید نے اس کو اپنے پاس بلانا چاہا مگر وہ نہیں آئی۔

۵۔ کچھ دنوں کے بعد دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید نے اپنی بیوی کو تحریر طلاق لکھی۔ مگر کسی وجہ سے طلاق کا پروانہ بیوی کے پاس نہیں بھیجا۔

مختل الدماغ کی تحریرِ طلاق سے طلاق

سوال [۵۹۴۴]: ۶۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد دل و دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں دوبارہ تحریر طلاق لکھی اور طلاق کا پروانہ بذریعہ ڈاکخانہ رجسٹری کر کے بیوی کے پاس بھیج دیا، لیکن بیوی کو تقسیم ہونے سے قبل مگر ڈاکخانہ سے رجسٹری کا لفافہ جس میں طلاق کا پروانہ تھا واپس کرالیا۔ دونوں پروانوں میں یہ الفاظ تھے: "تم میرے یہاں نہیں آئیں، لہذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں" بیوی کے پاس یہ پروانے نہیں پہنچے۔

۷۔ ان واقعات کے کچھ روز بعد زید کی بیوی زید کے پاس آگئی اور ڈھائی سال تک زید کے پاس رہی، اسی دوران میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو ڈیڑھ سال کا ہو کر مرگیا۔

۸۔ اب ڈیڑھ سال سے زید کی بیوی پھر باہمی تنازعہ کی وجہ سے اپنے والدین کے یہاں رہتی ہے۔

۹۔ حال ہی میں زید نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلانا چاہا، اس نے جواب میں لکھا کہ تم یا تمہارے والدین یا تمہارے بھائی مجھ کو زہر دے سکتے ہیں، زید نے اپنے والدین سے اپنی بیوی کے بلانے کے بارے میں [illegible]، انہوں نے اس کے بلانے سے ناخوشی ظاہر کی۔ دل و دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید اس بات کا خیال کرتے ہوئے کہ زید بوجہ علالت اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے مجبور ہے اور زید کے والدین اس کی بیوی

کے بارے میں تو درشتگی ظاہر کرتے ہیں، لہذا زید نے کئی مرتبہ یہ الفاظ ادا کئے کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی"۔ شرع شریف کا جو حکم ہے اس سے براہ کرم مطلع فرمائیں۔

نوٹ: دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی کی حالت میں زید کے دل اور دماغ کی کیفیت صحیح اور قابل اعتبار نہیں رہتی۔

نوٹ: اگر طلاق پڑ گئی ہو تو کیا کوئی صورت حلالہ کی ممکن ہے؟ مطلع فرمائیں۔

مرسلہ: محمد طفیل احمد حقی عنہ۔

معرفت: بابو صغیر احمد کلرک، مقام ریاست الور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دل ودماغ کی تکلیف کی وجہ سے حواس باختہ اور مدہوش تھا کہ اس کو اپنے اقوال وافعال کا علم نہیں یا اس سے بلا اختیار اقوال وافعال صادر ہوتے ہیں اور اکثر مختل تھے اور ایسی حالت میں اس نے طلاق تحریری اور جب زبانی طلاق دی ہے اس وقت بھی ایسی ہی حالت تھی تب تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اور اگر ایسی حالت نہیں تھی بلکہ حواس درست تھے اور اپنے علم واختیار سے طلاق لکھی ہے تو اول مرتبہ لکھنے سے ایک طلاق واقع ہوگئی اگرچہ بیوی کے پاس وہ تحریر نہ پہنچی ہو (۲) اور مدخول ہونے کی صورت میں عدت کے اندر ہی اندر اگر

---

(۱) "لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون، والمعتوه، والمدهوش". (الدر المختار)

"الثالثة أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول ولا يريده، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۲، ۲۴۴، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۵، الفصل الثالث من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وإن كانت مرسومة، يقع الطلاق، نوى أو لم ينو بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة". (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

دوسری مرتبہ طلاق تحریری ہے تو وہ بھی واقع ہوگئی، اور اگر رجعت نہیں کی تھی تو عدت گزرنے پر بائنہ ہوگئی اور دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی(۱)۔

اسی طرح جو زبانی طلاقیں دی ہیں وہ بھی واقع نہیں ہوئیں اور زید کی بیوی اجنبیہ ہوگئی، اس سے جماع کرنا اور اس کو اپنے پاس رکھنا ہرگز جائز نہیں رہا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضامند ہیں تو دوبارہ نکاح کرنا درست ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر دوسری طلاق عدت ہی میں دی تھی اور اس سے رجعت کرلی تھی یا بلا رجعت کے عدت کے اندر اندر ہی زبانی طلاق دی ہے تو وہ مغلظہ ہوگئی۔ اب اس کو بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں(۲)۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر اس عورت کا کسی اور سے نکاح کیا جائے اور وہ صحبت کرے اس کے بعد وہ طلاق دیدے یا مر جائے، پھر عدت گزار کر زید سے نکاح ہو سکتا ہے۔

"كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة، اهـ". عالمگیری: ۳۷۹/۱(۳)۔ "الصريح يلحق الصريح". تنوير (٤) "ويحكم مباشرة معا دون ثلث في العدة، ويقع بها بالإجماع، لا مطلقة بها: أي بالثلاث، حتى يطأها غيره، ولو

(۱) "أجمع العلماء على أن الصريح يلحق الصريح ما دامت في العدة، وكذا البائن يلحق الصريح، والصريح البائن، ما دامت في العدة عندنا". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۳، إيقاع الطلاق على المبانة والمطلقة بصريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۳-۸۴، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها، وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲-۴۷۳، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۴) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

"واعتدت بعد فسخ مشدد بنکاح سابقہ و تمضی عدتہ الی الثنی الخ"۔ درمختار مختصراً: ۲/ ۸۲۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ ۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

استفتاء متعلق سوال بالا

سوال [۶۱۴۷]: اس کے بعد یہی سوال دوبارہ آیا اس پر مندرجہ ذیل جواب دیا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے قبل بھی یہ سوال آیا تھا جس پر تنقیحات کر کے واپس کر دیا گیا تھا، کیونکہ بلا ان کے جواب دشوار تھا، اس مرتبہ ان تنقیحات کو سوال کے ساتھ نہیں بھیجا گیا، بہرحال سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر پہلی اور دوسری طلاق واقع ہوگئی اگر زوجہ مدخولہ ہے(۲)، ورنہ پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہوگئی (۳) بشرطیکہ پہلی طلاق سے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو، ورنہ پہلی ہی طلاق سے مغلظہ ہوگئی، بدوں حلالہ کے نکاح جائز نہیں۔

اور تیسری طلاق جو کہ زبانی دی ہے اگر وہ عدت کے اندر دی ہے تو وہ واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اور اگر عدت کے بعد دی ہے تو وہ واقع نہیں ہوئی، طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہے(۴)۔ وقوع طلاق کے لئے یہ

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/ ۴۰۹، ۴۱۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۲) "وفي الولوالجية: رجل قال لامرأته بعد الدخول بها: أنت طالق، طالق، يقع ثنتان، لأنه لا يمكن أن يجعل تكراراً للأول". (التاتارخانية: ۳/ ۲۸۸، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۵، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۳) "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن عليها، فإن فرق بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۳، الفصل الرابع الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/ ۲۸۸، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۷۱، إيقاع الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، شركة علميه)

(۴) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/ ۴۰۹، كتاب

"میں نے دیا طلاق" تین مرتبہ لکھ کر بھیجنے کے بعد پھر انکار کا حکم

سوال [۶۲۷۷]: شفیق احمد عرف [illegible] نے یہ مضمون اپنی بیوی کے والد کے نام ارسال کیا، اس خط کو اس نے لکھا تھا از خان کو:

"میں عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کے یہاں گیا تھا بلانے کے لئے اس لڑکی کو جس میں جواب صاف ملا کہ میں نہیں جاتی، لڑکی کا باپ اور بھائی جو نے میں بھی دوبارہ گیا پھر بھی کچھ جواب نہیں ملا، اس نے میرا بھی جواب ہے کہ "اس کو نہیں رکھیں گے"، اقبال کی لڑکی علیحدہ طلاق دیا، اس لئے میری طرف سے اس کو جواب ہو:
۱- "میں نے دیا طلاق ۲- میں نے دیا طلاق ۳- میں نے دیا طلاق"۔

دستخط شفیق احمد عرف [illegible]، ۱۲/ جون/ ۱۹۶۶ء۔

اس خط کو لے کر تقریباً ۲۰/ لوگوں کے ساتھ لڑکی کے والد وجیہ الزماں اس کے گھر پہونچے اور پوچھا کہ یہ خط تمہارا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے بھیجا ہے، لہذا پنچایت بلائی گئی، پنچایت میں اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا میرا خط نہیں ہے اور نہ میں نے بھیجا ہے، پہلے جو میں نے اقرار کیا وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے کر دیا تھا۔ پنچایت نے اسی وقت ایک تحریر لکھوائی، دونوں کو ملا کر دیکھا تو دونوں تحریریں ایک نہیں معلوم ہوئیں۔ بغرض ملاحظہ دونوں تحریریں ارسال ہیں۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے، اگر طلاق پڑی تو کون سی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو تحریر آپ نے اس سوال میں نقل کی ہے اور اس کا اقرار شفیق احمد نے ایک مجلس کے سامنے کیا ہے، حالانکہ اس وقت شفیق احمد کو اقرار کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس سے صرف دریافت کیا گیا تھا، تو اس تحریر کی رو سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب اس کے انکار کرنے سے کچھ نہیں ہوتا(۱)۔

---

(۱) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها".

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، كراتشي)

دوپرچے چونکہ ہندی میں ہیں، ہم ان کو نہیں سمجھتے، فتویٰ کے ساتھ دونوں واپس ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۱۳۸۹ھ۔

اقرار نامہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق

سوال [۶۲۰۸]: زید کا عقد مسنونہ مومنہ خاتون سے ہوا، عرصہ دراز تک دونوں میں نباہ ۲۰/ برس رہا، پھر کچھ دنوں کے بعد دونوں میں اختلاف ہوا اور اس کے بعد پنچایت ہوئی اور مندرجہ ذیل تحریر لکھی گئی کہ "اس مرتبہ لڑکی اس طور پر بھیجی جارہی ہے کہ لڑکی کو کوئی تکلیف نہ ہو، اور صحیح طور پر نباہ کرو، اگر پھر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو ثبوت شرعی ملنے کے بعد یہی تحریر جو اقرار نامہ کی صورت میں ہے طلاق بھی جائے گی"۔ ایسی صورت میں زید نے صرف انگوٹھا لگایا تھا، منہ سے کچھ نہ کہا اور لڑکی رخصت کرا کر لے گیا۔ اب دوبارہ لڑکی کے والدین اپنے گھر اختلاف کی حالت میں لے آئے۔ تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو عدت کس وقت سے گزاری جائے گی؟ مفصل جواب مع حوالہ کتب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے تحریر مذکورہ کو سمجھ کر اپنی خوشی سے بغیر جبر واکراہ کے انگوٹھا لگایا ہے تو یہ تحریر معتبر ہے اور پھر اگر اس نے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے جس کا شرعی ثبوت موجود ہے تو اس تحریر کی رو سے اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)، عدت تین ماہواری گزرنے سے پہلے حق رجعت حاصل ہے (۲)، بعد

---

(۱) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم، وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها"

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلٰثة قروء، ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في —

تاج خاتون کا نکاح عبداللہ شاہ سے ٹوٹ گیا ہے یا طلاق واقع ہوگئی؟ اور اگر واقع ہوگئی تو کونسی طلاق؟ نیز حلالہ ضروری ہوگی یا نہیں؟ حضرت والا کی خدمت میں عہد نامہ کی نقل روانہ کررہے ہیں، جواب کافی وشافی مدلل مع حوالہ ارسال خدمت ہے تاکہ آپ کی رائے سے سب لوگوں کو علم ہو۔ فقط۔

غنی شاہ ولد حسن شاہ صاحب، معرفت غلام نبی شاہ دوکاندار۔
ترچگام، ڈاکخانہ و تحصیل بیروہ (کشمیر)۔

نقل عہد نامہ

"باعث تحریر آنکہ عبداللہ شاہ ولد سید شاہ ساکن پنج ہاجیو بلا اکراہ و جبر برضا و رغبت بطرف غنی شاہ ولد حسن شاہ صاحب باجلاس برادری بحلف قرآن معاہدہ و اعتراف کرتا ہوں کہ آج کے بعد اپنی منکوحہ مسماۃ تاج خاتون بنت غنی شاہ کو حسب دستور حسب شرافت کے ساتھ ہر قسم کی پرورش اور نگہبانی کروں گا، بصورت خلاف ورزی و عہد شکنی بشرائط مندرجہ تحریر ہذا ابد الآباد دین اسلام سے خارج ہوں گا اور بحکم شریعت کا جو تعزیری حکم اور برادری کا جرمانہ مجھ پر لازم ہوگا تسلیم کرکے عمل پیرا ہوں گا۔

غنی شاہ بمعیت تمام برادری مضمون مرقوم بالا تسلیم عبداللہ شاہ کے ساتھ معاہدہ رشتہ داری بحال رکھوں گا۔ معاملہ ہذا کی نسبت آئندہ اگر کسی طرف سے کوئی شکایت وغیرہ کی جائے گی تو بلا تحقیق و بلا ثبوت اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ فقط"۔

دستخط

الجواب حامداً ومصلیاً:

عہد نامہ کے الفاظ یہ ہیں: ''بصورت خلاف ورزی و عہد شکنی بشرائط مندرجہ تحریر ہذا ابد الآباد دین اسلام سے خارج ہوگا''۔

اگر عہد کے خلاف کیا ہے تو نہ طلاق ہوئی نہ نکاح فسخ ہوا، نہ اسلام سے خارج ہوا، البتہ قسم کا کفارہ شوہر پر لازم ہوا ہے اور وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا کپڑا دے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین

روزے مسلسل رکھے(۱)۔

ایسی قسم بہت سخت ہے، ہرگز ایسی قسم نہ کھائی جائے

"والقسم أيضاً بقوله: إن فعل كذا فهو يهودي أو نصراني ...... أو كافر، فيكفر بحنثه لو في المستقبل .... والأصح أن الحالف لم يكفر الخ". الدرالمختار. "(قوله: فيكفر بحنثه): أي تلزمه الكفارة إذا حنث إلحاقاً له بتحريم الحلال؛ لأنه لما جعل الشرط علماً على الكفر وقد اعتقده واجب الامتناع وأمكن القول بوجوبه لغيره جعلناه يميناً اهـ". ردالمحتار: ۳/۷۲۶(۲)۔

"وهي تعم من الإسلام أو القضية يمين اهـ". الدرالمختار: ۲/۷۱۶ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ذ/ ۸۹ھ۔

جب شوہر کو شرط نامہ کا علم نہ ہو تو اس سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۲۸۰]: محمد سعید کے خسر نے عقد ثانی کے وقت محمد سعید سے ایک شرط نامہ پر انگوٹھا کا نشان لے کر "محمد سعید نے اپنی پہلی بیوی کو دو گواہوں کے سامنے تین طلاق دیا اور یہ بات طے پائی کہ بی بی میمونہ خاتون (زوجہ ثانیہ) جب تک زندہ رہے گی، اگر میں دوسری شادی کروں تو تین طلاق ہوگی یا پڑے گی"

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة، فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام، ذلك كفارة أيمانكم إذا حلفتم﴾ (المائدة: ۸۹)

"كفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم بما يصلح للأوساط، وإن عجز عنها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاء". (الدرالمختار: ۳/۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۶۱، الباب الثاني في الكفارة، سعيد)

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/۷۱۸، ۷۱۹، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۵۴، كتاب الأيمان، الباب الثاني فيما يكون يميناً، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۲/۳، كتاب الأيمان، رشيدية)

(۳) (الدرالمختار: ۳/۷۱۳، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۲/۲، كتاب الأيمان، رشيدية)

عقد کرایا تھا، محمد سعید ان پڑھ تھا، اس شرط نامہ کا علم نہیں ہوا، اس نے صرف طلاق نامہ سمجھ کر انگوٹھا لگایا تھا، جاننا چاہیے کہ ایک ہی کاغذ میں طلاق نامہ اور شرط نامہ ہے جس میں محمد سعید نے انگوٹھا لگایا تھا، مدتوں بعد جب محمد سعید نے تیسری شادی کی تو قاضی نکاح نے بلی کا یہ شرط نامہ اور طلاق نامہ دکھلاتا ہے۔

جواب طلب یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث اس شرط نامہ کی وجہ سے نکاح ثالث کرنے سے محمد سعید کی موجودہ بیوی میمونہ خاتون پر طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ اور اگر اس شرط کا علم ہو تو طلاق واقع ہوتی یا نہیں؟ مدلل کتب جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ محمد سعید کو شرط نامہ کا علم ہی نہیں تو اس نے اس کو کوئی پابندی نہیں کی، اس کی وجہ سے موجودہ بیوی پر طلاق نہیں ہوئی:

"كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقر أنه كتابه" اھ

(رد المحتار: ۲۴۶/۳)(۱)۔ اس کے بعد پھر اس بحث کی ضرورت نہیں رہتی کہ اگر اس شرط کا علم ہوتا تو کیا حکم ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۹/۱۳۹۰ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲۴۶/۳، قبیل باب الصریح، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳۸۰/۳، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچى)